

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا ۚ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ۝

(القرآن)

إِذَا تَأْكُم مِّن تَرْضُون خُلُقَهُ وَدِينَهُ فَاَنْكَحُوهُ إِلَّا تَفْعَلُوا نَكُنْ فِتْنَةً فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِیضٌ ۝

(الحديث)

طَرِيقُ الْفَلَاحِ فِی مَسْئَلَةِ الْكُفْرِ لِلنِّكَاحِ

(نکاح سیدہ باغیر سید کی شرعی حیثیت)

تصنیف لطیف

وارث علوم مہریہ

علامہ پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف، پکٹر E.11 اسلام آباد پاکستان

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب : طریق الفلاح فی مسئلۃ الکفر لیتکاح

یار : اول

تعداد : 1100

ترغین و کمپوزنگ : مفتاح احمد (گولڑہ شریف)

+92-346-5405806

تدوین : مولانا محمد اشفاق سعیدی

پروف ریڈنگ : مہاوی محمد نعیم سعید، محمد افضل خاں سار

ترتیب : قاضی محمد بشیر الدین ہری پور ہزارہ

ناشر : مہر یہ نصیریہ پبلشرز، گولڑہ شریف

Web Site

E-Mail: Mail@pinaseeruddin.com

نگران طبع : حاجی عبدالقیوم گولڑوی

+92-334-5402040

مطبع : حمزہ پرویز پرنٹرز راولپنڈی

+92-51-5521575

ہدیہ : 350 روپے

سن طبع : 2009ء 1430ھ

مکتبہ نصیریہ

بیرون ملک

Malik Ghatbār Ahmed Chishtī,
82 Brighton Road Birmingham B12 8QH U.K
Ph: 07976901875-4424548.

Qari Fazal Rasool,
Jamia Hanfia Mehria & Muslim Centre
INC 32-13, St # 57th Wood Side, New York
Office: 418 Avenue, P Brook Line, New York 11223
Ph: 718-274-7813, Fax: 718-3396-385
USA: 1347-2552-767

اندرون ملک

مکتبہ نصیریہ نصیریہ 'درگاہِ توحید مہر یہ گولڑہ شریف'
سیکرٹری: 11-1E اسلام آباد، پاکستان (051-2282814)
مکتبہ ضیاء القرآن، جامعہ ملیہ روڈ، لاہور


انتساب

میں اپنی اس علمی کاوش کو اپنے عظیم المرتبت جدِ اعلیٰ رازی زماں
قیہتی دوراں، فقیہ عصر


حضرت علامہ پیر سید **مہر علی شاہ** قدس سرہ العزیز

کی ذاتِ عالی کی طرف منسوب کرتا ہوں۔
جن کے مہرِ علم و تحقیق نے ایک جہاں کو روشن کر رکھا ہے اور جن کے
تحریر کردہ فتویٰ نے مسئلہ مانحن فیہ میں میری
قدم قدم پر رہنمائی کی اور جن کی روحانی توجہات نے مجھے
اس موضوع پر قلم اٹھانے کی جرأت و ہمت عطا فرمائی۔

سوئے دریا تحفہ آوردم صدف
گر قبول افتد زہے عز و شرف



اب بچا کر وہ دکھائیں تو گریبانوں کو
آئے دن چھیڑتے رہتے تھے جو دیوانوں کو
(نصیر)



۱	ابہائیت	علامہ سید نصیر الدین نصیر گیلانی
۲	تقریر	علامہ سید عرفان مشہدی
۳	تقریر	علامہ مفتی فیض الرحمن چیمڑمین رومیت ہلال کشی و صدر تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان
۴	تقریر	مفتی نلام مصطفیٰ رضوی دارالافتاء جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار اعظم ملتان شریف
نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

باب اول: نکاح میں شرط کفو کی شرعی حیثیت اور اس کی اقسام

02	۱	نکاح سیدہ باغیر سید
03	2	آپ تطہیر پر بحث
04	3	ایک سید صاحب سے دلپسپ علی گفتگو
05	4	لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا
06	5	نکاح کا معاملہ اوڑھنی سے کہیں زیادہ اہم ہے
07	6	حیات النبی پر دلیل
08	7	نکاح سیدہ باغیر سید پر اقوال فقہاء سے دلیل
08	8	علامہ کاسانی کا فتویٰ
09	9	امام حاکم نیشاپوری کی تحقیق
09	10	علامہ اسماعیل حنفی مصری کا حوالہ
11	11	انصاف کی بات
12	12	کبر لہسی کی تباہ کاریاں
14	13	برصغیر کے سادات کی غلط فہمیاں

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
16	صاحبِ سیح سنابل کا مرتبہ	14
17	سیح سنابل میں مذکور ایک عبرت آموز واقعہ	15
20	مذکورہ واقعہ سے حاصل شدہ نتائج	16
22	معترض کو حضرت گنج شکرؒ کا مُسکت جواب	17
23	خلاصہ بحث	18
24	مجتہد بننے کی شرائط	19
25	ائمہ مجتہدینِ مَحْسِنین اُمت ہیں	20
27	مسئلہ کفایت کی مثال	21
28	چند جواب طلب اعتراضات	22
31	مخالفین کا حِج مذکور کی اہم دلیل	23
31	حدیثِ رَاصطَفائی پر بحث	24
33	دعوتِ تطبیق	25
36	دعوتِ فیصلہ	26
36	قابلِ غور تحقیق	27
38	لُغت، قرآن اور احادیث کے آئینہ میں لفظِ سید کے مقاماتِ اطلاق	28
38	لفظِ سید کے معانی اور اس کے مصداق	29
41	لفظِ سید کے اطلاق کی دلیل	30
43	قرآنِ مجید میں لفظِ سید کے ایک اور مستعملہ پہلو کا ثبوت	31

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
47	وضاحت کفو برائے تفہیم مسئلہ کفو	32
48	تعریف کفو	33
49	لفظ کفو کی بحث	34
49	غیر قائلین کفو کے دلائل	35
50	دلیل اول	36
51	قائلین کفو کی جانب سے جواب	37
52	غیر قائلین کفو کی دلیل دوم	38
54	قائلین کفو کی جانب سے جواب	39
54	غیر قائلین کفو کی دلیل سوم	40
55	قائلین کفو کی جانب سے جواب	41
56	کفایت پر جمہور فقہاء کے سنت (احادیث) سے دلائل	42
57	جمہور قائلین کفو کے دلائل کے بارے میں فقہائے احناف کا فیصلہ	43
62	مسئلہ کفو کی وضاحت مزید بہ طریقہ جدید	44
63	کفو کی شرعی تعریف میں اُمور آتیہ سے کیا مراد ہے؟	45
63	کفو عورت کا حق ہے یا اُس کے اولیاء کا؟	46
64	کیا کفو کا اعتبار صرف مرد کی طرف سے ہوتا ہے یا عورت کی طرف سے بھی؟	47
65	کفو کے بارے میں امام اعظمؒ اور ہر دو حضرات (صاحبین) کا مذہب	48
67	کفو کو واجب سمجھنے والوں سے ہاں سلسلہ اُن سے چند چبھتے سوالات	49

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
68	حضرت وائزوی کے فتویٰ کی غلط تعبیر	50
70	یہ خود ساختہ دعویٰ ائمہ اربعہ میں سے کسی کے بھی موافق نہیں	51
70	امام مالکؒ اور چند ائمہ احناف کا کفو کے متعلق موقف	52
71	خلاصہ عبارت	53
71	موقف لحد اپر امام مالکؒ اور چند ائمہ احناف کے اپنے اپنے دلائل	54
73	کفو کے متعلق جمہور مشائخ حنفیہ کا مذہب	55
74	مذہب کفو کے متعلق جمہور مشائخ حنفیہ کے دلائل	56
76	تفاضل کا اعتبار خلاف تعیم اور خلاف حدیث ہے	57
78	نام نہاد مفتیوں کے دعاوی	58
80	محولہ بالا دلائل کا نتیجہ	59
80	امام سرحدیؒ کے نزدیک تفاضل کے باوجود قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں	60
81	قبائل قریش میں تفاضل کا اعتبار نہیں	61
84	تعالیٰ صی پڑ، تابعینؓ اور تبع تابعینؓ	62
85	ان مفتیان کم سواد پر صد انسوس	63
86	ہر فرد قریش دوسرے فرد قریش کا کفو ہے	64
87	امام مالکؒ کے نزدیک کفو کا سرے سے اعتبار ہی نہیں	65
88	کفو کے متعلق امام شافعیؒ کا مذہب	66
89	کفو کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب	67

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
68	حضرت امام حسینؑ کی صاحبزادیوں کے غیر ہاشمیوں سے نکاح	91
69	کفو کے بارے میں ائمہ اربعہ کے مذہب کا اجمالی ذکر	93
70	ایک چیلنج	95
باب دوم: مسئلہ نکاح سیدہ میں مخالفین جواز کے متعدد رسائل کا مدلل جواب		
71	رسالہ رفیع الاشباح عن قول سیدنا مہر علی شاہؒ سے پیدا شدہ غلط فہمیوں کا ازالہ	107
72	جواب خادم الحدیث لبشیخ الحدیث	109
73	صاحب فتح القدیر کی تحریر 'شیخ الحدیث صاحب کے مزمومہ اور خود ساختہ نظریہ کو باطل ثابت کر رہی ہے	110
74	امام محمد بن حسن کا قول 'اُس کا رد اور توجیہ	112
75	صاحب ہدایہ کی توجیہ	114
76	حافیہ ہدایہ کی توجیہ	114
77	صاحب فتح القدیر کی توجیہ	114
78	علامہ کاسانی کا تبصرہ	115
79	شریعت نے نکاح کے معاملے میں فضیلت کو ساقط کر دیا ہے	116
80	وضاحت تسکین فتنہ بانداز دیگر	126
81	بیٹھا بیٹھا آپؐ کڑوا کڑواٹھوٹھو	129
82	ہردو حضرات امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا مذہب	130
83	لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا	133

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
135	ہمارا موقف	84
138	امام محمدؒ کے استثنائی قول کا فیصلہ کن جواب	85
139	غیر قرشی ہوتے ہوئے خود امام محمدؒ کا سیدہ فاطمیہ سے نکاح	86
140	امام شافعیؒ کا نسب	87
141	امام شافعیؒ کی والدہ ماجدہ کا مبارک نسب	88
142	1: امام شافعیؒ کی والدہ سیدہ فاطمیہؓ کا قریشی غیر ہاشمی سے پہلا نکاح	89
144	2: امام شافعیؒ کی والدہ سیدہ فاطمیہؓ کا (غیر قرشی سے) دوسرا نکاح	90
147	مصنفِ ذریعہٴ حجاز کے نزدیک اکابر فقہائے اُمت کے مراتبِ فقہانیت	91
148	نذرانہ عقیدت بخضویر امام محمدؒ	92
149	خصائصِ نبویہ علیٰ صاحبہا الثناء والتحمینہ پر ہمارا ایمان ہے	93
155	صاحبِ بحر الزائق کا استدلال	94
159	حُسنِ اتفاق	95
160	امام محمدؒ کے استثنائی قول، صاحبِ بحر الزائق کی نظر میں	96
164	مُغنی کی عبارت کے حصّہٴ اوّل پر تبصرہٴ نصیر	97
165	دلیلِ اوّل	98
168	دلیلِ دوم	99
169	حدیثِ الأحادیث أو حجام کی تحقیق	100
172	حضرت عمرؓ کی طرف منسوب اس اثر کی تحقیق	101

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
174	نکتہ خاص	102
175	نتیجہ بحث	103
176	عالم باعمل علویہ کا کفو ہے	104
176	اب جگر تھام کے بیٹھو مری باری آئی	105
179	کفو کے متعلق مذہب شافعی کا بالا اختصار ذکر	106
181	بات چل نکلی تو پھر یہ بھی سہی	107
182	آدم برسرِ مطلب	108
185	فتاویٰ عالمگیری کی مزید عبارت کا مفہوم	109
186	اختلاف عبارت کا مفاد	110
188	تصدیق حوالہ	111
189	عبارت فتح القدیر کی تفصیل و تشریح	112
191	حوالہ بحر الرائق کی وضاحت	113
192	ظاہر الروایہ کے محولہ بالا قول کی وضاحت	114
195	علامہ ابن ہمام کے بارے میں علامہ شامیؒ اور صاحب بحر کی رائے	115
199	عبارت بحر الرائق کی مزید وضاحت	116
199	وضاحت نصیر بفضل رب تدری	117
201	مزید عبارت بحر پر حاشیہ شامی	118
204	صاحب بدائع الصنائع کی تحقیق	119

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
204	تشریح مزید	120
207	قریش کا نسبی اعتبار سے حضور ﷺ کا کفو ہونا منصوص ہے	121
207	عجمی کے علویہ کے کفو ہونے پر مختصر دلائل	122
209	حضرت فاضل بریلویؒ کی نظر میں امام قاضی خان کا علمی مقام	123
209	نقیبہ عبارت	124
213	کوئی صورت نظر میں آتی	125
213	کفو اور امام قاضی کا خان کا فتویٰ	126
215	شرفِ علم، شرفِ مال و نسب سے بالا اور قوی ہے	127
217	حسیب و سیب کا فرق	128
219	علامہ شامیؒ اور ہمارے موقف کی تصویب	129
221	رد المحتار اور الذر المختار کی وجہ تسمیہ اور صحیح تلفظ	130
222	عالم اور علویہ کے کفو پر علامہ شامیؒ کی دلیل مزید	131
223	علامہ شامیؒ کا قول فیصل	132
224	علمی لطیفہ	133
225	مسئلہ تواضع اور اس کی مثالیں	134
226	نقیبہ نقل عبارت	135
226	کفو نسبی مستحب ہے، فرض یا واجب نہیں	136

باب سوم: درجہ ایمان و درجہ نسب کی وضاحت

- 137 درجہ ایمان و درجہ نسب سے بلند تر ہے 228
- 138 جنت میں الحاق بالآباء کا معیار ایمان ہے نہ کہ نسب 229
- 139 بعد ارتداد فضیلت نسبی کے متعلق ایک خط کا جواب مع مثال 232
- 140 پاس نسب پر قرآنی استشہاد 235
- 141 دلیل اول 235
- 142 جواب فقیر 236
- 143 دلیل ثانی 237
- 144 جواب فقیر 238
- 145 حضرت شحاک کی روایت ہمارے موقف کی تائید ہے 239
- 146 کفار کی چھوٹی اولاد قیامت کے دن کہاں بھیجی جائے گی؟ 240
- 147 صالحیت مفت ہے نہ کہ نسب 241
- 148 مخالفین کی ایک اہم دلیل 242
- 149 سادات کے دیگر قبائل قریش کے ساتھ عدم کفایت کا استدلال لغو اور غلط ہے 242
- 150 حضرت عمرؓ کی روایت بھی ہمارے موقف کی مؤید ہے 244
- 151 انسانی زندگی میں تین نوعیت کے رشتے 245
- 152 سہمی اور جسی رشتے کی اہمیت 246
- 153 مخالفین کا بھونڈا استدلال اور اس کا رد 248

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
249	شیخ اکبر کی تشریح	154
250	حدیث مذکورہ کی تشریح	155
251	امام احمد بن حنبل کی روایت	156
251	امام بیہقی کی روایات	157
253	فرمودہ شیخ اکبر قدس سرہ	158
254	برائے مغفرت ابو جہل والولب کو قرابت نبویہ فائدہ نہ دے گی	159
255	ایمان کے بغیر محض نسب وجہ مغفرت نہیں ہو سکتا	160
255	بنو فاطمہ کے لیے کوئی الگ قانون نکاح نازل نہیں کیا گیا	161
256	رسالت مآب نے صرف دین و خلق کو معیار کفایت بنایا	162
257	حضرت علیؑ کی روایت کردہ حدیث کی تحقیق تشریح	163
260	امام حاکم کے نزدیک سیدہ کا نکاح غیر سید سے جائز ہے	164
261	پاکستان میں کورٹ میرج کا قانون	165
262	ظاہر الزواہ کو نوادر پر ترجیح حاصل ہے	166
262	امام ابو حنیفہ کا آیت قرآنی سے استدلال	167
265	امام ابو بکر جصاص کا استدلال	168
265	مفتیان ذی وقار جواب دیں	169
266	نکاح و طلاق کے معاملہ میں دوہرا معیار کیوں؟	170
267	نکاح کے بعد حقوق زوجیت کی ادائیگی ہرگز باعث عار نہیں	171

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
269	علامہ سرحدی کے موقف کی غلط تفہیم	172
270	اصلی جواب	173
271	توضیح قول شمس الامینہ سرحدی	174
271	عورت پر مرد کی فوقیت و فضیلت جزوی ہے	175
273	خلاصہ بحث	176
273	شیخین کا موقف	177
276	شریعت کے مقابلے میں ہماری پسند و ناپسند کی کوئی حیثیت نہیں	178
277	فقہی اصطلاحات کی توضیح مزید	179
278	فتویٰ کا معیار اعتبار و حقانیت	180
279	قانون کی تشریح و تصریح میں حج صاحبان کا اختلاف	181
282	مفتیان گولڑہ کے دلائل آخر حضرت گولڑویؒ نے قابلِ حجت کیوں نہ سمجھے؟	182
	باب چہارم: مشروعات کی تعریف اور متعدد ورشتوں کی تفصیل	
284	مشروعات اور اُن کی تعریفات	183
284	1: فرض	184
286	2: واجب	185
287	3: سُنت	186
288	4: مستحب	187
289	5: مباح	188

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
289	مستحسن	189
289	لفظ جواز اور عدم جواز پر بحث	190
290	لفظ جواز کا متعدد معانی میں استعمال	191
292	اصطلاح محمولہ بالا کا مسئلہ کفو پر انطباق	192
296	نتیجہ بیان اصطلاحات فقہیہ	193
297	لفظ اصلاً کی وضاحت	194
299	ایک غلط فہمی کا ازالہ	195
300	کیا چودہ سو سال کے کا برائمت جواز اور عدم جواز کے مفہوم سے ناواقف تھے؟	196
301	لفظ جواز و عدم جواز کی ایک اور مثال سے توضیح	197
302	واجب پر لفظ سنت کے اطلاق کی مثال	198
305	حضرت گولڑوئی کے چہرہ انور پر ریش مسنونہ کی بہار	199
307	خلاصہ کلام	200
309	بلسلسلہ نکاح سیدہ باغیر سید چنداہم رشتے	201
310	کتب حدیث و تاریخ سے اثبات نکاح سیدہ اُمّ کلثومؓ بہ امیر المومنین	202
310	حضرت عمر فاروقؓ	310
315	کتب انساب سے اثبات نکاح سیدہ اُمّ کلثومؓ بہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ	203
319	نکاح سیدہ اُمّ کلثومؓ بہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کا اثبات اہل تشیع	204
319	کی کتب سے	319

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
319	1: کتاب الکافی	205
320	توجہ طلب تبصرہ	206
322	فاعتبروا یا اُولی الابصار	207
324	2: کتاب الاستبصار	208
324	3: تہذیب الاحکام	209
326	نتیجہ نقل عبارات	210
326	محققین اور متأخرین کی تحدید	211
327	4: کتاب الشانی	212
328	5: کتاب تنزیہ الانبیاء	213
328	6: شرح حدیدی	214
330	7: شرائع الاسلام	215
333	8: مجالس المؤمنین و مصائب النواصب	216
335	9: مرآة العقول	217
335	10: تاریخ طراز مذہب مظفری	218
336	11: منتهی الامال	219
339	شیعہ علماء کی کتب سے مزید حوالہ جات	220
344	غیر کفو میں سیدات کے نکاحوں کی توجیہ کا تذکرہ اور اُس کا ابطال	221
345	ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی	222

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
346	کسی بھی مومنہ کا غیر کفو میں جواز نکاح کا وحی الہی سے ثبوت	223
348	غیر کفو میں نکاح کے بارے میں شارع علیہ السلام کا عمل	224
348	ایک اور سوال کا جواب	225
350	ایک اور اہم نکتہ کی طرف دعوتِ توجہ	226
358	استخراج فوائد از حوالہ بالا	227
359	ناطقہ سرگرمیاں ہے اسے کیا کہیے	228
360	انوکھی عقیدت، نرالی محبت	229
362	مُحَنّی ابنِ قدامہ تلمیذِ پیرانِ پیر کے نزدیک نکاح میں کفو شرط نہیں	230
363	ایک فیصلہ طلب مرحلہ	231
364	ناقابلِ تردید حوالہ	232
366	سیدزادیوں کے ساتھ خاندانِ ولی اللہی کے چار اہم ترین رشتے	233
368	دو اور اہم رشتے	234
369	ستم بالائے ستم	235
379	ایک اور اہم اور لائیکل سوال	236
381	طبیحِ سلیم فضل است، ارشِ پدر نہ باشد	237
387	حضرت گولڑوٹی کے فتویٰ کا پس منظر	238
388	خامہ اٹھاتھا کہاں سے تو کہاں تک پہنچا	239
391	نکاحِ لُحْد اکو حرام کے بجائے ناجائز کہنے والوں کے لیے لُحْدِ فکریہ	240

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
393	نکاحِ سیدہ باغیر سید کے معاملے میں ساداتِ مدینہ کا تعامل	241
394	میرے نام سید سل بن احمد العطاس مدنی کی تحریر	242
397	ترجمہ تحریر	243
	باب پنجم: مفتیانِ گولڑہ کے فتوے اور اُن کے بھیا تک نتائج	
401	اعلیٰ حضرت گولڑہ دئی کے فتویٰ کی قلط تعبیرات و تشریحات	244
402	مفتیانِ گولڑہ شریف کے فتوؤں کے بھیا تک نتائج	245
405	نتیجہ بحث	246
406	دعوتِ قبولِ حق و رجوع الی الحق	247
407	ساداتِ برادری سے میری ایک مخلصانہ التماس	248
409	فضیلتِ نبی پر حضرت عبداللہ المحض کا سکت جواب	249
410	حقوقِ عزت سب کے لیے برابر ہیں	250
411	حضرت اعلیٰ گولڑہ دئی کا گستاخ اور دشمن کون ہے؟	251
	ایک حدیث شریف کے تاظر میں مفتیانِ گولڑہ کا حضرت گولڑہ دئی سے	252
414	حُسنِ سلوک	
418	امامِ اعظم سے حضرت گولڑہ دئی کا اظہارِ عقیدت	253
419	اعترافِ حقیقت	254
421	پیرانِ چنبر کی اپنے بیٹوں کو قبل از وفات وصایا	255
422	کام کرنے کا یہی ہے ہمیں کرنا ہے یہی	256

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
423	درگاہوں سے وابستہ علماء و خطباء کی حالتِ زار	257
425	علمائے کرام کی خدمت میں ایک مخلصانہ مشورہ	258
429	کفایت کا اعتبار درجہء استحباب کے سوا کچھ نہیں	259
431	بلسلسلہ نگارح سیدہ باغیرسید، تین اہم فتوے	260
432	پسرافتوای (حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلویؒ کی تحقیق)	261
433	دوسرافتوای (ازفتاوی دارالعلوم دیوبند)	262
433	تیسرافتوای (محررہ قاضی غلام گیلانی موضع شمس آباد ضلع کیمبل پور)	263
436	اسمائے گرامی مصدقین فتوای مذکورہ بالا	264
436	نتیجہ نقل فتاوی	265
442	امام ابو یوسفؒ کے لیے امام ابو حنیفہؒ کی وصایا	266
442	وصایا سے اقتباس	267
444	آخری معروض مصیبت بحضور اُمتِ مسلمہ	268

بِسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰی

اسبابِ تالیف

قارئینِ کرام! کتابِ ہذا کے اسبابِ تالیف کا تذکرہ کرنے سے قبل کتاب کے مندرجات اور اُس کے چند متعلقہ امور کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں۔ چوں کہ یہ کتاب خالصتاً علمی و فقہی موضوع سے تعلق رکھتی ہے، اس لیے آپ کو اس میں بعض مسائل، حوالہ جات اور قواعد کی تکرار نظر آئے گی۔ اگرچہ بادی النظر میں یہ بات معیوب نظر آتی ہے، لیکن اربابِ تحقیق پر مخفی نہیں ہے کہ جب ایک کثیر الجہات مسئلہ پر قلم اٹھایا جائے اور اُس کی جہات مختلفہ و متعددہ کی وضاحت کی جائے، تو چونکہ اُن جہات کا آپس میں علاقہ لازم و ملزوم ہوتا ہے، اسی لئے کسی ایک جہت کی وضاحت میں دوسری جہت کا ذکر بھی آ جاتا ہے۔ لیکن اگر باریک بینی سے کام لیا جائے تو ہر مقام پر بھرا رہ مسائل کے ساتھ کوئی نہ کوئی نیا نکتہ اور مسئلہ کا کوئی نہ کوئی نیا رخ ضرور نظر آئے گا۔

اگر اس اصول کے مطابق دیکھا جائے تو قرآن مجید کی آیات اور احادیثِ نبویہ

علیٰ صاحبہا الثناء والثناء میں بھی تکرار کی حکمت اچھے طریقے سے معلوم ہو سکتی ہے، جن کی مفہوم کرام اور شراح حدیث نے وضاحت فرمادی ہے۔ بالخصوص مسائل فقہیہ میں تو ایسا ہونا لازمی ہے، جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ نے معترض کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا:

قوله يلزم التكرار

ترجمہ: معترض کا قول ”تکرار لازم آتی ہے۔“

اقول أولاً: فمكان ما إذا ذكر ضابطه تشمل فروغاً ثم بعد حين اور دفراً منها لتبين حكم بعد تكراراً فإذا لم يقبح مع تقدم ذكره في الضابطه كيف يقبح ولم تذكر بعد۔

وثانياً: لو تبعت ما وقع لهم وللشارح الامام من تكرار الافادات لاعمالك طابها۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں اولاً تکرار لازم آتی ہے تو کیا ہوا۔ جب کوئی ایسا ضابطہ بیان کیا جائے، جو بہت سی جزئیات کو شامل ہو، پھر کچھ آگے کسی حکم کی وضاحت کے لیے اُن میں سے کوئی جزئیہ دوبارہ لایا جائے تو کیا اسے تکرار شمار کیا جائے گا؟ جب اُس کا ضابطہ کے تحت پہلے ذکر ہونے کے باوجود دوبارہ لانا برا نہیں تو جب تک ابھی مسئلہ بیان ہی نہ ہوا ہو، اُس کا آنا کیسے قبیح ہوگا۔

ثانیاً: اگر تو اس کی تلاش اور چھان بین کرے کہ حضرات علماء اور خود شارح امام سے افادات کی تکرار کس قدر ہوئی ہے۔ تو یہ کام تجھے تھکا دے گا۔

اسی طرح حضرت فاضل بریلویؒ نے حاشیہ میں تحریر فرمایا:

وهذا سيد الأئمة محذور المذهب محمد عنة قد كثر المسائل في كتبه قال
الامام شمس الأئمة الشرخس في المبسوط فرغ نفسه لتصنيف مافرعه ابو حنيفة
محمد بن الحسن الشيباني فانه جمع المبسوط لترغيب المتعلمين والتيسير عليهم
ببسط الالفاظ وتكرار المسائل في الكتب ليحفظوها شاءوا وآبوا ١٢ منه غفر له.

ترجمہ: اور یہ ہیں ائمہ کے سردار، محذور المذہب امام محمد کہ آپ نے مسائل کو اپنی
کتب میں تکرار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ امام شمس الأئمة اپنی مبسوط میں فرماتے ہیں کہ
محمد بن الحسن الشیبانیؒ نے فروعات امام اعظم ابو حنیفہؒ کے لیے خود کو وقف کر رکھا تھا۔
پس انہوں نے متعلمین کے شوق اور آسانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے کتاب مبسوط کو جمع فرمایا،
جس میں الفاظ کو وسعت اور مسائل کو تکرار کے ساتھ بیان کیا تاکہ متعلمین جنہیں چاہیں
محفوظ کر لیں یا جنہیں چاہیں نہ کریں۔ ۱۲ منہ غفر لہ (مبسوط)۔

مزید یہ بات بھی اپنی جگہ مسلمہ حقیقت ہے کہ میں نے آج سے اٹھارہ سال پہلے
لکھی جانے والی اپنی کتاب نام ونسب میں پہلی مرتبہ اس مسئلہ نکاح سیدہ باغیر سید پر اپنی
تحقیق لکھی تھی اور اپنے جد اعلیٰ حضرت پیر مرعلی شاہ گولڑوئی کے ایک فتویٰ کی وضاحت کی
تھی۔ میری اس وضاحت اور نام ونسب میں لکھی ہوئی تحقیق کے خلاف ان سترہ اٹھارہ
سالوں میں کم و بیش دس بارہ رسائل و کتب کی اشاعت ہوئی۔ جن کا جواب میں اپنی

اس موجودہ تصنیف میں دے رہا ہوں۔ اُن تمام کتب و رسائل کے مندرجات میں اگرچہ دلائل تو ایک جیسے ہی ہیں، مگر ترتیب دلائل نقلیہ کے فرق کے علاوہ کچھ عقلی اٹکل منہج و قسم کے مسائل بھی مختلف انداز میں تحریر ہیں۔ نیز ہر رسالہ و کتاب کا مزاج بھی الگ ہے۔ اب اُن تمام کتب و رسائل پر گرفت، اُن کے ضروری دلائل و اعتراضات کے جوابات اور اُن کی قابلِ توجہ باتوں کی وضاحت، ایک خاصا تفصیل طلب کام تھا۔ لہذا متعدد کتب میں مندرج اعتراضات و سوالات کے جواب میں ہر اسلوب اور ہر پہلو سے سیر حاصل گفتگو کے لیے تکرار کا در آنا بھی ایک لازمی امر تھا۔ اُمید ہے کہ قارئین اس سلسلے میں مجھے معذور سمجھیں گے اور میری اس کاوش کو نظرِ انصاف سے پذیرائی بخشیں گے۔

بندہ کو عالم دین، فقیہ عصر، شاعر و ادیب یا بہتر انشاء پرداز ہونے کا کوئی دعوای نہیں، بلکہ بالخصوص اس تحریر میں میری کوشش یہی رہی ہے کہ نفسِ مسئلہ ایسے پیرائے میں قارئین کے سامنے پیش کروں کہ وہ با آسانی میرے بیان کردہ مفہیم و مطالب کو سمجھ پائیں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ ایک خالصتاً شرعی و فقہی مسئلہ ہے، لہذا اس میں بہت سی عربی عبارات بطور حوالہ و سند نقل کرنا ضروری تھیں۔ تو شاید اُن کے تراجم میں آپ کو کوئی خاص گفتگو و سلاست نظر نہ آئے۔ دراصل ماتن نے جس اسلوب میں کوئی عبارت تحریر کی ہوتی ہے، اُسی اسلوب میں اُس کا ترجمہ ناگزیر ہوتا ہے۔ پھر فقہ اور بعض دیگر علوم کی مخصوص علمی اصطلاحات کی وجہ سے بعض مقامات پر تحریر کا قدرے

بوجہل ہو جانا بھی قدرتی امر ہوتا ہے، مگر ایسے مقامات کو بہ آسانی سمجھ لینا اُن حضرات پر زیادہ دشوار نہیں ہوتا، جو براہِ راست اِس دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ اِس اظہارِ معجز کے ساتھ کتابِ ہذا کی عبارت میں جہاں جہاں فقیر کا ستندِ قلم غیر ارادی طور پر آپ کو شعر و ادب اور انشاء پر دازی کی ہلکی پھلکی جولانیاں دکھاتا دکھائی دے تو یہ ناچیز کے اِس دنیا سے کچھ نہ کچھ تعلق کا نتیجہ تصور کریں اور اگر اِس طویل تحریر میں بندہ کی طرف سے کوئی لفظی و معنوی یا کاتب کی جانب سے سو واقع ہوا ہو تو اُسے بشری نسیان اور خطا پر محمول فرماتے ہوئے معذور سمجھیں۔

اب آئیے اور سب سے پہلے عبارتِ استثناء اُس کے جواب اور پھر اُس پر بندہ کے مختصر و ضاحی تبصرہ کو بغور پڑھیے، تاکہ آپ متنِ کتاب کی دنیا میں اترنے سے پہلے نفسِ مسئلہ سے بے خبر نہ ہوں۔ اِس طرح آپ ہمارے سفینہٴ دلائل و شواہد سے مخالفین کی ہر ناتواں موجِ دلیل کے ٹکرانے اور اُلجھنے کا نہ صرف حشر دیکھیں گے، بلکہ قرآن و سنت کی مضبوط پتھاروں اور اکابرِ فقہاء و علماء کے دلائل کی موافق ہواؤں کے زور اور سارے پر چلنے والے اِس سفینہٴ شریعتِ مصطفیٰ کے ساحلِ مراد تک بہ سلامتی پہنچنے کا پچھتم خود نگارہ کرنے کے ساتھ اُن جملہ مناظرِ علمیہ سے کماحقہٴ ملاحظہ بھی ہو سکیں گے۔

حضرت پیر مر علی شاہ گولڑوی کا فتویٰ اور اُس کا صحیح مفہوم

الاستفتاء: چہ فرماید علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مٹھی محمد خان ساکن ملہوٹ بہ حکم و اجازت مولوی عبدالحق ساکن ملہوٹ بہ یکے از ہامیات 'سیدات' فاطمیات عقدہ نکاح و ازدواج نمود و غیر مستتر ضعیفی من احد من الولاۃ القریۃ أو البعیدۃ قل بجوز هذا النکاح أم لا ؟

الجواب هو الموفق للمصدق والضواب

نکاح مذکورہ جائز نیست و مفتی بجوازہ نہ شمار ولاقہ سیدہ ظلم روا داشتہ، بلکہ برکافہ الی اسلام کہ بمقتضائے آیت قل لا اسئلكم علیہ اجزاً الا المودة فی القرنی وبقولائے حدیث لا یومن أحدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولده و الناس اجمعین مودة وحب قرابت نبویہ را بر خود فرض و از اصول ایمانی شمارند، جو بے حد و ستم بے عد نموده، چہ پر ظاہر است کہ در صحت نکاح سیدہ ہامیہ فاطمیہ در غیر کفو بناء علی المودة 'قال المحبۃ المذكورة ہزار ہا دلیل بوجہ تنگی حرمت الی بیت رنجیدہ و شکستہ خواہند بود۔ متون فقہ مملو اند و مشون از عدم ایں چنین نکاح لعدم کفائۃ الیہ

ترجمہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مٹھی محمد خان ساکن ملہوٹ نے مولوی عبدالحق ساکن ملہوٹ کے حسب حکم و اجازت ایک سیدہ ہامیہ فاطمیہ سے نکاح کیا اور کسی قریبی اور بعیدی ولی کی رضامندی اس پر نہیں۔ کیا یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب هو الملمہ للصدق والضواب

نکاح مذکورہ جائز نہیں اور جواز کا فتویٰ دینے والے نے فقط سیدہ مذکورہ کے ورثاء پر ہی قلم نہیں کیا، بلکہ تمام اہل اسلام پر بھی قلم کیا ہے، کیونکہ حسب ارشاد الہی اور حدیث مذکورہ حضور ﷺ کے اہل قرابت سے محبت رکھنا تمام اہل اسلام اصول ایمان سمجھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ نکاح مذکورہ کی وجہ سے ہزار ہا اول اہل بیت کی ہنک حرمت سے رنجیدہ ہوں گے اور تمام متون فقہ اس قسم کے نکاح کے عدم جواز پر متفق ہیں، کیونکہ یہ نکاح غیر کفو میں ہے (اللعن)۔

قارئین کرام! حضرت گولڑوئی کا یہ فتویٰ جس کا اصل متن اور ترجمہ آپ کے مجموعہ فتاویٰ مسمیٰ بہ فتاویٰ مریہ اشاعت شدہ از گولڑہ شریف، ضلع اسلام آباد، مؤرخہ جمادی الاولیٰ 1408ھ مطابق جنوری 1988ء سے پیش کیا گیا ہے۔ یہ فتویٰ چونکہ ایک حنفی المذہب مفتی و فقیہ کے قلم مبارک سے تحریر ہوا، لہذا یہ فقہ حنفی کے عین مطابق ہے۔ جس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ محمد خان ساکن ملہوت جس کو استثناء میں ایک عجمی شخص ظاہر کر کے حضرت گولڑوئی سے پوچھا گیا کہ سیدہ ہاشمیہ، فاطمیہ سے اُس نے نکاح کیا ہے، جب کہ سیدہ کا قریبی اور بعیدی کوئی ولی وارث راضی نہیں ہے اور نہ اُن سے کسی قسم کی کوئی اجازت لی گئی ہے، کیا ایسا نکاح جائز ہے؟ تو آپ نے فقہ حنفی کی روشنی میں جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ نکاح مذکورہ جائز نہیں۔ یعنی اس قسم کا نکاح جو غیر کفو میں ہو اور اولیاء کی اجازت اور رضاء کے بغیر ہو، جائز نہیں اور آگے آپ نے یہ الفاظ بھی ارشاد

۱۔ قارئین اس نقطہ پر غور کریں، کیوں کہ یہی سب شارحین فتاویٰ کے مقابلے کی بنیاد ہے۔ اس کے متعلق ہوئے اس صورت یا قسم کے عدم جواز پر متفق ہیں نہ کہ مطلق نکاح کے عدم جواز پر۔ ۱۲ منہ

فرمائے از عدم ایں چہیں نکاح یعنی اس قسم کا نکاح جائز نہیں تو گویا آپ نے وہی مخصوص قسم کا نکاح ناجائز قرار دیا کہ جو غیر کفو میں ہو اور منکوحہ کے قریبی اور بعیدی اولیاء کی اجازت و رضاء کے بغیر ہو۔ فقہ حنفی میں غیر کفو میں ہونے والے نکاح کے لیے دو روایتیں ہیں۔ ایک ظاہر الزواہ کہ غیر کفو میں عورت کا نکاح بغیر اجازت و رضاء منع ہو جاتا ہے، لازم نہیں ہوتا، یعنی عورت کے اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل رہتا ہے۔ اگر وہ قاضی کے پاس جا کر اس نکاح کے فسخ کرنے کا مطالبہ کریں اور قاضی حالات و واقعات کی روشنی میں وہ نکاح فسخ کر دے تو فسخ ہوگا اور اگر جائز رکھے تو نکاح باقی رہ جائے گا۔ دوسری نادر روایت کہ اگر کسی عورت نے غیر کفو میں اپنے ولی کی رضا و اجازت کے بغیر خود نکاح کر لیا تو یہ نکاح سرے سے جائز ہی نہیں، یعنی نہ منعقد ہوا اور نہ لازم ہوا۔ قاضی کے پاس جانے اور مطالبہ فسخ کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔

ان دو روایات میں سے اگرچہ ظاہر الزواہ اصل مذہب اور ترجیح یافتہ ہوتی ہے، لیکن فتاویٰ ہر دو روایات پر دیا جاسکتا ہے، یہ مفتی پر منحصر ہے کہ وہ حالات کے تقاضوں اور ماحول کی نزاکتوں کے پیش نظر کس روایت پر فتویٰ دینے کو ترجیح دیتا ہے۔ لہذا حضرت گولڑوئی نے انگریز دور میں ایک سیدہ کے ایک عجمی سے بغیر اذن و رضائے اولیاء کیے ہوئے نکاح کو فقہ حنفی کی روایت نوادر کے مطابق ناجائز و غیر صحیح قرار دیا، جو بالکل درست ہے اور فقہ حنفی کے عین مطابق ہے، لیکن بعد میں اس فتویٰ کا غلط مطلب لیا گیا کہ سیدہ فاطمیہ کی بالکل الگ کفو ہے۔ کوئی عجمی تو عجمی حتیٰ کہ کوئی عربی قریشی، حبشی، ہاشمی،

صدیقی، علوی بھی سیدہ کا کفو نہیں اور کسی سے بھی بغیر سیدہ فاطمی کے سیدہ کا نکاح اپنے اولیاء کی اجازت و رضاء کے باوجود بھی ناجائز و حرام ہے اور اُن کی صحبت، صحبتِ زنا اور اولادِ اولادِ حرام ہے معاذ اللہ۔ یعنی حضرت گولڑوئیؒ کے ایک مخصوص فتویٰ کو عام قانونِ شریعت بنا کر یوں سیدات و ساداتِ بنو فاطمہ کے لیے الگ تھلگ اور جُداگانہ ایک شریعت بنادی گئی۔

قارئینِ کرام! چونکہ بندہ کو قدرت نے اپنے فضل و کرم سے علمِ شریعت کا کچھ انعام عطا فرمایا ہے۔ اس لیے حضرت گولڑوئیؒ سے نسبِ تعلق کی بنا پر میرا یہ منصبی اور نسبی فرض بنتا تھا کہ میں اس فتویٰ کی وضاحت کروں اور اس فتویٰ کی غلط توضیح کی بنا پر حضرت گولڑوئیؒ کی علمی شخصیت پر جو دھبہ لگ رہا تھا، اُسے فتویٰ مذکورہ کی صحیح توجیہ کر کے دھو ڈالوں۔ لہذا میں نے جیسا کہ ذکر ہوا آج سے تقریباً اٹھارہ سال قبل اپنی تصنیف نام و نسب میں اس فتویٰ کی توضیح و تشریح کی، جس کے صلے میں مجھے جن امتحانوں اور آزمائشوں سے گزرنا پڑا، اُن کا قدرے ذکر آپ تھوڑی دیر بعد پڑھ لیں گے، چونکہ اسی فتویٰ کو استعمال کر کے موجودہ پیران و مفتیانِ گولڑہ نے پاکستان بھر میں بالعموم اور وابستگانِ درگاہِ گولڑہ شریف میں بالخصوص میرے متعلق ایک مخصوص فضا پیدا کرنے کی تحریک شروع کر رکھی ہے۔ نیز غیر جانبدار علمی حلقوں سے بھی حضرت گولڑوئیؒ کے اس مذکورہ فتویٰ کے متعلق تشویش ناک آراء سن اور پڑھ کر اس بات کی از حد ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ آپ کے اس فتویٰ کی مکمل وضاحت کی جائے اور بہ سلسلہٴ نکاحِ سیدہ باغیر سیدہ

حضرت گولڑوئی کے مذکورہ فتویٰ اور علمائے احناف کے درمیان جو مصنوعی تضاد اور ٹکراؤ پیدا کرنے کی عاقبت نااندیشانہ سازشیں کی جا رہی تھیں، اُن کا مکمل سدّ باب کیا جائے۔ لہذا اس سلسلہ میں فقیر کی یہ کاوش پیش خدمت ہے۔

آج سے تقریباً اٹھارہ برس قبل بندہ نے نکاح سیدہ باغیر سید کے متعلق اپنے جد امجد حضرت پیر سید مرعلی شاہ گولڑوئی کے اُس فتویٰ کی تشریح اپنی تصنیف نام و نسب میں کی تھی، جس سے میرے بعض اہل قرابت نے اختلاف کیا۔ رفتہ رفتہ اس اختلاف کو ذاتیات اور انا کا مسئلہ بنا کر میرے والد ماجد کے سامنے پیش کیا گیا۔ پہلے تو والد ماجد نے فرمایا کہ نصیر الدین نے اگر شریعت میں ایسے نکاح کے جواز و حلت کا لکھا ہے تو وہ اس مسئلہ میں اکیلا نہیں، بلکہ امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے علاوہ دیگر اکابر علماء نے بھی ایسا ہی فتویٰ دے رکھا ہے، مگر حاشیہ نشینوں اور بعض قریبی عزیزوں اور بزرگوں نے اس آگ کو مزید بھڑکانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ اُنہوں نے میری اس مذکورہ تشریح کو حضرت اعلیٰ گولڑوئی کے فتویٰ کی سراسر مخالفت و اہانت قرار دینے میں اُلٹے سیدھے دلائل کے انبار لگانا شروع کر دیئے۔ مخالفین کی نظر میں اس مسئلہ میں میرا اختلاف کرنا یا مسئلہ کی تشریح بہ ایں طور کرنا، اس قدر اہم نہ تھا، جس قدر اُنہیں والد ماجد کے دل میں میری نفرت ڈالنا مقصود تھا۔ دراصل وہ میرے والد ماجد اور درگاہ گولڑہ شریف سے نسبت رکھنے والوں کو یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ میں نے حضرت گولڑوئی کے فتویٰ کی مخالفت کی ہے۔ نہ صرف مخالفت، بلکہ اپنے اندازِ تحریر

سے (معاذ اللہ) اُن کی توہین بھی کی ہے۔ گویا حضرت گولڑوئی کے فتویٰ کے دفاع کی آڑ میں وہ مجھ سے ذاتی دشمنی پوری کرنے کا موقع تلاش کر رہے تھے، جو انہیں کچھ عرصہ کے لیے میسر بھی رہا۔ والد گرامیؒ نے فرمایا: جنیں ایسا نہیں، ایسا نکاح قطعی حرام تو ہرگز نہیں، البتہ حضرت اعلیٰ گولڑوئی ایسے نکاح کو طبعاً ناپسند فرماتے تھے۔

سلسلہ بحث طویل عرصہ تک جاری رہا، مگر قرآن و سنّت سے نکاحِ سیدہ باغیر سیدہ کی حرمت قطعیہ ثابت نہ کی جاسکی اور نہ ان شاء اللہ قیامت تک ایسا ممکن ہو گا۔ آخر والد ماجدؒ کو اُن کے حلقہ نشینوں نے اس بات پر آمادہ کر لیا کہ بڑے عرس شریف (بڑی گیارہویں شریف) کے موقع پر مجلس میں اس مسئلہ سے متعلق دو ٹوک اعلان کرایا جائے۔ چنانچہ 9/ اکتوبر 1992ء مطابق 11 ربیع الثانی 1413ھ بروز جمعہ مفتی عبدالشکور ہزاروی سے اعلان کرایا گیا۔ مجھے اعلان کرانے پر کوئی اعتراض نہیں، البتہ اعلان کنندہ کے یہ سلسلہ نکاح و کفایت بعض غیر شرعی و غیر فقہی جملوں اور مطالب و مفاہیم پر ضرور اعتراض ہے۔ لہذا محض چھاتی کے زور پر کیے جانے والے ایسے لاکھوں اعلانات شریعتِ مطہرہ کے کسی بھی حکم میں سرموتہد ملی نہیں لاسکتے۔ بقول اکبر الہ آبادی۔

برسوں فلاسفہ کی چٹاں و چٹنیں رہی لیکن خدا کی بات جہاں تھی، وہیں رہی

مفتیانِ گولڑہ کے سات آٹھ رسالچوں کے علاوہ اُس اعلان میں نکاح و کفایت، حلت و حرمت، جواز و عدم جواز اور رضاء و عدم رضائے ولی سے متعلق اکثر اہم شرعی مسائل قرآن و سنّت اور اکابرِ فقہائے اُمت کی تصریحات کے برعکس توڑ مروڑ کر اور

بعض صریحاً خلاف بیان کیے گئے جو کتاب لہذا کی تصنیف کا سبب بنے۔ مثلاً

1: کسی سیدہ فاطمہ کا کوئی غیر سیدہ کفو نہیں ہے، چاہے وہ غیر سیدہ فرد قوم کا

ہاشمی، قریشی، صدیقی، علوی یا کوئی اور عربی النسل ہی کیوں نہ ہو۔

2: جو سیدہ کسی غیر سیدہ کو نکاح میں دی گئی، وہ نکاح غیر کفو میں ہونے کے سبب

منعقد ہی نہ ہوا، لہذا اُس کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد (معاذ اللہ) حرام کی ہوگی اور سیدہ کے ساتھ غیر سیدہ کا عمل زوجیت (معاذ اللہ) صریحاً زنا ہوگا۔

3: پیر مرعلی شاہ کے فتویٰ مذکورہ کی رو سے غیر سیدہ کا کسی سیدہ فاطمہ سے

ولی اقرب کی رضامندی کے باوجود نکاح ناجائز اور ضحبت، ضحبتِ زنا ہے۔

آندرون و بیرون ملک متوسلین در گاؤ گولڑہ میں یہ باتیں پھیلائی گئیں اور اس

”کارِ خیر“ کے لیے کئی کینہ خصلت اور کمینہ فطرت زباں درازوں کو بہ طور خاص مقرر

کیا گیا کہ تمہیں اپنے ابلیسی پن کا ثبوت دیتے ہوئے گولڑہ شریف سے تعلق رکھنے والے

ہر شخص کے ذہن میں یہ وسوسہ ڈالنا ہوگا کہ نصیر الدین اپنے باپ کا گستاخ، دادا کے

مسک کا مخالف اور اُن کے فتویٰ کو رد کرنے والا ایک دہائی اور دیوبندی ذہن کا

آدمی ہے۔ اس سے بچنا اور اس کے قریب نہ جانا، ورنہ یہ آپ کو صراطِ مستقیم سے

ہکا دے گا۔ مدتِ دراز تک مسلسل مصائب و شدائد کی پتلی میں جس طرح میں پسا ہوں

اور جس طرح میرے بعض کرم فرماؤں نے مجھے ذلیل کرنے میں ”سچی بلیغ“ فرمائی ہے

اگر اتنا وقت وہ اپنے خالق کی طرف متوجہ رہنے میں، اُس کے دروازے تک رسائی

حاصل کرنے میں صرف کرتے تو یقین جانے، آج اُن کا شمار اولیائے کاملین میں ہوتا، مگر وہ تو میرا گراف گرانے میں سرگرم عمل رہے اور آج بھی اسی کارِ خیر میں لگے ہوئے ہیں۔ اس طویل عرصے میں میرے ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا، میں نے آج تک اس بارے میں اپنی زبان بند رکھی، مگر شاید اب میرے بولنے کا وقت آگیا ہے۔ جس مسئلہ کی تشریح کی پاداش میں میرے سر پر قیامتیں ٹوٹتی رہیں، بھلا میں آج اُسے یونہی کیسے چھوڑ دوں۔ میری دوسری بہت سی خامیوں میں سے ایک خامی یہ بھی ہے کہ میں کسی کے رعب یا دھونس سے ڈر کر اپنے موقف سے پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ انتقام، ضد اور ہٹ دھرمی اگر خاندانی لوگوں کی پہچان ہے تو میں بھی انہی میں سے ہوں۔ ان شاء اللہ اب بمصداق التَّكْبَرُ مَعَ الْمُتَكَبِّرِ صدقہٗ کثیر کا جواب انکار سے نہیں دیا جائے گا۔ بقولِ راقم۔

تم نے دریا ہی کو دیکھا ہے اُٹھاتے طوقاں

آج دیکھو کسی قطرے کا بھی طوقاں ہونا

اگر میں نے قرآن و سنت اور فقہ کی روشنی میں اس فتویٰ کی تشریح کر ہی دی تھی تو مجھ سے کون سا ایسا گناہ عظیم سرزد ہو گیا تھا، جس کی پاداش میں مجھے اتنی بڑی سزا دی گئی۔ خیر میں نے تو جیسے تیے اپنی اس سزا کا طویل دورانیہ عقوبت خانہ وقت میں کاٹ ہی لیا، مگر اب جو ابنا جو سزائیں آئندہ وقت دینے والا ہے، ان شاء اللہ اُن کو پہلے میرا ماحول خود اور پھر اُس کی کئی نسلیں بھگتیں گی۔ کیونکہ زخم رسیدہ انسان پھرے ہوئے

شیر سے بھی کیس زیادہ تباہی پھیل سکتا ہے۔ لہذا مکافاتِ عمل سے ہمیشہ ڈرنا چاہیے۔
 بقول ابوالمعالی مرزا بیدلؒ۔

از مکافاتِ عمل ایمن باید زیستن
 سرزید نمائے ناخنِ عبرتِ دل نصتن است

ترجمہ: انسان کو اپنے کیے کا بدلہ ملنے سے بے فکر ہو کر نہیں رہنا چاہیے، اس لیے
 کہ ناخنوں کے سر کاٹنا، دل زخمی کرنے سے عبرت دلانے کے لئے ہوتا ہے۔

ویسے مظلوم انسان کے منہ سے بآواز بلند نکلنے والی باتوں کا اللہ تعالیٰ بھی
 مواخذہ نہیں فرماتا، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا: لَا يَحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالشُّوْءِ
 مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا عَلِيمًا۔ ترجمہ: بُرائی کے ساتھ آواز بلند کرنے کو
 اللہ پسند نہیں فرماتا، مگر مظلوم کو اس کی اجازت ہے۔ اللہ سننے اور جاننے والا ہے۔

بغض و حسد اور کینہ جیسے امراض سے اللہ تعالیٰ سب کو بچائے، یہی قبیحہ صفات
 انسانوں کی باہمی نفرتوں، جھگڑوں، قتل و غارت، فتنوں اور فسادات کی جڑ ہیں۔
 کتب سیرت میں آتا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ اپنی اکثر مجالس میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

كُلُّ الْعَدُوَّةِ قَدْ تَرَجَّحِي إِمَامَتَهَا
 إِلَّا عَدُوَّةَ مَنْ عَادَكَ مِنْ حَسَدٍ

ترجمہ: ہم قسمی دشمنی کو ختم کر دینے کی امید کی جاسکتی ہے، مگر اُس دشمن کی دشمنی کسی طرح
 ختم نہیں کی جاسکتی، جو تجھ سے محض حسد کی بنا پر کر رہا ہو۔

میں بھی کچھ ایسے ہی برتاؤ سے دوچار ہوں، مگر نہ جانے کیوں؟ کیوں کہ جس سے

حسد کیا جائے، اُس میں کم از کم ایک آدھ خوبی کا ہونا ضروری ہے، مجھ میں تو نہ کوئی کمال ہے اور نہ کوئی خوبی۔ اس کے باوجود اپنوں، بیگانوں کی مجھ پر یہ مسلسل کرم فرمائیاں؟ خدشہ ہے کہ اُن کا یہ عمل مجھے اپنی کسی ایک آدھ خوبی یا کمال کے ہونے کا کہیں احساس نہ دلا دے۔

بہر حال کوئی کچھ کہے میں تو اسے خدا واسطے کا پیر سمجھتا اور کہتا ہوں۔ دراصل میرے بعض بہت ہی قریبی کرم فرماؤں نے اپنے دلوں میں موجود میرے خلاف غبارِ کدورت اور حسد کو کھل کر نکالنے کے لیے فتویٰ مرہیہ کو محض ایک بہانہ بنایا، تاکہ فتویٰ کی آڑ میں اپنے تمام پس پردہ دیگر مقاصد کو با آسانی حاصل کیا جاسکے، نیز کھل کر دشمنی کرنے اور میرے خلاف بڑا زبان کھولنے اور کھنڈانے کا اُن کے پاس کوئی معقول جواز بھی ہو۔ گویا بمصادیق فی قلوبہم مرض اصل بیماریاں کچھ اور تھیں، لیکن اُس باطنی زہر کو اُگلنے کے لیے فتویٰ مرہیہ کو سارا بنا یا گیا۔ حالانکہ شریعت کسی کی پر اپرٹی نہیں کہ کوئی اُس پر اپنا حق جتا سکے، یہ تو دلائل اور مسائل کی دنیا ہے۔ یہاں پر دلائل و براہین سے بات کو معتبر سمجھا جاتا ہے۔ آپس میں اختلافات کی صورت میں قرآن مجید نے کسی کو کسی پر اپنا فیصلہ ٹھونسنے کا حق نہیں دیا، بلکہ فرمایا: *فان تنازعتم فی شیء فرددوہ الی اللہ و الی الرسول* کہ اگر تم کسی مسئلہ یا معاملہ میں باہمی الجھاؤ اور جھگڑے کی نوبت تک آ پہنچو تو اُس معاملہ کو اللہ اور اُس کے رسول کے سامنے پیش کرو، یعنی سب سے پہلے اُس مسئلہ کا جواب قرآن مجید اور پھر سنتِ رسول میں تلاش کرو۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کسی شرعی مسئلہ کی پنا پر کسی کے لیے اپنے دل میں عناد و کینہ رکھنا جائز نہیں۔ بلکہ فریقین کو اپنا

وہ متنازعہ کیس اللہ اور اُس کے رسول کے سامنے پیش کر کے نہ صرف فیصلہ لے لینا چاہیے بلکہ پھر خدا اور رسول کے اُس فیصلے کو حتمًا مقضیٰ سمجھ کر اپنا عقیدہ اور اپنے ایمان کا جزو بھی بنا لینا چاہیے۔ اسی لیے بندہ نے اپنی اس کتاب میں نکاح سیدہ باغیر سیدہ کی حلت یا حرمت کا یہ متنازعہ کیس شریعتِ مصطفیٰ کی اعلیٰ عدالت میں پیش کر دیا ہے۔ قرآن و سنت، فقہائے اربعہ کی فقہ اور اکابر سلف کے تعامل و نقطہ ہائے نظر کا جو بھی ذخیرہ اس مسئلہ کے جواب میں مجھے بہ صورتِ فیصلہ ملا ہے، کتابِ ہذا میں مع حوالہ جات ہدیہ قارئین کر دیا ہے۔ اب فریقِ مخالف پر واجب ہے کہ یا تو وہ شریعتِ مصطفیٰ کا فیصلہ مان کر اسے سرعام قبول کر لینے کی سعادت حاصل کرے۔ یا پھر عدم تسلیم کی صورت میں میرے پیش کردہ ان تمام دلائل کا جواب کم از کم اُمتے یا پھر اُن سے بھی زیادہ وزنی اور ناقابلِ تردید شرعی و فقہی دلائل اور تاریخی شواہد سے بہ صورتِ کتاب اپنے نام سے شائع کر کے ایسے نکاح کو رضائے ولی اقرب کے باوجود بھی ناجائز یا حرام ثابت کرے۔۔۔

اب بچاتے ہی پھریں اپنے گریبانوں کو ہم نہ کہتے تھے کہ مت چھیڑیے دیوانوں کو (نصیر)

یہاں میں نے مختصرًا اپنے دورِ مصائب کا تذکرہ کیا، ورنہ اس طویل دورِ ابتلاء اور آزمائش میں میرے ساتھ جو کچھ ہوا یا کرایا گیا، اُسے کم از کم کوئی حیرت زدہ برداشت نہیں کر سکتا، بالخصوص ایسا شخص جو ناز و نعمت اور ادبِ آداب کے ماحول میں پلا بڑھا ہو۔ اُس کے لیے ایسے سلوک کا سامنا کرنا اور تہلکاتِ زمانہ کے سیکنڈوں توہین آمیز مناظر

جانتی آنکھوں دیکھنا اگر محال نہیں تو قریب محال ضرور ہے۔ کیوں کہ بالخصوص عہدِ حاضر کے اکثر ہم ایسے بے چارے ہیں جو پیروں، پیرزادوں اور پیر کا روپ دھارنے والے علماء کے لیے لے دے کر ایسی چند چیزیں ہی تو سسارا ہوتی ہیں اور ان کی یہ کھوکھلی عمارت بزرگی انہی خام بنیادوں اور مریدوں اور شاگردوں کی بعض ایسی ہی بے جا عقیدہ مند یوں پر قائم ہوتی ہے جو بالآخر ان کی خرابی دماغ کا سبب بنتی ہیں۔ اگر کوئی تعقیداً ان کے لیے کھڑا نہ ہو تو آدابِ طریقت کا باغی، ان کی خوشامد نہ کرے تو شرفِ قرب سے تاحیات محروم، سر مجلس نام لے کر ان کی تعریف نہ کی جائے تو عمدہ خطابت سے معزولی کا ڈر، ان کی رنجش کو اللہ و رسول کی رنجش نہ سمجھے تو ایتری حالات کا غدشہ، اپنا کوئی کام شروع کرنے سے پہلے ان سے دعا نہ کرائے تو اندیشہ زیاں، نذر و فتوح کی عدم ادائیگی پر بندہ رزق کے خوف کے ساتھ تا ادائیگی قبلہ کی نظروں سے گرے رہنے کا خطرہ، ہر مقام پر ہر طرح کی دعا کا انہی کو ٹھیکیدار نہ سمجھے تو مرادوں کا حصول ناممکن، ان کے ہر قول و فعل کو شریعت کا درجہ نہ دے تو ان کے رُتبے کا انکاری، ان کو ہمہ قسمی محاسب و معاصی سے معصوم نہ سمجھے تو ارادت میں نا پختہ، ان کی برہمی کو وعید و دوزخ اور ان کی ہلکی سی مسکراہٹ کو نویدِ جنت تصور نہ کرے تو جرمِ بد عقیدگی کا مرتکب، حالانکہ اکابر صوفیاء، علمائے خیر اور سلفِ صالحین نے اپنے دامنِ قلوب و اذہان کو ایسی تمام فکری آلائشوں سے ہمیشہ پاک رکھا۔ آپ ذرا خیال فرمائیں کہ ایسی صورتِ حال میں ایک صاف دل مسلمان کرے تو کیا کرے اور کم بخت جائے تو کہاں جائے؟

جو گردن بچ نکلتی ہے تو پاؤں کاٹ لیتے ہیں

نکلتا ہے جو زخموں سے لہو تو چاٹ لیتے ہیں

درگاہوں میں پلنے اور چلنے والے ایسے خطباء و علماء نے دورانِ خطاب مخصوص زاویے سے تبشیر و تفسیر کر کے خلقِ خدا کے ذہنوں کو بُری طرح سے مفلوج کر دیا ہے۔ لوگ اب اللہ سے اتنا نہیں ڈرتے، جتنا پیرانِ عظام اور علمائے کرام سے ڈرتے ہیں، رسول اللہ کی احادیث کا اتنا احترام نہیں کرتے، جتنا آج کے مشائخ و علماء کے اقوال کا احترام کرتے ہیں، اولیائے کاملین اور علمائے راہبین کے اُسوۂ حسنہ اور تعلیمات کو اتنا قابلِ عمل نہیں جانتے، جتنا آج کے ایسے مشائخ کے اقوال و افعال کو حُجَّت سمجھتے ہیں، جو اپنے اکابر اسلاف کے مقابلے میں خاک کے برابر بھی نہیں۔ بس یہی میری وہابیت و گستاخی ہے اور اگر ایسے پیروں اور پیروی کا روپ دھارنے والے علماء کے اپنائے ہوئے عقیدے رکھوں، جو اپنے اس نام نہاد فیضان کی آڑ میں آج خلقِ خدا کو مختلف طریقوں سے گمراہ کر رہے اور لوٹ رہے ہیں تو میں بھی پکا سُنی، ورنہ دائرۃِ سنیت سے خارج۔ اب قوم فیصلہ کرے کہ کون حق پر ہے، میں یا مجھ پر اعتراض کرنے والے؟

علاوہ ازیں اُس دور سے لے کر آج تک مجھ سے جو سلوک کیا گیا یا کیا جا رہا ہے، صرف اِس لیے ہے کہ میں اپنا موقف (دربارۂ نکاحِ سیدہ) بدل لوں گا، مگر مجھ سے ایسا نہ ہوا ہے اور نہ ان شاء اللہ آئندہ ایسا ہوگا۔ ہاں اگر کوئی شخص آج بھی مجھے قرآن و سنت اور فقہ سے چند ایسے ٹھوس دلائل دے، جن کے مقابلے میں میرے سارے دلائل اور

سوالات کا عدم ہو جائیں تو میں اُسی وقت سرِ عام اپنے موجودہ موقف سے رجوع کر لوں گا اور شریعتِ مطہرہ کے آگے اپنا سر جھکا دینے کو باعثِ صد عزت و افتخار سمجھوں گا، نیز اپنے سارے چھوٹوں، بڑوں اور دیگر اہلِ علم سے دست بستہ سرِ محفلِ معافی تک مانگ لوں گا اور میرا یہ جھکنا شریعتِ مصطفیٰ کے آگے جھکنا ہوگا، اس کے علاوہ میں آج کے کسی بڑے سے بڑے مدعیِ علم کو بھی خاطر میں نہیں لاتا۔ کیوں کہ یہ وافر مقدار میں ہاتھ آئے والی بے مشقت دولت دنیا سے بگڑے ہوئے چند دماغوں، زعمِ برتری میں مبتلا بعض ذہنوں، غیر اسلامی رسم و رواج اور قوانینِ شریعتِ مصطفیٰ کے درمیان جگمگ ہے۔

مخالفین بے شک اپنی سابقہ ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم رہیں کیونکہ اُن کا کسی شرعی مسئلہ میں مخالفت کرنا مسئلے کی نوعیت نہیں بدل سکتا۔ شریعتِ ہر حال شریعت ہے۔ ایسے کینہ پرور اور قرابتِ فراموش پیروں، باعثِ نزاع مفتیوں، مولویوں اور خطیبوں کے حالات و معمولاتِ قریب سے دیکھنے کے بعد میرا اعتقاد ان پر سے اُٹھ گیا ہے، تاہم اللہ کے سچے بندوں، اولیائے سلف اور منصف مزاج علمائے خیر کا آج بھی احترام کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ وہ بھی اس لیے نہیں کہ عقیدت کی اس آڑ میں اُن کا نام کیش کرا سکوں، بلکہ صرف اور صرف اس لیے کہ ایسی قدسی صفات ہستیوں کی پاکیزہ زندگیاں اشاعتِ اسلام اور پھر احکامِ شرعیہ کی تبلیغ و تشریح میں گزریں، ورنہ مجھے اُن کی کوئی خواہش نہیں۔ عزت، ذلت اور رزق صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ غرض میرے ان خویشِ نمایاںوں نے مجھ پر جو دروازہ بھی بند کرنا چاہا، میرے حقیقی مالک نے

نہ صرف وہ دروازہ مجھ پر کھول دیا، بلکہ اُس سے کہیں بہتر ہزاروں درہائے عطا کھول دیئے اور مجھے معتبہ خلق کے بجائے مرغوب خلق بنا دیا۔

توقع سے ترے لطف و کرم کو بیشتر دیکھا

مجھے شرم آگئی جب اپنا دامن مختصر دیکھا

ایسا کیوں نہ ہو، اُس نے خود فرمایا ہے: **نَمَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكُ فَلَا مَرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ**۔

ترجمہ: ”اللہ لوگوں کے لیے جو رحمت کھول دے، اُسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس کے لیے بند کر دے تو اُس کے بند کرنے کے بعد اُسے کوئی کھولنے والا نہیں ہے۔“ یہ مجھ پر منحصر نہیں، بلکہ دو درحاضر کے اکثر پیرانہ عظام اور علمائے کرام کی روش اپنے بلند مرتبہ اسلافِ کرام کے طور طریقوں کے مطابق نہ رہی۔ البتہ اُن چند چیزوں میں بزرگوں کا اتباع ضروری سمجھتے ہیں، جو آسان ہونے کے ساتھ مفید مطلب بھی ہوں۔ جو مرضی کے مطابق نہ ہوں، وہ اساطیر الاولین کے کھاتے میں ڈال دی جاتی ہیں۔ اس کی تفصیل ضرورت پڑنے پر پیش کی جائے گی۔

گولڑہ میں متذکرہ بالا اعلان کے بعد ملک کے اکثر علمی حلقوں میں یہ بات آگ کی طرح پھیل گئی، میری طرف کئی تردیدی خطوط اور فون آئے کہ کیا گولڑے والے پیروں نے کوئی تازہ شریعت وضع کر لی ہے؟ چنانچہ اعلان لہذا کے چند ہی روز بعد ایک حقیقی مگر عاقل و دیوبندی مولوی کا ایک تفصیلی خط میرے نام آیا، جس میں اُس نے ہمارے

اس علمی نزاع کے تذکرے کے بعد حضرت گولڑوئیؒ کے اس فتویٰ پر چند اعتراضات کئے۔ میں نے تین سوالوں کے جواب اُسے لکھ کر بھیج دیئے، مگر باقی سوالوں کے جوابات پیران گولڑہ کے لئے تھوڑا چھوڑ دیئے، کیوں کہ اپنے جدِ امجد کے علمی دفاع کا حق انہیں بھی حاصل ہے، اگر ہم سب اپنے اس عظیم دادا کے نام پر گدا سے شاہ بن گئے اور آج کروڑوں کی پراپرٹی کے مالک ہیں، تو ہم کسی مولوی یا مفتی کے محتاج کیوں بنیں۔ میدانِ عمل میں جواب کے لئے خود کیوں نہ اُتریں۔ لہذا خانوادۂ مریدیہ کے وہ افراد جو اس مسئلہ میں خود کو حق بجانب سمجھتے ہیں، اگر اُن میں سنجیدہ علم کی کچھ رقم بھی باقی ہے اور عظیم کی زبان اور علماء کا لب و لہجہ جانتے ہیں، تو اُن سوالات کے جوابات دینے کے لیے ذہنی طور پر تیار رہیں۔ ورنہ حضرت گولڑوئیؒ کا محض نام کیش کرانے اور خود کو اُن کے مسلک کا ٹھیکیدار کہلانے سے گریز فرمائیں۔

مخالفین و حاسدین جو کہیں یا سمجھیں، کہتے اور سمجھتے رہیں، مگر محمد اللہ میرا اس بات پر ایمان کی حد تک یقین ہے کہ بالخصوص فتویِٰ خدا کی تشریح میں میری پشت پر میرے پردادا بستی زماں، غزالی دوراں، رازی وقت، رومی عصر، جامی گہاں، قطب الاقطاب حضرت پیر سیدنا مرعلی شاہؒ گولڑوی قدس سرہ کا روحانی علمی ہاتھ ہے، ورنہ اس قدر علمی پیچیدگیوں، الفاظ و معانی کی نزاکتوں اور فقہی مصطلحات کی موٹھکانیوں سے یوں بدآسانی گزر جانا میرے بس کا روگ نہ تھا، گویا میرا وجدان یہ کہتا ہے کہ حضرت گولڑوئیؒ نے کسی اور کو نہیں بلکہ صرف مجھے اس کام کے لیے روحانی طور پر خود نامزد فرمایا، تاکہ اُن

کے خانوادے کا ایک حقیر فرد ہونے کے ناتے اہل علم کی طرف سے اُن کے فکری پر عائد ہونے والے ہر ایک اعتراض کا منہ توڑ جواب دے سکوں۔ اس کے ساتھ یہ بھی واضح کرتا چلوں کہ حضرت گولڑوئیؒ بہ ایں جلالتِ علم و فضل حضرت پیرانِ پیرؒ کی ذات کو اپنی پہچان سمجھتے تھے، جب کہ میں تمام تر خداداد صلاحیتوں کے باوجود اپنی علمی و فنی پہچان غوثِ جلیؒ اور مریدِ علیؒ دونوں کو سمجھتا ہوں۔

شادیم کہ ہستم میان دو کریم

بارگاہِ حبیبِ الدعوات میں التجا ہے کہ دنیا و آخرت میں میری پہچان یہ دونوں اور ان ایسی ہستیاں ہی رہیں بقولِ بندہ۔

ہم اُن کے نور کی ادنیٰ سی اک تجلی ہیں جو علم و فقر کے مہرِ منیر کہلائے یہ ضروری نہیں کہ دوسرے مسلک کے لوگ بھی معتقدین کی طرح اظہارِ عقیدت ہی کریں اور ہر بات آنکھیں بند کر کے تسلیم ہی کر لیں، علم والے علم والوں پر اعتراضات کرتے آئے ہیں، یہ کوئی نئی بات نہیں۔ مگر حضرت گولڑوئیؒ کی عادت مبارک یہ تھی کہ آپ اپنے مخالف کا ہر کڑے سے کڑا اعتراض نہایت حوصلہ مندی و بردباری سے نہ صرف مٹاتے، بلکہ علمی زبان اور مرتضوی لب و لہجہ میں اُس کا جواب شافی بھی مرحمت فرمایا کرتے تھے۔ یہ بھی انہی کا مسلک ہے جس کا ثبوت آپ کی تصانیف ہیں۔ میں نے سرِ دست وار ذکرِ وہ اعتراضات، اپنے جوابات اور چند باقی تشبیہ جواب اعتراضات کا تذکرہ کتابِ لُحْدَا میں قصداً نہیں کیا۔ وقت آنے، بات بڑھنے اور ضرورت پڑنے پر

ان شاء اللہ وہ سارا علمی مواد ہدیہ قارئین کروں گا۔ لہذا درگاہ گولڑہ شریف سے نسبت رکھنے والے مقتدر و محترم جملہ علماء، خطباء اور مفتیان ذی وقار کو میرا قبل از وقت یہی مشورہ ہے کہ خدا را وہ ہمارے ایسے معاملات میں دخل دینے سے گریز کریں، خاص طور پر نکاح سیدہ باغیر سید کے معاملے میں۔ درنہ کل برآمد ہونے والے بھیانک نتائج کے فتنہ دار وہ خود ہوں گے۔ بہتر ہے کہ آپ سب حضرات اپنی اپنی عزتیں بچائیں، تماشا ضرور دیکھیں، مگر اس اکھاڑے میں خود نہ اتریں۔ شاید اب اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائے گا۔ آپ نے چشم خود دیکھا نہیں تو بگوش خود سنا ضرور ہوگا کہ درگاہ مہرہ کے ایک خطیب صاحب کو اپنی اوقات سے بڑھ جانے پر اس ناچیز سے برسرِ منبر ایک زنائے دار تھپڑ بھی کھانا پڑا تھا جس کا آئندہ بھی امکان ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ مصیبت آنے اور وقت پڑنے پر آپ تعامی رہ جائیں اور کوئی شیخ زادہ آپ کا دست و بازو نہ بن سکے۔ کیوں کہ یہ طبقہ انسانوں کو نشوونما کی طرح استعمال کر کے رڈی کی نوکری میں پھینک دیا کرتا ہے۔ اگر فریقین کے درمیان کوئی حتمی اور تحریری سمجھوتہ طے نہ پاسکا تو پھر درگاہ مہرہ کو باہمی فتنہ و فساد سے بچانے اور اس کے تقدس کو برقرار رکھنے کے لیے کوئی قانونی راستہ اختیار کیا جائے گا، علاوہ ازیں بوقتِ ضرورت نکاح سیدہ کا یہ اہم مسئلہ پاکستان کی عدالتِ عالیہ میں حتمی فیصلے کے لیے بھی پیش کیا جائے گا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آئندہ جو بھی شخص اپنے ذاتی دلائل یا رائے سے نکاح سیدہ باغیر سید کو حرام یا بصورتِ رضائے ولی اقرب بھی ناجائز قرار دیتا ہے، وہ لاکھ بار ایسا

کتا اور کرتا پھرے، مجھے اس سے کچھ سروکار نہیں، کیوں کہ یہ اُس کا ذاتی فعل ہے۔ اللہ جانے اور وہ، مگر اس کی نسبت حرمت یا عدم جواز میرے جد امجد حضرت گولڑوئی کی ذاتِ عالیہ سے مت کرے۔ کیوں کہ یہ سراسر اُن کی عظیم ذات پر بہتانِ عظیم ہے۔ وہ حنفی المسلک تھے، چنانچہ اُنہوں نے اپنے ایک فتویٰ میں اس کا اظہار بھی فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو، ”فتاویٰ مرئیہ“ ص نمبر 69، سن طباعت جون 1997ء۔“ لہذا آپ کا کوئی فتویٰ فقہ حنفی کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ آپ نے جو فتویٰ نکاحِ سیدہ کے بارے میں دیا ہے، وہ فقہ حنفی کے عین مطابق ہے، مگر حیران و مفتیانِ گولڑہ نے آپ کے اس فتویٰ سے جو غلط نتائج اخذ کئے ہیں، مجھے اختلاف اُن سے ہے، نہ کہ حضرت گولڑوئی یا آپ کے فتویٰ سے۔ آپ کا یہ فتویٰ ہر مومنہ، خواہ مُکلفہ خاتون کے لیے ہے، چاہے وہ سیدہ ہو یا غیر سیدہ اور ان شاء اللہ اس کی حلت اور اس کے نفسِ جواز کو ہم قرآن و سنت اور ائمہ اربعہ کے حوالوں سے بالعموم اور فقہ حنفی سے بالخصوص ثابت کر کے دکھا دیں گے۔ اگر قرآن و سنت، فقہ اور دیگر شواہد پر مبنی میری پیش کردہ اس ساری تحقیق، دلائل اور تجزیہ سے خانوادہ مرئیہ کے کسی بھی فرد کو پھر بھی اختلاف ہوگا، تو اُسے یہ حق حاصل ہوگا۔ مگر اُس پر لازم ہوگا کہ پھر وہ اس کتاب کا جواب خود لکھے اور اپنے نام سے اُسے شائع بھی کرے، تاکہ اُسے براہِ راست مخاطب کر کے جواب دیا جاسکے۔ لیکن اگر حسبِ سابق یہ خدمت کسی مفتی یا مولوی صاحب ہی نے سرانجام دی ہے تو پھر اُس کے مقابلے میں بندہ بھی اپنا کوئی مفتی یا مولوی سامنے لائے گا۔ بہر حال اب یہ بات طے ہے کہ ضرورت پڑنے پر یہ کیس

پاکستان کی اعلیٰ عدالت میں برائے فیصلہ پیش کیا جائے گا، تاکہ اُمت مسلمہ پر روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر؟ نیز یہ کہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ کے اس متنازعہ فتویٰ کا منشاء صحیح طور پر کون سمجھا پایا؟ میں یا خانوادہ مریدیہ کے بعض دوسرے افراد۔

آخر آخرا ب ہوائیں ہی کریں گی فیصلہ
جس دیے میں جان ہوگی، وہ دیا رہ جائے گا

نیاز مندِ علمائے راجستھن و مشائخِ کالمین

نصیر الدین نصیر کان النثر

سید نصیر الدین نصیر گولڑوی

یکم جنوری 2009ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقریظ

از: علامہ سید محمد عرفان حسینی

حضرت سید نصیر الدین نصیر سجادہ نشین درگاہ غوثیہ گولڑہ شریف نے احقر کی رہائش (دائرہ سید عالم شاہ بریڈ فورڈ) میں بوقت ملاقات اپنی تازہ تصنیف *ظہد الفلاح فی مسند النکاح* کی تکمیل کے بارے میں بتایا اور مسودہ کے مطالعہ کا حکم دیا۔ چند روز پہلے آپ نے ٹیلی فون پر کتاب کے پانچ ابواب کی کمپوزنگ میرے پاس بھیجے جانے کی اطلاع دی۔

احقر نے اس کتاب کے پانچ ابواب جو چار سو چھپن صفحات پر مشتمل ہیں کی اکثر منتخب مباحث کو مکمل پڑھا ہے۔ احقر یہ سمجھتا ہے کہ حضرت مصنف مدظلہ نے نفس مسئلہ کو پوری جامعیت کے ساتھ واضح کر دیا ہے۔ دلیل اور استدلال پر رعایت قواعد سیر و قمر طاس کر دیے ہیں۔ نفس مسئلہ کے ساتھ ساتھ ضمنی مباحث پر بہت خوبصورت اور پُر لطف تحقیقات رقم کی ہیں جو قارئین کے لیے سند بھی ہوں گی اور پُر از معلومات بھی۔ حضرت سید نصیر الدین نصیر مدظلہ اصول و فروع میں اپنے جد بزرگوار اعلیٰ حضرت گولڑوی قدس سرہ العزیز کے شیخ ہیں اور اس کتاب میں انہوں نے اپنے جد اعلیٰ کے فتویٰ کی ترویج و توضح کا حق ادا کر دیا ہے۔ یہچند اہل اس مسئلہ میں حضرت مصنف مدظلہ کا مؤید ہے۔ کتاب میں کہیں کہیں حضرت مصنف مدظلہ کو پیش آنیوالے نامساعد حالات کی تلخی اور اس کی شدت کا اظہار بھی ہوتا ہے مگر

تلخیوں کا مزاج بدلے گا

زہر میں قند گھولے صاحب

مخدوم من انا قدری ارباب جہاں کی بات تو ما قدر اللہ حق قدرہ سے چل کر جانے کہاں تک پہنچے
مگر سیدہ چاکا کا چمن بھی کم نہیں، جن کے دلوں میں آپ کی چاہت کی جڑیں کافی گہری ہیں۔ برائے یہ
رباعی حاضر ہے۔

ہم نصیر آں پر تو مہر علی
از وجودش تازہ شد دورِ دلی
شارح اسرارِ چشت الہی بہشت
فخر ملت دارشِ خوشِ تجلی

دعا جو

الراجی الی رحمة ربہ العنان محمد عرفان غفرلہ الرحمن الی یوم العزیزان
من احفاد موسى الکاظم بن جعفر الصادق رضی اللہ عنہما

بھکی شریف ضلع منڈی بہاؤ الدین پاکستان

07-02-2009

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تقریظ

از: علامہ مفتی حبیب الرحمن (جنرل مین مرکزی راجیہ ہلال کتب پاکستان، صدر محکم المدارس الیہیہ پاکستان)

الحمد لله رب العلمين، والصلوة والسلام على رحمة للعالمين سيدنا ومولانا محمدا
وعلى آله الطيبين الطاهرين وعلى صحابته الصديقين المضادين وعلى كل من تبعهم باحسان
الى يوم الدين۔

چند مستثنیات کے علاوہ بحیثیت مجموعی ہمارا خانقاہی نظام رُوبہ زوال ہے۔ اس نظام کی موجودہ
عمارت صرف اور صرف تقدیس نسبت و نسب پر قائم ہے۔ علمی معیار، تقویٰ و کردار، تزکیہ، عرفان اور
احسان کی روایات سے اس کا دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ نوح علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ سے اپنے
اہل کے لیے وعدہ نجات کا واسطہ دے کر اپنے بیٹے کی نجات کا سوال کیا، تو انہیں بارگاہِ ربّ ذوالجلال
سے جواب ملا:

يَا نُوحُ إِنَّكَ لَبَسْتَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ۔ ترجمہ: ”اے نوح! وہ (آپ کا بیٹا)
درحقیقت آپ کے اہل سے نہیں ہے، کیوں کہ عمل کے اعتبار سے وہ صالح نہیں ہے۔ (ہود: 48)۔“
ہم اہل سنت و جماعت نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد فرمائے ہوئے اس معیارِ اہلیت کو یکسر نظر انداز کر دیا
ہے۔ حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش رحمہ اللہ تعالیٰ نے تین قسمیں بیان فرمائی تھیں: ”صوفی،
متصوف اور مُتصوف۔“

صوفی سے اُن کی مراد یہ تھی کہ جسے اللہ جلّ شانہ نے فطری طور پر عہدِ سلیم، قلبِ مصطفیٰ، محبّی و موزّی

عطا کیا ہو۔ ایسے با صفا شخص کے لیے حق و ہدایت کی راہ پر چلنا اُس کا اپنا طبعی تقاضا بن جاتا ہے۔ کسی تکلف و تشعُّع کا نام و نشان نہیں ہوتا۔ متصوِّف سے مراد وہ مرد با صفا ہے جس نے حصولِ علم، ریاضت و مجاہدہٴ خشیت الہی اور اعمالِ صالحہ کے ذریعے اپنے ظاہر و باطن کو پاکیزہ بنالیا ہو۔ متصوِّف سے مراد وہ فنکار، شاعر اور عیار شخص ہے جس کا قلب تو خُبتِ دُنیا اور خُبتِ جاہ و مال میں ڈوبا ہوا ہو، لیکن اُس نے سادہ لوح اور جاہل لوگوں کو اپنے دامِ عقیدت میں پھانسنے کے لیے تصوف کا لبادہ اوڑھ رکھا ہو۔ اِس طرح کے جعلی عاملین اور متصوِّفین کا ایک بڑا گروہ ملک کے اندر اور باہر سادہ لوح مسلمانوں کو لوٹنے اور اُن کے استحصال میں مصروفِ عمل ہے۔

عوام کو قریب دینے اور حلائی حق سے دور کرنے کے لیے ایک اور حربہ جو استعمال کیا جاتا ہے وہ شریعت و طریقت کی تقسیم ہے۔ گویا یہ دو باہم متضاد شعبے ہیں، اُن کی سمتیں متخالف و متضاد ہیں اور سادہ لوح لوگوں کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ عالم محض ظاہر ہیں ہوتا ہے، اِس نے جو ہر حقیقت کو نہ کبھی جانا اور نہ پہچانا، لہذا اِس سے دُور رہو۔ حالانکہ اُمتِ مسلمہ کا ہمیشہ یہ دعوٰی رہا ہے کہ اسلام ایک جامع، کامل اور مکمل دین ہے، اِس کو اجزاء میں تقسیم کرنا درست نہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **يَتَّبِعُوا الْيَقِينَ** اور **اَسْلَمُوا فِي السَّلَامِ** **وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ**۔

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو“ (بقرہ: 208)

ہماری قسم کے مطابق شریعت، طریقت، مسلک و مذہب اِن سب کا معنی راستہ ہے، یعنی وہ راستہ جو بندے کو اللہ جلّ شانہ کی منزلِ رضا تک پہنچا دے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ تعالیٰ اِسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

”شریعت اصل ہے اور طریقت اِس کی فرع، شریعت منبع ہے اور طریقت اِس سے نکلا ہوا دریا۔ طریقت کی جدائی شریعت سے محال اور دشوار ہے۔ شریعت ہی پر طریقت کا دار و مدار

ہے۔ شریعت ہی اصل کار اور مَحَلِّ و معیار ہے۔ شریعت ہی وہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ ہے۔ اس سے سوا آدمی جو راہ چپے گا، اللہ تعالیٰ کی راہ سے دُور جا پڑے گا، طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے، شریعتِ مطہرہ کے اتباع کا صدقہ ہے، جس حقیقت کو شریعتِ ردو فرما دے وہ حقیقت نہیں بدینی اور زندقہ ہے۔ تصوف میں عشقِ رسول ﷺ ہی بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔“

صحابہ کرام سے لے کر آج تک ہمارے جتنے بھی سلبِ صالحین اور اکابر اولیائے اُمت گزرے ہیں۔ ان کے بارے میں ہمارا قوی عقیدہ اور ایمان ہے کہ وہ بیک وقت اپنے عہد کے عالمِ ربانی بھی تھے اور واقفِ اسرارِ شریعت بھی۔ شریعت و طریقت کی یہ تقسیم جس میں صاحبِ طریقت، شریعت کی تمام پابندپول، شعاروین اور سرپائے سید المرسلین ﷺ کی اتباع سے بے نیاز ہو جائے، اس دور کی اختراع ہے اور ہر کیف یہ بدعتِ سیئہ ہے۔ ہماری تمام بڑی بڑی خانقاہوں اور مزارات اولیاء کرام کے موجودہ حجاجان اور خلفاء باستثناء چند دینی تعلیم تو دور کی بات ہے، دینی وضع سے بھی غاری ہے۔

ایسے ماحول میں حضرت علامہ پیر سید نصیر الدین نصیر گولڑوی زید محمد ہم کی شخصیت بسا غنیمت ہے، کیوں کہ انہیں اپنے عہد کے عالمِ ربانی، عارفِ کامل، مجاہد و محافظِ ختمِ نبوت اور شریعت و طریقت کے مجمع البحرین حضرت قبلہ پیر مرہلی شاہ گولڑوی نور اللہ مرقدہ سے نسبی قرابت کا شرف بھی حاصل ہے، متمسک و متدین بھی ہے اور صاحبِ علم بھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کئی نعمتوں اور محاسن سے نوازا ہے۔ وہ ایک اعلیٰ معیار کا ذوالکلام نعت گو شاعر ہیں، اردو زبان کے مآخذ و مصادر، عربی، فارسی اور ہندی پر انہیں یکساں عبور حاصل ہے۔ استعارات، تہلیحات، تشبیہات، مجازات اور تراکیب کے استعمال پر انہیں پورا عبور حاصل ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی نثر نگاری بھی اعلیٰ ادبی معیار کی ہے، اس دور میں ایسے اصحابِ قلم شعراء اور نثر نگار نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں۔ ان کی شاعری اور نثر کے لہجے میں بعض اوقات تلخی نمایاں ہو جاتی ہے۔ کاش کہ وہ غمِ جاں کو غمِ دوران نہ بناتے اور اپنے کلام کو اپنے عہد کا ایک مثالیہ (ideal) بنا لیتے، لیکن بشری علالتی سے ہمہ وقت ماوراء ہونا بلاشبہ دشوار امر ہے۔

مجھے ان کی کوئی جامع و مفصل تقریر بالاستیعاب سننے کی سعادت حاصل نہیں ہوئی، تاہم ان کے جوہر خطابت، 'حسن کلام'، 'حسن صورت اور حسن آہنگ' کی ایک جھلک ایک آدھ بار سننے کا موقع ملا۔ اللہ بعض دوستوں سے ان کے انداز خطابت کے بارے میں کچھ شکایات و حکایات سننے کو ملتی ہیں۔ اگر وجہ شکایت فقط یہی ہے کہ وہ توحید کو موضوع کلام بناتے ہیں تو یہ ہمارے تمام محققین اولیائے کاملین کا شعار رہا ہے، ہمارے دوستوں کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔ سو اگر بعض دوستوں کے نزدیک یہ ہمارے موجودہ خانقاہی نظام میں ایک "قصور" ہے، تو ہمیں قرآن مجید، سیرت طیبہ اور سید الانبیاء والمرسلین ﷺ کے ارشادِ عالیہ کا مطالعہ ضرور اور بار بار کرنا چاہیے۔ حضرت قبلہ خیر صاحب سے بھی بعد ادب کروں گا کہ وہ اپنے خطابات میں طغر، تعریف، توریہ، ایہام اور ارشادات و کنایات کے بجائے اللہ تعالیٰ کے تعلیم فرمائے ہوئے آداب، دعوت، دین، حکمت، موعظہ حسنہ اور جدالی احسن کو اپنا شعار بنائیں، کیوں کہ خادمِ دین کا اصل مقصد مناظرے، مباحثے اور مجادلے میں غلبہ پانا نہیں، بلکہ اتمامِ حجت، احقاقِ حق اور ابطالی باطل ہوتا ہے اور اتمامِ حق کو اپنے مخالفین کے قلوب و اذہان میں نہ صرف اتارنا بلکہ ثبت کرنا ہوتا ہے۔ اس میں بعض اوقات اپنی ذات اور جذبات و احساسات کی نفی بھی کرنا پڑے تو یہ سودا منگنا نہیں ہے۔

ہمارے طبقے کی بد نصیبی یہ ہے کہ اگر کوئی اہل بندہ پیدا ہو جائے تو اس کی کسی حقیقی یا مفروضہ کمزوری کو نشانہ بنا کر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ اس کے برعکس مجھ عاجز کا شعار یہ ہے کہ میں حتی الامکان محتاط انداز میں اصلاح احوال کی مخلصانہ کوشش کرتا ہوں اور وعابھی کرتا ہوں کہ ہم اہل لوگوں کی صلاحیتوں سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں۔ دین حق اسلام اور مسلک حق اہل سنت و جماعت کے لیے ان کی شخصی، منعی، نفسی اور علمی وجاہت کو بہتر طور پر استعمال کر سکیں، کیونکہ ہم شدید طور پر قحطِ الزوال کا شکار ہیں، رجال کا ردِ ستیاب نہیں ہیں۔ ہمارے علمی اور خانقاہی نظام میں اہل لوگوں کی جگہ بھی نہیں پت پارتی ہے کیونکہ جو عناصر آسید بن کر مسلط ہیں وہ اہل لوگوں کو اپنے وجود کے لیے

خطرہ محسوس کرتے ہیں۔

زیدؒ نظر کتاب ایک علمی مسئلے ”اعتبار الکفالت فی النکاح“ کے موضوع پر ہے۔ اس موضوع پر وہ پہلے بھی مایہ ناز تصنیف نام و نسب میں اپنا موقف مدلل بیروائے میں بیان کر چکے ہیں، پھر اپنے عہد کے اساتذ العلماء و امام المذہبین، جامع المعقول والمقول حضرت علامہ عطاء محمد بن دیالویؒ اور اللہ مرقدہم کی ایک مستقل شاہکار علمی و تحقیقی تصنیف مطبوعہ شکل میں موجود ہے۔ حضرت قبلہ اساتذ العلماء رحمہم اللہ تعالیٰ فقیر حنفی کے مسئلہ اصولوں کی روشن میں اعتنائی مدلل انداز میں یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ولی کی رضا مندی سے سیدہ کا غیر سیدہ سے نکاح جائز ہے۔

حضرت قبلہ پیر صاحب نے اپنی موجودہ تصنیف میں اس مسئلے کو امثال و نظائر، مسئلہ شواہد اور دلائل قطعیہ سے مستند حوالہ جات کے ساتھ مبرہن کر کے بیان کر دیا ہے۔ حضرت قبلہ پیر صاحب کے لہجے اور انداز بیان میں کہیں کہیں تنگی اور جارحانہ پن بھی آگیا ہے۔ میری ان سے مؤذبانہ گزارش ہے کہ ادفع بالتي هي احسن کے فرمان الہی کے مطابق حکمت و موعظہ حسنہ کے بیروائے میں اگر اسے ڈھال سکیں تو غیر جانبدار، منصف مزاج اور خالی الذہن قارئین کو یہ کتاب اپنی طرف زیادہ راغب کرے گی اور شاید یہی مصنف کا مطلوب بھی ہے اور یہی شعار اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں زیادہ محبوب بھی ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے کئی قابل احترام بزرگوں کا موقف اس کے برعکس ہے۔ ہماری ان سے گزارش ہے کہ تھنیوں اور نظرتوں کو بھلا کر کھلے دل سے ان دلائل پر غور کریں۔ یہ ایک علمی مسئلہ ہے، مسلکی خلافت کا مسئلہ نہیں ہے، لہذا ایک ہی مسلک کے حامل اہل علم و تحقیق کو کسی خاص مسئلے میں متفاد موقف رکھنے والوں کے لیے احترام کا جذبہ قائم رکھنا چاہیے، توازن و اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے۔ ”جمہوریت“ و ”غیر منصوص“ مسائل میں ہم مسلک اہل سنت و جماعت کو چار مذاہب میں دائر مانتے ہیں اور اپنے مسلک حقیقت کو نبی برحق جانتے اور مانتے ہوئے اور ہم سمجھتے ہیں کہ ان

مسائل میں 99 فیصد حق امام اعظمؒ کے ساتھ ہے لیکن ایک فیصد خطا کا احتمال بھی موجود ہے۔ اگر ہم اپنے امام سے احتمال خطا کی مطلق نفی کر دیں تو یہ ان کی اجتہادی مسائل کو ”وحي معصوم“ کو درجہ دینا ہوگا۔ حالانکہ یہ مقام صرف امام المرسلین، عاتقہ النہضۃ احمدی جتیلی رحمہ اللہ کے لیے ہے۔

میں حضرت قبلہ پیر صاحب سے بعد ادب معذرت خواہ ہوں کہ میں اپنی متنوع اور کثیر الجہات مصروفیات کے باعث ان کی اس شاہکار تصنیف کا بالاستیعاب مطالعہ نہیں کر سکا۔ صرف فہرست عنوانات پر نظر ڈالی، چند مقامات کو یاد آئے ”نظرے خوش گزرے“ دیکھا۔ اس لیے میں ایک جامع تبصرے کا حق ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ مجھ پر مسلط اور مسلط ان کے مرید و مستفاد خاص محترم عاشق حسین صاحب کا جبر اور دباؤ بھی تھا کہ میں ضرور اس موضوع پر اظہار خیال کروں۔ موقبلہ پیر صاحب کی بارگاہ میں سرخرو ہونے کے لیے یہ چند منتشر الخیال اور ناقص مغور پیش خدمت ہیں۔ رع

مگر قبول اقتد رہے عز و شرف

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم رحمۃ اللعالمین محمد رسول ﷺ کے طفیل حضرت قبلہ پیر صاحب کو مع جملہ حلقہ متعلقین ہمیشہ صحت و سلامتی کے ساتھ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آستانہ مہربان اپنے شانِ جلالت کے ساتھ شاد و آباد رہے۔ اس فیض و برکات کے شہوتے کبھی خشک نہ ہوں۔ اس مسند کے ورثہ و اخلاف امجاد ہمیشہ سیرت و صورتاً اپنے اسلافِ عالی مرتبت کے نقوشِ قدم پر استقامت کے ساتھ قائم و دائم رہیں۔ رع

ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین ہاد

دعا گو و دعا جو

بندہ کا جز

دھن

حبیب الرحمن

تقی شبیر لدھیانہ
کاملاً مستعد و مستعد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تقریظ

از: مفتی غلام مصطفیٰ رفوی (دارالافتاء جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان شریف)

اسلام میں انعقاد نکاح کے لیے کفالت کو بھی خاص اہمیت حاصل ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے الکفالة معتبرة فی الرجال للنساء للزوم النکاح لهذا سیدہ کا رشتہ بھی سادات کرام ہی میں ہونا چاہیے۔ لیکن اگر بوجہ سادات کرام میں مناسب رشتہ میسر نہ آئے تو پھر سیدہ کا نکاح اس کی اور اس کے اولیاء کی رضامندی سے ایسے غیر سید سے بھی جائز ہے جو معاشرے میں باعزت مقام رکھتا ہو۔ تمام اکابر فقہائے کرام کا یہی مفتی بہ قول ہے، لیکن ایک زمرہ قلیلہ بلا دلیل و حجت ایسے نکاح کے عدم جواز کا قائل ہے اور جب انہیں فقہائے مہتممین و متاخرین کا کوئی قول اپنے موقف کی تائید میں نظر نہیں آیا تو انہوں نے عامۃ الناس کو مخاطبہ دینے کے لیے اپنے دور کے ولی کامل حضرت اعلیٰ حیدر سید مر علی شاہ صاحب گولڑوی علیہ الرحمہ کے فتویٰ سے اپنے موقف کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے حالانکہ اہل علم اس بات سے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ سرکار گولڑہ علیہ الرحمہ سے سوال کیا گیا تھا کہ کسی شخص نے ایک سیدہ ہاشمیہ فاطمیہ سے نکاح کیا ہے اور کسی قریمی اور بعیدی ولی کی رضامندی اس پر نہیں۔ کیا یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ تمام متون فقہ اس قسم کے عدم جواز پر متفق ہیں کیونکہ یہ نکاح غیر کفو میں ہے بلکہ فتاویٰ مرہیہ کے آغاز میں جو فہرست مضامین ہے اس میں بھی اس فتویٰ کا عنوان یوں ہے (غیر کفو میں سیدہ کے نکاح کا حکم) حضرت سرکار گولڑہ علیہ الرحمہ کا یہ ارشاد و گرامی یقیناً اکابر فقہائے کرام کی اس سلسلے میں تحقیق کے عین مطابق ہے، کیونکہ عند الاحناف غیر کفو میں نکاح اس وقت

جائز ہوگا جب لڑکی اور اس کے اولیاء راضی ہوں۔

اس اہم نازک اور حساس موضوع پر بڑے بڑے معروف روحانی خاواہ کے چشم و چراغ نامور اہل قلم حضرت صاحبزادہ پیر سید نصیر الدین نقیر گڑوی نے جو تحقیقی مقالہ سپردِ قلم فرمایا ہے وہ اس سلسلے میں حرفِ آخر ہے آپ نے جس علمی تحقیقی اور ناقابلِ تردید دلائل سے اس مسئلے کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے یہ وہ علمی جواہر پارے ہیں جو ہر دور کے مفتیانِ کرام اور اہلِ علم کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوتے رہیں گے

واللہ تعالیٰ اعلم

فتح مسکن رازوی
4-2-09



علامہ مصطفیٰ رحمانی
۱۰-۱-۱۱

مکتبہ اسلامیہ لاہور



بابِ اوّل

نکاح میں شرطِ کفو

کی

شرعی حیثیت اور اُس کی اقسام





الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى التَّوْفِيقِ إِلَى الْهُدَايَةِ وَسُلُوكِ طَرِيقِ أَهْلِ الدَّرَايَةِ
وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَلَهُ عَلَى ذَلِكَ كُلِّ شَيْءٍ أَيْةٌ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ الَّذِي لَهُ فِي الشَّرَفِ أَعْلَى غَايَةٍ
وَفِي السِّيَادَةِ اقْتَضَى نَهَايَةَ صَلَی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ صَلَوةً وَسَلَامًا
دَائِمِينَ مَا اسْتَزَمَتِ النِّهَايَةُ وَالْهُدَايَةُ لَمَّا هَذَا فَاعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۝ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۝ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۝
الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا ۝ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ۝
يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاهُ شُعْبًا وَقَبَائِلَ لِّيَعَارَفَ خُوطَ
إِنْ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقَرُّكُمْ ۝ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:
إِذَا آتَاكُمْ مِنْ تَرْضَوْنَ خُلُقَهُ وَدِينَهُ فَانْكَحُوهُ إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةً فِي الْأَرْضِ
وَفَسَادٌ عَرِيشٌ ۝

صَدَقَ اللَّهُ مَوْلَانَا الْعَظِيمُ وَصَدَقَ رَسُولُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيمُ-

نکاح سیدہ باغیر سید

قرآن مجید کی اکثر آیات کا نزول کسی نہ کسی واقعہ کے تحت ہوا، گویا آیات کی شان نزول انفرادی بھی ہے اور اجتماعی بھی۔ صحابہ کرام کے معاملات میں جن آیات کا نزول ہوا، مُفسرین نے پورے واقعہ کے ساتھ اُن آیات کی نشاندہی بھی فرمائی ہے۔ عقائد میں افراط و تفریط کے سبب بہت سے مسائل معرض وجود میں آئے، ذرا زکاوت و دیلات و تشریحات لے کر آنی مطالب اور مفہیم کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ ہر شخص مُفسرِ قرآن بن بیٹھا، حالانکہ اُس کی علمی بساط اتنی نہ تھی، سلفِ صالحین کی مستند تشریحات اور علمائے لغت و اصطلاح کی پیش کردہ تشریحات کو پس پشت ڈال دیا گیا، حالانکہ وہی اصل سرمایہ تھا۔ بہر حال ہمارا مذہب کسی مسلک کی نمائندگی، تائید یا تردید نہیں، بلکہ روایت و درایت کی روشنی میں ایسی تشریح پیش کرنا ہے جو قرآنی آیات کے سیاق اور لغت و اصطلاح کے اعتبار سے قرین حقیقت ہو۔

عام طور پر ہمارے خطیب اور علماء آئیہ تطہیر کے بارے میں عجیب و غریب قسم کا فلسفہ بیان کرتے ہیں۔ ہم نے شیعہ عقائد کا ذکر کرنا یہاں اس لیے مناسب نہ سمجھا کہ وہ دنیا ہی الگ ہے، اُن کے ہمارے ساتھ اصول و فروع میں اختلافات ہیں۔ ہم جس انداز سے آئیہ تطہیر کا مفہوم دیگر قرآنی آیات کے حوالے سے پیش کریں گے، دوسرے تمام عقائد کی تردید خود بخود ہوتی چلی جائے گی۔ عام طور پر آئیہ تطہیر کا یہ مفہوم عوام میں بیان کیا جاتا ہے کہ اہل بیت

جملہ غیوب اور خطاؤں سے پاک کر دیئے گئے ہیں اور یہ بشارت انہیں خداوندِ عالم نے آیتِ تطہیر کی صورت میں سنادی ہے۔ لہذا نہ اُن سے کوئی خطا سرزد ہو سکتی ہے اور نہ وہ کوئی گناہ کر سکتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں گویا یہ گروہ معصوم ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہمیں کیا اعتراض تھا؟ مگر ایسا نہیں ہوا اور نہ ہے۔

آیتِ تطہیر پر بحث

آئیے اب ذرا آیتِ تطہیر پر بحث کرتے ہیں۔ سب سے پہلی اور اہم بات یہ ہے کہ سورۃ احزاب کے اس پورے رکوع کی مخاطب صرف اور صرف ازواجِ مطہرات ہیں۔ مَا أَنَّهُمُ النَّبِيُّ قُلْ لَا زَوَاجٌ إِن كُنتُمْ تَرَدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا سِوَا مَا يَتْلُو فِي يَوْمِئِذٍ تَمَّ رُؤْيَا نَحْنُ ازواجِ مطہرات کی طرف ہے، یہ ایسی حقیقت ہے کہ اس کا انکار ممکن ہی نہیں۔ اسی رکوع میں آیتِ تطہیر موجود ہے، مگر اس کا جو انوکھا مفہوم ہمارے ہاں مروج ہے، وہ قرآن مجید کے مطالب سے بہت دُور ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اہل بیت کا ادب و احترام حضور علیہ السلام کی نسبت کے سبب ضروری ہے، مگر اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ ہم اس احترام کی آڑ میں ان کو احکامِ شریعت سے بھی مستثنیٰ قرار دے دیں اور ان کے لیے حلال و حرام کے احکام بھی بدل ڈالیں؛ جب کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ سے ایسا ثابت نہیں اور نہ ہی فقہائے کرام نے اس سلسلے میں کوئی تصریح فرمائی۔

چوں کہ غیر سادات سے سیدات کے نکاح کے موضوع پر میں نے اپنی تحقیق نام و نسب میں تحریر کی تھی اور حضرت پیر مرعلی شاہؒ کے فتویٰ کی قرآن و سنت اور فقہائے احناف کی تصریحات

کی روشنی میں وضاحت کی تھی اس لیے میرے خلاف ایک کُمرام مچ گیا۔
بقول شاعر

میرے دریا بُرد ہو جانے کا غل تو مچ گیا گمرے پانی سے تعارف تھا مرا میں مچ گیا
میرے دلائل کا جواب تو نہیں دیا جاسکا، البتہ پُوری دُنیا میں یہ شور مچایا گیا کہ میں نے
اپنے جدِ امجد حضرت گولڑ دئی کے فتویٰ کے خلاف لکھا ہے، حالانکہ بات یہ نہ تھی، میں نے صرف
اتنا کہا تھا کہ جو کچھ آپ کے فتویٰ سے سمجھا گیا ہے، وہ درست نہیں اور یہ کہ حضرت گولڑ دئی نے
غیر سادات سے سیدات کے نکاح کو حرام قطعاً نہیں کہا، یہ اُن پر بہتانِ عظیم ہے، چوں کہ وہ
معلمہ، اکراہ و جبر اور اغوا کا تھا، اس لیے آپ نے فتویٰ میں سختی اور احتیاط اختیار فرمائی۔ جس دور
میں یہ مسئلہ اپنے شباب پر تھا، میرے بعض افرادِ خانوادہ اور کچھ دوسرے مدعیانِ سیادت علماء بھی
میری مخالفت پر کمر بستہ تھے۔ انہی ایام میں بڑے بڑے علماء اور سید صاحبان سے اسی موضوع
پر گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا۔ افسوس کہ اُن علمی مباحث کو محفوظ نہ کیا جاسکا، تاہم ایک واقعہ جو
مجھے دمِ تحریر یاد آ رہا ہے، نذر قارئین ہے۔

ایک سید صاحب سے دلچسپ علمی گفتگو

ایک دن ایک سید صاحب جو خود کو قرآن و سنت کا بہت بڑا عالم خیال کرتے تھے،
مجھ سے بحث کرنے میرے غریب خانہ پر تشریف لے آئے، مجھے لا جواب کرنے کے لیے
فوراً ایک آیت پڑھ دی، یہ بحث بڑی دلچسپ ہے، ذرا توجہ اور انصاف سے ملاحظہ کیجئے۔

غیر سادات سے سیدات کے نکاح کی حرمت پر موصوف نے یہ آیت پیش کی: وما کان لکم

ان کو ڈوا رسول اللہ ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ اہذا ان ذلکم کان عند اللہ عظیمًا۔
ترجمہ: اور تمہارے لیے یہ مناسب نہیں کہ پیغمبر خدا کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ ان کی بیویوں سے کبھی ان کے بعد نکاح کرو۔ بے شک یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا (گناہ کا کام) ہے۔
کننے لگے دیکھئے! اس آئیہ کریمہ سے ازواجِ مطہرات کو اُمت پر حرام کر دیا گیا اور ان سے پیغمبر کی وفات کے بعد بھی نکاح کو گناہِ عظیم کہا گیا۔ پھر انہی ازواج کی بیٹیاں اُمت پر کیسے حلال ہو سکتی ہیں؟ میں نے جواباً کہا کہ سید صاحب! آپ قرآن و سنّت پر گہری نظر رکھنے کے مدّی ہیں اور مجھے تو کوئی دعویٰ نہیں۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

مگر آپ یہ آیت پیش کر کے اپنے جال میں خود بُری طرح پھنس گئے، کننے لگے وہ کیسے؟ میں نے گزارش کی کہ لیجئے اب جو جواب میں آپ کو دینے والا ہوں، وہ میرا طبع زاد ہے، کسی تفسیر کے حوالے سے پیش نہیں کر رہا، اس آیت سے آپ کا موقف ثابت نہیں ہوتا، بلکہ آپ کے موقف کی تردید ہو رہی ہے۔ وہ یوں کہ ازواجِ رسول سے نکاح کی حرمت کی علت اُن کا اُتہاتِ مؤمنین ہونا ہے، ظاہر ہے کہ ماؤں سے نکاح نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے کہ ایک اور آیت میں ازواجِ رسول کو مؤمنین کی مائیں قرار دیا گیا ہے۔ آپ نے سورۃ احزاب کی یہ آیت پیش تو کر دی، مگر اسی کے بعد اسی سورت میں واقع آیت نمبر 59 پر غور نہیں فرمایا۔
کننے لگے وہ کیسے؟ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ازواجِ رسول کے ساتھ رسول کی صاحبزادیوں اور مسلمان عورتوں کو بھی شامل کرتے ہوئے فرمایا: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ

لَا زَوَاجَكَ وَبَنَاتَكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ

ترجمہ: کہ اے نبی! آپ اپنی ازواج، اپنی بیٹیوں اور تمام سونہن کی عورتوں سے فرمادیں کہ (باہر نکلا کریں تو) اپنے (چہروں) پر چادر لٹکا (گھونگھٹ نکال) لیا کریں۔

نکاح کا معاملہ اور ذہنی سے کہیں زیادہ اہم ہے

مقامِ توبہ ہے کہ اور ذہنی جیسی معمولی سی بات میں بطور خاص ازواج کے بعد ان کی بیٹیوں کا ذکر کر دیا، حالانکہ اگر ازواج ہی تک اس حکم کو محدود رکھا جاتا تو یہ بات تبعاً خود سمجھ میں آ سکتی تھی کہ اگر ماؤں کو اور ذہنی کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو ان کی بیٹیاں بطریقِ اولیٰ اس حکم میں داخل ہیں، کیوں کہ وہ بھی ازواج کی طرح افرادِ خانہ میں شامل ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس ذرا سی بات کے لیے ازواجِ مطہرات کے بعد ان کی صاحبزادیوں کا ذکر و بناتک کے لفظ سے فرما کر وضاحت کر دی کہ یہ حکم ازواج کے لیے ہی مخصوص نہیں، بلکہ ان کی بیٹیاں بھی پردہ کریں۔ اب آپ کی پیش کردہ آیت کی طرف آتا ہوں کہ وہاں پیغمبر کی ازواج سے نکاح کو باعثِ ایذائے رسول قرار دیتے ہوئے ان سے نکاح کو حرام قرار دیا گیا۔ آخر اس آیت میں ولا ان تنکحوا ازواجہ کے ساتھ وبناتہ کے لفظ کا اضافہ کیوں نہیں کیا گیا، تاکہ حضور علیہ السلام کی ازواج کے ساتھ آپ کی صاحبزادیوں سے نکاح کرنا بھی صریحاً حرام ہو جاتا۔ اور ذہنی جیسے معمولی سے معاملہ میں وبناتک کا لفظ بطورِ خاص ذکر کیا گیا اور اس آیت میں ازواج سے نکاح کی حرمت کے ذکر میں وبناتہ کا لفظ کیوں نہیں بڑھایا گیا، حالانکہ اور ذہنی نہ کرنے میں اتنی بے حرمتی نہیں، جتنی نامناسب شخص سے نکاح میں ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ عند اللہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادیاں افرادِ اُمت پر حلال تھیں، جب کہ ان کی

صرف مائیں اُمت پر حرام تھیں۔ اگر اس آیت میں ولا ان تنكحوا ازواجه کے ساتھ وبناتہ ابدا کہہ دیا جاتا، تو سیدہ فاطمہؓ حضرت علیؓ پر اور دوسری دو صاحبزادیاں حضرت عثمانؓ پر حرام ہو کر رہ جاتیں۔ لیکن آپ جانتے ہیں اور تاریخ گواہ ہے کہ حضرت علیؓ کا سیدہ فاطمہؓ سے اور حضرت عثمانؓ کا حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ سے یکے بعد دیگرے نکاح ہوا، اگر حضور علیہ السلام کی بیٹیاں بھی اُمت پر حرام ہوتیں تو یہ دو نکاح کبھی نہ ہو سکتے، کیوں کہ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کو جس قدر بھی مرتبہ دیا جائے اس کے باوجود وہ حضور ﷺ کے اُمتی ہونے سے بالاتر قرار نہیں دیے جاسکتے، بلکہ اُمت میں شامل ہیں اور یا ایہا الذین امنوا کے خطاب کے اولین مخاطب ہیں اس لیے متذکرہ محولہ بالا آیت سے پہلے شروع ہونے والے رُوع میں سلسلہ کلام اسی خطابِ جملے سے شروع کیا گیا ہے۔ اب فرمائیے کہ سیدات کے نکاح غیر سادات سے حرام ہوئے یا حلال؟ محترم سید صاحب سے کوئی جواب نہ بن پایا اور سرپیٹ کر رہ گئے۔

حیات النبی پر دلیل

میں نے مزید کہا کہ آپ نے جو آیت پیش کی ہے اس کے حوالے سے ایک اور طبع زاد نکتہ پیش کرنا چاہتا ہوں کہ آج تک الیٰ سنتِ حیاتِ نبیؐ کو محض ذاتی عقیدے کے طور پر بیان کرتے آئے ہیں، مگر نصِ قرآنی سے شاید کسی نے ایسی دلیل پیش کی ہو۔ اس آیت سے حضور کی حیات ثابت ہے۔ وہ یوں کہ ایذا کے لیے شعور اور شعور کے لیے حیات کا ہونا ضروری امر ہے۔ معلوم ہوا کہ رسالت مآب کی وفات کے بعد اگر کوئی اُن کی ازواج میں سے کسی کے ساتھ نکاح کرنے کی جسارت کرے گا، تو اُس کا یہ عمل نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے باعثِ ایذا ہوگا۔

ظاہری حیات میں اس عمل کا باعث ایذا ہونا تو ایک بدیہی سی بات ہے، مگر من بعدہ یعنی نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد اس بات کا آپ کی ذات کے لیے باعث ایذا ہونا، اس بات کی دلیل ہے کہ بعد از وفات آپ کا شعور حیات باقی ہے، جس سے آپ کی زندگی صراحۃً ثابت ہو رہی ہے، جس کا انکار قرآن مجید کی وضاحت کا انکار ہے۔

نکاحِ سیدہ باغیر سید پر اقوال فقہاء سے دلیل

یوں تو ہمارے اہل سنت امام ابوحنیفہؒ اور بعد کے اکابر فقہائے احناف کے اقوال کو حجت تسلیم کرتے ہیں، مگر کچھ حضرات صرف ایسے اقوال اور فتاویٰ کو سند اور قابل استدلال سمجھتے ہیں جو ان کے کسی ذاتی نقطہ نظر کے موافق ہو۔ قرآن مجید کی تصریحات کے بعد کسی اور سند کی ضرورت تو نہیں رہتی، مگر کیا کیا جائے ہمارے ہاں کچھ لوگ فقہاء و مجتہدین کے اقوال اور فتوؤں سے دلائل طلب کرتے ہیں۔ لہذا ہم یہاں چند اکابر امت کے اقوال بھی نقل کیے دیتے ہیں تاکہ اتمام حجت ہو جائے۔

علامہ کاسانیؒ کا فتویٰ

مشہور فقیہ علاؤ الدین ابی بکر بن مسعود کاسانی حنفیؒ (م 589ھ) اپنی شہرہ آفاق تصنیف بدائع الصنائع میں لکھتے ہیں: اَنَا لَا نَكْرُ فُضِيلَةَ بَنِي هَاشِمٍ لَكِنَّ الشَّرْعَ اسْقَطَ اَحْتِبَارَ تِلْكَ الْفُضِيلَةِ فِي بَابِ النِّكَاحِ وَ اِنْ كَانَ لِلْهَاشِمِيِّ مِنَ الْفُضِيلَةِ مَا لَيْسَ لِلْقُرَشِيِّ لَكِنَّ الشَّرْعَ اسْقَطَ اَحْتِبَارَ تِلْكَ الْفُضِيلَةِ فِي بَابِ النِّكَاحِ۔

ترجمہ: ہم بنو ہاشم کی نسبی فضیلت کا انکار نہیں کرتے، لیکن شریعت نے نکاح کے معاملے میں اُن کا یہ اعتبار فضیلت ساقط کر دیا ہے۔ اگرچہ ہاشمی کے لیے ایسی فضیلت ہے جو قریشی کے لیے نہیں، لیکن شریعت نے نکاح کے معاملے میں اس فضیلت کا اعتبار ساقط کر دیا ہے۔ سادات بنیادی طور پر بنو ہاشم اور قریش ہی ہیں، لیکن قریشیوں اور ہاشمیوں کو ہر جگہ انہی ناموں سے پکارا جاتا ہے، جب کہ سادات کے لیے مختلف علاقوں میں مختلف القاب استعمال ہوتے ہیں، جیسے مدینہ منورہ میں شریف کا لفظ، ہندوستان میں میر صاحب، سید صاحب، شاہ صاحب وغیرہ۔ اگر یہ لفظ اسمِ علم کا درجہ رکھتا ہوتا تو ہر جگہ اور ہر زبان میں سید یا سادات ہی کے الفاظ بولے جاتے، مگر ایسا نہیں ہے۔ لہذا جو حکم بنو ہاشم کا ہے، وہی حکم سادات اور سیدات کا ہوگا۔

امام حاکم نیشاپوریؒ کی تحقیق

علاوہ ازیں امام حاکم نیشاپوریؒ ایک طویل حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ، وَلَمْ يَخْرُجْ فِيهِ أَنَّ الشَّرِيفَةَ تَزُوجُ كُلَّ مُسْلِمٍ كَمَا فِي حَدِيثِ بَخَارِي كِى شَرْطٍ بِصَحِيحٍ تَقَى، مَكْرَاهُ نَحْوُ (أَمَّا بَخَارِي وَأَمَّا مُسْلِمٌ) نَ اِسْءِ نَمِى لَآ ذَهْ يَهْ هَدِىْ تَقَى كَهْ شَرِىْفَهْ (سَيْدَهْ هَاشِمِيَهْ) هَر مَسْلَمَان سَهْ نَكَاح كَر سَكْتَى هَـ۔

علامہ اسماعیل حنفیؒ مصریؒ کا حوالہ

جیسا کہ ہم نے سابقاً تحریر کیا کہ اہل بیت کی فضیلت میں کوئی شک نہیں، مگر نکاح کے سلسلے میں اُن کے لیے کوئی خصوصی حکم نہیں، جس کی بنا پر اُن سے رشتہ لینا شرعاً حرام یا ممنوع ہو، بلکہ اس وقت ہمارے سامنے ایک حدیث شریف ہے، جس میں حضور علیہ السلام

نے اُمت کو ترغیب دی کہ قریش یا پھر اہل بیت میں رشتہ کریں۔ صاحبِ رُوح البیان نے یہ روایت صاحبِ فتوحاتِ مکہ حضرت محی الدین ابن عربیؒ کے حوالے سے تحریر فرمائی ہے۔
 لکھتے ہیں: قال فی ترجمۃ الفتحات و اگر عزم نکاح کئی چند کن کہ از قریشیات بدست کنی و اگر از اہل بیت باشد بہتر و نیکوتر رسول اللہ ﷺ فرمودہ کہ بہترین زنانیکہ بر شتر سوار شدند زنان قریش اند۔

فارسی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر تو نکاح کا ارادہ کرے، تو کوشش کر کہ کسی قریشی النسب لڑکی سے نکاح کرے اور اگر قریشینہ کے بجائے اہل بیت (یعنی سادات) کے گھر سے رشتہ مل جائے تو یہ اچھا اور بہت ہی بہتر رہے گا، کیوں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں میں سے بہترین عورتیں وہ ہیں جو اونت پر سوار ہوتی ہیں اور وہ قریشی خاندان کی خواتین ہیں۔

یہ روایت جو علامہ اسماعیل حقیؒ نے ترجمہ فتوحات کے حوالے سے تحریر کی ہے، اس سے تو اُلٹا یہ ثابت ہو رہا ہے کہ اُمت کے لوگ کوشش کریں کہ قریشی نسب عورت سے نکاح کریں اور اگر کسی کو اہل بیت سے رشتہ مل سکتا ہو تو یہ اُس کے لیے بہتر ہوگا۔ اگر سادات سے نکاح کرنا حرام یا ناجائز ہوتا، تو آپ اُمت کی غیر سادات اقوام کو قریشیوں اور پھر سادات میں رشتہ کرنے کی ترغیب کیوں دلاتے؟ جب کہ شارعِ السلام خود ترغیب دے رہے ہیں اور آج کے بعض سادات اِن خانوادوں میں رشتہ لینے کے سلسلے میں تہیب ولا رہے ہیں، تو مقامِ غور ہے کہ اب ہم قرآن و سنت یا فقہائے اُمت کی بات مانیں یا چند سید صاحبان کی۔ یاد رہے کہ صاحبِ تفسیرِ رُوح البیان علامہ اسماعیل حقیؒ آفندی مصریؒ وہ شخصیت ہیں،

جنہیں اعلیٰ حضرت کو لڑوئی نے اپنی تصنیف تہفہ مابین سنی و شیعہ میں مشہور محقق کے الفاظ سے یاد فرمایا ہے اور اُن کی تفسیر سے قریباً دس احادیث مبارکہ بھی نقل فرمائی ہیں۔

انصاف کی بات

شاہ صاحبان سے گزارش ہے کہ وہ اپنی لڑکیوں کا رشتہ بے شک غیر سادات میں نہ دیں۔ انہیں اس پر کوئی مجبور بھی نہیں کرتا۔ بات صرف اتنی ہے کہ وہ اپنی لڑکیوں کو افرادِ اُمت پر حرام بھی نہ سمجھیں۔ میرا جھگڑا صرف اس بات میں ہے کہ بعض سید صاحبان جو کہ کفو کی بڑی رٹ لگاتے ہیں، وہ غیر سادات کو کہاں رشتہ دیں گے، کیوں کہ وہ اُن کے بقول اُن کے کفو نہیں، وہ تو اپنی قریبی برادری میں بھی اپنی لڑکیاں نہیں دیتے، کیوں کہ تا وقتیکہ وہ ان کی طرح صاحبِ حیثیت نہ ہو۔ نتیجہ نکلا کہ آج کے اکثر سادات کی اصل کفو بھی دولت پر اپنی اور بینک بیلنس ہے، نہ کہ لڑکے کا سید یا غیر سید ہونا۔ امیر سادات اپنی غریب برادری میں اپنی لڑکیاں اس لیے نہیں بیاتے، کیوں کہ وہ باوجود ہم نسب ہونے کے غربت کی وجہ سے اُن کو حقیر سمجھتے ہیں۔ گویا اُن پر نسبی کبر کا یہ بُھوت اس بُری طرح سے سوار ہوتا ہے کہ اُن کی بیٹیاں ساری عمر عذابِ تنہائی کاٹ کاٹ کر مر جاتی ہیں۔ ایسی لڑکیاں اگر بہ شامتِ نفس معاذ اللہ کسی گناہ میں مبتلا ہو جائیں تو اس کا گناہ انہیں نہ بیاہنے والے اولیاء پر ہوگا۔ اس سلسلے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ارشاد ملاحظہ ہو، جسے امیر المؤمنین حضرت عمرؓ بن خطاب نے روایت فرمایا: مکتوب فی التوراة من بلغت له ابنة انتی عشرة سنة فلم یزوجها فرکت اثماً فانم ذلك علیہ۔

۱۔ تہفہ مابین سنی و شیعہ، ص 60، طبع سوم، سنی مطبعات 2005ء

۲۔ شعب الایمان للہفتین، حدیث نمبر 8670، ج 6، ص 402، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

ترجمہ: اللہ عزوجل تورات میں فرماتا ہے، جس کی بیٹی بارہ برس (بلوغ) کی عمر کو پہنچے اور وہ اُس کا نکاح نہ کرے اور وہ دختر گناہ میں مبتلا ہو جائے، تو اُس گناہ کا وبال اُس کے باپ کے سر ہوگا۔

کبرِ نسبی کی تباہ کاریاں

اسی کو کبرِ نسبی کہتے ہیں اور حضور ﷺ نے ساری عمر اسی کے خلاف جنگ کی اور اسی کے خلاف احادیث میں واضح تردید و مذمت بھی فرمائی، مگر افسوس صد افسوس کہ آج آپ ہی کی اولاد میں سے بعض مدعیانِ سیادت اسی نسبی تفاخر، خاندانی کبر اور اپنے طبعی بخل و حرص کے سبب غیر سادات میں رشتہ دینا تو بہت دُور کی بات ہے، اپنے غریب افرادِ خاندان کو بھی صرف اِس لیے رشتہ نہیں دیتے کہ لڑکی کو جہیز دینے کے علاوہ وراثت میں سے شرعی حصہ بھی دینا پڑے گا اور اِس طرح خاندان کا کوئی غریب سید کہیں بہتر زندگی گزارنے کے قابل نہ ہو جائے۔ حالانکہ غریب افرادِ خاندان انہی کی طرح سید ہیں، اُن کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ اُن کی طرح دولت مند نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمان خاندانوں کو بشمول بنو ہاشم اور بنو فاطمہ حکم دیتے ہوئے فرمایا: **وَإِن كُنتُمْ لَا تَأْمَنُونَ بَأْسَ اللَّهِ فَارْجِعُوا إِلَى اللَّهِ** اور **وَأَمَّاكُمْ أَن يَكُونُوا قُفَرَاءَ يُغْنِيهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ**۔

ترجمہ: اپنی قوم کی بیوہ عورتوں کے نکاح کر دیا کرو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے بھی اگر نیک ہوں (تو نکاح کر دیا کرو) اگر وہ مُفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اُن کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔

اگر کہا جائے کہ اس آیت میں بیوہ عورتوں کو نکاح کر دینے کا حکم ہے، کنواری لڑکیوں کے لیے حکم نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر بیوہ سیدہ اس خطاب میں شامل ہے تو غیر شادی شدہ سیدہ کے لیے ممانعت کہاں سے ثابت ہو رہی ہے؟ وہ تو بدرجہ اولیٰ نکاح کر دینے کی مستحق ٹھہرتی ہے۔ جس بھی خاندان کی لڑکی کو بٹھا دیا جائے اور عدم کفایت کی زنجیر میں جکڑ کر عمر بھر کے لیے زندانِ تمہائی میں دھکیل دیا جائے تو اس کے نتائج بہت بُرے نکلتے ہیں اگر ایسی لڑکی سے گناہ سرزد ہو جائے اور وہ خواہشاتِ نفسانی سے مجبور ہو کر گناہ کرتی رہے تو اس کا گناہ حدیثِ مذکورہ کے مطابق والدین کو ہوگا، نہ کہ لڑکی کو۔

اس آیت میں واقع لفظِ ایامی جمع ہے اور اس کا واحد ایام ہے اور ایام کا اطلاق مرد اور عورت دونوں پر ہوتا ہے، عورت خواہ یا کرہ ہو یا شیبہ۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایام کا لفظ صرف بیوہ کے لیے آتا ہے۔ یہ غلط ہے۔ چنانچہ عربی کا مشہور اور مُتَشَدِّدُ لِسَانِ الْعَرَبِ لکھتا ہے: الْاَيَمُ مِنَ النِّسَاءِ اُنْتِ لَا زَوْجَ لَهَا بَكْرًا اَوْ ثِيْنًا وَمِنَ الزَّجَالِ الَّذِي لَا امْرَاةَ لَهُ۔

گویا لفظِ ایام کی مختصر تعریف یہ ہوئی کہ لَا زَوْجَ لَهُ سِوَاهُ كَسَانِ ذَكَرًا اَوْ اُنْثٰی کہ وہ عورت یا مرد جس کا زوج (جوڑا) نہ ہو۔ قرآن مجید کی اس آیت سے واضح ہو گیا کہ افرادِ خانہ میں لڑکیاں ہوں یا لڑکے، غلام ہوں یا لونڈیاں اُن سب کے نکاح کر دینے چاہئیں۔ پھر اُن کو حواِ امر ہے اور امر و جواب کے لیے آتا ہے، گویا تمام افرادِ خانہ کے نکاح کرنا واجب ہیں۔ اس میں کسی خاندان کی تخصیص نہیں، یہ حکم ہر مسلمان خاندان اور افرادِ خاندان کے لیے ہے، جو لڑکی اور لڑکا خود کسی جگہ شادی نہ کرنا چاہے اور عمر بھر کنوارا رہنا چاہے تو یہ اُس کی مرضی ہے

جس میں جبر نہیں کہ وہ ضرور ہی نکاح کرے۔ مگر باوجود عدم عذر کے بلاوجہ نکاح نہ کرنا سنتِ نبویہ کے خلاف ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: النکاح من سستی یعنی نکاح میری سنت ہے۔ اسی طرح جان بوجھ کر بلا عذر سنت ترک کرنے والے کے لئے کہا گیا کہ فمن رغب عن سستی فلیس منی یعنی جس نے میری سنت کو (تقاروت اور نفرت کی وجہ سے) چھوڑ دیا، اُس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ہاں جو لڑکا یا لڑکی غلام یا لونڈی نکاح کرنا چاہتے ہیں، مگر ان کے مالک یا اولیاء اُس نکاح میں حائل ہو رہے ہیں، اُن کو حکم دیا گیا ہے کہ تم نکاح میں حائل نہ ہو: فلا تعصلوہن ان ینکحن ازواجہن (القرآن) پس اولیاء کو عورتوں کے نکاح کے سلسلے میں اُن کی مرضی کے خلاف کوئی قدم خلافِ شرع نہیں اٹھانا چاہیے بلکہ تمہارے جو افرادِ خاندان نکاح کرنا چاہیں، اُن کی پسند کے مطابق کراؤ، کیوں کہ زندگی اُنہوں نے گزارنا ہے، اِس لیے وہ اپنے لیے بہتر جوڑے کا انتخاب کر سکتے ہیں۔

برِ صغیر کے سادات کی غلط فہمیاں

ہمارے پاک و ہند میں تعلیمی فقدان کے باعث بعض سادات عجیب و غریب طرح کی غلط فہمیوں کا شکار ہیں اور اپنے بارے میں کچھ ایسے نظریات قائم کیے بیٹھے ہیں کہ اُن کا ثبوت قرآن و سنت میں نہیں ملتا۔ مثلاً یہ کہ وہ تو سید ہیں اور دوسری تمام اقوام کے افرادِ اُمتی ہیں، اُن کے نزدیک لفظِ اُمت کا اطلاق سید خاندان پر نہیں ہو سکتا۔ اُن کا یہ اندازِ فکر انتہائی غیر منطقی اور قرآن و سنت کی تعلیمات سے یکسر محرومی کے سبب ہے، ورنہ یہ بات شرعاً طے ہے کہ جو اُمتِ مصطفیٰ نہیں،

لے باب رغب در عقب کا صلا گرا لئی آئے تو میلان آتو، بہت کرنے کی لازاری کے ساتھ سوال کرنے کا معنی دیتا ہے، جیسے الزواعون الی اللہ اور جب اس کا صلہ عن آئے تو نوگرانی یا امراض ہفتا کا معنی دیتا ہے، جیسے حدیث مذکورہ بالا میں ہے۔ نصیر

وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہونے کے باعث کافر و زندقہ ہے، بلکہ علمائے کرام کے نزدیک کفار بھی اُمتِ دعوت میں شامل ہیں۔ مومنین، اُمتِ اجابت ہیں، مگر اُن کو سمجھائے کون؟ اگر کوئی شرعی دلیل پیش کرتے ہوئے سمجھانے کی کوشش کی جائے تو نشہ نسب میں دھت اس طرح کے سادات یہ کہہ کر خاموش کرانے کی سعی کرتے ہیں کہ شریعت اور قرآن و سنت ہمارے گھر کی چیز ہیں۔ ہمارے مولا ﷺ پر قرآن نازل ہوا، تم کون ہو جو ہمارے گھریلو معاملات میں دخل دینے کی کوشش کر رہے ہو۔ قرآن و سنت کو تم زیادہ سمجھتے ہو یا ہم کہ یہ سب کچھ جن کے گھر کی چیز ہے۔ مولانا جائی نے ایسے تارکین احکام شریعتہ سادات کے لیے یہ شعر کہا تھا۔

اولادِ نبی کہ نیست بر راوِ نبی

چوں آئیے منسوخ کلام اللہ است

یعنی رسالت مآب ﷺ کے خاندان سے منسوب وہ اولاد جو آپ کی شریعت کی پابند نہیں یا اپنے آپ کو اس پابندی سے مستثنیٰ سمجھتی ہے، تو اُس کی مثال قرآن مجید کی اُس آیت جیسی ہے جو شاملِ قرآن تو ضرور ہے، مگر بہ لحاظِ عمل منسوخ ہے۔ عا وہ ازیں بطور مثال بعض سادات کا یہ عقیدہ کہ ہم بخشے بخشائے ہوئے لوگ ہیں، تکلیفِ شریعت سے آزاد ہیں۔ اچھا کریں، بُرا کریں، قیامت کے دن ہم سے اس بارے سوال نہیں ہوگا۔ اعلیٰ ترین نسب رکھنے کے سبب دوسری تمام مسلمان اقوام سے ہم افضل ہیں۔ اُن کی بیٹیاں تو ہم اپنے نکاح میں لا سکتے ہیں، مگر ہماری بیٹیاں اُن پر حرام ہیں، یہ خیالات قطعاً غلط اور خلافِ شریعت ہیں۔ راقم الحروف خود بھی سید گھرانے کا ایک فرد ہے اور یہاں جو کچھ بھی تحریر کیا جا رہا ہے، وہ محض اخلاص اور سادات

کی خیر خواہی پر مبنی ہے۔ مخالفین جب ایسے غیر شرعی اور خود ساختہ مفروضات پر تنقید کرتے ہوئے قبیح شریعت اکابر سادات پر بھی گستاخی کا جھاڑو پھیرتے ہوئے گزر جاتے ہیں تو افسوس ہوتا ہے۔ لہذا ہم یہاں جو کچھ لکھ رہے ہیں وہ سراسر اصلاح اور نیک نیتی پر مشتمل ہے اور اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر چھوڑتے ہیں۔ میں نے جن سادات کے جن نظریات اور خوش فہمیوں کا ابھی ذکر کیا ہے، سنی سنائی باتوں سے زیادہ ان کا تعلق میرے ذاتی مشاہدے اور تجربات سے ہے۔

صاحبِ سبعِ سنابل کا مرتبہ

آئیے اب ہم ایک جلیل القدر ہستی کی عبارت مع ترجمہ و تجزیہ نقل کرتے ہیں جو نہ صرف ایک سید گھرانے کا چشم و چراغ ہے بلکہ اکابر علماء و صوفیاء بھی اس کی شخصیت کے مجمع الصفات اور جامع الفضائل ہونے کے معترف ہیں۔ اُس ہستی سے میری مراد حضرت سید میر عبدالواحد بگڑائی ہیں جن کے حق میں حضرت مولانا احمد رضا خان بریلویؒ یوں گویا ہوئے۔

اللہ اللہ عز و شان و احترام بگڑام عبد واحد کے سبب جنت ہے نام بگڑام
آسمان عینک لگا کر ہر دمہ کی دیکھ لے جوہ انوار حق ہے صبح و شام بگڑام
روزِ عرس آوارگانِ دشتِ غربت کے لیے من و سلویٰ ہیں مگر خُبز و اِدام بگڑام
مشہور چشتی بزرگ حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ نے بھی حضرت میر سید عبدالواحد بگڑامیؒ کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ یہ تفصیل میں جانے کا وقت نہیں، ورنہ ہم اُن کی شخصیت اور اُن کے بارے میں عظمائے ملت کے وہ الفاظ نقل کرتے جو انہوں نے موصوف کے مَلُو منزلت کے سلسلے میں کہے ہیں۔ میر بگڑائیؒ سب رسالت مآب ﷺ کی فضیلت بھی بیان فرماتے ہیں

مگر اس کے ساتھ ان سادات کے باطل نظریات کا ردِ بلیغ بھی فرماتے ہیں، جو قرآن و سنت کی تعلیمات کے سراسر معارض ہیں۔ یہاں ایک واقعہ کا ذکر خالی از عبرت نہیں جسے میر سید عبدالواحد بلکرائی نے اپنی تصنیف سیح سنابل میں یوں تحریر کیا ہے۔

سیح سنابل میں مذکور ایک عبرت آموز واقعہ

نقل است کہ چوں خواجہ جہاں خواجہ معین الحق والدین قدس سرہ در مقام جمہیر رسید۔ روزے در محلے گشتہ بود کہ آنجا دو بت نگے ایستادہ بودند، یکے بصورت مرد و دوم بصورت زن، در آں وقت راجہ بدیدن خواجہ آمد، خواجہ گفت تو کیستی؟ گفت کہ دریں ولایت راجہ منم۔ پرسید کہ چوں آمدی؟ گفت بدیدن پائے مبارک شما۔ فرمود اے راجہ! شما ایں بیٹان سنگینی را بمعوجہ دیت می پرستید، بیچ مشکل از ایشان می کشید یا مددے و معونے زوئے می نماید۔ راجہ گفت کہ جملہ اشیاء مظاہر نور اُوست و در پردہ ہر مظهرے ظہور اُو، و ما ایں مظهر را وسیلہ ساختہ توجہ بر ظہور حق داریم۔ خواجہ فرمود اگر در مظهر سنگ متوجہ بظہور حق می باشید، سنگ را بصورت مخلوقے برائے چہ می تراشید و انسان کہ مظهر ظہور روح القدس است اگر اُو جادے را پرستد از خود غافل است، خود را ضائع می کند۔ راجہ ساکت شد۔ خواجہ آں بت را کہ صورت مرد داشت، بخواند و گفت ای غلامے شادی؟ اُو گفت لبتیک، فرمود بیا، اُو بیامد، باز آں بت را کہ صورت زن داشت، گفت ای لکھمی! کینزک! اُو گفت لبتیک، گفت پیشتر بیا، اُو نیز بیامد۔ ہر دور اُپر رسید کہ ایں کا فراں شما را بصدق و اخلاص می پرستند و عقد محبت و اخلاص بر شما بستند، شما از ایشان خوشنود، مستید یا نہ؟ گفت اے خواجہ! اگر سنگ ہا را زبان بودے برایشاں خاک لعنتھا

ریختندے واگر پائے فرار بودے در خرابہ گریختندے۔ مخدوما! آنچہ خداوند تعالیٰ در کلام خود فرمودہ است کہ وقودہ الناس والحجارة ان ناس عابدان ما يستندون تجارہ ما لم کہ بہ سبب پرستش ایشان ہمیزم دوزخ گشتہ ایم۔ مخدوما! بعضے سنگہارا ازیں حسرت ہمیشہ گریہ وزاریست و از باطن ایشان چشمہ ہائے آب جاری و بعضے را ازیں ندامت جگر با خون است کہ ازاں لعل و جواہری بند و بعضے را ازیں پشیمانی آتش در باطن است کہ از زخم آہن بروں می آید و بعضے سنگہا خود گداختہ نمک گشتہ اند۔ اے برادر! جانکجہ جمادرا از عبدہ خود چندیں رنجش باشد قیاس باید کرد علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ را از گروہ منقصلہ چہار رنجش و ایذا میرسد کہ ایشان اُورادر بعضے عقائد از دارۃ عہدیت بیرون می برند و معلوم است کہ ہر کس کہ داغ خلقت دارد اُورایندہ بودن ناگزیر است۔

ترجمہ: منقول ہے کہ جب خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی اجمیر میں پہنچے ایک دن آپ ایک ایسی جگہ تشریف فرما تھے جہاں پتھروں سے بنے ہوئے دو بت نصب تھے ایک مردانہ اور ایک زنانہ شکل میں تھا۔ اس دوران اجمیر کا راجہ زیارت خواجہ کے لیے حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا تو کون ہے؟ عرض کی میں اس علاقے کا راجہ ہوں۔ پوچھا کیسے آنا ہوا؟ عرض کی آپ کی زیارت کرنے۔ آپ نے فرمایا اے راجہ! تم جو پتھروں سے بنے ہوئے ان بتوں کو معبود سمجھ کر پوجا کرتے ہو کیا ان کے ہاتھوں تمہاری کوئی مشکل بھی حل ہوتی ہے یا کسی قسم کی مدد امداد بھی تمہیں پہنچتی ہے؟ راجہ نے کہا کہ دنیا کی تمام اشیاء اللہ تعالیٰ کے نور کی مظہر ہیں اور ان تمام مظاہر میں اُس کا ظہور ہے۔ ہم ان مظاہر کو وسیلہ بنا کر ظہور حق پر توجہ رکھتے ہیں۔ خواجہ خواجگان نے فرمایا کہ اگر تم پتھر کو مظہر سمجھ کر ظہور حق کی طرف متوجہ

ہوتے ہو تو پھر پتھر کو انسانی شکل میں کیوں تراشتے ہو اور وہ انسان جو اپنے وجود کے اعتبار سے خود روح القدس کے ظہور کا مظہر ہے، اگر وہ ایک جماد (پتھر) کو پوجے تو وہ اپنے سے غافل ہوا اور اپنے آپ کو ضائع کر رہا ہے۔ یہ سن کر راجہ خاموش ہو گیا۔ خواجہ اجیئر نے مرد کی صورت والے بت کو اشارہ فرما کر اپنی طرف بلا کر فرمایا اے غلام! خوش ہے؟ اُس نے عرض کی جی ہاں۔ فرمایا ادھر آ۔ وہ آگیا۔ پھر دوسرے بت کو بلایا، جس کی صورت عورت کی تھی، اُس سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے لکھمی! اے لونڈی! اُس نے عرض کی، لبتیک، یعنی میں حاضر ہوں۔ فرمایا اور نزدیک آ۔ وہ آئی پھر دونوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ کافر لوگ تمہیں کمالِ صدق و خلص سے پوجتے اور تم سے خاص محبت اور عقیدت رکھتے ہیں، کیا تم اپنے ان پجاریوں سے خوش ہو کہ نہیں؟ ان دونوں بتوں نے جواباً عرض کیا کہ حضرت! اگر پتھروں کو زبان مل جاتی تو وہ اپنے ان پجاریوں پر لعنت بھیجتے اور اگر بھاگ جانے کے لیے انہیں پاؤں ملتے تو یہاں انوں کی طرف نکل جاتے۔ اے ہمارے مخدوم! قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے وَقَوْذَهَا النَّاسُ وَالْحَجَارَةُ کے جواہر فرمائے ہیں اِس آیت میں لَفِظِ النَّاسِ کے مستحق وہی لوگ ہیں جو ہماری پوجا کرتے ہیں اور الحجارة سے مراد ہم ہیں جو اپنے پجاریوں کے اس عمل پرستش کے سبب دوزخ کا ایندھن بنے ہوئے ہیں۔ اے ہمارے مخدوم اور ہماری جائے پناہ! بعض پتھروں پر اسی حسرت کی وجہ سے ہمیشہ رونا اور چلانا طاری رہتا ہے اور اُن کے اندر سے پانی کے چشمے بہتے رہتے ہیں اور بعض کے جگر اس ندامت سے خون ہو چکے ہیں کہ اُس سے لعل و جواہر بنتے ہیں اور بعض اسی پشیمانی کی بدولت آگ میں پھنک چکے ہیں کہ اُن کے زخموں سے لہا برآمد ہوتا ہے اور

بعض پتھر پکھل کر نمک ہو چکے ہیں۔

اے برادر! جب جمادات اپنے پُجاریوں سے اس قدر غمگین ہیں تو غور کا مقام ہے کہ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو اُن مَفْضِلہ سے کس قدر غم اور تکلیف پہنچتی ہوگی کہ وہ اپنے بعض عقیدوں میں آپ کو بندوں کے دائرہ سے علیحدہ شمار کرتے ہیں، حالانکہ یہ بات طے ہے کہ جس کسی پر مخلوق ہونے کا داغ لگ چکا، اُسے بندگی کے سوا چارہ نہیں (انتہی) بقول بیدل

چہ ممکن است رودای بندگی ز جبین زمین فلک شود و آدمی خدا نہ شود
مذکورہ واقعہ سے حاصل شدہ نتائج

اس واقعہ سے بہت سے نتائج اخذ ہوتے ہیں، پہلا یہ کہ صوفیائے کرام نے ہر دور میں اپنے فرائض منصبی کس خوبی سے انجام دیئے اور بالخصوص حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجیرئیؒ نے نائب رسول ﷺ ہونے کے ناتے کس مستعدی اور کیسی حکمت عملی سے سرزمین ہند میں جو کفر و شرک کا مرکز تھی، توحید و رسالت کے چراغ روشن فرمائے۔ رع
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

دوسرا یہ کہ خواجہ اجیر کو قرآن و سنت کے اتباعِ کامل کی بدولت وہ مقامِ عالی و تصرفِ روحانی حاصل ہو گیا تھا کہ اگر سید الورای علیہ السلام نے نکرہ یوں کی زبان سے کلمہ جاری کروایا تو حضرت خواجہؒ نے آپ کی نیابت میں جامد و ساکت مہتوں کو ایک اشارے سے اپنے پاس نہ صرف بلایا، بلکہ اُن سے سوال و جواب بھی کیا۔ علمائے ظاہر اور علمائے باطن (صوفیاء) میں یہی فرق ہے اور بلاشبہ

یہ بہت بڑا فرق ہے۔

تیسرا یہ کہ خواجہ اجیڑ جیسا سچا اور راسخ العقیدہ موجد اور بندہ مومن اگر پتھروں کی زبان سے اقرار حق اور اعلان توحید کرانا چاہے، تو وحدہ لا شریک دوسرے انسانوں میں اسے ممتاز کرنے یعنی کرامت و امتیاز دینے کے لیے ناممکن کو بھی ممکن کر دیتا ہے۔ کام کا ظہور ہر چند اس بندہ مومن کے ہاتھ پر ہوتا ہے، مگر کرنے والا قادرِ مطلق خود ہوتا ہے، بندہ نہیں۔ کرامتِ اولیاء کا صحیح مفہوم یہی ہے۔

چوتھا یہ کہ مشرکین کے نزدیک بھی اصنام وسیلہ ہیں، اصلی داتا نہیں۔ لہذا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ پھر اولیاء، انبیاء اور اصنام میں کیا فرق ہوا؟ کیوں کہ بت پرست اصنام کو اور بعض اہل عقیدت انبیاء اور اولیاء کو بھی یہ طور وسیلہ پیش کر کے قاضی الحاجات سے اپنی حاجات طلب کرتے ہیں۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ اصنام مخلوق کے تراشیدہ ہیں، جو بے روح اور بے شعور ہیں، جب کہ انسان ایک بت سخی، مگر اللہ تعالیٰ کا تراشیدہ ہے۔ الذی خلقک فسواک فعدلک فی ائی صورتہ ما شاء۔ رنجبک کے مراحل سے گزرا ہوا ہے۔ یہ اعزاز اصنام کو حاصل نہ ہو سکا اور پھر یہ انسان ایسا بت ہے یا اس کی وہ صورت ہے کہ بقول حضرت گونڈوئی مع بے رنگ و سہ اس مُورت تھیں

اس کی تخلیق پر خالق نے خلقتِ بیدہی کے الفاظ فرمائے اور پھر یہ کہ اس کی روح نہیں مرتی اور جس پر مرنا نہ ہوا اُسے یہ طور وسیلہ بارگاہِ ایزدی میں پیش کرنا خلافِ عقل نہیں۔ معترضین نے لفظِ بت کا اطلاق صوفیاء پر بھی کیا اور یوں اپنی بھڑاس نکالی۔

معترض کو حضرت گنج شکر کا مسکت جواب

چنانچہ شیخ الشیوخ، فرید الحق والدین حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر ایک محفل میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک شخص دروازے سے داخل ہوتے ہی کہنے لگا کہ اے فرید! تو یہاں بت بن کر بیٹھا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ آنے والے تیرے ساتھ ادب و احترام کے حوالے سے وہ سلوک کرتے ہیں جو بتوں کے ساتھ اُن کے پجاری کیا کرتے ہیں۔ گویا اُس نے حضرت پر یہ فقرہ طعنا کسا۔ آپ نے نہایت نرمی سے اُسے جواب دیا کہ ”من نساختم ام خدائے تعالیٰ ساختہ است“ کہ اے معترض! تو اگر مجھے بت کہہ رہا ہے تو جان لے کہ یہ بت میں نے خود نہیں بنایا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے میرے اس بت کو خود گھڑا ہے۔

سبحان اللہ! کیا محفل پر مغز اور مسکت جواب ہے۔

حضرت خواجہ اجیر می اور دو بتوں کے درمیان جس مکالمے کا ابھی ہم نے ذکر کیا اور جس میں بتوں نے اپنے پجاریوں سے ہمہ قسمی بیزاری کا رونا رویا، وہ مخالفین روحانیت کے لیے خلاف عقل ضرور ہے، لیکن ناممکن و محال نہیں۔ بتوں کو پوجنے اور انہیں معبود بنالینے کا گناہ پجاریوں کے سر ہے۔ اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اضلال کی نسبت اصنام کی طرف کرتے ہوئے فرمایا تھا: رَبِّ اِنَّهُمْ اضِلُّونَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ کہ اے میرے رب! ان بتوں نے تیرے اکثر بندوں کو گمراہ کر دیا ہے۔

مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ اصنام، اضلال یعنی گمراہ کرنے کا محض سبب بنے۔ ایسا نہیں کہ یہ

خود لوگوں کو بلا کر اپنی عبادت پر مجبور کرتے ہیں، بلکہ لوگ خود ایسا کرتے ہیں۔ اسی بات کو سلطان العارفین، شہنشاہِ اقلیم تصوف حضرت سلطان ابوسعید ابوالخیرؒ نے اپنی ایک رباعی میں یوں بیان فرمایا ہے۔

خواہی کہ کسے شوی، زہستی کم گن ناخوردہ شراب وصل، مستی کم گن
بازلف بہتاں دراز دتی کم گن بُت را چہ گنہ، تو بُت پرستی کم گن

رباعی کا مفہوم یہ ہے کہ اگر تو کچھ ہونا چاہتا ہے تو اپنی ہستی کو گھٹا۔ وصل کی شراب پے بغیر مستی نہ دکھا۔ حسینوں کی زلفوں سے نہ الجھ۔ اس میں بُت کا کیا گناہ ہے؟ تو اُسے پوجنا چھوڑ دے۔ چوں کہ ہدایت اور ضلالت دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں، جیسا کہ من یہدیہ اللہ فلا مضلّ لہ و من یضللّ فلا ہادی لہ اس پر گواہ ہے۔ پس جب وہ کسی کے لیے گمراہی چاہتا ہے، تو اُسے ماسوا کی پرستش کی طرف مائل کر دیتا ہے، چنانچہ پُجاریوں کی نگاہ میں اصنام معبود بن جاتے ہیں اور ان کو ذاتِ الہی کا مظہر بنا کر بتوں کی زبان سے یہ کھلاتے ہیں۔

ہر ذرّہ پہ فضلِ کبریا ہوتا ہے اک چشمِ زدن میں کیا سے کیا ہوتا ہے
اصنام دبی زباں سے یہ کہتے ہیں وہ چاہے تو پتھر بھی خدا ہوتا ہے
مگر پُجاریوں اور اصنام کا یہ سارا فلسفہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔

خلاصہ بحث

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ اصلِ مَحَقِّ عبادت صرف وہ ذاتِ بے ہمتا و یکتا ہے

جوسارے جہانوں کی خالق ہے اور اضماع اور حضرت اجیرؑ کے درمیان جو مکالمہ ہوا، اصل بات وہی ہے کہ اضماع بھی اپنی پوجا سے بیزاری و برأت کا اظہار کرتے ہیں۔ اگر الفاظ سے یہ اس بیزاری کا اظہار نہیں کر سکتے تو زبانِ حال سے یہی کچھ کہتے ہیں اور یہ کہ اضماع ہوں یا انسان دونوں اپنے معبود ہونے سے برأت کرتے ہیں۔ معبود و معبود اور لائقِ عبادت نہ ہونے میں اضماع اور انسان برابر ہیں، مگر انسان میں اتنا فرق ضرور ہے کہ اس کے نیک اعمال اور پرہیزگاری کے سبب بارگاہِ ایزدی میں اُسے بطور وسیلہ پیش کیا جاسکتا ہے، لیکن ایک حد تک وسیلہ بنائی جانے والی شخصیت کے ساتھ آدابِ انسانی و اخلاقی کے دائرے میں رہتے ہوئے سلوک روا رکھنا ہوگا۔ یہ نہیں کہ اُسے بھی وسیلہ کی آڑ میں درپردہ معبود کا درجہ دے دیا جائے اور اُس سے بھی وہ عقائد وابستہ کر لیے جائیں جو صرف خاصہ ذاتِ باری تعالیٰ ہیں۔ انبیاءِ علیہم السلام، اولیائے کرام اور پھر قرآن و سنت نے ایسی اندھی عقیدت سے بھی سختی سے منع کیا ہے۔ جب اہلِ محبت عقیدت کی رد میں ہمہ کر شریعت کی حدود پھلانگنے لگتے ہیں، تو قرآن و سنت کا محافظ گروہ ان کے خلاف آواز بلند کرتا ہے اور انہیں حدودِ شریعت کی پاسداری اور تحفظ کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ ایسے ہی مقام پر بعض تنگ نظر اور مفرط اہلِ عقیدت ایسا کہنے والوں کے خلاف بدعقیدگی کے فتوے داغ دینے کو اپنی عقیدت کا لازمہ قرار دیتے ہیں، جو کہ سراسر غلط ہے۔

جمہد بننے کی شرائط

ہم یہ نہیں کہتے کہ ائمہ مجتہدین کے بعد قیامت تک کے لیے دروازہ اجتہاد بند ہو گیا

ہے اور یہ کہ اُمت کے کسی اور فرد کو اجتہاد فی المسائل کی شرعاً اجازت نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں، بلکہ دروازہ اجتہاد قیامت تک کے لیے کھلا ہے، مگر یہ بھی نہیں کہ ہر ایرا غیر اٹھ کر اجتہاد کی مشد پر متمسک ہو جائے، بلکہ اس کے بھی کچھ اصول اور ضوابط ہیں۔ جو فرد اُمت ان شرائط پر پورا اُترے، وہ اجتہاد فی المسائل کرنے کا مجاز ہے۔ چوں کہ ہر دور کے بدلتے ہوئے تقاضے انسان کو اجتہاد کی دعوت دیتے ہیں اور اس کے بغیر کوئی چارہ کار بھی نہیں، اس لیے ضروری ہے کہ علمائے اُمت میں سے جو قرآن و حدیث اور جملہ علوم ضروریہ پر یدِ طولیٰ رکھتے ہیں، وہ عصری مسائل اور پیش آمدہ معاملات کا شرعی حل قوتِ اجتہاد سے کریں۔

اُئمہ مجتہدین محسنین اُمت ہیں

غیر مقتدین کی بعض تصانیف دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ یہ دُرست ہے کہ انہیں بھی اپنی رائے کے اظہار کا حق ہے، مگر بعض لوگوں نے اپنی تحریرات میں جس بھونڈے انداز میں اُئمہ اربعہ کے اجتہاد کا مذاق اُڑایا ہے اور اسے وقتی ضرورت سے تعبیر کیا ہے، یہ طرزِ فکر بھی محض جھگ نظری اور حسد و بغض اور مرتبہ اجتہاد سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ مسائل کے حل کا واحد ذریعہ سنتِ نبویہ ہے، مگر ذخیرہ احادیث اس قدر زیادہ ہے اور پھر اُن کے رُواۃ کی چھان پھٹک کے مسائل اتنے مشکل ہیں کہ ہر کس و نا کس اُن کو کامیابی سے طے نہیں کر سکتا۔ لہذا چند ایسے ذہنوں کا وجود ضروری ہے جو ان تمام علمی مراحل سے بہ وقتِ نظر گزر سکیں۔ غیر مقلدوں کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ فقہاء نے تمام مسائل اپنی ذاتی رائے اور قیاس سے وضع کیے ہیں۔ اگر یہ لوگ قرآن و سنت کے لیے اتنے مخلص ہیں تو کیا ہمارے

فُقہائے سلفِ مخلص نہ تھے؟ جس مسئلہ پر قرآن مجید کی واضح نص موجود ہے، فقہاء نے اس سے براہِ راست حکم اخذ کیا اور اُس میں کسی نے کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں کی، بلکہ ایسا کرنے کو کفرِ صریح کہا۔ ہاں وہ مسائل جن کا قرآن مجید میں حل نہیں ملا، اُسے احادیثِ نبویہ یا پھر قول و تعاملِ صحابہؓ سے حل کرنے کی کوشش کی۔ اگر وہاں بھی اُس کا حل نہ ملا، تو پھر قرآن و سنت پر مجموعی غور و فکر کرنے کے بعد اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اجتہاد کیا اور اُمت کے لیے اُن پیش آمدہ مسائل کا حل ڈھونڈا۔ یہ دُرست ہے کہ ائمہ مجتہدین کے کسی قول یا فیصلے کا انکار کفر نہیں اور نہ یہ کہ جو لوگ کسی امام مجتہد کے مقلد نہیں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں، مگر اتنا ضرور ہے کہ جن مسائل کا حل ائمہ نے ذاتی اجتہاد سے پیش کیا، اس کے مقابلے میں غیر مقلد حضرات کے پاس کیا حل ہے اور اس حل کا اخذ کیا ہے؟ اگر کوئی حدیث ہے تو پھر اُس حدیث کو اُن ائمہ نے قبول کیوں نہیں کیا؟ جو صحابہؓ کے دور سے بالکل قریب تھے۔ آخر اس حدیث کے راوی میں کوئی نہ کوئی خرابی تو ہوگی، جس کی بنا پر ائمہ نے اُسے سند نہیں مانا۔ یہ تو ممکن نہیں کہ موجودہ ذخیرہ احادیث ائمہ اربعہ کی نظر سے تو نہیں گزرا، البتہ آج کے غیر مقلدوں کی اُس سارے ذخیرہ احادیث پر گہری نظر ہے۔ ائمہ مجتہدین کی رائے اور قیاس پر مبنی فیصلہ جات کو محض اُن کی ذہنی اختراع کہہ کر زور جانا یا اُن کے مقلدین کو یہ باور کرانے کی سعی کرنا کہ وہ قرآن و سنت کے مقابلے میں اپنی ذاتی آراء اور قیاسات حل مسائل کے لیے پیش کیا کرتے تھے۔ یہ اُن کی پاکیزہ نیتوں پر شک کرنے اور اُن پر افتراء باندھنے کے مترادف ہے۔ ایسے تمام علمی مباحث کتابوں میں موجود

ہیں، جنہیں ایک ذی علم قاری پڑھ کر خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ اُن کو قرآن و حدیث اور لغت پر کس قدر عبور حاصل تھا اور اُنہوں نے بعض مقامات پر جہاں قیاس اور رائے پر فیصلے صادر فرمائے ہیں، وہ کس قدر معقول ہیں؟ ہم یہ نہیں کہتے کہ اُن کا انکار کنندہ بے دین اور زندیق ہوگا، مگر ہم اتنا ضرور کہیں گے کہ پھر ایسے تمام فیصلہ جات کا نعم البدل اُن حضرات کے پاس کیا ہے جو ائمہ فقہ کے ان فیصلوں کو تسلیم نہیں کرتے۔

مسئلہ کفایت کی مثال

مثال کے طور پر احناف کے نزدیک نکاح کے لیے کفایت ضروری ہے، مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ جہاں کفایت نہ پائی جائے وہاں نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔ فقہائے احناف نے اس طرح کی شرائط بطور احتیاط رکھی ہیں کہ زوجین کے درمیان کسی قسم کی تلخی اور فساد یا ذہنی و معاشی ناہمواری کے سبب زونا ہونے والے ممکنہ واقعات جنم نہ لے سکیں۔ معترضین کا یہ کہنا کہ فقہاء نے اُمت کو مختلف طبقات میں تقسیم کر دیا اور اسلامی مساوات کے نظریہ کو توڑنے کے لیے طبقاتی اُونچ نیچ کی داغ بیل ڈالی اور مساوات اسلامیہ کا شیرازہ بکیر کر رکھ دیا۔ یہ سب غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اُن کے نزدیک ایک حد تک مکلفہ چاہے وہ کسی اُونچے سے اُونچے خاندان سے تعلق رکھتی ہو یا کسی کمتر خاندان سے منسوب ہو، وہ اپنے نکاح کے سلسلے میں خود مختار ہے اور جہاں چاہے کسی بھی مسلمان سے نکاح کر سکتی ہے۔

بعض سادات کرام اور اُن کے تملق شعائر مفتیان علم الانساب اور فقہ کے تمام مسئلہ اصولوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے یہ موقف اپنائے ہوئے ہیں اور اس کی عام تشریح کر رہے ہیں

کہ قریش تو قریش، غیر فاطمی بنو ہاشم بھی سیدہ کے کفو نہیں ہیں۔ تو اس موقفِ نا درست کے سبب اُن پر چند جواب طلب اعتراض کیے جاتے ہیں، جس کا جواب اُن کے بس کا روگ ہی نہیں۔

چند جواب طلب اعتراضات

اُن کے اس دعویٰ کے مطابق تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی سیدہ فاطمہ کے کفو نہیں بنتے، کیوں کہ آپ مطلقاً خاندانِ بنو ہاشم کے فرد ہیں۔ تو پھر کیا اُن کے نزدیک اُن کے درمیان ہونے والا نکاح غیر کفو میں ہوا؟ اگر غیر کفو میں ہوا، تو پھر اُنہیں یہ حقیقت بھی تسلیم کرنا پڑے گی کہ سیدہ کے نکاح کی ابتداء ہی غیر کفو میں نکاح سے ہوئی، جیسا کہ سیدہ فاطمہ اور سیدنا علی المرتضیٰ کے نکاح سے ظاہر ہے۔ تو اس بنا پر بعد میں آنے والی سیداتِ فاطمیہ کے لیے غیر کفو میں نکاح کے جواز کا ثبوت موجود ہوا، پھر خواہ مخواہ سیدہ کے غیر کفو میں عدمِ جوازِ نکاح کے اعلانات اور فتویٰ بازی سے کیا فائدہ؟ جب کہ اس کے جواز کا ثبوت سادات کے اُس اولین گھر ہی میں پایا جاتا ہے، جس گھرانے سے لہسی نسبت ہی قیامت تک پیدا ہونے والے سادات کی سیادت کا موجب ہے اور اگر جنابِ سیدہ فاطمہ کا نکاح کفو میں ہوا تو پھر بنو ہاشم کو سیداتِ فاطمیہ کا غیر کفو کہنے کی کیا جھجکتی ہے؟ لہذا اُن حضرات کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ بنو ہاشم ساداتِ فاطمیہ کے نہ صرف کفو ہیں، بلکہ یہ ایک ہی گھرانہ ہے۔ ان قلیل المطالعہ سادات اور ان کے وکیل مفتیان نے سادات اور بنو ہاشم کو آپس میں غیر کفو قرار دے کر فتنی اصولوں کو پائمال کرنے کے علاوہ حضرت گولڑوئی کے

نقطہ نظر کی واضح مخالفت کی ہے، کیوں کہ جب بنی ہاشم پر حرمت صدقاتِ فرضیہ سے متعلق آپ سے سید حسین شاہ صاحب نے سوال کیا تو آپ نے بحوالہ فقہ حنفی اُس کے جواز کا فتویٰ دیا اور وجوہِ جواز بھی تحریر فرمائیں۔

اس میں مزید قابلِ غور امر یہ ہے کہ سوال کنندہ سید حسین شاہ صاحب کو بھی معلوم تھا کہ ساداتِ دراصل بنو ہاشم ہی سے نسبی تعلق رکھتے ہیں اور پھر حضرت گولڑوئیؒ نے بھی اس کی تردید نہ فرمائی، ورنہ آپ لکھ دیتے کہ سید صاحب! آپ کا ایک الگ نام اور الگ خاندان ہے۔ جس کا بنو ہاشم سے کوئی تعلق نہیں یا سادات پر بنو ہاشم کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ لہذا آپ کا یہ سوال بنو ہاشم کے بارے میں تو ہو سکتا ہے، سادات کے بارے میں نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت گولڑوئیؒ کی نظر میں عرفِ عام میں سید کہلانے والے اور بنو ہاشم ایک ہی چیز تھے۔ چنانچہ آپ نے سید حسین شاہ صاحب کو بنو ہاشم ہی کا ایک فرد قرار دے کر اُن پر بنو ہاشم کے نسبی اطلاق کو درست تسلیم کرتے ہوئے استفتاء کا جواب مرحمت فرمایا، کیوں کہ کتبِ فقہ میں بنو قاطمہ کے لیے علویات یا بنو ہاشم کے علاوہ کوئی دوسرا لفظ استعمال نہیں ہوا، جو اُن کے الگ تشخص پر دال ہو۔ چنانچہ کتبِ فقہ میں علویات سے سیدنا علیؑ کی وہ تمام اولاد مراد لی جاتی ہے، جو سیدہ فاطمہؑ کے بطنِ پاک سے ہو یا آپؐ کی دوسری ازواج سے، پھر یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ انبیاء اور مرسلین کا مرتبہ سب سے بلند ہوتا ہے، یہاں تک کہ اُن کے اپنے گھر کے افراد میں سے کوئی بھی فرد اُن کے اُس مُفَوَّضِ مِنَ اللّٰهِ مقام و مرتبہ کا کفو نہیں ہو سکتا۔ البتہ نسب اعتبار سے تمام افرادِ خانہ نبی و مرسل

۱۔ مرتبہ ص 569، طبع قسم سنہ طبع 1991ء، ۲۔ چنانچہ فتویٰ لکھ دیا کہ عبارتِ استفتاء میں ہاشمیت کا لفظ سیدات سے پہلے تحریر ہے جو اس پر دال ہے کہ سیدنا صل میں ہاشمی ہی ہیں نیز مولانا غلام محمد گھولویؒ نے باعتبار نسب لفظ ہاشمی کا اطلاق خود حضرت گولڑوئیؒ پر کیا۔ ملاحظہ ہو: مرتبہ ص 5، فصل 11، ص 305، طبع سوم سنہ طبع 1976ء۔

کے ہم کفو ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس دوسری وجہ کفایت کے سبب سیدہ فاطمہؓ کا جناب علیؓ سے نکاح ہوا اور حضرت عثمانؓ کے نکاح میں یکے بعد دیگرے حضور ﷺ کی دو صاحبزادیاں آئیں۔ اگر حضور ﷺ کے رتبہ اور منصب نبوت کو معیار کفایت بنایا جائے تو انبیاء و مرسلین کے بغیر آپ ﷺ کا کوئی شخص ہم کفو نہیں ہو سکے گا۔

ثابت ہوا کہ منصب نبوت پر قائل ہونے کے باوجود اُمت کے افراد پر نبی کی بیٹیاں برائے نکاح حلال اور جائز ہیں۔ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کا جو مرتبہ بھی ہو وہ بہر حال دوسرے افراد اُمت کی طرح آپ ﷺ کی اُمت کے فرد بھی ہیں اور تاریخ شاہد ہے کہ نبی علیہ السلام نے اپنی اُمت کے مذکورہ بالا دو افراد کے نکاح میں اپنی بیٹیاں دی تھیں۔ اگر ایک نبی کی بیٹی اُمت کے کسی فرد پر حلال ہو سکتی ہے، جب کہ وہ اُمتی اُس نبی کے ایک کلمہ گو غلام کی حیثیت رکھتا ہو تو پھر جناب فاطمہؓ کی اولاد یعنی سیدات کو افراد اُمت پر حرام کہنے یا سمجھنے پر کون سی شرعی دلیل موجود ہے؟ یہاں دو صورتیں سامنے آتی ہیں کہ یا تو یہ کہا جائے کہ حضور ﷺ نے مرتبہ نبوت کے اعتبار سے افراد اُمت یعنی جناب علیؓ اور جناب عثمانؓ کے نکاح میں اپنی صاحبزادیاں دیں۔ تو اس اعتبار مرتبہ کے مطابق یہ ہر دو حضرات حضور ﷺ کے کفو نہیں تھے، لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے غیر کفو کے ان دو حضرات کو اپنی لڑکیاں بیاہ دیں۔ تو اس سے غیر کفو میں سیدات کے نکاح کے جواز کا ثبوت پایا جائے گا یا پھر یہ کہا جائے کہ حضور ﷺ نے نسبی کفایت کے اعتبار سے ان ہر دو حضرات سے اپنی صاحبزادیوں کے نکاح کئے تھے۔ تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ بنو ہاشم اور قریش حضور ﷺ کے کفو ہیں، جب کہ

حضرت علیؓ بنو ہاشم کے فرد اور حضرت عثمانؓ اموی قریشی تھے۔ لہذا یہ دونوں خاندان حضور ﷺ کے کفو ہیں۔ اگر یہ دونوں خاندان یعنی بنو ہاشم اور قریش حضور ﷺ کے کفو ہو سکتے ہیں، جیسا کہ اوپر واضح کیا گیا تو پھر یہ خاندان آپ کی صاحبزادیوں کی اولاد یعنی ساداتِ فاطمیہ کے کفو کیونکر نہیں ہو سکتے۔ اس پر کوئی دلیل؟

مخالفینِ نکاح مذکور کی اہم دلیل

بعض کم فہم غیر کفو میں نکاحِ سیدہ کے عدم جواز پر ایک حدیث بطور دلیل پیش کرتے ہیں اور عدم جوازِ نکاح کی علتِ سیدہ کا اصطفا اور امتیاز ٹھہراتے ہیں، حالانکہ یہ استدلال بسلسلہ نکاح غلط ہے۔ وہ حدیث یہ ہے: **إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ اسْمَاعِيلَ وَاصْطَفَى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ۔** ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کنانہ کو چننا اور بنو کنانہ سے قریش کو چننا اور قریش سے بنو ہاشم کو چننا اور بنو ہاشم سے مجھے چن لیا۔

حدیثِ واصطفانی پر بحث

یہاں اس حدیث سے متعلق چند ابحاثِ ملاحظہ ہوں۔

چوں کہ ان لوگوں کے نزدیک حدیثِ ہذا کے مطابق قریش دوسری اقوامِ عرب سے اور بنی ہاشم قریش سے اور پھر واصطفانی کے تخصیصی لفظ سے بنو فاطمہ ان سب سے افضل ہیں۔ لہذا افضل مقصود کا کفو نہیں ہو سکتا۔ پس ان کے درمیان مناکحت جائز نہیں، کیوں کہ غیر کفو میں نکاح

کرنے سے صاحبِ فضیلت خاندان کی توہین اور ہتک ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ عقیدہ یا نقطہ نظر قطعاً غلط اور خلافِ منشاءِ حدیث و فقہِ احناف ہے۔ جیسا کہ امام ابنِ ہمام، قاضی خان، صاحبِ ہدایہ اور دیگر اکابر فقہاء کی عبارات اور حوالوں سے یہ موقف عنقریب ثابت کیا جائے گا کہ بنو فاطمہ، بنو ہاشم، بنو عباس، بنو امیہ، بنو عقیل، بنو جعفر، صدیقی، فاروقی، عثمانی اور علوی یعنی اعوان اور دنیا میں بسنے والے وہ تمام خاندان جن کا نسبی رشتہ مذکورہ بالا خاندانوں سے ملتا ہے، یہ تمام آپس میں کفو ہیں اور بسلسلہ نکاح ان میں تفاضل کا کوئی اعتبار نہیں اور اکفاء میں فقہ حنفی کے مطابق نکاح کا حکم بھی بیان کر دیا جائے گا۔ واضح ہو کہ حدیث مذکورہ کے آخری جملہ واصطفانی من بنی ہاشم میں اصطفی سے مراد بہ اعتبارِ خصائل حمیدہ آپ کا اصطفا اور انتخاب ہے نہ کہ بہ اعتبارِ مرتبہ نبوت و دیانت اور تقوی و صالحیت۔ یہ امر متفق علیہ ہے کہ آپ خصائلِ حمیدہ کے اعتبار سے تمام بنو ہاشم، قریش اور سارے عرب و عجم پر کُلّی فضیلت رکھتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ واصطفانی کے اس تخصیص لفظ سے ہرگز یہ مراد نہیں لی جاسکتی کہ آپ ﷺ کا مرتبہ نبوت پر فائز ہونے کے بعد اپنی قوم قریش یا بنو ہاشم سے سلسلہ انقطاع پذیر ہو گیا، کیوں کہ نبوت و رسالت کے اس منصب پر فائز ہونے کے بعد بھی آپ کے اس قوم و خاندان سے ہونے کی صراحت خود آیاتِ قرآنیہ میں موجود ہے۔ جس سے انکار موجبِ کفر ہے۔ ارشاد ہوا: وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ”اپنے قریب ترین عشیرہ کو ڈرائیے“۔ عشیرہ کا لفظ عربی زبان میں انسان کے باپ کی طرف سے قریبی رشتہ پر مشتمل جماعت کے لیے بولا جاتا ہے، کیوں کہ ان سے انسان کثرتِ عدد حاصل کرتا ہے۔ گویا وہ

اُس کے لیے بمنزلہ عد و کمال کے ہیں اور پھر عشیرہ کا عدد ہی کامل ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے: وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ یعنی عورتیں اور خاندان کے آدمی۔ لہذا عشیرہ، انسان کے رشتہ داروں کی اُس جماعت کو کہتے ہیں جن سے انسان کثرت اور قوت حاصل کرتا ہے۔

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت محولہ میں عشیرتک میں واقع خطاب سے واضح فرمادیا کہ آپ کا عشیرہ موجود ہے جو ہم جد ہونے میں بلحاظ نسب آپ کے برابر ہے کہ عشیرتک الاقرین کے مراد اول بنی ہاشم اور تمام بطون قریش ہی ہو سکتے ہیں نہ یہ کہ اَنْذِر کے خطاب میں مُنْذِرِین اہل بیت النبی ہی ہیں۔ لہذا سادات اور ان کے ہمواؤں کو حدیث واصطفائی کے علاوہ ایک اور حدیث شریف بھی پیش نظر رکھنا ہوگی جس میں اہل بیت کے بارہ ائمہ پر بنی ہاشم کے بجائے صرف لفظ قریش کا اطلاق کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت گولڑوئی شیعہ سے متعلق چند سوالات کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ”آنحضرت ﷺ کے بعد بارہ اماموں کا ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے سنا کہ بارہ امیر ہوں گے (اکلا کلمہ وہ نہ من سکے تو اُن کے والد نے بتایا کہ آپ نے فرمایا سب کے سب قریش سے ہوں گے)

دعوت تطبیق

معترض سادات اور ان کے ہمواؤں کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ ان مذکورہ ہر دو احادیث میں تطبیق پیدا کرتے ہوئے وجہ تطبیق بھی بیان کریں۔

اول الذی کہ حدیث میں قریش پر بنو ہاشم کو فضیلت دی گئی اور بنو ہاشم پر خود کو چوں کہ

۱۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مفردات القرآن از امام رافع اصنافی

۲۔ تذاویر مرتبہ، ص ۱۴۵، طبع سوم، سنی جماعت ۱۹۸۸ء

سیدہ فاطمہ زہراؑ اور آپ کی دوسری صاحبزادیاں اور صاحبزادے آپ کی صلیبی اولاد ہیں۔
لہذا اگر بقول مخالفین واصطفانی کی تخصیص کا اعتبار نہی اس معاملے میں بھی لیا جائے تو
حسن و حسینؑ و سیدہ فاطمہؑ و زینہؑ و غیر ہم دیگر بنو ہاشم سے افضل ٹھہرے اور قریش تو پہلے
ہی اس حدیث کے مطابق بنو ہاشم سے کم درجہ رکھتے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں اس فضیلت کا مفہوم سمجھایا جائے، جس کی بنا پر
اولاد اسمعیل سے بنو کنانہ اور بنو کنانہ سے قریش اور قریش سے بنو ہاشم کو افضل قرار دیا گیا۔ کیا یہ
فضیلت من حیث المرتبہ ہوگی یا من حیث النسب؟ اگر اس فضیلت کو من حیث المرتبہ کہا جائے تو
کیا ایسی فضیلت فاضل اور مفضول طبقہ کے مابین نکاح کی مشروعیت پر اثر انداز ہو کر اسے
نامشروع بنا سکتی ہے؟ اگر بنا سکتی ہے تو پھر اس پر کوئی شرعی دلیل اور اگر اس فضیلت کو
من حیث النسب لیا جائے تو کیا بنو ہاشم، قریش، بنو کنانہ اور اولاد اسمعیل ہم جدا اور ہم نسب
نہیں؟ اگر کہا جائے کہ نہیں، تو پھر اس کا کوئی تاریخی ثبوت؟ اس لیے کہ حدیث محولہ میں
وُلِدَ اسْمَعِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ سے لے کر واصطفانی تک کے تمام مختلف الاسماء خاندان اولاد اسمعیل
ہونے کے اعتبار سے مشد النسب قرار دیئے گئے ہیں۔ تو حدیث مذکور میں بیان کردہ اس
نسب اشتراک و اتحاد کے باوجود ان تمام کے درمیان عدم کفایت کی ناقابل قبول منطق
کو کس دلیل کی بنا پر تسلیم کیا جائے؟ جب کہ کتب فقہ میں کفایت کے چھ مراتب میں ایک
درجہ نسب کا بھی موجود ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی بتایا جائے کہ آخر کس بنا پر حدیث محولہ میں مذکورہ
خاندان ایک طرف ترقی اور دوسری جانب تترل یافتہ قرار دیئے گئے؟ نیز یہ کہ حضور علیہ السلام

نے واصطفانی کے اعتبار سے بنو ہاشم اور قریش کو خود مفضول ٹھہرا کر انہی مفضول خانوادوں کے افراد سے اپنی دخترانِ پاک نمد کے نکاح بھی فرما دیئے آخر ایسا کیوں ہوا؟ بندہ عنقریب دلائلِ قاہرہ سے ثابت کرے گا کہ جو لوگ اس معاملہ میں نظریہ ضرورت یا خاصہ رسول ﷺ کا قول بطور محجت پیش کرتے ہیں، اُن پر واضح ہو کہ یہ اُن کا خود ساختہ خاصہ اور نظریہ ضرورت ہے۔ اگر وہ اپنے دعویٰ میں صادق ہیں تو اُن پر لازم ہے کہ وہ اسے ائمہ مجتہدین کے اگر کسی قولِ مختار سے نہیں تو کم از کم صرف کسی قول ہی سے ثابت کر دکھائیں۔

اسی طرح جو لوگ واصطفانی کی حدیث کو اہل بیت کے بنو ہاشم سے افضل ہونے پر بطور دلیل پیش کرتے ہیں، اُن پر واضح ہو کہ مؤخر الذکر حدیث میں بارہ ائمہ اور خلفاء کے لیے بنو ہاشم کے بجائے علامتِ نسب کے طور پر صرف لفظِ قریش وارد ہوا ہے۔ اب ایک قاری اہل بیت کے خلفاء (مثلاً حضرت علیؓ اور امام حسنؓ) کو محذوٰہ بالا ہر دو احادیث کے تاظر میں بنو ہاشم کے افراد سمجھے یا صرف قریش کے، کیوں کہ مؤخر الذکر حدیث مرویہ بخاری میں واقع لفظِ قریش اُن بارہ اماموں کے نسب کی نشاندہی پر بولا گیا، جن میں دو خلفاء سیدنا علیؓ اور سیدنا امام حسنؓ بھی شامل ہیں، جن کا شمار بلاشبہ فاطمی خاندان کے مورثانِ اعلیٰ میں ہوتا ہے۔

حدیثِ لُحْدَا کے حوالے سے موجودہ ساداتِ فاطمیہ کو حضور ﷺ کے اس واضح ارشاد کی تعمیل میں یہ سلسلہ نسب اپنے اسماء کے ساتھ سید کے بجائے صرف قریشی کا لفظ لکھنا اور بولنا چاہیے، کیوں کہ حضور ﷺ نے یہ لفظ اُن کے آباء و اجداد امام حسنؓ، امام حسینؓ، امام زین العابدینؓ،

امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ وغیرہم کے لیے بطورِ علامتِ نسب ارشاد فرما کر تخصیص کر دی، لہذا جو نسب باپ کا ہو وہی اولاد کا ہونا چاہیے۔

کچھ مفاد پرست، کم علم اور کاسہ لیس مولویوں نے ساداتِ قاطبیہ کو ان تاریخی حقائق سے آگاہ کرنے کی کبھی جرأت نہیں کی یا پھر ایسے سطحی الذہن مفتیوں اور مولویوں کے اپنے دماغ ان علمی موشگافیوں کے لائق ہی نہیں۔

دعوتِ فیصلہ

ایسے حضرات بندہ کی پیش کردہ ان ہر دو احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے مفتی کملانے کے حوالے سے بہ دلائل قویہ اپنا فیصلہ دیں کہ سید کا لفظ جو ایک الگ قومیت کے وجود کو ظاہر کرنے کے لیے ہمارے عُرف میں مُستعمل ہے، کیا حضور کی کسی حدیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ آپ نے سید یا سادات میں سے کوئی لفظ من حیث القوم بہ طورِ علامتِ نسب کسی خاندان کے لیے تجویز فرمایا ہو؟ اگر کوئی مُستند ثبوت موجود ہو تو سامنے لایا جائے تاکہ اُسے بہ طورِ حُجّت پیش کرتے ہوئے ساداتِ بنو فاطمہ پر من حیث القوم لفظِ سید کے اطلاق کو تسلیم نہ کرنے والوں کے اس ایک مستقل اور لایسحل اعتراض کا جواب دیا جاسکے۔ اب اس سلسلے میں فقیر اپنی تحقیق پیش کرتا ہے۔

قابلِ غور تحقیق

میری تحقیق اور مطالعہ کے مطابق اہل بیت کے بارہ ائمہ و خلفاء کا نسب بنو ہاشم یا پھر قریش ہونا تو ضروری بھی ہے اور ثابت بھی، مگر کسی حدیث میں بنو فاطمہ کے لیے من حیث القوم

اور پھر وہ بھی بطور علامتِ نسب سید یا سادات میں سے کسی ایک لفظ کا بھی ثبوت نہیں ملتا۔
لہذا بندہ کے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محولہ بالا ہر دو احادیث کے مطابق بنو فاطمہ
قریشی ہاشمی ٹھہرے اور ان کا اصلی نسب صرف یہی ہے کیوں کہ ان کے مورث اعلیٰ جناب
علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہاشمی تھے اور پھر خود حضور ختمی مرتبت نے ایک جنگ میں
رجز یہ شعر پڑھتے ہوئے اپنے متعلق فرمایا تھا: اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ، اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ
گویا آپ نے اپنے مطلبی ہونے پر فخر کا اظہار فرمایا، کیوں کہ عبدالمطلب بن ہاشم آپ کے
دادا تھے۔ لہذا ہاشم یعنی حضور ﷺ کے پردادا کی اولاد ہاشمی کہلائی اور خود ہاشم نسباً قریشی تھے
تو اس طرح ہاشمی قریشی بھی ٹھہرے۔

بندہ کی نظر ان تمام احادیث پر بھی ہے جن میں حضرت فاطمہ زہراؑ حضراتِ حسنین کریمین
رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور خود حضور ﷺ نے اپنے لیے لفظ سید فرمایا، علاوہ ازیں اپنے چچا کے لیے
سید القہداء کے الفاظ بھی فرمائے یا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے لیے لفظ سید العرب
استعمال فرمایا۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ ان تمام مقامات پر لفظ سید کا استعمال اعزازاً ہے
نہ کہ نسباً۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ سید یا سادات کوئی الگ قوم نہیں، بلکہ ان کا اصلی نسب ہاشمی
یا پھر قریشی ہے، البتہ متاخرین نے بنو فاطمہ پر لفظ سید کا اعزازاً استعمال کیا، جو کہ رفتہ رفتہ
علامتِ نسب بن کر مستعمل ہونے لگا اور اس خاندان کے افراد کو سید سادات اور شریف کے
الفاظ سے تعبیر کیا جانے لگا، جس سے عوام الناس نے یہ سمجھا کہ سید کوئی الگ قوم ہے حالانکہ
ایسا ہرگز نہیں، بلکہ یہ خاندان از روئے علم الانساب والفقه والاحادیث صرف قریشی اور ہاشمی

ہے۔ اب لفظ سید سے متعلق ذرا تفصیلاً چند ایسی احاث کا ذکر کیا جاتا ہے، جن سے بعض ذہنوں میں پیدا ہونے والے اشکالات رفع ہو سکتے ہیں۔

لغت، قرآن اور احادیث کے آئینہ میں لفظ سید کے مفہیم و مقامات اطلاق

بندہ نے سابقاً عرض کیا کہ لفظ سید کسی الگ قوم کا نام نہیں، جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ اب اس لفظ سے متعلق چند احاث ملاحظہ ہوں۔ عربی کے تمام مُشتد لغات میں اس کی مختلف تعریفات ملتی ہیں۔ سب سے مُشتد، جامع اور مشہور مجموعہ لغت لسان العرب نے اس لفظ کے اُن معنوی پہلوؤں پر تفصیلاً بحث کی ہے، جو عرب کے ہاں رائج تھے۔ اس لفظ کے متعلق صحابہ و تابعین کی بیان کردہ تعریفات سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ اس لفظ کا اطلاق جس فرد پر بھی کیا جائے یا کیا گیا، وہ اُس کے اوصاف کی بنا پر سمجھا جائے، نہ یہ کہ اس لفظ کا کسی فرد یا خاندان پر اطلاق بحیثیت نسب بھی ہوایا ہو سکتا ہے۔ اگر یہ لفظ ہاشمی یا قریشی کی طرح کسی خاص خاندان کے ساتھ علامت نسب کے طور پر مختص ہوتا تو کفار اسی لفظ کو اپنی قوم کے بڑوں اور چوہدریوں کے لئے استعمال کرنے کے اُصولاً مجاز نہ ہوتے، لیکن ایسا ہوا۔

لہذا فقیر آئندہ اوراق میں اپنے مقام پر قرآن مجید سے اس کا ثبوت پیش کرے گا۔ چون کہ یہ لفظ عربی زبان کا ہے، لہذا سب سے پہلے بحوالہ لسان العرب وغیرہ مختصر اس کی تعریفات اور اس کے مقامات اطلاق کی تلخیص نذر قارئین کی جاتی ہے۔

لفظ سید کے معانی اور اس کے مصداق

اس لفظ کا اطلاق درج ذیل معانی پر ہوتا ہے۔ رب، مالک، فاضل، شریف، کریم،

حلم اور اپنی قوم کی ایذا کو برداشت کرنے والا رئیس۔ ابن شہیل کے نزدیک سید وہ شخص ہے جو دوسروں پر مالی رفع و نفع اور عقل و دانش میں فوقیت رکھتا ہو۔ حضرت عکرمہ کے نزدیک لفظ السید کا اطلاق اُس پر ہوگا جس پر غصہ اور غضب غالب نہ آئے۔ حضرت ثناء اللہ کے نزدیک سید کہلانے کا استحقاق اُسے حاصل ہے جو عبادت گزار، متوہج اور حوصلہ مند ہو، چوں کہ سیادت حقیقی یعنی کرم، ملکیت اور حلم جیسی تمام صفات کا ملکہ اللہ تعالیٰ میں پائی جاتی ہیں، اس لیے حضور علیہ السلام نے ازراہ انکسار و تواضع صحابہ کرام کے اس قول پر کہ آپ سید العرب ہیں، ارشاد فرمایا کہ السید ہُو اللہ کہ حقیقی سید تو صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ابو منصور کہتے ہیں کہ حضور نے بالمشافہ مدح کو پسند نہ فرمایا۔ انصار کے ایک قبیلے کے رئیس (حضرت سعد بن معاذ) کے مجلس میں آنے پر حضور نے اُن کی قوم سے فرمایا: فُؤمُوا الی سیدِ کُثم کہ اپنی قوم کے سردار کی تعظیم کے لیے اٹھو۔ (یہ حدیث ملاحظہ ہو مشکوٰۃ شریف کے باب القیام میں) علاوہ ازیں صاحب مشکوٰۃ نے بحوالہ مسلم شریف: اَنَا سَیِّدٌ وَلِیْدِ اَدَمَ وَلَا فُخْرَکِ حدیث درج کی۔ یہاں اسی حدیث کی تشریح سے متعلق مرقاۃ (شرح مشکوٰۃ) کی وہ عبارت پیش کی جاتی ہے جسے صاحب مرقاۃ نے لفظ سید کی تشریح کے تحت حاشیہ پر لکھا ہے۔

لکھتے ہیں: قال الهروی السید هو الذی یفوق قومہ فی الخیر وقال غیرہ هو الذی ینزع الہم فی الثواب والشدائد فیقوم بامورہم ویتحمل عنہم مکارہہم ویدفعہا عنہم خلاصہ عبارت یہ ہے کہ ہروی کے نزدیک سید وہ شخص ہے جو خیر خواہی اور نیکی کے اعتبار سے اپنی قوم پر گونے سبقت لے جائے اور ہروی کے غیر نے یوں کہا کہ اس لفظ کا

ہر اُس شخص پر اطلاق ہوگا جس کے سامنے لوگ اپنے دُکھوں اور مصیبتوں کے ہاتھوں پریشانی کا اظہار کریں اور وہ اُن کی مدد کے لیے اُٹھ کھڑا ہو اور اُن کی تمام تکالیف کو اپنے سر لے کر انہیں تکالیف کے بوجھ سے شُکد و ش کرنے کی سُنّی کرے۔

لفظ سید کی مذکورہ بالا تعریفات سے یہ بات واضح طور پر سامنے آگئی کہ اِس لفظ کا اطلاق عند العرب ہر اُس شخص پر کیا جاسکتا ہے یا کیا جائے گا جو صفاتِ ممتازہ اور اخلاقی عالیہ اور اقدارِ فائقہ کے اعتبار سے اپنے علاقے یا اپنی قوم میں امتیازی حیثیت اور مسلم شخصیت کے درجہ پر فائز ہو مثلاً جو لوگوں کے دُکھ اپنی جان پر لے کر انہیں دُکھ دے جو حاسدین اور دشمنوں کے جو رستم اور غیر مہذب برتاؤ کو خندہ پیشانی سے برداشت کرے۔ ذاتی مفادات پر دوسروں کے مفادات کو ترجیح دے، انتقام پر تدرت کے وقت عفو و درگزر کو ترجیح دے، کنجوسی اور بخل سے کام نہ لے، بلکہ ہر مقام پر سخاوت اور ایثار کا مظاہرہ کرے، غریبوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کے لیے اپنی کوششیں صرف کرے، امانت واپس کرے اور دیانتداری کا دامن نہ چھوڑے، کسی بھی شخص کو کسی قسم کا دھوکہ نہ دے، ہر آدمی سے خُسنِ سلوک کے ساتھ پیش آئے۔ چوں کہ مذکورہ تمام اُمور صفاتِ عالیہ کے ضمن میں آتے ہیں لہذا جو شخص بھی اِس قسم کی اور دیگر تمام صفاتِ عالیہ کا جس قدر مالک ہوگا، لوگوں کے نزدیک اُس کے مقامِ سیادت میں اُسی قدر اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ لفظ سید سے متعلق محولہ بالا تمام تعریفات کو سامنے رکھتے ہوئے جب ہماری نظر حضور ﷺ کے ارشاد: اِنِّیْ هٰذَا سَيِّدٌ پڑتی ہے تو جگر گوشہ بتول اور ولیدِ علی و رسول سیدنا امام حسن مجتبیٰ کی تصویر آنکھوں میں پھرنے لگتی ہے کہ اللہ اللہ اُس ذاتِ عالیہ

کا کیا مقام ہوگا جو اتنی آن گنت صفاتِ کاملہ کی حامل تھی اور جس کی انہی صفاتِ عالیہ کی بنا پر خود حضور علیہ السلام نے اپنی ہذا سید کے لافانی لقب اور اعزاز سے نواز کر اُس کی سیادت پر اپنی مہرِ تقدیقِ مثبت فرمادی کہ بے شک میرا یہ بیٹا سید ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ امام حسنؑ نے اپنے ساتھ پیش آمدہ ہر ناروا سلوک، مصائب و شدائد اور مخالفین و حاسدین کی طرف سے کیے جانے والے رکیک حملوں کو جس پامردی، خندہ پیشانی اور متانت کے ساتھ تادمِ آخر برداشت کیا، دنیا اُس کی نظیر لانے سے قاصر ہے ع

اے قاطمہ کے لال! یہ تیرا ہی کام ہے

سو بندہ یہ عرض کر رہا تھا کہ حضور علیہ السلام نے جو امام حسنؑ کو اپنی ہذا سید فرمایا، تو یہ بطورِ نسب نہیں فرمایا، بلکہ بطورِ لقب فرمایا اور لقب کسی وصف کا مظہر ہوتا ہے۔ جب کہ علم میں یہ بات نہیں ہوتی۔ چنانچہ سیدنا امام حسنؑ انتہا درجے کے کریم، سخی اور تمام قابلِ تعریف اوصاف کے حامل تھے۔ بناءً علیہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یقیناً میرا یہ بیٹا سید ہے۔ ساتھ ہی پیش گوئی بھی فرمادی کہ لعل اللہ یصلح بہ بین فئتين عظیمتين من المسلمین۔ لہذا آپؑ کا سید ہونا وصفاً اور لقباً ہے نہ کہ نسباً۔

لفظِ سید کے اطلاق کی ایک اور دلیل

اوصاف کے تحت کسی پر لفظِ سید کے اطلاق کی ایک اور دلیل ملاحظہ ہو۔ تفسیرِ خازن میں آیت سَيِّدًا وَ حَصْبَرًا وَ نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ کے تحت یوں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بنو سلمہ سے پوچھا کہ تمہارا سید (سردار) کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہمارا سید جد بن قیس

ہے، مگر وہ بہت ہی بخیل اور کنجوس ہے چنانچہ ہم اُسے بخل کی طرف منسوب کرتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا: وہ تمہارا سید نہیں، بلکہ تمہارا سید عمرو بن جوح ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے سخاوت کے وصف کی بنا پر عمرو بن جوح کو سید قرار دیا اور وصفِ بخل کی بنا پر جعد بن قیس کو سیادت اور سید کے عہدے سے ہٹا دیا۔

پس حدیثِ محمولہ بالا کی رو سے جس طرح لفظِ سید کا حضرت امام حسنؑ پر بطورِ تہنیت اطلاق ہوا، اُسی طرح اس لفظ کا بقیہ افراد مثلاً حضرت فاطمہؑ اور امام حسینؑ کی ذات پر اتنے اہتمام اور تہنیت سے اطلاق نہیں ہوا۔ اس کی مثال بالکل وہی ہے کہ قرآن مجید میں لفظِ خلیفہ کا جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام پر اطلاق کیا گیا، اُس طرح بقیہ انبیاء و مرسلین پر تہنیتاً نہیں ہوا، بلکہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہُ کہنے پر اکتفا کیا گیا۔ یہ دُرست ہے کہ تمام انبیاء و صفاء سید ہیں، مگر اس لفظ کا نصاً اطلاق صرف حضرت یحییٰؑ پر کیا گیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں سَيِّدًا وَ حَصُوْرًا وَ نَبِیًّا مِّنَ الظَّالِمِیْنَ کے واضح الفاظ اُن کی سیادت پر صریحاً دلالت کر رہے ہیں۔ اس اعتبار سے گویا حضرت یحییٰؑ علیہ السلام کی سیادت اور آپ کا سید ہونا قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ ہے۔ قرآن مجید چوں کہ نقل متواتر سے ثابت ہے، جو قطعی الثبوت کا درجہ رکھتی ہے اور پھر اس لفظ (یعنی سید) کی دلالت اپنے معنی پر بھی قطعی ہے، لہذا حضرت یحییٰؑ علیہ السلام پر لفظِ سید کا اطلاق قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ ہوا، بخلاف اَنَّا سَیِّدٌ وَ لِدَادُمْ یہ حدیث متواتر نہیں، بلکہ خبر واحد ہے، جو قطعی الثبوت کے درجے میں ہے۔ اسی طرح جن احادیث میں اہل بیت عظام پر لفظِ سید کا اطلاق ہوا، وہ بھی قطعی الثبوت نہیں، خواہ اُن کا معنی قطعی الدلالہ ہی کیوں نہ ہو، مگر اور

مصطلحاتِ حدیث کے یہ مسلمہ امور علمِ حدیث کے عالم پر واضح ہیں۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ اگرچہ تمام انبیاء علیہم السلام وصفِ سید ہیں، مگر قرآن مجید میں لفظِ سید کا نصاً اطلاق صرف سیدنا یحییٰ پر ہوا۔ اس کے باوجود ہم قرآن مجید کی بعض آیات سے حضور ﷺ کے سید ولدِ آدم ہونے کا استخراج و استنباط کر سکتے ہیں اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ آپ افضل الانبیاء سید البشر اور سید السادات ہیں۔

قرآن مجید میں لفظِ سید کے ایک اور مستعملہ پہلو کا ثبوت

بندہ نے بحوالہ لسان العرب جہاں لفظِ سید کے مختلف معانی ذکر کیے ہیں، وہاں اس کا ایک معنی رئیس قوم بھی مذکور ہوا، جسے ہمارے عُرف کے مطابق مطلق سردار یا وڈیرا کے الفاظ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ ایسے رئیس قوم کے لیے ضروری نہیں کہ وہ اپنی قوم کی سیادت کے منصب پر صفاتِ عالیہ مذکورہ کے تحت ہی فائز ہوا ہو، بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ ایسا شخص کثرتِ دولت اور محض اپنی قوتِ اقتدار کے زور پر جزا اپنے علاقہ یا اپنی قوم پر تسلط جمائے ہوئے ہو۔ قرآن مجید کی ایک آیت میں لفظِ سید بصورتِ جمع اسی مذکورہ مفہوم میں استعمال ہوا۔ آیت کریمہ یہ ہے:

وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكِبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَ۔ اس آیت سہار کہ کا ترجمہ پیش کرنے سے قبل اس سے پہلی دو آیات کا صرف ترجمہ پیش کیا جاتا ہے، تاکہ بات پوری طرح ذہن نشین ہو سکے۔

”ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی اور اُن کے لئے جہنم تیار کی، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور کسی کو اپنا دوست اور مددگار نہ پائیں گے۔ جس دن اُن کے چہرے آگ میں پھیرے جائیں گے، تو وہ کہیں گے اے کاش ہم اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت

کرتے اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سادات (یعنی کافر سرداروں) اور وڈیروں کی اطاعت کی (اور اُن کے کہنے پر چلے) پس اُنہوں نے ہمیں راستے سے بھٹکا دیا۔“ (انتہی)

مَحْمُولہ بالا آیہ مبارکہ میں واقع لفظ سادتنا سید کی جمع ہے اور اس کی جمع الجمع سادات آتی ہے۔ مذکورہ آیت میں سادتنا مطلق سردارانِ قوم کے معنی میں مستعمل ہوا، کیوں کہ اسی مفہوم کی تائید اس کے بعد کا لفظ کبرآءِ نا کر رہا ہے۔ جس کے معنی آسان اور سادہ زبان میں یہ ہوں گے کہ اے ہمارے رب! ہم سے تو ہماری قوم کے چوہدریوں اور وڈیروں نے اپنی اطاعت کروائی اور ہم آنکھ بند کر کے اُن کے ہر حکم اور نقطہ نظر کو تسلیم کرتے رہے۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ سید یا سادات کے الفاظ کے لیے بطور علامت نسب کسی قوم پر اطلاق کو ثابت کرنا جوئے شیر لانے کے برابر ہے۔ بالفرض اگر لفظ سید سے کوئی نسب خاص ہی مراد ہو کہ اس لفظ کا جس عبارت میں اور جہاں بھی تذکرہ ملے تو اُس سے ایک خاص خاندان یا نسب ہی کے لوگ مراد ہوں گے، تو پھر کیا آیہ محمولہ بالا میں وارد لفظ سادتنا سے موجودہ دور کے فاطمی سادات ہی مراد لیے جائیں گے؟ بندہ کے خیال کے مطابق کوئی بھی ذی شعور اور ذی عقل و دانش سید صاحب یا شاہ صاحب اس کے دائرۃ اطلاق میں خود کو شامل سمجھنے کے خواہشمند یا مدعی نظر نہیں آئیں گے، کیوں کہ اس آیت میں وارد لفظ سادتنا سے موجودہ سادات مراد ہیں ہی نہیں۔ اس لیے کہ یہ حضرات بحمد اللہ مسلمان ہونے کے ناتے حضور ﷺ کی اُمت میں داخل ہیں اور آیہ محمولہ بالا میں مذکور سادتنا سے مراد کافر اقوام

کے کافر سردار اور وڈیرے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اصل قوم اور شے ہے اور کسی قوم کے کسی فرد پر بر بنائے اوصاف لفظ سید کے اطلاق کی حیثیت اور شے ہے، کیوں کہ کسی پر کسی لقب کا اطلاق بر بنائے وصف کیا جاسکتا ہے۔ مگر یہ بات علم کے لیے ضروری نہیں ہوتی، کیوں کہ اسم اور مثنیٰ میں مناسبت کا ہونا شرط نہیں۔ علاوہ ازیں آیہ محکمہ بالا سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اگر کسی مسلم پر لفظ سید کا اطلاق لقباً جائز ہے تو بعینہ کسی کافر سردار پر بھی اُس کی قوم کے افراد اِس لفظ کا اطلاق کر سکتے ہیں، جیسا کہ اِس امر کا ثبوت آیہ محکمہ بالا سے پیش کر دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بلادِ عرب میں آج تک بھی غیر مسلم سربراہوں کے اسماء کے ساتھ سید کا لفظ مستعمل اور رائج ہے اور یہ بطور اعزاز ہے، یعنی جناب اور محترم کے معنی میں بولا جاتا ہے۔

اِنْ شَوَّهْدَ اَوْ رَقِيَ دَلَالٌ سِیَہِ بَات طے ہو گئی کہ بنو فاطمہ باعتبار نسب ہاشمی قریشی ہیں، البتہ اِن کے آباء پر چوں کہ لفظ سید بر بنائے اوصاف بولے جانے کا ثبوت احادیث میں ملتا ہے، لہذا لقباً اور اعزازاً اِس خاندان کے افراد کے لیے اِس لفظ کا استعمال جائز ہے، کیوں کہ اِن کے آباؤ اجداد کو اوصاف حمیدہ اور فضائل عالیہ کی بنا پر اِس لفظ کا اہل قرار دیا گیا، مگر اِس کے ساتھ ساتھ بندہ بصد معذرت دو پر حاضر کے تمام فاطمی سادات سے بشمول خود ملتیس ہے کہ ہم محض اِس روایتی انتساب پر فخر کرنے کے بجائے اِس لفظ سے ملقب ہونے کے حقیقی طور پر مستحق اور اہل بھی بنیں اور صرف پدرم سلطان بُود پر گزارا کرنے سے گریز کریں۔ جیسا کہ ملفوظاتِ مریہ میں حضرت گولڑوئی کا ایک ملفوظ موجود ہے۔ جس میں آپ نے ایک پیرزادہ کو نسب گھمنڈ سے منع فرماتے ہوئے نسب پر حسب کی فضیلت واضح فرمائی اور محض نسب

پر بھروسہ کرنے سے روکا۔

خلاصہ بحث یہ کہ بندہ کے نزدیک سیادت سے متعلق مذکورہ بالا تعریفات کے مطابق حضرت گولڑوئی ایسی ہستیاں ہی لفظاً و معنایاً اس اعزازی لقب یعنی سید سے ملقب ہونے کی اہل ہیں یا پھر وہ سادات اس لقب کے اہل ہو سکتے ہیں جو صوری و معنوی فضائل، خصائل، اوصاف حمیدہ اور ظاہری و باطنی کمالات کے اعتبار سے اپنی ذات کو عظیم المرتبہ اکابر اسلاف کی چلتی پھرتی تصویر صرف ظاہر ہی نہ کریں، بلکہ محسوس بھی کروائیں اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو ایسے سادات کو فقیر کا یہ مشورہ مفید رہے گا کہ وہ اس لفظ سید سے وابستہ خصوصیات کے فقدان کی صورت میں خواہ مخواہ اس کو اپنی ذات پر منطبق کرنے اور اس لفظ پر لڑنے مرنے کے بجائے اس سے گریز فرمائیں اور خود کو نسبتاً صرف قریشی یا پھر ہاشمی ہی ظاہر کرنے پر اکتفا کریں، ورنہ وہ اس صورت میں بدنام کنندہ ٹکونا مے چند کا مصداق ہی بن سکیں گے، جو کہ اُن کے عظیم المراتب اکابر سادات کے لیے موجب توہین ہے۔ اس لیے کہ صرف حَسَنی کھانا کچھ اور ہے اور حَسَنی حُسینی کمالات کا خود کو وارث ثابت کرنا کچھ اور ہے۔

کارمین کرام! لفظ سید و سادات کے معانی اور اُن کے مصداق پر سیر حاصل گفتگو کرنے کے بعد اب اصل مسئلہ کے اہم ترین پہلو یعنی کفو کے لفظ کی وضاحت کی جاتی ہے اور اس سلسلے میں پہلے چند اوراق مشہور محقق سکا لڈ سکوڑ و ہبۃ التوحیلہ کی کتاب الفقہ الاسلامی و أدلتہ سے پیش کئے جاتے ہیں دوبارہ اسی مسئلہ کو دیگر علمائے اسلام کی تحقیق کی روشنی میں بھی بیان کیا جائے گا، اس ٹکڑا کو ٹکڑا محض نہ سمجھا جائے، بلکہ ہر ٹکڑا میں

مسئلہ مانحن فیہ کا ایک دوسرا پہلو زیر بحث آئے گا تو نتیجہ نکلنے پر اس تکرار کا فائدہ معلوم ہوگا۔
وضاحت کُفُو برائے تقسیم مسئلہ کُفُو

الكفاءة لغة المماثلة والمساواة يقال: فلان كف فلان أي مساو له ومنه قوله ﷺ "المسلمون متكافأ دماءهم أي تساوى فيكون دم الرضيع منهم كدم الزفيع" ومنه قوله تعالى "ولم يكن له كفواً أحد" أي لا مثيل له۔

ترجمہ: کفاءة، نفعت میں تو برابری و یکسانیت کے معنی میں ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں کا کُفُو ہو گیا، یعنی اُس کے برابر ہو گیا۔ جیسا کہ حدیث شریف (رواہ احمد والتسائی و ابو داؤد عن علی کترم اللہ وجہہ) میں ہے۔ مسلمانوں کے خون متکافی ہیں، یعنی حرمت و حفاظت میں برابر ہیں۔ جس طرح کسی اونچے، معزز طبقے سے تعلق رکھنے والے مسلمان کا خون بہانا حرام ہے۔ اسی طرح غریب اور نچلے طبقے سے تعلق رکھنے والے مسلمان کا خون بہانا بھی حرام ہے اور جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ اُس (اللہ تعالیٰ) کا کوئی مثیل نہیں ہے۔

اسی طرح حنفی کی معتبر کتاب البحر الرائق میں ہے: الا کفاء جمع کفو بمعنی النظیر لغة والمراد ههنا المماثلة بين الزوجين في خصوص امور۔

ترجمہ: اِکفاء کُفُو کی جمع ہے۔ اس کے لغوی معنی نظیر اور مساوی القدر کے ہیں۔ اس مقام پر چند خاص امور میں زوجین کے درمیان مماثلت مراد ہے۔

فقہ حنفی کی ایک اور معتبر کتاب ہدایہ میں ہے: الکفاءة فی النکاح معتبرة قل عليه السلام

الا لا يزوج النساء الا الاولياء ولا يزوجن الا من الاكفاء ولا انتظام المصالح بين المتكافئين عادة لان الشريعة تاهي ان تكون مستفرشة للخسيس فلا بد من اعتبارها بخلاف جانبها لان الزوج مستفرش فلا تغيبه دناءة الفرائش۔

ترجمہ: کفایت نکاح میں معتبر ہے۔ رسالت مآب ﷺ کا ارشاد ہے۔ خبردار اولیاء کے سوا عورتوں کا نکاح کوئی نہ کرائے اور ان کا نکاح صرف اکفاء (کفو والوں) میں کرایا جائے اور اس لیے کہ نکاح کی مصلحتیں عموماً اُس وقت پایہ تکمیل تک پہنچ سکتی ہیں جب میاں بیوی مماثل ہوں، کیونکہ ایک شریف خاندان کی عورت کسی خسیس آدمی کے لئے حقوق زوجیت پیش کرنے سے انکار کرتی ہے، پس کفو کا اعتبار ضروری ہے، عورت کی جانب کے برعکس کہ خاوند اُسے لٹانے والا ہے۔ پس لیٹنے والی عورت کی خست نسب اُسے (خاوند کو) غضب ناک نہیں کرتی۔

تعریف کفو

احناف کے نزدیک کفو کا مفہوم یہ ہے کہ چند خاص امور میں مرد عورت کا ہم پلہ ہو ان امور کی تعداد چھ ہے۔ نسب، اسلام، پیشہ، حریت، دین، مال۔ نسب کے لحاظ سے ادنیٰ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مرد عورت کے خاندان اور قبیلے کے برابر خاندان اور قبیلے کا نہ ہو۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اشخاص دو قسم کے ہیں، عرب اور اہل عجم۔ پھر عربی بھی دو طرح کے ہوتے ہیں، قریشی اور غیر قریشی۔ اگر مرد قریشی اور عورت قریشیہ ہو تو دونوں ہم کفو شمار ہوں گے۔ اگرچہ اُن کے قبیلے مختلف ہوں مثلاً مرد نوفلی (بنو نوفل سے) اور عورت ہاشمیہ ہو۔

لفظ کفو کی بحث

جیسا کہ سطورِ سابقہ میں گزر چکا ہے کہ عربی لغت میں یہ لفظ برابری کے معنی میں آتا ہے۔ چنانچہ عرب کہتے ہیں: تَكَافَأَ الشَّيْئَانِ دونوں چیزیں برابر ہو گئیں۔ یہ اس کا بنیادی معنی ہے۔ الْكَفَاءَةُ فِي النِّكَاحِ اسی سے ماخوذ ہے، یعنی شوہر کا اپنی بیوی کے ساتھ حسب و نسب اور گھرانے میں برابر ہونا۔

اگر ایسا نہ ہو تو خاوند اور بیوی کی زندگی کئی الجھنوں کا شکار بن جاتی ہے اور عدم اطمینان کے باعث یہ رشتہ زیادہ دیر چل نہیں سکتا، بلکہ آخر کار ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لیے فقہائے اسلام نے کفو کو نکاح میں شرط رکھا ہے۔ جس کی مزید وضاحت عنقریب آرہی ہے اور جن علماء نے کفو کو تسلیم نہیں کیا، انہوں نے بھی دلائل دیئے ہیں۔ اب جاہلین سے دلائل ملاحظہ ہوں۔

غیر قائلین کفو کے دلائل

ان حضرات میں بھی بڑی شخصیات شامل ہیں۔ اس سلسلے میں پوری بحث ملاحظہ فرمائیں۔ مشہور محقق الذکور و ہبة الزخیلی، صاحب الفقہ الاسلامی وادلتہ تحریر فرماتے ہیں۔ ”وَأَمَّا آرَاءُ الْفُقَهَاءِ فِي اشْتِرَاطِ الْكَفَاءَةِ فَلَهُمْ رَأْيَانِ“

الرَّأْيُ الْأَوَّلُ: رَأَى بَعْضُهُمْ كَالْفُورِيِّ وَالْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ وَالْكَرْخِيَّ مِنَ الْحَفْصِيِّ: أَنَّ الْكَفَاءَةَ لَيْسَتْ شَرْطًا أَصْلًا وَلَا شَرْطَ صَحَّةٍ لِلزَّوْجِ وَلَا شَرْطَ لُزُومٍ فَيَصْخُ الزَّوْجُ وَيَلْزَمُ سِوَاءَ أَكَانَ الزَّوْجُ كَفُوزًا لِلزَّوْجَةِ أَمْ غَيْرَ كَفُوزًا وَاسْتَدَلُّوا بِمَا يَأْتِي۔

ترجمہ: اور بہر حال فقہاء کی رائے کفایت کے شرط ہونے کے بارے دو قسم کی ہے۔ پہلی رائے: یہ بعض فقہاء کی رائے ہے جیسا کہ حضرت سفیان ثوریؒ، حسن بصریؒ اور علمائے احناف میں سے امام کرخیؒ۔ ان کی رائے یہ ہے کہ نکاح کے معاملہ میں کفایت اصلاً شرط نہیں ہے نہ تو صحت نکاح کی شرط ہے اور نہ ہی لزوم نکاح کی۔ لہذا چاہے خاوند بیوی کا گنو ہو یا نہ ہو نکاح اگر ہو جائے تو وہ صحیح بھی ہوگا اور لازم بھی ہو جائے گا۔ ان فقہاء کے درج ذیل دلائل ہیں۔

دلیل اول

قوله ﷺ "الناس سواسية كأسنان المشط" لا فضل لعربي على عجمي إنما الفضل بالتقوى" فهو يدل على المساواة المطلقة وعلى عدم اشتراط الكفاءة ويدل على قوله تعالى "ان اكرمكم عند الله اتقاكم" وقوله تعالى "وهو الذي خلق من الماء بشرا" وحديث "ليس لعربي على عجمي فضل الا بالتقوى"

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا فرمان "لوگ باہم برابر ہیں کنگھی کے دندانوں کی طرح، کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت نہیں ہے، فضیلت تو بس تقویٰ کے سبب ہی ہے" پس یہ حدیث پاک مطلق مساوات پر دلالت کرتی ہے اور نکاح میں کفایت کے شرط نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے اور (اسی طرح) اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی (اسی موقف پر) دلالت کرتا ہے۔ "بے شک تم میں اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ تقویٰ والا ہے" اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان "اور اللہ وہ ہے جس نے پانی (نطفہ) سے بشر کو پیدا کیا" اور حدیث شریف "کسی عربی

کو عجمی پر فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب۔“

قارئین کرام! غیر قائلین کفو کے دلائل میں سے کچھ دلائل یہ تھے، باقی آگے آئیں گے۔ اب قائلین کفو کی طرف سے ان دلائل کے جوابات بھی ملاحظہ ہوں۔

قائلین کفو کی جانب سے جواب

وردة عليه بأن معناه أن الناس متساوون في الحرق والواجبات وأنهم لا يفاضلون إلا بالتقوى أما فيما عداها من الاعتبار الشخصية التي تقوم على اعراف الناس وعاداتهم فلا شك في أن الناس يتفاوتون فهناك تفاضل في الرزق والثروة "والله فضل بعضكم على بعض في الرزق" وهناك تفاضل في العلم يقتضي التكريم "يرفع الله الذين آمنوا منكم والذين أوتوا العلم درجات" وما يزال الناس يتفاوتون في منازلهم الاجتماعية ومراكزهم الدينية وهو مفتضى الفطرة الانسانية والشرعية لاتصادم الفطرة والاعراف والعادات التي لاتخالف اصول الدين ومبادئه۔

ترجمہ: (مندرجہ بالا دلائل غیر قائلین کفو) کا جواب اس طور پر دیا گیا کہ لوگوں کے برابر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سب انسان حقوق اور واجبات کے معاملہ میں برابر ہیں اور بے شک انہیں تقویٰ کے سبب ہی فضیلت ملی ہے۔ البتہ باقی شخصی اعتبارات کے سلسلہ میں ہر شخص کی حیثیت کے تعین کے لیے لوگوں کے مابین متعارف عرف و عادات کی بنیاد پر

بے شک انسانوں کے مابین فرق ضرور ہے۔ دیکھئے یہاں رزق اور دولت میں سب برابر نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کا اپنا فرمان ہے ”اور اللہ نے رزق کے معاملہ میں تم کو ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے“ اور ایسے ہی علمی برتری ہے جو اہل علم کی عزت و تکریم کا تقاضا کرتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ”بلند فرماتا ہے اللہ تم میں سے ایمان والوں کو اور علم والوں کو کئی درجے“ اور ہمیشہ اسی طرح ہوتا ہے کہ لوگوں کے درمیان اجتماعی مراکز اور ادبی منازل کے لحاظ سے فرق ہوتا ہے اور یہ فرق ملحوظ رکھنا فطرتِ انسانی کا عین تقاضا بھی ہے اور شریعت بھی فطرت، عُرف اور لوگوں کی اُن عاداتِ حسنہ کے ساتھ نہیں ٹکرایا کرتی، جو دین کے اُصول اور مبادی کے خلاف نہ ہوں۔

اب غیر قائلین شرط کفو کے مزید دلائل اور اُن کا جواب و رد قائلین کفو کی طرف سے ملاحظہ ہو۔

غیر قائلین کفو کی دلیل دوم

وَمَا بَلَا لَّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ خُطْبَ الْيَوْمِ مِنَ الْإِنصَارِ فَأَبْوَا أَنْ يَرْجُوهُ
فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ”قُلْ لَهُمْ أَنْ رَسُولُ اللَّهِ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَرْجُوْنِي“ أَمْرُهُمُ
النَّبِيُّ ﷺ بِالْتَزْوِيجِ عِنْدَ عَدَمِ الْكِفَاةِ وَلَوْ كَانَتْ مَعْتَبَرَةً لَمَّا أَمَرَ لَأَنْ التَّزْوِيجِ
مَنْ غَيْرِ كَفُوٍ غَيْرِ مَأْمُورٍ بِهِ وَيُؤَكِّدُهُ أَنَّ سَالِمَ مَوْلَى امْرَأَةٍ مِنَ الْإِنصَارِ زَوْجَةً
أَبُو حَذِيفَةَ مِنْ ابْنَةِ أَخِيهِ هِنْدَ بِنْتِ الْوَلِيدِ بْنِ عَتَبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَكَذَلِكَ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ
امْرَأَةً قَرِيشِيَّةً هِيَ فَاطِمَةُ أُخْتُ الضُّحَاكِ بْنِ قَيْسٍ رَهْمَى مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُولَى

ان تنزّوج اسامه قائلًا لها "انكحي اسامه" وروى الدار قطنی ان اخت عبد الرحمن بن عوف كانت تحت بلال ويدلّ له: ان اباهند حجم النبي ﷺ في اليافوخ فقال النبي ﷺ يا بني ياخذ انكحوا اباهند وانكحوا اليه۔

ترجمہ: (کُفو کے شرط نہ ہونے کو ثابت کرنے کے سلسلے میں حضور ﷺ کے عمل مبارک سے ثابت شدہ ایک حدیث شریف کہ) بے شک حضرت بلالؓ نے انصار کے ایک قبیلہ والوں سے اپنے لیے رشتہ مانگا تو انہوں نے رشتہ دینے سے انکار کر دیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ انہیں جا کر کہو کہ ”بے شک اللہ کا رسول تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم مجھ سے اپنی لڑکی بیاہ دو“ حضرت بلالؓ اور انصار میں عدم کفایت کے باوجود نبی کریم ﷺ نے انہیں نکاح کر دینے کا حکم فرما دیا اور اگر کفایت نکاح میں شرط معتبر ہوتی تو یقیناً آپ انہیں حکم نہ فرماتے۔ حدیث مذکور سے تو الٹا غیر کفو میں نکاح کرنے کا حکم ثابت ہو رہا ہے اور اس موقف کی مزید تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ایک انصاری عورت کے سالم نامی غلام کے ساتھ حضرت ابو حذیفہؓ نے اپنی بھتیجی کی شادی کر دی، جس کا نام ہند بنت ولید بن عتبہ بن ربیعہ تھا اور ایسے ہی نبی کریم ﷺ نے ایک قریش خاندان کی خاتون فاطمہ نامی جو خنک بن قیس کی بہن تھیں اور اسلام کی پہلی ہجرت کنندہ خواتین میں سے تھیں، کو حکم فرمایا کہ وہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کے ساتھ شادی کرے اور آپ نے فاطمہؓ اُختِ خنک کو بایں الفاظ حکم دیتے ہوئے فرمایا ”تو اسامہ کے ساتھ نکاح کر لے“ اور دارِ قطنی نے روایت کیا کہ حضرت عبدالرحمن

بن عوف کی بہن حضرت بلالؓ کی زوجیت میں رہیں اور اسی موقفِ بالا پر یہ دلیل بھی ہے کہ آپ کے ایک نیاز مند ابو ہند نے آپ کو سمجھنے لگائے یا فروغ میں۔ پس آپ نے فرمایا:

”اے بنو پیاضہ (خاندانِ والو)! تم ابو ہند کو رشتہ دے دو۔“ تو انہوں نے تعمیلِ ارشاد کرتے ہوئے ابو ہند کو رشتہ دے دیا۔

قائلین کفو کی جانب سے جواب

ورد علی الاحادیث بمعارضتها بأحادیث أُخرى تتطلب الكفاءة فكون محمولة
على الندب والافضل وبأن التسوية بين العرب وغيرهم إنما هو في احكام الآخرة
إما في الدنيا فقد ظهر فضل العربي على العجمي في كثير من احكام الدنيا۔

ترجمہ: غیر قائلین کفو کی پیش کردہ احادیث و امثلہ کا جواب اُن احادیث کے ساتھ دیا گیا، جن میں کفائت کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ پس اس لحاظ سے کفائت کو ثابت کرنے والی احادیث کو مُدْبِت اور افضلیت پر محمول کیا جائے گا کہ مندوب و افضل یہی ہے کہ کفائت کو ملحوظ رکھا جائے۔ اس لیے کہ عرب اور غیر عرب میں برابری احکامِ آخرت کے معاملات میں ہے دُنوی معاملات اور احکام میں بہت سے پہلوؤں سے عجمیوں پر عربیوں کی فضیلت ظاہر ہے۔

غیر قائلین کفو کی دلیل سوم

الدِّمَاءُ مُتَسَاوِيَةٌ فِي الْجَنَائِيَّاتِ، فَيُقْتَلُ الشَّرِيفُ بِالْوَضِيعِ وَالْعَالِمُ بِالْجَاهِلِ
فِيَقَاسُ عَلَيْهَا عَدَمُ الْكِفَاءَةِ فِي الزَّوْجِ فَإِنْ كَانَتْ الْكِفَاءَةُ غَيْرَ مَعْتَبَرَةً فِي الْجَنَائِيَّاتِ

فلا يكون معتبرة في الزواج بالاولىٰ۔

ترجمہ: سزاؤں اور تاوان کے معاملہ میں تمام خون برابر ہیں۔ پس کسی عام معمولی انسان کے قتل کے بدلہ میں اعلیٰ خاندان کے انسان کو قتل کیا جائے گا۔ اسی طرح جاہل آدمی کے قتل کے بدلے میں عالم کو قتل کیا جائے گا۔ پس اس سے نکاح کے معاملے میں عدم کفایت کو قیاس کیا جاتا ہے کہ اگر جنایات (تاوان) کے معاملہ میں کفایت کا اعتبار نہیں کیا گیا، تو نکاح کے معاملہ میں بطریق اولیٰ اس کا اعتبار نہیں ہے۔

قائلین کفو کی جانب سے جواب

ورد عليهم بأنه قياس مع الفارق لأن التساوي في القصاص في المسائل الجنایات إنما طلب لمصلحة الناس وحفظ حق الحياة حتى لا يتجرأ ذو الجاه أو التسبب على قتل من دونه ممن لا يكافئه، أما الكفاءة في الزواج فلتحقيق مصالح الزوجين من دوام العشرة مع المودة والالفة بينهما ولا تتحقق تلك المصالح إلا باشتراط الكفاءة۔

ترجمہ: غیر قائلین کفو کی اس دلیل کا رد کیا گیا بایں طور کہ یہ قیاس، قیاس مع الفارق ہے، اس لیے کہ جنایات کے مسائل میں قصاص کے اندر جو برابری رکھی گئی ہے، اس حکمت کے تحت کہ اس میں ایک معاشرے میں بسنے والے انسانوں کی بھلائی اور اُن کی زندگی کے حق کا تحفظ ہے، تاکہ کوئی بڑے مرتبے اور بڑے خاندان والا آدمی کسی چھلے طبقے کے انسان کے قتل کرنے پر دلیر نہ ہو سکے، لیکن نکاح میں جو کفایت ملحوظ رکھی گئی ہے، وہ زوجین کے درمیان بھلائی اور ہمیشہ ایک ساتھ اچھی اور باہمی اُلفت و محبت کی زندگی گزارنے کے لیے ملحوظ رکھی گئی ہے، بھلائی اور

یہ باہمی محبت زوجین اور باہمی اعتماد تب ہی برقرار و بحال رہ سکتا ہے جب کفایت (برابری) کی شرط رکھی جائے۔

الرأی الثانی: رأی جمهور الفقهاء (منهم المذاهب الاربعة): أن الكفاءة

شرط فی لزوم الزواج لا شرط صحة فيه للدلالة التالية من السنة والمعقول۔

ترجمہ: دوسری رائے: یہ جمهور فقہاء کی رائے ہے (مذاهب اربعہ حنفی، مکی، شافعی اور

حنبل بھی اسی خیال و نظریہ والے ہیں) کہ بے شک کفایت لزوم نکاح کے لئے شرط ہے۔

صحیح نکاح کے لیے نہیں۔ اس پر احادیث اور عقل کے لحاظ سے مندرجہ ذیل دلائل ہیں۔

کفایت پر جمهور فقہاء کے سنت (احادیث) سے دلائل

حدیث علی بن ابی النبیؑ قال له: "ثلاث لا تؤثر، الصلوة اذا انت والجنابة

اذا حضرت والايم اذا وجدت لها كفوا" وحديث جابر: "لا تنكحوا النساء الا الاكفاء

ولا يزوجهن الا الاولياء ولا مهر دون عشرة دراهم" وحديث عائشة:

"تخيروا لنطفكم وانكحوا الاكفاء" وحديث ابن عمر: "العرب بعضهم اكفاء لبعض،

قبيلة بقبيلة ورجل برجل والموالي بعضهم اكفاء لبعض، قبيلة بقبيلة ورجل برجل

الاحائك أو حجام" وحديث عائشة و عمر: "لا منعن تزوج ذوات الاحساب

الامن الاكفاء" وحديث ابی حاتم المزنی: "اذا تاكمن من ترضون دينه وخلقه فانكحوه،

الا تفعلوه، تكن فتنة في الارض وفساد كبير" وفيه دليل على اعتبار الكفاءة۔

ترجمہ: حضرت علیؑ والی حدیث کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: "اے علی! تین چیزیں

ہیں کہ ان میں تاخیر مت کرنا نماز جب اُس کا وقت آجائے اور جنازہ جب حاضر ہو جائے اور بغیر شوہر والی عورت جب اُس کا کفو پائے۔“ اور حدیثِ جاہلہ کہ ”عورتوں کا نکاح نہ کرو“ مگر اپنے اکفاء میں اور اُن کا نکاح نہ کریں مگر اُن کے اولیاء اور دس درہم سے کم مہر بھی نہ ہو“ اور حدیثِ عائشہؓ ”اپنے نطفوں کے لیے بہتری ڈھونڈو اور ہم سَرّوں کو نکاح کر دو“ اور حدیثِ ابنِ عمرؓ عرب ایک دوسرے کے کفو ہیں، ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کے ساتھ اور ایک شخص دوسرے شخص کے ساتھ اور غلام بھی ایک دوسرے کے کفو ہیں، ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کے ساتھ اور ایک شخص دوسرے شخص کے ساتھ، مگر جولاہا اور نصد لگانے والا“ اور حضرت عائشہؓ اور عمرؓ والی حدیث ”میں ضرور ضرور تمہیں منع کرتا ہوں کہ تم حسیب عورتوں کا نکاح صرف اُن کے کفو ہی میں کرو“ اور ابو حاتم مزیٰ کی حدیث۔ ”جب تمہارے پاس ایسا مرد آجائے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اُس کو عورت بیاہ دو۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور فسادِ عظیم برپا ہوگا۔“

جمہور قائلین کفو کے دلائل کے بارے میں فقہائے احناف کا فیصلہ

ان تمام احادیث کو نقل کرنے کے بعد یہاں سرِ دست ایک بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ قائلین کفو جن میں ہم خود بھی شامل ہیں، کی پیش کردہ احادیث کے متعلق خود فقہائے احناف کا فیصلہ اور نظریہ بھی نقل کرنا ضروری ہے، تاکہ پتہ چل سکے کہ ان روایات کی روشنی میں ہمارے جید فقہائے احناف مسئلہ کفو اور شرط کفو کو کس درجے میں رکھتے ہیں، کیا یہ شرط واجب ہے، فرض ہے یا مستحب و مندوب ہے؟

صاحب فتح القدیر کمال الدین ابن ہمام فرماتے ہیں۔

هذه الاحاديث الضعيفة من طرق عديدة يقوى بعضها بعضها فتصبح حجة بالنظر في والشواهد وترتفع الى مرتبة الحسن لحصول الظن بصحة المعنى وثبوته عنه عليه السلام وفي هذا كفاية۔

ترجمہ: یہ احادیث اگرچہ ضعیف ہیں، لیکن مختلف اور متعدد طرق سے مروی ہیں، تو یہ طرق کا تعدد ایک دوسرے کو قوی کر دیتا ہے۔ لہذا یہ تقاضا (معاونت) اور شواہد کی بنا پر حجت ہو جائے گی اور مرتبہ حسن کو پہنچ جائے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا ثبوت ہو جانے اور صحت معنی کا یقین حاصل ہو جانے کا سبب ہے۔ پس اس میں کفایت ہے۔

قارئین کرام! علامہ کمال الدین ابن ہمام کے اس تحریر کردہ فیصلہ سے یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں روایات مفید استحباب ہی ہیں، مفید وجوب نہیں ہیں۔ شارح ہدایہ جسٹس سید امیر علی بھی غایت مافی الباب یہی ثابت کرتے ہیں اور لکھتے ہیں۔ ”لیکن یہ استحباب کو مفید ہے..... غیر مخفی کہ شرط ہونا ان روایات سے نہیں نکلتا، غایت استحباب ہے۔“ اسی طرح مشہور محقق الذکور و ہبة الزحیلی، صاحب الفقہ الاسلامی وادلتہ گزشتہ ہالا دونوں آراء کے دلائل اور ان کے تقابل کے بعد یہی نتیجہ اخذ کرتے ہیں اور لکھتے ہیں: فتكون محمولة على الندب والافضل۔

ترجمہ: تو یہ روایات محمول کی جائیں گی ندب (استحباب) اور افضلیت پر۔ یہ بھی یاد رہے کہ ندب کا معنی ہم نے استحباب کیا تو یہ کوئی بے خبری یا تساہل کی بنا پر نہیں کیا گیا،

بلکہ کتب مذہب سے یہ بات ثابت ہے۔ علامہ ابن عابدین شامیؒ نے فتاویٰ شامی میں فرمایا:
 (وَبَسْمِیْ مَسْدُوْمًا وَاَدْبًا) زاد غیرہ و نفعلاً و تطوُّعاً و قد جزی ما علیہ الاصولین
 وهو المختار من عدم الفرق بین المستحبِّ والمنلوبِّ والادب کما فی حاشیۃ نوح آفندی
 علی الدرر فیسمی مستحباً من حیث ان الشارع یحبُّه و یؤثره و مندوباً من حیث
 انه یتن ثوابه و فضیلتہ من ندب المیت و هو تعدید محاسنہ و نفعلاً من حیث انه
 زائد علی الفرض والواجب و یرید بہ الثواب و تطوُّعاً انه فاعله یفعله تبرعاً
 من غیر ان یأمر بہ حتمًا۔

ترجمہ: (اور اُس کا نام مندوب اور ادب رکھا گیا) اُس ماتن کے علاوہ اوروں نے نفل اور
 تطوُّع کا لفظ بڑھایا اور تحقیق اس پر اصولیوں نے طریقہ رکھا اور مستحب، مندوب اور ادب میں
 فرق نہ ہونا ہی مختار ہے، جیسا کہ حاشیہ نوح آفندی میں ہے۔ مستحب کو مستحب اس لیے کہا
 جاتا ہے کہ شارع علیہ السلام اسے دوست رکھتے اور اختیار کرتے ہیں اور مندوب اس لیے کہا
 جاتا ہے کہ شارع علیہ السلام نے اس کی فضیلت اور ثواب کو بیان کیا ہے۔ یہ لفظ مندوب، ندب، میت
 سے ماخوذ ہے اور ندب یہ ہے کہ میت کے محاسن و صفات کمال (عُمدگی اخلاق وغیرہ) بیان کئے
 جائیں اور نفل کو اس لیے نفل کہتے ہیں کہ نفل کا معنی زیادتی ہے اور نفل بھی فرض اور واجب پر زائد
 ہوتے ہیں اور اسی سبب سے ثواب میں اضافہ ہوتا ہے اور تطوُّع اس لیے کہتے ہیں کہ تطوُّع کا
 معنی ہے کہ واجب ہوئے بغیر کسی کام کو اپنی مرضی اور خوشی سے کرنا اور یہاں بھی ایسا ہی ہوتا ہے

کہ فاعل اس فعل کو اپنی مرضی اور چاہت سے کرتا ہے بغیر کسی قدغن کے۔

خلاصہ بحث یہ نکلا کہ کفو کا ہونا نکاح میں شرط نہیں، اگر ہے تو پھر لولاء لامتنع کے قبیل سے نہیں کہ بغیر کفو کے نکاح کا وجود منطقی ہو جائے، بلکہ مصباح لدخول الفاء کے قبیل سے ہے کہ اگر کفو میں نکاح ہو تو یہ سونے پہ سہاگہ ہے، ورنہ رضائے مزوجہ (مککوحہ) و ولولاء (ورثاء) سے نکاح صحیح و لازم ہو جائے گا۔ یہی تواستحاب کا منہوٹم ہے جس کو ہم ابھی بیان کر آئے ہیں۔

کیوں کہ کفو کی احادیث قطعی الثبوت اور ظنی الدلالہ ہیں اور اس درجہ کی احادیث سے استحباب ہی ثابت ہوتا ہے اور اگر ان احادیث کو ظنی الثبوت اور قطعی الدلالہ کا درجہ دیا جائے پھر حسب قاعدہ کفو کا وجوب ثابت کیا جائے، تو اس کا واجب ہونا اس کے شرط ہونے کو مستزہم نہیں ہوگا، جیسا کہ نکاح میں حق فہر واجب ہے، شرط نہیں ہے۔ عدم فہر سے عدم نکاح لازم نہیں آتا۔ اسی طرح مسئلہ کفو بھی ہے کہ عدم کفو سے نکاح کا عدم لزوم نہیں ہوگا۔ مزید برآں یہ کہ جس طرح نکاح میں حق فہر واجب ہونے کے باوجود خود مککوحہ اس کو ساقط کر سکتی ہے، اسی طرح حق کفو بھی عورت اور اس کا ولی ساقط کر سکتے ہیں جب وہ رضا مند ہو جائیں۔ یہی تحقیق علمائے احناف کی ہے کہ نکاح میں کفونسی کا اعتبار محض اس لیے ہے کہ بعد از نکاح

۱۔ علمائے معتزل کی نسبت میں اس اصطلاح کو استعمال کیا جاتا ہے۔ جس کا آسان مفہوم یہ ہے کہ اگر دو چیزوں کا وجود ایک دوسرے پر یوں موقوف ہو کہ موقوف کا وجود موقوف علیہ کے وجود کا محتاج ہو کہ اگر موقوف علیہ کا وجود اٹھ جائے تو موقوف کا وجود بھی ختم ہو جائے تو اسے توقف لولاء لامتنع کہا جاتا ہے۔ لیکن اگر موقوف علیہ کے وجود کو نفی سے موقوف کو نفی نہ ہو، یعنی ان دونوں میں علاقہ ذاتیہ بین الثمنین نہ پایا جائے، تو اسے توقف مصباح لدخول الفاء کہا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو ماباشیہ ملام حسن ص 25، 26 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

۲۔ جب کہ ہمارے مخالفین کہتے ہیں۔ ”اب صرف نسب ہی ایسی بات رہ جاتی ہے کہ جس کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ وہ شرط ہے جس میں علماء کے مندرجہ بالا فرامین کے تحت خاندان کو بیوی کا کفو ہونا نکاح کے لئے بطور لولاء لامتنع شرط لازم ہے۔ بالخصوص اقوام عرب کے لئے، جن کے نسب محفوظ اور غیر مخلوط ہیں، کیوں کہ باقی عجیبوں کے نسب غلط تعلق ہو چکے ہیں۔“

(ملاحظہ ہو تحقیق الحق للظریف الجید ص 25، 26 مؤلفہ علامہ حافظ محمد عبدالحی چشتی بہادر پوری)

طرفین میں کوئی نفرت اور الجھن پیدا نہ ہو، ورنہ نكاح کے وجود یا عدم میں کفوئیس کا کوئی دخل نہیں۔ اس لیے امام مالکؒ اور بعض علمائے احناف نے نكاح میں کفوئیس کا اعتبار نہیں کیا، جیسا کہ ہم نے قبل ازیں ثابت کیا، بلکہ انہوں نے اسلام ہی کو بنیادی شرط نكاح قرار دیا ہے، البتہ جمہور احناف کے نزدیک نكاح میں کفوئیس کا اعتبار ہے، مگر بطور وجوب یا بطور شرط نہیں، بلکہ بطور احتیاط ہے۔ چنانچہ فقہ حنفی کی نہایت معتبر کتاب فتح القدیر سے یہاں ایک طویل اقتباس نقل کیا جاتا ہے، جس سے ہمارے بیان کردہ موقف کی مکمل وضاحت ہو جائے گی۔

وَأُولَٰئِكَ شَرْطُ الْمَشْرُوعِ الْقَطْعِي لَا يَنْبَغُ بَطْنِي لَقُلْنَا بِأَشْرَاطِ الْكِفَاءَةِ لِلصَّحَّةِ ثُمَّ هَذَا لَوَجُوبِ يَتَعَلَّقُ بِالْأَوْلِيَاءِ حَقًّا لَهَا وَبِهَا حَقًّا لَهُمْ عَلَى مَا تَبَيَّنَ مِنْ أَذْكَرِنَاهُ، لَكِنْ أَمَّا تَحَقُّقُ الْمَعْصِيَةِ فِي حَقِّهِمْ إِذَا كَانَتْ صَغِيرَةً لَا تَهَا إِذَا كَانَتْ كَبِيرَةً لَا يَنْفِذُ عَلَيْهَا تَزْوِيجُهُمْ إِلَّا بِرِضَا هَا فَهِيَ تَارِكَةٌ لِحَقِّهَا كَمَا إِذَا رَضِيَ الْوَلِيُّ بِتَرْكِ حَقِّهِ حَيْثُ يَنْفِذُ هَذَا كُلُّهُ مُقْتَضِي الْأَدْلَى الَّتِي ذَكَرْنَاهَا مَعَ قَطْعِ النَّظَرِ عَنْ غَيْرِهَا وَعَلَى اعْتِبَارِهَا بِشَكْلِ قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ فِي أَنَّ الْآبَ لَئِنْ أَنْ يَزُوجَ بِنْتَهُ الصَّغِيرَةَ مِنْ غَيْرِ كَفَرٍ فَإِنْ قُلْتَ خُطْبُ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ وَهِيَ قَرَشِيَّةٌ عَلَى إِسْمَاعِيلَ بْنِ زَيْدٍ وَلَيْسَ قَرَشِيًّا وَزَوَّجْتَ اخْتَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ مِنْ بِلَالٍ وَهُوَ حَبَشِيٌّ وَزَوْجُ أَبِي حَذِيفَةَ بِنْتِ أَخِيهِ مِنْ مَوْلَاهُ وَكُلُّ ذَلِكَ بِعِلْمِ الصَّحَابَةِ وَبَعْضُهُ بِفِعْلِ النَّبِيِّ ﷺ فَالْجَوَابُ أَنَّ وَقْعَ هَذَا لَيْسَ بِمُسْتَلْزَمٍ كَوْنِ تِلْكَ النِّسَاءِ

صفائربل العلم محیط بانہن کبار خصوصاً بنت قیس کانت ثنیاً کبیرۃ حین تزوجھا اسامۃ وانما جاز لاسقا طہن حق الکفاء ہن واولیاء ہن لہذا وفی اعتبار الکفاء خلاف مالک والثوری والکریخی من مشائخنا لما روى عنه رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ النَّاسِ سَوَاسِیۃ کأسنان المشط لا فضل لعربی علی عجمی انما الفضل بالتقوی فلنا ماروبناہ یوجب حمل ماروؤہ علی حال الآخرۃ جمعا بین الأدلۃ۔

اس طویل عبارت کا خلاصہ مع سوال و جواب وہی ہے جو ہم نے ابھی بیان کیا کہ کفایت عورت اور اس کے ولی کا حق ہے۔ جب وہ دونوں اس کو ساقط کر دیں تو پھر نکاح کے انعقاد لزوم اور صحت میں کوئی کلام نہیں، جیسا کہ مندرجہ محمولہ بالا چند رشتوں میں یہ حقیقت دیکھی جاسکتی ہے۔

مسئلہ کفو کی وضاحت مزید بہ طریقہ جدید

قارئین کرام! ایک بار پھر مختصراً لفظ کفو کا لغوی اور شرعی معنی بیان کیا جاتا ہے اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ کفو کس کا حق ہے؟ عورت کا یا اُس کے اولیاء کا، نیز یہ کہ کفایت صرف نکاح کنندہ مرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ عورت منکوحہ کا کفو ہو یا کہ عورت کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ مرد کی کفو ہو۔ شامی میں ہے: قال القهستانی: الكفاءة لغة المساواة وشرعاً مساواة الرجل للمرأة في الأمور الآتية۔

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ کفو کا لغوی معنی مساوات اور برابری ہے اور شرعی معنی یہ ہے کہ مرد و عورت کے برابر ہونا آنے والے امور میں۔

اس سے معلوم ہوا کہ مرد کے لیے ضروری ہے کہ شرافت میں عورت کے برابر ہو یا زیادہ، لیکن عورت سے شرافت میں کم نہ ہو۔ مگر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عورت شرافت میں مرد کے برابر بھی ہو سکتی ہے اور کم بھی، البتہ شرافت میں عورت، مرد سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ اگر عورت شرافت میں مرد سے زیادہ ہے، تو پھر مرد شرافت میں عورت سے کم ہوگا اور اس صورت میں عورت کے برابر نہ ہوا، حالانکہ کُفو کی شرعی تعریف میں بیان ہوا کہ مرد عورت کے برابر ہو شرافت میں۔

کُفُو کی شرعی تعریف میں اُمورِ آتیہ سے کیا مراد ہے؟

اب یہ جاننا ضروری ہے کہ کفو کی شرعی تعریف میں جو اُمور آتیہ کا ذکر ہے ان اُمور سے کیا مراد ہے؟ چنانچہ اس سے چھ اُمور مراد لیے گئے ہیں۔ اول نسب، دوم حریت، سوم اسلام، چہارم دیانت یعنی تقویٰ، پنجم مال اور ششم حرفت (پیشہ) تو کفو کی شرعی تعریف کا خلاصہ یہ ہوا کہ مرد و عورت کے نسب میں برابر ہو اور حریت، اسلام، تقویٰ، مال اور حرفت میں بھی برابر ہو۔ کم نہ ہو۔

کُفو عورت کا حق ہے یا اُس کے اولیاء کا؟

اب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کفو عورت کا حق ہے یا عورت کے اولیاء کا۔ تنویر الابصار میں ہے کہ کفاءة عورت کا حق نہیں بلکہ عورت کے ولی کا حق ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو: وَالْكَفَاءَةُ هِيَ حَقُّ الْوَلِيِّ لِحَقِّهَا يَعْنِي كَفَاءَتِ عَوْرَتِ كَ وَلى كَاحْتِقَاقِ هِيَ، نہ کہ خود عورت کا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر عورت نے غیر کفو میں نکاح کیا تو اس میں عورت کے اولیاء کی بے عزتی ہے۔

لہذا اولیاء کو فسخ کا حق حاصل ہے، تاکہ اپنی بے عزتی کی تلافی کر سکیں۔ بخلاف عورت کے چوں کہ عورت نے اپنی رضا مندی سے نکاح غیر کفو میں کیا، اس سے معلوم ہوا کہ عورت اس کو اپنی بے عزتی نہیں سمجھتی، ورنہ ایسا نہ کرتی۔ ثابت ہوا کہ کفو اولیاء کا حق ہے اور حق رکھنے والا اپنے حق کو ساقط بھی کر سکتا ہے۔ لہذا اگر عورت کے اولیاء اپنا حق ساقط کر کے عورت کو غیر کفو میں نکاح کی اجازت دے دیں، تو یہ نکاح لازم ہوگا اور قاضی اس نکاح کو فسخ نہیں کر سکتا۔

کیا کفو کا اعتبار صرف مرد کی طرف سے ہوتا ہے یا عورت کی طرف سے بھی؟

واضح ہو کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کفو کا اعتبار صرف مرد کی طرف سے ہے، عورت کی

طرف سے نہیں۔ تنزیہ الابصار میں ہے: الکفۃ معتبرۃ من جانبہ لامن جانبہا۔

دُرِّ مختار میں ہے: أی الرجل لان الشریفة تأبى ان تكون فراشا للذنی ولذا

لا تعتبر من جانبها لان الزوج مستفرش فلا تغیظۃ دناءۃ الفرائش۔

شامی میں ہے: أی يعتبر ان يكون الرجل مکافئاً لها فی الاوصاف الاتية بان لا يكون

دونها فیها ولا تعتبر فی جانبها بان تكون مکافئة له فیها بل يجوز ان تكون دونہ فیہا۔

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ جن چھ امور کا ذکر ہو چکا، جو کفو میں معتبر ہیں، ان چھ میں تماثل

اور مساوات مرد کی طرف سے معتبر ہے، نہ کہ عورت کی طرف سے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مرد

کے لیے ضروری ہے کہ ان چھ امور میں عورت سے کم نہ ہو۔ بطور مثال مرد نسب کے لحاظ سے

عورت سے کم نہ ہو۔ اس لیے کہ اگر وہ کم ہوا تو عورت شریفہ ہوگی اور مرد گھٹیا اور شریفہ کا کم مرتبہ

مرد کی منکوحہ ہونا شرم کی بات ہے، بخلاف عورت کے کہ وہ ان امور میں مرد سے کم ہو سکتی ہے۔

بطور مثال اگر عورت نسب میں مرد سے کم ہے تو نکاح جائز ہے کیوں کہ اس صورت میں مرد شریف اور عورت گھٹیا ہوگی اور مرد شریف گھٹیا فرش پر سو سکتا ہے۔ یہ جو ذکر کیا گیا کہ کفو کا اعتبار صرف مرد کی طرف سے ہے اور عورت کی طرف سے کفو اور تماثل کا اعتبار نہیں۔ یہ امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔

کفو کے بارے میں امام اعظمؒ اور ہر دو حضرات (صاحبین) کا مذہب

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ مرد مثلاً نسب کے لحاظ سے عورت سے کم نہ ہو؛ جب کہ عورت بلحاظ نسب مرد سے کم بھی ہو سکتی ہے۔ اب صاحبین کا نظریہ ملاحظہ ہو: دُرِّ مختار میں ہے: لکن فی الظہیریۃ وغیرہا ہذا عندہ وعندہما معتبر فی جانبہا ایضاً خلاصہ عبارت یہ ہے کہ کفو صرف مرد کی جانب سے ہے، عورت کی جانب سے کفو کو کوئی اعتبار نہیں۔ یعنی مرد مثلاً نسب کے لحاظ سے عورت سے کم نہیں ہو سکتا، البتہ عورت نسب کے لحاظ سے کم ہو سکتی ہے۔ یہ امام اعظمؒ کا مذہب ہے اور صاحبین کے نزدیک جیسے مرد کی جانب سے کفو کا اعتبار ہے، اُسی طرح عورت کی جانب سے بھی کفو کا اعتبار ہے، یعنی جیسا مرد بلحاظ نسب عورت سے کم نہیں ہو سکتا، اسی طرح عورت بھی بلحاظ نسب مرد سے کم نہیں ہو سکتی اور اگر مرد بلحاظ نسب عورت سے کم ہے تو یہ نکاح بھی غیر کفو میں ہوگا۔ بطور مثال اگر مرد سید ہے اور عورت غیر سیدہ، تو امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ان کے مابین نکاح غیر کفو میں ہے۔ اس لیے اس نکاح کا بھی وہی حکم ہوگا، جو حکم غیر کفو میں نکاح کا ہے۔ بحر الزائق اور اس کے حاشیہ میں ہے: ومن الغریب ما فی الظہیریۃ والكفۃ فی النساء للرجال

غیر معتبرہ عند ابی حنیفہ خلافاً لہما و ذکرہ فی المحيط و عزاء الی الجامع الصغیر
قال فی التھر و فی البدائع بعد ان ذکر اعتبارها فی جانب الرّجال خاصّةً و من مشائخنا
من قال انہا معتبرۃ فی جانب النساء عندهما ایضاً۔

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ کتاب ظہیریہ میں ایک غریب مسئلہ ذکر کیا گیا ہے، وہ یہ کہ کفو
عورتوں کی جانب سے مستتر نہیں۔ یہ امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے اور اس مسئلہ میں صاحبین نے
ابو حنیفہ سے اختلاف کیا ہے۔ اُن کے نزدیک کفو عورتوں کی جانب سے بھی معتبر ہے، یعنی جیسے
مرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ نسب میں عورت کی مثل ہو، اسی طرح عورتوں کے لیے بھی
ضروری ہے کہ وہ نسب میں مرد کی مثل ہوں اور اس مسئلہ کو صاحب محیط نے محیط میں ذکر کیا
اور اس کو جامع صغیر کی طرف منسوب کیا اور کتاب نہر دالے نے کہا کہ صاحب بدائع نے
پہلے تو یہ ذکر کیا کہ کفو کا اعتبار صرف مردوں کی طرف سے ہے، نہ کہ عورتوں کی طرف سے۔
اس کے بعد کہا، ہمارے مشائخ نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک عورت کی طرف سے بھی کفو کا
اعتبار ہے۔ یعنی صاحبین کے نزدیک جیسے مرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ مثلاً بلحاظ نسب
عورت سے کم نہ ہو، اگر مرد نسب کے لحاظ سے عورت سے کم ہوا، تو یہ مرد عورت کی کفو نہیں اور
اُس مرد کا نکاح مذکورہ عورت کے ساتھ غیر کفو میں ہے، اسی طرح عورت کے لیے بھی
ضروری ہے کہ وہ بلحاظ نسب مرد سے کمتر نہ ہو۔ اگر ایسا ہے تو یہ عورت بھی مرد کی کفو نہیں ہے
اور اس کا نکاح غیر کفو میں ہے۔ اب جن حضرات کا دعویٰ یہ ہے کہ غیر کفو میں نکاح جائز ہی
نہیں، خواہ ولی راضی ہو یا نہ ہو۔ اس لیے زوجین کا تعلق زوجیت زنا ہے، نیز ان غلو پسندوں کا

دعویٰ یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ کا کفو غیر سید نہیں ہے، خواہ غیر سید ہاشمی ہی کیوں نہ ہو۔

کفو کو واجب سمجھنے والوں سے بایں سلسلہ چند چھتے سوالات

پہلا سوال: ایسے خود پسندوں سے یہ تلخ سوال ہے کہ بہت سے سید مردوں کے نکاح میں غیر سیدہ بلکہ غیر ہاشمیہ، غیر قریشیہ اور غیر عربیہ عورتیں ہیں، تو صاحبین کے نزدیک یہ نکاح غیر کفو میں ہیں۔ اب جن لوگوں کے نزدیک ایسے نکاح ناجائز ہیں، خواہ ولی کی رضامندی سے ہوئے یا بغیر رضامندی کے۔ اُن کے اس موقفِ نادرست کو تسلیم کرنے سے ایسے سنگین نتائج سامنے آئیں گے، جن کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ ان حضرات سے یہ سوال اُن کے اس غلط دعویٰ کی پنا پر ہوگا کہ غیر کفو میں نکاح ولی کی رضامندی سے بھی جائز نہیں۔ ہم پر یہ اعتراض نہیں ہوگا، اس لیے کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ ولی کی رضامندی سے غیر کفو میں نکاح جائز اور لازم ہے۔ چوں کہ صاحبین کے مذہب کے مطابق یہ نکاح جائز ہے، لہذا کوئی قباحت لازم نہیں آئے گی، کیوں کہ جن رجالِ سادات کے نکاح غیر سیدہ کے ساتھ اُوپر مذکور ہوئے، وہ اولیاء کی پیشگی اجازت سے ہیں۔ نیز مفتی کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ سیدہ کا کفو غیر سید ہاشمی بھی نہیں۔ احناف کا مذہب تو یہ ہے کہ تمام قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں، اگرچہ ان میں تفاضل ہے۔ ہاشمی قریشی، غیر ہاشمی قریشی، سے افضل ہیں، لیکن یہ تفاضل کفو میں مُخل اور مانع نہیں ہے۔ ان کرم فرماؤں کو غلط فہمی اس وجہ سے ہوئی کہ ان کے نزدیک سید غیر سید سے افضل اور بزرگ ہے۔ لہذا غیر سید مرد سیدہ کا کفو نہیں، خواہ وہ ہاشمی ہی کیوں نہ ہو۔ چوں کہ ایسوں کو مُستند کتبِ مذہب سے اول تو واقفیت ہی نہیں اور اگر کچھ ہے بھی تو محض سُنی سنائی

باتوں کی حد تک، مگر ستم یہ کہ اُن معلومات پر بھی اُن کی ہٹ دھرمی، نسلی تعصب، تنگ نظری اور مفاد پرستی کا غلبہ ہے، جس کے سبب انہیں تائید ایزدی حاصل نہیں اور نہ ہی انہیں صراطِ مستقیم نظر آتا ہے۔ بقول سعدیؒ ع

علمی کہ راہ حق نہ نماید، جہالت است

حضرت گولڑوئیؒ کے فتویٰ کی غلط تعبیر

قل ازیں صاحبین کے نظریہ کے مطابق قائلین حرمت نکاح سیدہ باغیر سید سے جو سوال کیا گیا، اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ فتاویٰ مہریہ میں یہ سوال کیا گیا تھا کہ ایک شخص محمد خان نے سیدہ فاطمہ کے ساتھ نکاح کیا تھا۔ کیا یہ نکاح جائز ہے یا ناجائز؟ تو حضرت گولڑوئیؒ نے جواب دیا کہ یہ نکاح ناجائز ہے۔ اس لیے کہ محمد خان سیدہ کا کفو نہیں اور عدم کفو کی دلیل یہ ہے کہ عجمی مرد، عربی عورت کا کفو نہیں اور غیر کفو میں بغیر اجازت ولی نکاح ناجائز ہے۔ سوال میں یہ مذکور ہے کہ محمد خان کا بغیر اجازت ولی سیدہ کے ساتھ نکاح ہوا۔ خلاصہ یہ کہ فتاویٰ مہریہ میں سوال عجمی مرد کا سیدہ کے ساتھ جواز نکاح اور عدم جواز کا ہے، جب کہ یہ نکاح بغیر رضا مندی اولیاء کے ہے۔ جواب سے یہ واضح ہوتا ہے کہ محمد خان عجمی ہے اور عجمی عربیہ کا کفو نہیں اور غیر کفو میں نکاح بغیر رضا مندی اولیاء ناجائز نہیں۔ فتاویٰ مہریہ میں موجود جواب سے کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔ جواب بالکل درست ہے، لیکن اس سے یہ مطلب اخذ کرنا کہ غیر سید خواہ ہاشمی ہو، سیدہ کا کفو نہیں، تو یہ ان حضرات کی خالص جہالت اور حضرت گولڑوئیؒ پر بہتان ہے۔ جواب سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ عجمی مرد عربیہ عورت کا کفو نہیں۔ نیز اس جواب کا یہ مطلب لینا

بھی پر لے درجے کی حماقت ہے کہ غیر کفو میں نکاح ہی ناجائز ہے، خواہ ولی اقرب بھی راضی ہو۔
 جواب سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ غیر کفو میں نکاح بغیر رضامندی ولی اقرب ناجائز ہے۔
 دوسرا سوال: یہ ہے کہ ان کے دعویٰ کے مطابق غیر سید ہاشمی ہونے کے باوجود سیدہ
 کا کفو نہیں اور ان کے درمیان نکاح ناجائز ہے، خواہ نکاح اولیاء کی رضامندی سے ہو
 یا بغیر رضامندی کے، مگر صاحبین کے نزدیک چوں کہ کفو عورت کی طرف سے بھی معتبر ہے
 تو لازم آئے گا کہ غیر سیدہ عورت، سید مرد کی بھی کفو نہیں اور اگر غیر سیدہ کا نکاح سید مرد سے ہو
 بھی گیا تو یہ نکاح غیر کفو میں ہوگا اور قبلہ مفتی عبدالشکور ہزاروی صاحب کے اعلان شریف
 کے مطابق غیر کفو میں نکاح ناجائز اور بمنزلہ زنا کے ہے، خواہ نکاح اولیاء کی رضامندی سے ہو
 یا بغیر رضامندی کے۔ تو صاحبین کے مذہب کے مطابق جن سید مردوں کے نکاح غیر سیدہ
 عورتوں کے ساتھ ہیں، مفتی صاحب قبلہ کے دعویٰ کے مطابق یہ غیر کفو میں ہونے کے سبب
 ناجائز اور باطل ٹھہرے۔ بندہ پر یہ اعتراض نہیں ہوگا کیوں کہ فقہاء کی صراحت اور میری تحقیق کے
 مطابق تمام قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں اور غیر کفو میں نکاح بہ اجازت و رضامندی اولیاء
 جائز و نافذ ہے۔ اب سید مردوں کے جن غیر سید عورتوں کے ساتھ نکاح ہیں تو یہ عورتیں
 اگر قریشیہ ہیں، تو بندہ کے نزدیک سید مردوں کی کفو ہیں اور اگر وہ عورتیں قریشیہ نہیں ہیں،
 تو بے شک صاحبین کے مطابق سید مردوں کی کفو نہیں، لیکن چوں کہ نکاح بہ رضائے اولیاء ہوا ہے،
 اس لیے جائز ہے۔ مگر یہ لوگ یہ جواب نہیں دے سکتے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ ان کی طرف
 سے اگر جواب یہ ہو کہ ہم امام ابوحنیفہ کا مذہب لیتے ہیں اور ان کے نزدیک کفو صرف مرد

کی طرف سے ہوتی ہے نہ کہ عورت کی طرف سے تو یہ جواب درست نہیں۔ اس لیے کہ صاحبین بھی احناف کے امام ہیں اور ان کا قول بھی امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔ لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ عمل میں صاحبین کا خلاف نہ ہو۔ لہذا سید مرد کا نکاح غیر سیدہ عورت کے ساتھ خلاف احتیاط ہے۔ یہ خود ساختہ دعویٰ ائمہ اربعہ میں سے کسی کے بھی موافق نہیں

اب بحث کی جز دوم ملاحظہ ہو: ثغو کے مسئلہ میں یہاں ائمہ اربعہ کا موقف بیان کیا جا رہا ہے اور ان شاء اللہ اس جزو کے اختتام پر ثابت کیا جائے گا کہ بزعیم خود یہ دعویٰ ائمہ اربعہ میں سے کسی کا بھی نہیں اگرچہ فقہ الاسلامی وادلتہ کے حوالے سے اجمالاً مذاہب ائمہ اربعہ در مسئلہ کفو بیان ہو چکے، لیکن اب اسے تفصیلاً اور نئے پہلوؤں سے بیان کیا جا رہا ہے۔

امام مالکؒ اور چند ائمہ احناف کا کفو کے متعلق موقف

پلے امام مالکؒ اور چند ائمہ احناف کا کفو کے متعلق موقف بیان کیا جاتا ہے۔

فتح القدیر میں ہے: وفي اعتبار الكفاءة خلاف مالك والثوري والكرخي من مشائخنا لما روى عنه عليه السلام الناس سراسية كأسنان المشط لافضل لعربي على عجمي انما الفضل بالتقوى قلنا ما رونا به يوجب حمل ما روه على حال الاخرة جمعا بين الأدلة۔

در مختار اور ثنائی میں ہے: (وتعتبر الكفاءة للزوم النكاح) (نسباً) خلاف لمالك في اعتبار الكفاءة خلاف مالك والثوري والكرخي من مشائخنا كذا في فتح القدیر فكان الاولى ذكر الكرخي وفي حاشية الدرر للعلامة نوح ان الامام

ابا الحسن الکرخی والامام ابابکر الجصاص وهما من كبار علماء العراق ومن تبعهما من مشايخ العراق لم يعتبروا الكفاءة في النكاح ولو لم تثبت عندهم هذه الرواية عن ابي حنيفة لما اختلفوا بها۔

مبسوط امام نرسی میں ہے۔ ان الكفاءة في النكاح معتبرة من حيث النسب الاعلى قول سفیان الثوري رحمه الله تعالى فإنه كان يقول لا معتبر في الكفاءة من حيث النسب وحجة في ذلك قوله وَيُتَلَقَّ اِنَّ النَّاسَ سَوَاسِيَةٌ كَأَسْنَانِ الْمَشْطِ لَا فُضْلَ لِعَرَبٍ عَلَى عَجَمٍ اِنَّمَا الْفُضْلُ بِالنَّقْزِ وَهَذَا الْحَدِيثُ يُوَكِّدُ قَوْلَهُ تَعَالَى اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتْقَاكُمْ فَهَلُمُ الْاَثَارِ تَدُلُّ عَلَى الْمَسَاوَاةِ وَاِنَّ التَّفَاضُلَ بِالْعَمَلِ وَمِنْ اِبْطَاءِ بِهِ عَمَلًا لَا يَسْرِعُ بِهِ نِسْبَةً وَيَحْكِي عَنْ الْكَرْخِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى اِنَّهُ كَانَ يَقُولُ الْاَصَحُّ عِنْدِي اَنْ لَا تَعْتَبَرَ الْكُفَاءَةُ فِي النِّكَاحِ اصْلًا۔

خلاصہ عبارت

اس طویل عربی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام مالکؒ اور امام ثوریؒ اور امام ابوالحسن کرخیؒ اور امام ابوبکر جصاصؒ کے نزدیک نکاح میں نسب کے لحاظ سے کفو کا اعتبار ہی نہیں۔ ان چار ائمہ سے امام کرخیؒ اور ابوبکر جصاصؒ حنفی ہیں اور احناف کے مشائخ میں شمار ہوتے ہیں۔ موقفِ ہذا پر امام مالکؒ اور چند ائمہ احناف کے اپنے اپنے دلائل

ان چار اماموں کے نزدیک چوں کہ نکاح میں نسب کے لحاظ سے کفو کا اعتبار نہیں اور ہر مرد مسلمان خواہ وہ کسی بھی نسب کا ہو، سید ہو یا غیر سید، ہر مسلمان عورت کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے، خواہ وہ عورت سیدہ ہو یا غیر سیدہ۔ اسی طرح ہر مسلمان عورت خواہ سیدہ ہو

یا غیر سیدہ ہر مسلمان مرد سے نکاح کر سکتی ہے خواہ مرد سیدہ ہو یا غیر سیدہ۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ان چار ائمہ کے نزدیک ایک عجمی چاہے جس خاندان سے تعلق رکھتا ہو سیدہ کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے اور یہ نکاح جائز ہے۔

دلیل اول: ان چار ائمہ کی دلیل اول یہ حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمام لوگ باہم نسب کے لحاظ سے اس طرح برابر ہیں جیسے کنگھی کے دندانے باہم برابر ہوتے ہیں۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت حاصل نہیں، ہر عربی خواہ کسی نسب سے تعلق رکھتا ہو، ہر عجمی کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے اسی طرح ہر عجمی مرد اور عورت ہر عربی کے ساتھ نکاح کر سکتے ہیں۔ تو ظاہر ہوا کہ ان تمام اماموں کے نزدیک کوئی بھی عجمی مسلمان عربی سیدہ کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے اور یہ نکاح صحیح ہے جس کو قاضی بھی فسخ نہیں کر سکتا۔

دلیل دوم: ان ائمہ کی دلیل دوم قرآن کریم کی یہ آیت ہے: قَوْلُهُ تَعَالَى: اِنْ اٰكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اتْفَاكُمْ لِعِنِّي تَمَّ مِثْلُ مِنْ سَعِ اللّٰهُ تَعَالٰی کے نزدیک بڑی عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے، یعنی فضیلت کا مدار تقویٰ پر ہے نہ کہ نسب پر۔ علامہ شامی نے کہا ہے کہ امام ابو الحسن کرخی اور امام ابو بکر جصاص نے جو نکاح میں کُفُو کا اعتبار نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے کہ نکاح میں کُفُو کا اعتبار نہیں، کیوں کہ اگر امام ابو حنیفہ کا یہ مذہب نہ ہوتا تو یہ دونوں امام یہ مذہب اختیار نہ کرتے۔

دلیل سوم: حدیث شریف میں ہے: مَنْ اَبْطَلَ بِهِ عَمَلَهُ لَا يَسْرِعُ بِهِ نَسَبُهُ لِعِنِّي جَسْ آدی کو اُس کے برے عمل نے پیچھے دھکیل دیا، شرافت نسبی اُس کو دوڑا نہیں سکتی۔ ان تینوں

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ جمہور احناف نے جو دلائل ذکر کیے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مالکؒ نے جو دلائل ذکر کیے ہیں کہ فضیلت اچھے اعمال اور تقویٰ سے ہے تو یہ فضیلت آخرت اور قیامت میں ہے اور نکاح میں جو کفو کا اعتبار نہیں ہے یہ دنیوی حکم ہے۔ لہذا دنیوی حکم کو اخروی حکم پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، کتاب مبسوط سرحدی میں بھی امام مالکؒ کے دلائل کا یہی جواب دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو: والمراد من الآثار التي رواها في احكام الآخرة وبه نقول ان التفاضل في الآخرة بالتقوى خلاصہ عبارت یہ ہے کہ جو احادیث امام مالکؒ نے روایت کی ہیں وہ احکام آخرت اور قیامت کے متعلق ہیں اور ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آخرت میں تفاضل تقویٰ کے ساتھ ہے اور نکاح میں کفو نسبی کا اعتبار احکام دنیویہ سے ہے اور دنیوی احکام کو اخروی پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

مذہب کفو کے متعلق جمہور مشائخ حنفیہ کے دلائل

قارئین! اب جمہور مشائخ حنفیہ کے دلائل ملاحظہ ہوں کہ نکاح میں کفو نسبی کا اعتبار ہے۔ شامی میں ہے: وذہب جمہور مشائخنا الى انها معتبرة فيه۔ مبسوط امام سرحدی میں اس پر چند دلائل ذکر کیے گئے ہیں۔

پہلی دلیل: وحجتنا في ذلك قوله ﷺ قریش بعضهم اكفاء لبعض بطن بطن والعرب بعضهم اكفاء لبعض قبيلة بقيلة والموالي بعضهم اكفاء لبعض رجل رجل۔ خلاصہ عبارت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں، ایک بطن دوسرے بطن کا کفو ہے اور عرب ایک دوسرے کے کفو ہیں، ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کا کفو ہے اور

موالی یعنی عجمی بھی ایک دوسرے کے کفو ہیں ایک مرد دوسرے مرد کا کفو ہے۔

حضور ﷺ کے اس فرمان سے ثابت ہوا کہ قوم قریش کا ہر فرد دوسرے کا کفو ہے اور ہر قریشی ہر قریشیہ کا کفو ہے اور ان کے درمیان نکاح جائز اور صحیح ہے۔ ساداتِ فاطمیہ اور غیر سید ہاشمی سب قریش ہیں، لہذا ان کا ہر مرد غیر سید قریشی ساداتِ فاطمیہ کا کفو ہے اور ان کے درمیان نکاح جائز ہے۔ اگر عورت سیدہ عاقلہ اور بالغہ ہے تو یہ نکاح لازم ہے اور سیدہ کا ولی بھی اس کو فتح نہیں کرا سکتا اور یہی حنفی مذہب ہے اور حدیث مذکورہ بالا جہورِ احناف کی دلیل ہے اور حنفی مذہب کی تقریباً تمام کتابوں میں حدیث مذکورہ بالا سے استدلال کیا گیا ہے۔ اب چند مستند حنفی مذہب کی کتابوں کے حوالے ملاحظہ ہوں۔

ہدایہ اور اس کے متن میں ہے اور ہر دو مستند ہیں: ثم الكفوة تعتبر في النسب لانه يقع به التفاخر فقریش بعضهم اكفاء لبعض والاصل فيه قوله عليه الصلوة والسلام قریشس بعضهم اكفاء لبعض بطن بطن والعرب بعضهم اكفاء لبعض قبيلة بقيلة والموالی بعضهم اكفاء لبعض رجل برجل ولا يعتبر التفاضل فيما بين قریش لما روينا۔

عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفو کا اعتبار بہت سی چیزوں میں ہے۔ ان میں سے ایک نسب ہے۔ اس لیے کہ نسب پر آدمی فخر کرتا ہے۔ پس قریش باہم کفو ہیں اور ہر قریشی مرد قریشیہ عورت کا کفو ہے اور ان کے درمیان نکاح جائز اور لازم ہے، بشرطیکہ عورت عاقلہ بالغہ ہو۔ اس مسئلہ کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ قریش کا بعض دوسرے بعض کا کفو ہے، ہر بطن دوسرے بطن کا کفو ہے اور عرب جو کہ قریش نہیں، یہ بھی ایک دوسرے کا

کُفو ہیں۔ ہر قبیلہ دوسرے قبیلے کا کُفو ہے اور عجمی بھی بعض دوسرے بعض کا کُفو ہے، ہر مرد دوسرے مرد کا کُفو ہے اور قریش کے بعض بطن اگرچہ دوسرے بطن سے متفاضل ہیں، لیکن اس تفاضل کا کُفو کے معاملہ میں اعتبار نہیں۔ باوجود تفاضل کے ہر مرد قریشی، ہر عورت قریشیہ کا کُفو ہے، اگرچہ مرد قریشی ساداتِ فاطمیہ سے نہ ہو اور عورت سیدہ فاطمیہ ہو، اس لیے کہ کُفو کے معاملہ میں تفاضل کا اعتبار نہیں اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو ہم نے یعنی صاحبِ ہدایہ نے روایت کی ہے کہ قریش ایک دوسرے کا کُفو ہیں، یعنی کُفو کے لحاظ سے قریش میں تعیم ہے اور حدیث میں منطوق یہی تعیم ہے۔

تفاضل کا اعتبار خلاف تعیم اور خلاف حدیث ہے

حدیث مذکورہ سے ثابت ہوا کہ تمام قریش بلا تخصیص ایک دوسرے کے کُفو ہیں اور یہی جہورِ احناف کا مذہب ہے۔ چند قصہ گو و اعظین اور محرومِ تفقہ مفتیوں کا یہ دعویٰ کہ غیر سید ہاشمی مرد سیدہ فاطمیہ کا کُفو نہیں اور اس غیر سید ہاشمی مرد کا نکاح سیدہ کے ساتھ ناجائز اور نحبِ زنا ہے۔ ایک تو حدیث شریف مذکورہ بالا سے بغاوت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسوں نے قریش میں تفاضل کا اعتبار کیا ہے، جو کہ خلاف حدیث ہے۔ دوم مذہبِ حنفی سے انحراف ہے، جو کھلی گمراہی ہے۔ سوم: دنیائے نقاہت و تدبیر سے بے خبر یہ مولویان و مفتیان اپنا یہ دعویٰ حضرت گولڑوئیؒ کی طرف منسوب کرتے ہیں، جو کہ حضرت گولڑوئیؒ پر محض بہتان ہے۔ چارم: حضور ﷺ نے جس چیز کو حلال کیا، یہ اُسے حرام قرار دیتے ہیں۔ جس میں کُفر کا خطرہ ہے۔ ان کا یہ دعویٰ قادیانی مذہب تو ہو سکتا ہے، لیکن کسی مسلمان کا مذہب نہیں ہو سکتا۔

دَرِّ مختار اور اِس کے متن تنویر الالبصار میں ہے: فقريش بعضهم اكفاء بعض و بقية العرب بعضهم اكفاء بعض۔ اگرچہ دَرِّ مختار اور اُس کے متن نے مذکورہ عربی عبارت کو صراحۃً حدیث شریف قرار نہیں دیا، جیسا کہ مبسوط اور ہدایہ میں اِس کو صریح حدیث قرار دیا گیا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ دَرِّ مختار کی عربی عبارت مذکورہ بالا حدیث شریف کا اقتباس ہے۔ شامی میں ہے: فقريش بعضهم اكفاء بعض اشار به الى انه لا تفاضل فيما بينهم من الهاشمي والنوفلي والتميمي والعدوي وغيرهم یعنی متن میں مطلق قریش کو ایک دوسرے کا کُفو قرار دیا گیا اور کوئی تخصیص نہیں کی گئی تو معلوم ہوا کہ اگرچہ قبائل قریش کے درمیان تفاضل ہے، لیکن نکاح و کُفو کے معاملے میں اِس تفاضل کا اعتبار نہیں کیا گیا کہ بنی ہاشم دوسرے قریش سے افضل ہیں، لیکن کُفو میں اِس تفاضل کا اعتبار نہیں اور غیر ہاشمی قریش، ہاشموں کے کُفو ہیں، خواہ وہ ہاشمی ساداتِ فاطمیہ سے ہوں یا نہ۔

غور فرمائیے کہ ساداتِ فاطمیہ قریشی بھی ہیں اور ہاشمی بھی اور اِن میں تفاضل ہے، لہذا اِس تفاضل کا نکاح میں اعتبار نہیں ہے۔ تو جو حضرات غیر سید ہاشمی کو سادات کا کُفو نہیں مانتے، جس طرح دورِ حاضر کے بعض سادات اور مولویان کا دعویٰ ہے لہذا جو مفتی، قریش میں تفاضل کا اعتبار کرتے ہیں یہ اُن کی صریح جمالت ہے، کیوں کہ یہ دعویٰ حدیثِ مبارکہ اور فقہِ حنفی کے خلاف ہے اور اِس پر اُن کے پاس کوئی ضعیف سے ضعیف دلیل بھی موجود نہیں۔ کنز الدقائق میں ہے: فقريش اكفاء والعرب اكفاء بحر الزائق نے مذکورہ بالا قول کی شرح میں فرمایا: وبهذا استدل المشايخ على انه لا يعتبر التفاضل فيما بين قریش

وہو المراد بقولہ فقیریش اکفاء یعنی حدیث شریف اور متون فقہ حنفی میں مطلق قریش کو ایک دوسرے کا کفو قرار دیا گیا ہے اور تخصیص نہیں کی گئی، تو اس سے مشائخ حنفیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگرچہ بعض قریش مثلاً ہاشمی دوسرے قریش سے جو غیر ہاشمی ہیں افضل ہیں، لیکن کفو میں اس تفاضل کا اعتبار نہیں اور اس تفاضل کے باوجود سب قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ تو ساداتِ فاطمیہ اور اُن کے سوا جو ہاشمی ہیں چوں کہ یہ سب قریش ہیں، لہذا غیر سید ہاشمی سیدہ فاطمیہ کا کفو ہے، بلکہ جو مرد ہاشمی نہیں اور قریش ہے وہ بھی سیدہ فاطمیہ کا کفو ہے اور اُن کا آپس میں بغیر رضائے اولیاء کے بھی نکاح جائز ہے، کیوں کہ کفو میں رضائے اولیاء کے بغیر بھی نکاح کا منعقد لازم ہونا عند الاحناف (مطابق ظاہر الروایہ و نوادر) متفق علیہ ہے۔

نام نہاد مفتیوں کے دعاوی

قارئین باجمیل! یہ پندرہویں صدی کی بدعت ہے کہ دین سے بے خبر چند نام نہاد مفتیوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ قریش تو کیا غیر سید ہاشمی بھی سیدہ فاطمیہ کا کفو نہیں ہے اور ان میں نکاح ناجائز ہے۔ یہ نادان یہ نہیں سوچتے کہ کتنے اکابر قریش جو فاطمی نہیں ہیں، نے سیداتِ فاطمیہ سے نکاح کیے ہیں۔ اس طرح تو اُن سب پر بھی شہتِ زنا لگے گی اور یہ اس حدیث شریف کا مصداق ہوں گے: لعن آخر الامة لؤلہا۔ حدیث شریف سے یہ تو ثابت ہے کہ فضیلت والے لوگ چند قسم کے ہیں۔ سب لوگوں سے افضل عرب، عرب سے افضل قریش اور قریش سے افضل بنو ہاشم اور بنو ہاشم سے افضل حضور ﷺ ہیں۔ اب ان نادانوں نے بنو ہاشم کی تین قسمیں

بنادیں۔ ہاشمی غیر سید ہاشمی ساداتِ فاطمیہ اور حضور ﷺ شرح و قایہ اور اس کے متن میں ہے:

تعتبر الكفاءة في النكاح نسباً فقریش بعضهم كفو لبعض والعرب بعضهم كفو لبعض

ای العرب الذين لم يكونوا من قریش بعضهم اكفاء لبعض اعلم ان كل من هو

من اولاد نضر بن كنانة قریش واما اولاد من هو فوق النضر فلا۔ خلاصہ عبارت

یہ ہے کہ نکاح میں کفو نسبی کا اعتبار ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہر قریشی دوسرے قریشی کا

کفو ہے (سید اور غیر سید ہاشمی اور غیر ہاشمی کی کوئی تخصیص نہیں) اور جو عرب قریش نہیں، وہ

قریش کا تو کفو نہیں، لیکن ایک دوسرے کے کفو ہیں اور قریش وہ ہیں جو نضر بن کنانہ کی اولاد سے

ہیں اور جو نضر سے اوپر کی اولاد سے ہیں، وہ قریش نہیں اور نضر حضور ﷺ کے بارہویں جد ہیں۔

عمدة الزعایہ (شرح و قایہ کا حاشیہ) میں ہے: فقریش، اشارہ الی انه لا تفاضل

فیما بینهم من الهاشمی والنوفلی والتیمی والعدوی وغیرہم۔ یعنی متن میں

مطلق قریش کا ذکر ہے اور کوئی تخصیص نہیں، تو اس سے معلوم ہوا کہ قریش متعدد بطون اور

قبائل ہیں اور ان سے بعض قبائل دوسرے بعض سے افضل ہیں، لیکن کفو میں اس تفاضل کا

اعتبار نہیں۔ قریش کے بطون یہ ہیں۔ ہاشمی، نوفلی، تیمی اور عدوی۔ اس کے سوا ہر بطن دوسرے

بطن کا کفو ہے تو ظاہر ہوا کہ غیر سید ہاشمی یا محض قریشی ساداتِ فاطمیہ کا کفو ہے۔

کتاب دُرر الاحکام شرح غرر الاحکام میں ہے: الكفاءة تعتبر في النكاح نسباً

فقریش اکفاء ای بعضهم كفو لبعض۔ خلاصہ عبارت یہ ہے کہ نکاح میں نسب کے لحاظ سے

کفو کا اعتبار ہے۔ پس قریش کا ہر فرد دوسرے فرد کا کفو ہے۔ تو ثابت ہوا کہ ساداتِ فاطمیہ

چوں کہ قریش ہیں، لہذا ہر غیر سید قریشی ساداتِ فاطمیہ کا کفو ہے اور ان کے درمیان نکاح جائز ہے اور اس نکاح کو غیر کفو میں نکاح کہنا پر لے درجے کی جہالت ہے۔

مَحْوَلہ بِالادلائل کا نتیجہ

قارئین محترم! سطور بالا میں بندہ نے حدیثِ قولی، کتابِ مبسوط، ہدایہ اور اُس کا متن، شرحِ وقایہ اور اُس کا متن، فتحِ القدر، کنز الدقائق، بحر الزائق، دُرر الاحکام، شرحِ غرر الاحکام، عمدۃ الزعماء، حاشیہ شرح الوقایہ، دُرِّ مختار، تنویر الابصار اور شامی۔ ان تیرہ (13) مذہبِ حنفی کی مستند کتابوں سے ثابت کیا ہے کہ تمام قریش بلا تخصیص ایک دوسرے کے کفو ہیں اور اگرچہ بعض دوسرے بعض سے افضل ہیں، لیکن یہ تفاضل مانعِ کفائت نہیں ہے اور اس تفاضل کے باوجود ہر قریشی دوسرے قریشی کا کفو ہے اور ساداتِ فاطمیہ بھی چوں کہ قریش ہیں، لہذا تفاضل کے باوجود ہر غیر سید قریشی ان کا کفو ہے اور یہ دعویٰ صریح جہالت ہے کہ غیر سید، اگرچہ ہاشمی ہو، سیدہ فاطمیہ کا کفو نہیں اور ان میں نکاح ناجائز ہے۔ یہاں تک حدیثِ اوّل ختم ہوئی، جو کہ حدیثِ قولی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: قریش بعضہم اکفأ لبعض اور یہ دلیل امام سرحیؒ نے مبسوط میں ذکر کی ہے۔

امام سرحیؒ کے نزدیک تفاضل کے باوجود قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں

دوسری دلیل: حدیثِ نقلی ہے اور امام سرحیؒ نے مبسوط میں ذکر کی ہے: الکفأ ؕ

فی خمسة اشياء احدها نسب وهو على ما قال قریش بعضهم لبعض فانهم

فِي مَايَنْتَهَمُ يَتَفَاضِلُونَ وَافْضَلُهُمْ بَنُو هَاشِمٍ وَمَعَ التَّفَاضُلِ هُمْ اكْفَاءُ الْاِتْرَافِ
 اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَزَوَّجَ عَائِشَةَ وَكَانَتْ تَيْمِيَّةً وَتَزَوَّجَ حَفْصَةَ وَهِيَ عَدَوِيَّةٌ وَزَوَّجَ
 ابْنَتَهُ مِنْ عَثْمَانَ وَكَانَ عِشْمِيًّا فَعَرَفْنَا اَنَّ بَعْضَهُمْ اكْفَاءُ لِبَعْضٍ -

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ کفو پانچ چیزوں میں ہے۔ اُن میں سے ایک نسب ہے اور نسب کے لحاظ سے قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں، لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں کہ سب قریش فضیلت میں برابر ہیں، بلکہ بعض قریش بعض دوسرے قریش سے افضل ہیں اور سب قریش سے افضل بنو ہاشم ہیں اور باوجود اِس تفاضل کے قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ صاحب مبسوط نے اِس کی چند مثالیں دی ہیں کہ تفاضل کے باوجود قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں۔

قبائل قریش میں تفاضل کا اعتبار نہیں

مثال اول: حضور ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ سے نکاح کیا، حالانکہ آپ ﷺ دو وجہ سے حضرت عائشہ سے افضل ہیں۔ ایک تو آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور حضرت عائشہ کو یہ رتبہ حاصل نہیں۔ دوسرا آپ ہاشمی ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ غیر ہاشمیہ تھیں اور ہاشمی غیر ہاشمی قریشی سے افضل ہیں۔ اِس لحاظ سے حضور ﷺ خود حضرت عائشہ سے افضل ہوئے، تو لازم آیا کہ حضور ﷺ بوجہ فضیلت حضرت عائشہ کے برابر نہ ہوئے، اِس لیے کفو بھی نہ ہوئے۔ تو صاحب مبسوط نے اِس سوال کے جواب کی طرف اشارہ کیا کہ تفاضل کا کفو میں اعتبار نہیں۔ مساوات اور مثل سے مرتبہ کے لحاظ سے مساوات مراد نہیں، بلکہ نسب میں مساوات ہے اور حضور ﷺ نسب قریش میں حضرت عائشہ کے بالکل مساوی اور برابر ہیں۔ یعنی دونوں نضر بن کنانہ

کی اولاد ہونے میں برابر ہیں اگرچہ حضور ﷺ کو دو وجہ سے حضرت عائشہ صدیقہؓ پر فضیلت ہے، لیکن کفوئی میں فضیلت کا اعتبار نہیں۔

مثال دوم: حضور ﷺ نے حضرت حفصہؓ سے نکاح کیا، حالانکہ حضور ﷺ مذکورہ بالا دو وجوہات کی بنا پر حضرت حفصہؓ سے افضل ہیں۔ اس طرح آپ حضرت حفصہؓ کے کفو، برابر اور مثل نہ ہوئے، تو اس سوال کے جواب کی طرف بھی صاحب مبسوط نے اشارہ کیا ہے کہ کفو سے مراد رتبہ اور فضیلت میں مثل اور مساوات نہیں، بلکہ نسب میں مثل اور مساوات مراد ہے اور بحیثیت رتبہ تفاضل، کفو میں معتبر نہیں۔ حضور ﷺ اور حضرت حفصہؓ اگرچہ رتبہ میں برابر نہیں، لیکن نسب قریش میں مثل اور مساوی ہیں۔

مثال سوم: حضور ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت عثمانؓ کو نکاح کر دی، حالانکہ حضرت عثمانؓ صاحبزادی صاحبہ کے کفو اور مثل نہیں، اس لیے کہ صاحبزادی صاحبہ بنو ہاشم سے اور حضرت عثمانؓ عبشی یعنی عبد شمس کی اولاد میں سے ہیں اور غیر ہاشمی ہیں اور بنو ہاشم غیر بنی ہاشم سے افضل ہیں۔ پس حضرت عثمانؓ صاحبزادی صاحبہ کے کفو اور مثل نہ ہوئے، تو صاحب مبسوط نے اس سوال کے جواب کی طرف اشارہ بھی کیا کہ تفاضل کو کفامت میں دخل نہیں، بلکہ کفامت میں نسب اور قریش ہونے میں برابری معتبر ہے اور حضرت عثمانؓ نسب اور قریشیت اور نضر بن کنانہ کی اولاد ہونے میں صاحبزادی صاحبہ کے برابر ہیں۔ اگرچہ رتبہ اور فضیلت میں برابری کفامت میں معتبر نہیں ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ کا خود اپنا نکاح کرنا اور اپنی صاحبزادی کا نکاح کر دینا آپ کا فعل ہے۔ دلیل اول میں حدیث تویلی اور دلیل دوم میں حدیث فعلی کا ذکر ہوا۔ اس طرح

حدیثِ قولی اور حدیثِ فعلی ہر دو سے ثابت ہوا کہ قریش کا ہر فرد دوسرے فرد کا نسب اور قریش ہونے میں کُفو، مثل اور مساوی ہے اور اگر فرد قریش کو دوسرے فرد پر بہ اعتبارِ رُتبہ تفاضل ہو تو اس کا کُفو میں اعتبار نہیں اور یہ تفاضل کُفو کے منافی نہیں۔

اب عدمِ جوازِ نکاح کے قائلین اور اُن کے ہم مشرب مفتیوں کی غلط فہمی کا سبب بیان کیا جاتا ہے کہ اُنہوں نے جو یہ دعویٰ کیا کہ غیر سید ہاشمی بھی سیدہ فاطمہؓ کا کُفو نہیں، تو انہیں یہ غلطی اس طرح لگی کہ اُن کے نزدیک اہل بیت رسول کو غیر اہل بیت پر تفاضل اور فضیلت حاصل ہے، اگرچہ وہ غیر اہل بیت ہاشمی ہو۔ تو غیر اہل بیت ہاشمی رتبہ میں اہل بیت رسول کے برابر نہ ہوا۔ اس لیے اہل بیت کا کُفو نہ ہوا، کیوں کہ کُفو کا معنی برابری ہے اور یہ امر ان مفتیوں کی دین سے ناواقفیت پر مبنی ہے اور اس کی دو وجوہات ہیں۔ اول یہ کہ جب فقہائے احناف نے یہ تصریح کر دی کہ تفاضل کے باوجود ایک قریشی دوسرے کا کُفو ہے، جیسے حضور ﷺ باوجود فضیلتِ کاملہ کے عائشہ صدیقہؓ اور حضرت حفصہؓ کے کُفو ہیں اور تفاضل کُفو کے منافی بھی نہیں اور کُفو میں معتبر بھی نہیں۔ اگر ساداتِ فاطمیہ باوجود تفاضل دوسرے ہاشمیوں اور قریشیوں کے کُفو ہوں تو شرعاً اس میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں، کیوں کہ تفاضل نہ تو کُفو کے منافی ہے اور نہ کُفو میں معتبر۔ دوم یہ کہ اگر ان مفتیوں کا دعویٰ تسلیم کیا جائے کہ اہل بیت کو غیر اہل بیت ہاشمی پر تفاضل ہے، اس لیے غیر اہل بیت، اہل بیت کے کُفو نہیں اور ان میں نکاح جائز نہیں۔ تو لازم آئے گا کہ حضور ﷺ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے کُفو نہ ہوں اور اسی طرح حضرت عثمان غنیؓ حضور ﷺ کی صاحبزادی کے کُفو نہ ہوں اور یہ نکاح غیر کُفو

میں ہو۔ اس میں تو بڑی قباحت ہے۔ یہاں تک حدیثِ قولی اور حدیثِ فعلی سے ثابت کیا گیا کہ غیر سید ہاشمی، سیدہ فاطمہ کا کفو ہے اور ان کے درمیان نکاح جائز ہے اور اس کے خلاف لکھنے والے تمام مفتیوں کے فتویٰ جات اُن کی علمی کم مائیگی کے عتاز ہیں۔

تعالیٰ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین

قارئین کرام! اُن مبارک اُدوار میں ساداتِ فاطمیہ کے نکاح غیر سید قریش کے ساتھ ہوئے۔ حاشیہ شامی میں ہے: لا تفاضل فیما بینہم من الهاشمی والنوفلی والتیمی والمعدوی وغیرہم ولہذا زوج علیؑ وھو ہاشمی اُم کلثوم بنت فاطمة من عمر وھو عدوی۔ علامہ شامی نے پہلے دعویٰ کیا کہ ہر قریش دوسرے قریشی کا کفو ہے، اگرچہ بعض قریش مثلاً بنو ہاشم دوسرے قریش سے افضل ہیں، لیکن اس تفاضل کا اعتبار نہیں۔ اس کے بعد علامہ شامی نے اس پر دلیل دی کہ حضرت علیؑ نے جو کہ ہاشمی ہیں، اپنی صاحبزادی اُم کلثوم، جو کہ حضرت فاطمہ زہراؑ کے بطن سے تھیں، حضرت عمرؓ کو نکاح کر دیں، حالانکہ حضرت علیؑ ہاشمی اور حضرت عمرؓ مدوی ہیں اور ہاشمی مدوی سے افضل ہیں۔ معلوم ہوا کہ قریش میں تفاضل کا اعتبار نہیں۔ اس طرح حضرت عمرؓ، حضرت علیؑ اور اُن کی صاحبزادی کے کفو ثابت ہوئے۔ حضرت اُم کلثوم سیدہ فاطمہ ہیں، جب کہ حضرت عمرؓ مدوی ہونے کی وجہ سے صرف قریشی ہیں، ہاشمی نہیں ہیں۔ اس طرح سیدہ فاطمہ کا کفو غیر سید قریشی ثابت ہوا اور اُن کے درمیان نکاح جائز ہوا۔ حالانکہ ان مفتیوں کا دعویٰ یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ کا کفو غیر سید ہاشمی بھی نہیں اور اُن کے درمیان نکاح ناجائز اور صحبتِ زنا ہے۔ تو مفتی کے نزدیک

حضرت اُمّ کلثومؓ کا نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ غیر کفو میں ہوا۔ اس لیے ناجائز اور کالعدم ہے اور..... نعوذُ باللہ من ہذم الخرافات والہذلیات۔

ان مفتیان کم سواد پر صد افسوس

قارئین کرام! غور فرمائیے کہ ان زود نویس مگر کم تدبّر مفتیوں نے بسلسلہ کفایت جو کچھ تحریر کیا، جس کا ابھی اوپر ذکر ہوا، ان کی ایسی تحریر کردہ بیان و منطق کے مطابق تو حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ پر معاذ اللہ ایک فعلِ قبیح کی ٹھمت لگتی ہے۔ کیا نیاز مندی اہل بیت اور احترام صحابہ کا حق اسی طرح ادا کیا جاتا ہے؟ اکابر فقہائے سلف کے طے شدہ فیصلوں کو اگر حل مسئلہ کے لیے مشعلِ راہ بنایا جاتا تو ایسے بھیانک نتائج کبھی برآمد نہ ہوتے، مگر کیا کیا جائے؟ ہر دور میں ایسے مفاد پرست اور دین فراموش پیدا ہوتے آئے ہیں جو دنیوی مفادات کے مقابلے میں اخروی خسارے کو بھی نظر انداز کر جاتے ہیں۔ لیجئے اب ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

بحر الزائق میں ہے: وزوج علیؓ بنتہ اُمّ کلثوم من عمرؓ وکان عدویاً لاہاشمیاً خلاصہ یہ کہ حضرت علیؓ نے اپنی صاحبزادی اُمّ کلثومؓ، حضرت عمرؓ کو نکاح کر دی، حالانکہ حضرت عمرؓ عدوی تھے، ہاشمی نہیں تھے اور ہاشمی، عدوی سے افضل ہیں، تو معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ کے نزدیک سیدہ فاطمہؓ کا غیر سید قریشی بھی کفو ہے۔ اس طرح غیر سید ہاشمی بطریقِ اولیٰ سیدہ کا کفو ہوگا۔ شامی اور بحر الزائق ہر دو کی عبارت مذکورہ بالا ایسے فاجر العقل مفتیوں کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ ہے۔ ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو۔

ہر فرد قریش دوسرے فرد قریش کا کفو ہے

عمدة الرعاية حاشیہ شرح وقایہ میں ہے: لا تفاضل فيما بينهم من الهاشمی والتوفلی والقیسی والعدوی وغیرہم ولهذا زوج علی بن ابی طالب وهو هاشمی ابنته أم کلثوم بنت فاطمة من عمر بن الخطاب وهو عدوی لانه من قریش خلاصه عبارت یہ ہے کہ قریش میں تفضیل کا اعتبار نہیں۔ ہر فرد قریش دوسرے فرد کا کفو ہے، اگرچہ ایک فرد دوسرے بطن قریش سے افضل ہے، لیکن ہر ایک دوسرے کا کفو ہے۔ یعنی ہاشمی، غیر ہاشمی قریشی کا کفو اور غیر ہاشمی، قریشی ہاشمی کا کفو ہے اور محضی شرح وقایہ نے اس پر یہ دلیل دی ہے کہ حضرت علیؑ جو کہ ہاشمی ہیں اور دوسرے بطن قریش سے افضل ہیں، انہوں نے اپنی صاحبزادی أم کلثومؑ جو کہ حضرت فاطمہؑ کے بطن مقدس سے تھیں، حضرت عمر فاروقؓ کو نکاح کر دیں، حالانکہ فاروق اعظمؓ عدوی قریشی تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قریش میں تفضیل کا اعتبار نہیں۔

قارئین کرام! غور فرمائیے کہ حضرت أم کلثومؑ میں چار فضیلتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ حضرت علیؑ کی صاحبزادی ہیں۔ دوم وہ حضرت سیدہ فاطمہؑ زہراؑ کی صاحبزادی ہیں۔ سوم یہ کہ وہ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ زہراؑ کی بلا واسطہ اور بالذات صاحبزادی ہیں۔ چہارم یہ کہ حضرت أم کلثومؑ یقینی اور بلا شک و شبہ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ زہراؑ کی صاحبزادی ہیں اور ان کے سیدہ فاطمیہ ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں، بخلاف آج کل پندرہویں صدی کی سیدہ فاطمیہ کے کہ یہ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ زہراؑ کی بلا واسطہ اور بالذات صاحبزادی بھی نہیں اور اس کے سیدہ فاطمیہ ہونے میں ایسا یقین نہیں، جیسا کہ حضرت أم کلثومؑ کے

سیدہ فاطمہ ہونے میں یقین ہے۔ یعنی مروی زمانہ کے سبب وہ قطعیت نہیں، جو حضرت اُمّ کلثوم کو حاصل ہے، تو حضرت اُمّ کلثوم جو کہ سیدہ فاطمہ ہیں، کی کفو حضرت عمرؓ ہیں، حالانکہ وہ ہاشمی نہیں، بلکہ صرف عدوی قریشی ہیں۔ معلوم ہوا کہ آج کل کی سیدہ فاطمہ کا بطریق اولیٰ ہاشمی مرد یا صرف قریشی کفو ہوگا اور ان کے درمیان نکاح جائز اور لازم ہوگا۔ تو ان ساداتِ عصر کے ہمنوا ایسے مفتیوں کا یہ دعویٰ بالکل لغو ہوا کہ آج کل سیدہ فاطمہ کا غیر سیدہ ہاشمی اور قریشی بھی کفو نہیں ہے اور ان کے درمیان نکاح ناجائز اور صحبت زنا ہے۔ ان ظالم اور عاقبت نااندیش مفتیوں کو یہ خیال نہیں آتا کہ ان کے اس احتقانہ فتویٰ زنا کا ناپاک وارکن کن ذواتِ مقدسہ پر پڑے گا۔ اگر پاکستان میں نظامِ مصطفیٰ جاری ہو، تو ایسے غلط نویس مفتیوں پر حدِ قذف لگائی جائے۔

امام مالکؒ کے نزدیک کفو کا سرے سے اعتبار ہی نہیں

چوں کہ امام مالکؒ کے نزدیک کفو کا سرے سے اعتبار ہی نہیں اور ہر مرد خواہ سید ہو یا غیر سید ہر عورت کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے، خواہ وہ عورت سیدہ فاطمہ ہو یا غیر سیدہ، تو امام مالکؒ کے نزدیک غیر سید مرد خواہ کسی قوم سے تعلق رکھتا ہو، سیدہ فاطمہ سے نکاح کر سکتا ہے۔ اس لیے ہمارے مخالفین کا دعویٰ اور فتویٰ امام مالکؒ کے مذہب کے بھی خلاف ہے، بلکہ حنفی مذہب کے بھی خلاف ہے۔ اس لیے کہ دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ احناف کے نزدیک تمام قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں اور قریش میں تفاضل کا اعتبار نہیں۔ اس کی دلیل حضرت اُمّ کلثوم بنتِ فاطمہ زہراؓ کا حضرت عمرؓ کے ساتھ نکاح ہے اور حضرت عمرؓ صرف قریشی ہیں

۱۔ بقول مرزا عبد القادر بدیل دہلوی

ز غرور دلائل بے خردی ہم تیر خطاب نشانِ زدن

چہ یوسرور بگ غلط سخاں در علم محل بہ نساتِ زدن

تو حنفی مذہب میں بھی غیر سید قریشی سیدہ فاطمہؓ کا کفو ہے اور ان کے درمیان نکاح جائز ہے۔ یہ نادان دوست اس حقیقت سے انکاری ہیں، بلکہ معاذ اللہ اسے صحبتِ زنا قرار دیتے ہیں۔ اس طرح ان کا یہ فتویٰ امام مالکؒ اور فقہ حنفی ہر دو کے خلاف ٹھہرا۔

کُفو کے متعلق امام شافعیؒ کا مذہب

اب کُفو کے متعلق امام شافعیؒ کا مذہب بیان کیا جاتا ہے فتح القدیر لابن ہمام اور عنایہ میں ہے: ففی الحدیث دلیل علیٰ اَنَّهُ لَا یَعْتَبَرُ التَّفَاضُلُ فِیْ اَنْسَابِ قُرَیْشٍ فَهُوَ حُجَّةٌ عَلٰی الشَّافِعِیِّ فِیْ اَنِّ الْهَاشِمِیِّ وَالْمُظَلِّیِّ اِکْفَاءٌ دُونَ غَیْرِہُمْ بِالنِّسْبَةِ اِلَیْہِمْ وَزَوْجُ النَّبِیِّ ﷺ بِنْتِیْہِ مِنْ عِثْمَانَ وَهُوَ اُمَوِیٌّ غَلَاصَةُ عِبَارَتٍ یَہْیَہُ کہ حدیث شریف میں (ثابت) ہے: قُرَیْشٌ بَعْضُہُمْ اِکْفَاءٌ قَابِلُ الْبَعْضِ بِالْبَعْضِ مِنْ غَیْرِ اِعْتِبَارِ الْفَضِیْلَةِ بَیْنِ قَبَائِلِہُمْ کہ ہر قریشی دوسرے قریشی کا کُفو ہے اور قریش کے قبائل میں فضیلت کا اعتبار نہیں اور یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی دو بیٹیاں حضرت عثمانؓ کو نکاح کر دیں، حالانکہ آپ ہاشمی اور حضرت عثمانؓ اموی ہیں اور بنو ہاشم کو بنو امیہ پر فضیلت حاصل ہے، تو یہاں فضیلت کا اعتبار نہیں۔

کتب فقہ میں ان امور پر سیر حاصل بحث ملاحظہ کی جاسکتی ہے اور یہ حدیث شریف امام شافعیؒ پر حجت ہے کہ امام شافعیؒ کا کُفو کے متعلق یہ مذہب ہے کہ قریش سے ہاشمی اور مطلبی باہم کُفو ہیں اور ان دو قبیلوں کے علاوہ جو قریش ہیں، وہ ان دو قبیلوں کا کُفو نہیں ہیں۔ چوں کہ امام شافعیؒ نے بھی قریش کے قبائل میں تفاضل کا اعتبار کیا ہے، اس لیے حدیث مذکورہ

امام شافعیؒ کے خلاف بھی محبت ہے۔ ہر حال یہاں کُفو میں حضرت امام شافعیؒ کا مذہب بیان کیا جا رہا تھا، لہذا فتح القدیر کی عبارت سے معلوم ہوا کہ کُفو کے متعلق امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ ہاشمی اور مطہلی خاندان کا ہر فرد دوسرے فرد کا کُفو ہے اور اُن کے درمیان نکاح جائز ہے اور امام شافعیؒ بنو ہاشم اور مطہلی میں تفاضل کا اعتبار نہیں کرتے۔ اس طرح اِن فقہ نا آشنا مفتیوں کا فتویٰ مذہب شافعیؒ کے دعویٰ کے بھی خلاف ہے، اِس لیے کہ اُن کا یہ دعویٰ اور فتویٰ کہ غیر سید ہاشمی بھی سیدہ فاطمیہ کا کُفو نہیں، نہ یہ امام مالکؒ کا مذہب ہے، نہ امام ابو حنیفہؒ اور نہ ہی امام شافعیؒ کا، بلکہ کسی مسلمان کا مذہب نہیں۔ ہاں اگر قادیانیوں کا مذہب ہو تو اُس سے مسلمانوں کو سروکار نہیں۔ اُن کا یہ فتویٰ بلاشبہ بدعتِ سیئہ ہے کہ اُنہوں نے بنو ہاشم میں تفاضل کا اعتبار کیا ہے کہ ساداتِ فاطمیہ چوں کہ بنو ہاشم ہونے کے باوجود دوسرے قریش بشمول بنی ہاشم سے افضل ہیں۔ لہذا غیر سید ہاشمی بھی ساداتِ فاطمیہ کا کُفو نہیں ہے۔

کُفو کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب

اب بندہ ائمہ اربعہ میں سے امام احمد بن حنبلؒ کا کُفو کے متعلق مذہب ذکر کرتا ہے۔
مُغْنِی ابْنِ قُدَامَہ جو فقہ حنبلی کی مُشْتَد کتاب ہے اور ابنِ قُدَامَہ حضرت پیرانِ پیر کا شاگرد ہے اور خود حضرت پیرانِ پیر بھی حنبلی مذہب کے پیروکار ہیں۔ اِس طرح مُغْنِی ابْنِ قُدَامَہ میں جو مذکور ہے، وہ حضرت پیرانِ پیر کا بھی مذہب ہے۔ اب مُغْنِی ابْنِ قُدَامَہ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

وَالزَّوَابَةُ الثَّانِيَةُ عَنْ أَحْمَدَ أَنَّ الْعَرَبَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ أَكْفَاءُ لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ زَوْجٌ

بَنْتَبِهَ عَشْمَانُ وَزَوْجُ أَبِي الْعَاصِ بْنِ رَيْعٍ زَيْنَبُ وَهَمَامٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ وَزَوْجُ عَلِيٍّ،

عمرؓ ابنتہ اُمّ کلثوم و تزوج عبداللہ بن عمرو فاطمہ بنت الحسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تزوج المصعب بن الزبیر اختہا سکبۃ و تزوجہا ایضاً عبداللہ بن عثمان بن حکیم بن حزام۔

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ کُفو کے متعلق امام احمد سے دو روایتیں ہیں۔ روایت اول کا ترجمہ یہ ہے کہ جو عرب غیر قریش ہیں، وہ قریش کے کُفونیں، جیسا کہ احناف کا مذہب ہے اور جو قریش بنی ہاشم نہیں، وہ بنی ہاشم کے کُفونیں اور یہ بعض شافعیوں کا مذہب ہے اور جو امام شافعیؒ کا مذہب ہے، اُس کی تفصیل قبل ازیں گزر چکی ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ تمام عرب ایک دوسرے کے کُفو ہیں، خواہ بنی ہاشم ہوں یا نہ اور جو عرب بنی ہاشم نہیں، خواہ قریش ہیں یا غیر قریش عرب، سب ایک دوسرے کے کُفو ہیں۔ اس لیے معلوم ہوا کہ غیر سید ہاشمی، قریش اور عرب یہ سب ساداتِ فاطمیہ کے کُفو ہیں اور ان کے درمیان نکاح جائز ہے اور اس کی پہلی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی دو صاحبزادیاں حضرت عثمانؓ کو نکاح کر دیں اور تیسری صاحبزادی زینبؓ ابوالعاص کو نکاح کر دی، جب کہ حضرت عثمانؓ اور ابوالعاص دونوں ہاشمی نہ تھے، بلکہ یہ ہر دو عبد شمس کی اولاد سے تھے، لیکن حضور ﷺ حضرت عثمانؓ اور ابوالعاص عرب ہیں تو معلوم ہوا کہ عرب ایک دوسرے کے کُفو ہیں، نیز یہ کہ حضرت عثمانؓ اور ابوالعاص حضور ﷺ کے کُفو ہیں، تو غیر سید ہاشمی قریشی بطریقِ اولیٰ سیدہ فاطمیہ کے کُفو ہوں گے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی صاحبزادی اُمّ کلثوم بنت فاطمہ زہراؓ حضرت عمرؓ کو نکاح کر دی اور حضرت اُمّ کلثومؓ بلا واسطہ ساداتِ فاطمیہ سے تھیں اور سیدہ تھیں، جب کہ

حضرت عمر فاروقؓ نہ تو سید تھے نہ ساداتِ فاطمیہ سے تھے اور نہ ہاشمی تھے البتہ قریش اور عرب تھے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ جو کہ غیر سید قریش اور عرب ہیں، حضرت اُمّ کلثومؓ بنتِ فاطمہ کے کُفو ہیں اور حضرت علیؓ، امیرِ عمر کو اپنی اور اپنی صاحبزادی کا کُفو جانتے تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنی صاحبزادی کا نکاح کُفو میں کیا تھا اور یہ نکاح اُن کے نزدیک درست تھا۔ لہذا مکرین جواز کا یہ دعویٰ لغو محض ثابت ہوا کہ سیدہ فاطمیہ کا غیر سید کُفو نہیں، خواہ قریش سے ہو اور ان کے درمیان اصلاً نکاح جائز نہیں اور صحبتِ زنا ہے۔ (نعوذ باللہ) خواہ نکاح ولی کی رضامندی سے ہو یا نہ۔

قارئین! غور فرمائیے کہ سیدہ اُمّ کلثومؓ کا نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ ولیِ اقرب کی اجازت سے ہوا اور ولیِ اقرب حضرت مولیٰ علیؓ ہیں۔ اہلِ سنت کا یہی مذہب ہے کہ یہ نکاح حضرت علیؓ کی رضامندی سے ہوا، البتہ رافضیوں کا مذہب یہ ہے کہ یہ نکاح جبراً اور ولیِ اقرب کی رضامندی کے بغیر کیا گیا۔ غور کیجیے کہ ان نادانوں نے حضرت عمرؓ اور حضرت اُمّ کلثومؓ پر فعلِ قبیح کی تہمت لگائی ہے اور حضرت علیؓ کو اس فعل کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ کوئی صحیح القلب انسان اہلِ بیتِ رسول ﷺ اور اکابرِ صحابہ کرام پر اس قسم کی قبیح تہمت نہیں لگا سکتا۔ میرے نزدیک ایسی تہمت لگانے والا مسلمان نہیں رہ سکتا۔

حضرت امام حسینؓ کی صاحبزادیوں کے غیر ہاشمیوں سے نکاح

حضرت امام حسینؓ بن علیؓ کی دو صاحبزادیاں حضرت فاطمہؓ اور حضرت سیکینہؓ تھیں۔ اول کا نکاح حضرت عثمانؓ کے پوتے عبداللہ کے ساتھ ہوا، جو غیر سیدِ اموی تھے اور حضرت سیکینہؓ کا

نکاح اذل مصعب بن زہیر کے ساتھ ہوا اور مصعب کی وفات کے بعد حضرت سیکنہ کا نکاح ثانی حکیم بن حزام کے پوتے عبداللہ بن عثمان سے ہوا اور یہ دونوں غیر سید قریشی تھے جب کہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت سیکنہ صرف ایک واسطے سے حضرت فاطمہ زہراؓ بنت رسول کی اولاد ہیں اور وہ واسطے حضرت امام حسینؓ بن علیؓ ہیں۔ معلوم ہوا کہ غیر سید قریشی سیدہ کا کفو ہے جو کہ بلا واسطہ یا صرف ایک واسطے سے بلا شک و شبہ حضرت فاطمہ زہراؓ کی اولاد ہے۔ لہذا غیر سید قریشی موجودہ دور کی سیدہ کا بطریق اولیٰ کفو ہوگا اور ان کے درمیان نکاح جائز ہو گا، کیوں کہ آج کی سیدہ فاطمیہ سینکڑوں واسطوں سے حضرت فاطمہ زہراؓ کی اولاد ہے اور اُس کا اہل بیت رسول سے ہونا اتنا قوی اور یقینی نہیں ہے جتنا سیدہ اُمّ کلثومؓ بنت علیؓ حضرت سیدہ فاطمہؓ بنت امام حسینؓ اور حضرت سیکنہؓ بنت حسینؓ کا اہل بیت رسول سے ہونا قوی، یقینی اور اقرب ہے۔ جب یقینی اور اقرب سیدہ فاطمیہ کا کفو غیر سید قریشی ہو سکتا ہے اور ان کے درمیان نکاح جائز ہے تو آج کل کی غیر یقینی اور ابعد سیدہ فاطمیہ کا آج کل کا غیر سید قریشی بطریق اولیٰ کفو ہوگا۔ چوں کہ فقہ حنبلی کی معتبر کتاب مغنی ابن قدامہ کے حوالے سے بات ہوئی جو کہ حضرت پیران پیر کے شاگرد ابن قدامہ حنبلی کی تالیف ہے اس لیے ہم برسبیل تذکرہ یہاں اپنے موقف کی تائید و تقویت میں ایک اور رشتے کا حوالہ دینا بھی تقاضائے انصاف سمجھیں گے۔ جو میرے کرم فرماؤں اُن کے مفتیوں اور بالخصوص درگاؤ غوثیہ مریدیہ کے وابستگان کے لیے ناقابل انکار حوالہ ہوگا۔

حضرت پیران پیرؒ کے حالات، کرامات اور کمالات پر مشتمل مستند کتاب بہجۃ الاسرار

میں موجود ہے کہ حضرت پیران پیر نے اپنی ایک صاحبزادی کا نکاح اپنے ہم عصر بزرگ حضرت شیخ عبدالرحمن طفسونجی کے صاحبزادے کے ساتھ کر دیا تھا، جو کہ یقیناً ہاشمی نہیں تھے، بلکہ قریشی اسدی تھے، جب کہ حضرت پیران پیر ساداتِ فطیمیہ میں سے ہونے کے سبب ہاشمی، فاطمی، حسنی اور حسینی تھے۔ اس رشتے کا ثبوت مع حوالہ کتاب اُس فرست میں آپ ملاحظہ کریں گے، جو ہم نے ایسے تمام رشتوں کے لئے آگے مرتب کی ہے اور اسی کتاب میں آرہی ہے۔

کُفو کے بارے میں ائمہ اربعہ کے مذہب کا اجمالی ذکر

قبل ازیں بندہ نے کُفو کے متعلق ائمہ اربعہ کا مذہب تفصیل سے ذکر کیا، اب دوبارہ کُفو کے متعلق اِن کا مذہب اجمالاً ذکر کیا جاتا ہے۔ چوں کہ یہ مسئلہ نہایت اہم ہے، اس لیے قارئین اسے تکرارِ محض تصور نہ کریں، بلکہ قندِ مکرر سمجھ کر قبول کر لیں کہ اس بندہ عاجز کے ماحول سے واقف لوگ اس مسئلہ کی اہمیت، اس سے متعلق حوادث اور تلخیوں سے بخوبی آگاہ ہیں۔

ازما سخن بشنو و باما سخن گو کز بہر تو بسیار شنیدیم سخن ہا

مبسوط امامِ حسنی نے امام ابوحنیفہ کا کُفو کے متعلق یہ مذہب بیان کیا ہے: وَحُجَّتُنَا فِي ذَلِكَ

قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَرِيشُ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءُ لِبَعْضٍ فَانْهَمُ فِي مَا بَيْنَهُمْ يَتَفَاضِلُونَ أَفْضَلُهُمْ بَنُو هَاشِمٍ وَمَعَ التَّفَاضُلِ هُمْ أَكْفَاءُ۔

ہدایہ شریف میں امام اعظم کا کُفو کے متعلق مذہب اس طرح مذکور ہے: وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَرِيشُ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءُ لِبَعْضٍ وَلَا يَتَعَبَّرُ التَّفَاضُلُ فِيمَا بَيْنَهُمْ وَلِمَا رَوَيْنَا مِنْ قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَرِيشُ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءُ لِبَعْضٍ قَابِلُ الْبَعْضِ مِنْ غَيْرِ اعْتِبَارِ الْفَضِيلَةِ بَيْنَ قِبَالِهِمْ الْاِتْرَى

اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ زَوْجَ ابْنَتِهِ رَقِيَّةٍ مِنْ عَشْمَانَ وَكَانَ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ۔

خلاصہ ہر دو عبارت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ قریش کا ہر فرد بلا تخصیص دوسرے قریش کا کُفو ہے۔ اگرچہ قریش کا فردِ اول دوسرے فردِ قریش سے افضل ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کُفو میں قریش کے درمیان تفاضل اور فضیلت کا اعتبار نہیں ہے۔ مثلاً بنو ہاشم دوسرے قریش غیر ہاشمی سے افضل ہیں اور باوجود اس تفاضل کے تمام قریش بشمول بنو ہاشم ایک دوسرے کے کُفو ہیں، یعنی ہر غیر ہاشمی، قریشی ہاشمی کا کُفو ہے اور ان میں نکاح جائز ہے، تو اولادِ فاطمہ زہراؑ جو کہ بنی ہاشم سے ہیں، ہر قریشی ان کا کُفو ہے اور ان میں امام اعظمؒ کے مذہب کے مطابق نکاح جائز ہے۔ اس بنا پر کہ سب قریش بلا تخصیص ایک دوسرے کے کُفو ہیں اور اولادِ فاطمہؑ بھی قریش ہیں، لہذا ہر قریشی ساداتِ فاطمیہ کا کُفو ہے اور ان کے درمیان نکاح جائز ہے، امام ابو حنیفہؒ نے دو دلیلیں قائم کی ہیں۔

دلیل اول: حضور ﷺ کا فرمانِ عالی شان (حدیثِ قولی) ہے کہ قریش بعضہم اکفوا بعض یعنی ہر مرد قریشی، قریشیہ عورت کا کُفو ہے۔ حاشیہ ہدایہ میں ہے کہ حدیث شریف میں جو بعض قریش کو بعض دوسرے قریش کا کُفو قرار دیا گیا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مطلق بعض قریش، دوسرے بعض مطلق کے کُفو ہیں اور ان میں فضیلت کا اعتبار نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ قریش میں باعتبار کُفو تفاضل کا اعتبار نہیں اور قریش میں تفاضل کا یہ عدم اعتبار حدیث شریف سے ثابت ہے۔ آج کل کے بعض نام نہاد مفتی جو یہ کہتے ہیں کہ غیر سید قریشی، خواہ ہاشمی ہو سیدہ فاطمیہ کا کُفو نہیں، کیوں کہ سیدہ کو غیر سید قریشی پر فضیلت ہے، جب کہ ان بے خبر

مفتیوں نے قریش میں کُفو کے بارے میں تفاضل کا اعتبار کیا، جو کہ حدیث شریف اور مذہبِ احناف سے صریحاً جہالت و بغاوت ہے، چوں کہ بعض سادات حضرات کے ذہن میں نسبی برتری کا بُھوت اس بُری طرح بیٹھ چکا ہے کہ وہ شرعی احکام اور علمی تحقیقات کو درخورِ اعتنائی نہیں سمجھتے، مگر اُن سے زیادہ افسوس تو اُن علماء و مفتیان پر ہوتا ہے جو بہت کچھ جانتے اور سمجھتے ہوئے شریعتِ مطہرہ کے احکام کو پس پشت ڈال کر محض دال روٹی کو قبلہ و کعبہ بنائے ہوئے ہیں۔ ع

اے طائرِ لاہوتی! اُس رزق سے موت اچھی

ایک چیلنج

لہذا ایسے نام نہاد حنفی، چشتی، گولڑوی مولویان کو بندہ کا ایک چیلنج ہے کہ یہ لوگ حضرت گولڑویؒ کی کسی بھی تصنیف سے اپنا یہ خود ساختہ موقف ثابت کر دکھائیں۔
 قارئین! بڑا المیہ یہ ہے کہ یہ مفلسانِ علم محققین اپنے اس باطل نظریہ کو حضرت گولڑویؒ کی طرف منسوب کرتے ہیں، جو کہ اُن کی علمی شخصیت پر صریحاً بُہتان ہے۔ بندہ ان مدعیانِ علم مفتیوں کو چیلنج کرتا ہے کہ وہ حضرت گولڑویؒ کی کسی تصنیف سے یہ ثابت کر دیں کہ آپؐ نے فرمایا ہو کہ سیدہ فاطمہؓ کا غیر سید ہاشمی اور قریشی بھی کُفو نہیں ہے، آپؐ نے تو صرف یہ فرمایا کہ عجمی، عربیہ کا کُفو نہیں اور عجمی سے مراد غیر عربی النسل ہے اور یہ کورے مفتی، عجمی سے مراد ہاشمی اور قریشی اور عربیہ سے مراد سیدہ فاطمہؓ لیتے ہیں، حالانکہ عجمی، عربیہ، ہاشمی اور قریشی کی ضد ہے۔ پھر دوسرا المیہ یہ ہے کہ یہ بزمِ خویش مفتی جنہوں نے حضرت گولڑویؒ

پر بہتان باندھا ہے یہ مفتیانِ مفتری اپنے آپ کو تو حضرت گولڑویؒ کا بڑا عقیدت مند خیال کرتے ہیں اور جن لوگوں نے اس بہتان سے حضرت گولڑویؒ کو بری قرار دیا ہے، انہیں آپ کا گستاخ تصور کرتے ہیں۔ بقولِ راقم۔

تم نے جو کچھ بھی کہا، ہم نے سنا، مانے گئے

بے وفا پھر بھی رہے، خود سر ہی گردانے گئے

دلیل دوم: یہاں تک تو کفو کے متعلق امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر بحوالہ مبسوط اور ہدایہ، حدیثِ قولی کا ذکر کیا گیا۔ اب کفو کے متعلق امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر دلیل دوم ملاحظہ ہو اور یہ حدیثِ فعلی ہے۔ جس کو حاشیہ ہدایہ اور مبسوط میں بایں الفاظ ذکر کیا گیا ہے: **الْأَثَرُ** **إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ زَوْجَ ابْنَةِ رَقِيَّةَ مِنْ عِثْمَانَ وَكَانَ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ**۔ مبسوط امام سرخسیؒ میں ہے: **الْأَثَرُ** **إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ زَوْجَ ابْنَتِهِ مِنْ عِثْمَانَ وَكَانَ عِشْمَانًا فَعَرَفْنَا أَنَّ بَعْضَهُمْ أَكْثَرُ** **إِنْ هَرْدُ عِبَارَاتٍ** میں صاحبِ ہدایہ اور صاحبِ مبسوط نے اس پر حدیثِ فعلی سے امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر استدلال کیا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا کفو کے متعلق مذہب یہ ہے کہ ہر قریشی، دوسرے قریشی کا کفو ہے اور کفو میں تفاضل کا اعتبار نہیں۔ حدیثِ فعلی یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہؓ حضرت عثمانؓ سے نکاح کر دی، حالانکہ حضرت عثمانؓ ہاشمی نہ تھے، بلکہ عبد شمس کی اولاد سے عیشمی تھے اور بنی ہاشم دوسرے غیر ہاشمی قریش سے افضل ہیں۔ لیکن یہ فضیلت مانع نکاحِ فہم نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر قریشی دوسرے قریشی کا کفو ہے اور ان میں تفاضل کا اعتبار نہیں۔

یہاں تک کُفو کے متعلق امام ابوحنیفہ کا مذہب بحوالہ مبسوط و ہدایہ ذکر کیا گیا کہ امام ابوحنیفہؒ نکاح میں کُفو کے قائل ہیں کہ قریش کا ہر فرد دوسرے فرد کا کُفو ہے اور قریش میں کُفو کے متعلق تفاضل نہیں۔ ہمارے مخالفین کج فکر کا کُفو کے متعلق نظریہ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے بالکل خلاف ہے۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ غیر سید خواہ ہاشمی یا غیر ہاشمی قریشی ہی کیوں نہ ہو سیدہ فاطمہؓ کا کُفو نہیں ہے اور ان کے درمیان نکاح جائز نہیں خواہ دلی اقرب نکاح پر راضی ہو یا نہ ہو۔ اگر نکاح ہوا تو بچوں کے یہ نکاح دُست نہیں لہذا تعلق زوجیت زنا ہوگا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

بندہ نے جو حدیث فعلی حنفی مذہب پر دی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت عثمانؓ کو نکاح کر دی۔ اس دلیل فعلی سے صاحب مبسوط اور صاحب ہدایہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ ہر قریشی دوسرے قریشی کا کُفو ہے اور قریش میں کُفو کے لحاظ سے تفاضل کا اعتبار نہیں ہے۔

اس حدیث فعلی کا بعض سادات عصر حاضر اور ان کے ہم نوا دوسرے اکثر خفتہ ضمیر ملاں یہ جواب دیتے ہیں کہ اگرچہ حضرت عثمانؓ حضرت رقیہؓ کا کُفو نہیں تھے اس کے باوجود حضور ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا تو یہ حضور ﷺ کا خاصہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا تھا کہ آپ غیر کُفو میں نکاح کر کے دے سکتے ہیں اور اپنے موقف کے اثبات میں درج ذیل حدیث شریف پیش کرتے ہیں۔

اخرج الخطيب عن ابن عباس ان النبي ﷺ قال ان الله اوحى الى ان ازوج

كريمتي يعني رقية وام كلثوم عن عثمان۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے خطیب روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ

مجھے خدا تعالیٰ نے بذریعہ وحی فرمایا ہے کہ میں اپنی دو صاحبزادیوں یعنی حضرت رقیہؓ و اُمّ کلثومؓ کو حضرت عثمانؓ سے بیاہ دوں۔

مزید یہ حدیث شریف: اخرج الطبرانی عن اُمّ عیاش ان رسول اللہ ﷺ قال ما زوجت عثماناً بأمّ کلثوم إلا بوحی من السماء۔

ترجمہ: اُمّ عیاش سے طبرانی نے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اُمّ کلثوم سے حضرت عثمان کا بیاہ آسمانی وحی کے تحت ہی کیا ہے۔

موصوف کا یہ جواب بھی حضور ﷺ پر افترا اور بہتان ہے۔ اس لیے کہ کسی مستند کتاب میں اس خاصہ کا ذکر نہیں ملتا، بلکہ تمام فقہائے حنفیہ اس نکاح کو اس امر پر بطور دلیل ذکر کر رہے ہیں کہ اس نکاح سے یہ ثابت ہوا کہ ہر قریشی دوسرے قریشی کا کفو ہے اور قریش میں تفاضل کا اعتبار نہیں، جیسا کہ صاحب مبسوط اور صاحب ہدایہ نے اس نکاح سے یہی ثابت کیا۔ قارئین باتمکین! غور فرمائیے کہ فقہائے احناف حدیث قولی اور فعلی سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ حضرت عثمانؓ حضرت رقیہؓ کا کفو ہیں اور یہ نکاح کفو میں ہوا ہے، جب کہ پندرہویں صدی کے کچھ بے شعور ملاں یہ رٹ لگا رہے ہیں کہ یہ نکاح غیر کفو میں ہے اور خاصہ رسول ہے، حالانکہ خاصہ ایک دو ملا کے محض کہہ دینے اور احتمال سے ثابت نہیں ہوتا، بلکہ خاصہ اور خصوصیت کے لیے کتاب و سنت سے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ علامہ ابن حجرؒ نے کسی اور مقام پر جب کسی امر کو حضور ﷺ کا خاصہ قرار دیا تو علامہ علی قاریؒ نے شرح مشکوٰۃ میں ابن حجرؒ کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ خاصہ صرف ابن حجرؒ کے قول سے ثابت نہیں ہوتا، بلکہ اس کے لیے

کتاب و سنت سے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے اور ابن حجرؒ نے اس خاصہ پر کوئی دلیل نہ دی۔ تو غور کریں کہ جب ابن حجرؒ کے محض قول سے خاصہ ثابت نہیں ہوتا، تو بھلا اس دور کے چند تملق شعارموں یوں کے محض لکھ دینے سے خاصہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟ ان کا یہ کہنا کہ حضرت عثمان غنیؓ کا نکاح غیر کفو میں ہوا ہے اور یہ نکاح حرام تھا، لیکن خاصہ کی وجہ سے حلال ہوا، تو یہ مفتی کا حضور ﷺ اور آپ کی شریعت مطہرہ پر محض افتراء اور بہتان ہے۔

نوٹ: ان شاء اللہ العزیز ہم اسی کتاب میں ایک اور کتابچے رفع الاشباہ کا جواب دیتے ہوئے اس خاصہ والے قول کا بدلائل قویہ رد کریں گے۔

قارئین محترم! کفو کے متعلق حضرت امام شافعیؒ کا مذہب پھر نقل کیا جاتا ہے حضرت امام شافعیؒ بھی نکاح میں کفو کے قائل ہیں، لیکن اُن کا مذہب احناف کے مذہب سے کچھ مختلف ہے۔ فتح القدیرؒ شرح ہدایہ میں ہے: ففي الحديث دليل على انه لا يعتبر التفاضل في انساب قریش فهو حجة على الشافعي في ان الهاشمي والمطلبی اكفاء دون غيرهم بالنسبة اليهم قالوا وزوج النبي ﷺ بنتيه من عثمان وهو اموي وزوج أم كلثوم من عمر وهو عدوي رضي الله عنه وعلي محمد في اعتباره الزيادة بالخلافة حتى لا يكافي اهل بيت الخلافة غيرهم من القرشيين هذا ان قصد بذلك عدم المكافئة لان قصد به تسكين الفتنة وفي الجامع لقاضي خان قالوا الحسيب يكون كفوا للتسيب فالعالم العجمي كفوا للجاهل العربي والعلوية لان شرف العلم فوق شرف النسب مذکورہ بالا عبارت میں ابن ہمامؒ نے مذہب امام ابوحنیفہؒ کو ثابت کیا ہے

اور کفو کے متعلق حضرت امام شافعیؒ کا مذہب نقل کر کے اس کو حدیث شریف سے رد کیا ہے اور حضرت امام محمد بن حسنؒ سے ایک روایت ہے جو کہ بظاہر حدیث شریف اور مذہب امام ابوحنیفہؒ کے خلاف ہے۔ اس روایت کو بھی ابن ہمام صاحب فتح القدیر نے پہلے حدیث شریف سے رد کیا اور بعد میں اس روایت کی توجیہ کی کہ یہ روایت حدیث شریف اور مذہب احناف کے خلاف نہیں۔ اس کے بعد ابن ہمام نے ایک مشکل مسئلہ کا حل بیان کیا ہے۔ آج کل کے ایسے فقہات سے دور مفتی اس مشکل مسئلہ کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ اس کا خلاصہ اور اس طویل عربی عبارت کو پیش کرنے کا مقصد نسب کے لحاظ سے کفو کے متعلق حضرت امام شافعیؒ کا مذہب بیان کرنا ہے کہ امام شافعیؒ کا نسب کے لحاظ سے کفو کے متعلق یہ مذہب ہے کہ ہر قریشی دوسرے قریشی کا کفو نہیں ہے بلکہ قریش سے صرف ہاشمی اور مطلبی ایک دوسرے کے بلا تخصیص کفو ہیں اور دوسرے قریشی جو ہاشمی اور مطلبی نہیں ہیں یہ ہاشمیوں اور مطلبیوں کے کفو نہیں ہیں۔ چوں کہ ہاشمی دوسرے غیر ہاشمی قریش سے افضل ہیں اس لیے امام شافعیؒ نے قریش میں تفاضل کا اعتبار کیا ہے چوں کہ بنو ہاشم دوسرے غیر ہاشمی قریش سے افضل ہیں لہذا ہاشمی تو بلا تخصیص ایک دوسرے کے کفو ہیں لیکن غیر ہاشمی قریشی بنو ہاشم کے کفو نہیں ہیں۔ چوں کہ حضرت امام شافعیؒ نے بنو ہاشم میں تخصیص نہیں کی اس لیے ان کے نزدیک بھی ہر ہاشمی سیدہ فاطمہ کا کفو ہے اور ان میں نکاح جائز ہے اور ہمارے مخالفین کا خود ساختہ مذہب یہ ہے کہ غیر سیدہ خواہ ہاشمی ہو سیدہ فاطمہ کا کفو نہیں ہے اور ان میں نکاح جائز نہیں ہے خواہ وہی اقرب اس نکاح پر راضی ہو یا نہ۔ اس طرح کفو کے متعلق

ان حضرات کا نظریہ جس طرح حضرت امام اعظم کے مذہب کے خلاف ہے، اسی طرح امام شافعی کے مذہب کے بھی خلاف ہے اور یہی ثابت کرنا مقصود تھا۔

نوٹ: کفو کے بارے ائمہ اربعہ کا مذہب، ان کے دلائل اور اس کے متعلق مخالفین کے جیل و توجیہات کو ہم نے قدرے تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ اب اسی سلسلے میں چند اور غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جا رہا ہے۔

.....



باب دوم

مسئلہ نکاحِ سیدہ میں مخالفینِ جواز

کے

متعدد رسائل کا مدلل جواب



قارئین کرام! ہمارے مؤلف نکلج سیدہ باغیر سید کے ساتھ جن حضرات نے اختلاف کیا اور چھوٹے بڑے رسائل شائع کئے، اُن میں ایک رسالہ مسمیٰ بہ رفع الاستہابہ عن قول سیدنا مہر علی شاہ مؤلفہ علامہ مشتاق احمد چشتی صاحب بھی ہے۔ چنانچہ رسالہ لہذا یعنی رفع الاستہابہ (لحم) کے نام کا بہ اعتبار شاعری تو قافیہ درست ہے، مگر یہ سلسلہ تشریح فتویٰ رفع الاستہابہ کا نام دے کر رسالے کے مندرجات کا قافیہ ضرور تنگ کر دیا گیا ہے، کیوں کہ پیر مہر علی شاہ کا وہ کون سا قول مُشْتَبَہ تھا، جس سے پردہ اٹھایا گیا۔ کیا حضرت گولڑوئیؒ کی کسی تحریر کا کوئی جملہ یا حصہ غیر واضح اور مُشْتَبَہ تھا؟ جس سے مولوی صاحب قبلہ نے پردہ اٹھایا اور لوگوں کا شُبہ دُور کیا۔ یہی کام بیس سال پہلے میں نے کیا تھا، یعنی تشریح کی تھی، تو میرے خلاف ایک مستقل تحریک چلائی گئی اور نہ جانے کیا کیا لکھا اور کہا گیا؟ صرف اس بات پر کہ میں نے فتویٰ کا وہ مطلب بیان کیا، جو دائرہ شریعت میں تھا، مگر کچھ لوگوں کی مرضی کے مطابق نہ تھا۔ آج مولوی صاحب قبلہ نے رفع الاستہابہ چھپوا کر اُس میں موجودہ پیر ابن گولڑہ کا مَن بھانا نقطہ نظر پیش کیا تو رفع الاستہابہ کے کسی جملے پر کسی کو بھی اعتراض نہ ہوا۔ توجہ طلب بات یہ ہے کہ درگاہ گولڑہ شریف کے موجودہ مدّرس اور رفع الاستہابہ عن قول سیدنا مہر علی شاہ کے مصنف مولوی مشتاق احمد صاحب نے، ضعیف قریب میں یہ رسالہ طبع کرایا۔ اتفاق سے یہ بات بھی میرے علم میں ہے کہ رسالہ لہذا آج سے تقریباً چودہ پندرہ سال قبل انہوں نے تحریر فرمایا تھا۔ میرے والد ماجدؒ نے جب اس کی اشاعت کے لیے اُن سے کہا، تو مولوی صاحب موصوف نے صاف معذرت کر لی تھی،

دلیلوں سے ثابت ہوا کہ نکاح کے معاملہ میں سب مسلمان برابر ہیں، نسبی اُونچ نیچ کا اعتبار نہیں، فضیلت تقویٰ سے ہے نہ کہ نسب سے۔

قارئین کرام! یہاں تک کفو کے لحاظ سے امام مالکؒ، امام ثوریؒ، امام ابوالحسنؒ کرنی اور امام ابو بکر جصاصؒ کا مذہب ذکر کیا گیا کہ ان چار ائمہ کے نزدیک نکاح میں کفو نسبی کا اعتبار ہی نہیں اور ہر مرد خواہ سید ہو یا غیر سید، ہر عورت کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے، خواہ وہ عورت سیدہ ہو یا غیر سیدہ اور یہ نکاح درست اور جائز ہے، مگر ہمارے مخالفین کا تو یہ دعویٰ ہے کہ غیر سید ہاشمی بھی سیدہ فاطمہ کا کفو نہیں اور ان کے درمیان نکاح کا عدم ہے اور اگر ان کے درمیان نکاح ہوا بھی تو یہ صحبت زنا ہوگی۔

قارئین کرام! ثابت ہوا کہ مندرجہ بالا ائمہ کے مطابق یہ نکاح درست اور جائز ہے جب کہ مفتیان گوئزہ اور اُن کے پشت پناہوں کا اختراع مذہب ان ائمہ اربعہ کے مذہب کے سراسر خلاف ہے۔

کفو کے متعلق جمہور مشائخ حنفیہ کا مذہب

اب کفو کے متعلق مذہب دوم ملاحظہ ہو، جو جمہور مشائخ حنفیہ کا ہے۔ ان میں امام ابوالحسنؒ کرنی اور امام ابو بکر جصاصؒ داخل نہیں ہیں۔ ان جمہور احناف کے نزدیک نکاح میں کفو کا اعتبار ہے۔ انہوں نے امام مالکؒ اور امام سفیانؒ ثوریؒ کے دلائل کا پہلے جواب دیا اور اس کے بعد اپنے دلائل دیئے۔ فتح القدیر میں امام مالکؒ کے دلائل ذکر کرنے کے بعد احناف کا جواب ملاحظہ ہو: قلنا ما رويناه يوجب حمل ماروؤة على حال الآخرة۔

کیوں کہ اُس وقت وہ غزالی زماں حضرت علامہ احمد سعید کاظمیؒ کے مدرسہ انوار العلوم ملتان میں مدرس تھے۔ جب کاظمی برداران کو اس رسالہ کے مندرجات کا علم ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو آپ کا راستہ الگ اور ہمارا الگ، یعنی مدرسہ سے آپ فارغ ہیں، کیوں کہ حضرت احمد سعید کاظمیؒ نے سیدہ کاغیر سید کے ساتھ جواز نکاح کا فتویٰ دیا تھا اور وہ اس کے جواز کے قائل تھے۔ مولوی مشتاق صاحب قبلہ کو اُس وقت تو حضرت گوڑوئیؒ کی عزت و ناموس کا ذرا خیال نہ آیا اور نہ آپ کے دل میں اُس وقت حُبِ اہل بیت کا جذبہ سرِ نمو جزن ہوا۔ حیرت کا مقام ہے کہ آج سے چند سال قبل جب کہ آپ انوار العلوم سے فارغ ہو کر گوڑوے میں مستقل زُولِ اِجلال فرما چکے ہیں تو اب اچانک اُن کے ذہن میں حُبِ اہل بیت اور عزتِ پیرِ مرعلی شاہ کے تحفظ اور آپ کے اس فتویٰ کی دُوراز کا تعبیرات کو منصفہ شہود پر لانے کی تڑپ کیوں کر عود کر آئی؟ آخر موصوف نے میرے والد ماجدؒ کے زمانے میں اس کی اشاعت پر رضا مندی کا اظہار کیوں نہ کیا تھا اور اب اچانک اس پر کیوں کر رضا مند ہو گئے؟ بقول بندہ ۔

دفعتا ہو گیا یہ کیا تم کو بھونک ماری کسی نے کان میں کیا؟

قارئین! سطورِ بالا میں جو کچھ میں نے تحریر کیا، وہ مولانا سے میرے ذاتی گلہ شکوہ کے طور پر تھا۔ محترم مشتاق احمد صاحب میرے بارے بخوبی جانتے ہیں کہ میں کس مزاج کا آدمی ہوں؟ خوشامد طبع ہوں یا بوقتِ ضرورت بے خوف ہو کر بڑے علائمہ پر کہنے والوں میں سے ہوں بھ اللہ میں نے بڑے بڑوں کی خوشامد نہیں کی تو بھلا میں اُن کی خوشامد کیا کروں گا، مگر اس

کے ساتھ یہ بھی ذہن میں رہے کہ میں اپنی انصاف پسند طبع کے تحت اختلافات کے باوجود مُنصف مزاج علماء کی بڑی حد تک قدر کرتا ہوں، اگرچہ میں خود تو اہل کمال سے نہیں ہوں، لیکن کمالِ کرم دیکھئے کہ خالق کمال نے بہ ایں بے کمالی مجھے اہل کمال کا شعور کمال بخود کمال دے رکھا ہے۔ لہذا مولوی مشتاق احمد صاحب کے بارے میرا ذاتی نقطہ نظر کتابِ ہذا میں مذکور دیگر مفتیانِ گولڑہ سے قدرے مختلف ہے، کیوں کہ موصوف غزالی زماں حضرت علامہ احمد سعید کاظمیؒ کے ارشد تلامذہ میں سے ہونے کے ساتھ علومِ اسلامیہ پر بالعموم اور حدیث و فقہ پر بالخصوص گہری نظر رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں اُن کی مجذوبانہ کیفیات کا بھی قائل ہوں کہ جب وہ میرے جدِ امجد حضرت بابو جیؒ کے دور کی محافلِ قوالی میں اپنے فطری ذوق و شوق کے تحت برسرِ مجلس چیختے چلاتے ہوئے اپنے گریبان کو نہایت بے دردی سے چاک کر دیا کرتے تھے اور اس طرح وہ مرزا بیدل کے اس شعر۔

با ہر کمال اند کے آشفگی خوش است

ہر چند عقل کل شُدہ ای، بے جنوں مباش

کا مصداق اُتم بنے ہوئے تھے۔ اُسی دور کی بات ہے کہ یہی علامہ صاحب قبلہ حاجی محبوب علی قوال مرحوم کے ہاں ایک مرتبہ ہماری نجی محفلِ سماع میں بھی تشریف لے آئے تھے اور بندہ کی ایک غزل کے اشعار پر تادیر آہ و بکا کرتے رہے۔ اگرچہ یہ اشعار کا موقع تو نہیں، مگر بطور یادِ ماضی اُسی غزل کے دو تین شعر اختصاصاً اُن کی نذر کر رہا ہوں۔ اُن اشعار سے پہلے

بندہ کا درج ذیل شعر ملاحظہ کر لیں۔

ماضی کے دریچے سے ذرا جھانک کے دیکھو

شاید تمہیں آجائے میرا نام و نشان یاد

اور اب مولانا کے لیے باعثِ آہ و بکا وہ اشعار۔

سُبو اُٹھا کہ شبِ ماہتاب ہے ساقی خروشِ بربط و چنگ و تراباب ہے ساقی

وہ جام دے کہ ہر اک شے سے بے خبر کر دے کہ اب تو ہوش میں رہنا عذاب ہے ساقی

شرابِ جُحوم کے دے جامِ جُحومِ جُحوم کے دے کسی کی پیاس بُجھانا ثواب ہے ساقی

اسے بھی بادۂ حُبِ نبی عطا کر دے نصیرِ خاکِ دیرِ بُوِ ثرا بٹ ہے ساقی

خیر اُن پر سے سُکر کی وہ کیفیات گزرے ہوئے تو ایک زمانہ بیت گیا، بھگدادِ اللہ تو وہ

طویل عرصہ سے عالمِ صُحُودِ تمکین میں ہیں۔ موصوف جب بہاؤ پور میں زیرِ تعلیم تھے تو اُن سے

میری خط و کتابت بھی رہتی تھی، اگر چہ اب وہ ان تمام دیرینہ روابط کو صفحہ دل سے مٹائے بیٹھے

ہیں۔ شاید اُن کی یہ سرد مہری کسی خاص مجبوری یا کسی ذاتی گرائی طبع کی بنا پر ہو، مگر بھگدادِ اللہ مجھے

وہ سب کچھ آج تک یاد ہے اور ایسی تمام قیود و موانع سے آزاد بھی ہوں اور اپنے دل کی مرضی

پر چلتا ہوں۔ بقولِ احمد فراز مرحوم۔

جی میں جو آتی ہے کر گزر دو کہیں ایسا نہ ہو

کل پشیمائیں ہوں کہ کیوں دل کا کما مانا نہیں

بہر حال دوسرے تمام تملق شعراءِ مفتیانِ گوڑہ سے تو مجھے یہی اُمید تھی جو اُن کی تحریرات سے

ظاہر ہے، مگر رفع الاشتباه دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ مولوی مشتاق صاحب ایسے کتاب و سنت اور فقہ کے رموز و غوامض کا درک رکھنے والے شخص نے بھی مسئلہ مانحن فیہ میں اپنے تمام تر حتمی اور یقینی دینی سرمایہ معلومات کو محض ایک طرفہ جانبداری کے اظہار کی خاطر نہایت بے دردی سے نظر انداز کر دیا، جو موصوف کی علمی بصیرت کے ہر گز شایانِ شان نہ تھا۔ بہر حال اُن کے اس ماضی فراموش رویہ کے باوجود بھی میں اُن کا اس لیے بھی لحاظ کرتا ہوں کہ وہ میرے اُستادِ محترم حضرت علامہ فیض احمد فیض کے حقیقی برادرِ خرد اور پھر میرے ہم سبق علامہ فقیر متناز احمد چشتی (مدرس انوار العلوم ملتان) سے بزرگانہ رشتہ بھی رکھتے ہیں۔ خدا کرے کہ وہ اس لحاظ کو برقرار رکھنے میں آئندہ کسی ناخوشگوار صورتِ حال کی گنجائش پیدا نہ کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ دورانِ قیامِ زمین گولڑہ کی چکنی مٹی کے خطرات سے بھی محتاط رہیں، کیوں کہ وہ ان سے پہلے بڑے بڑے جتید علماء اور مفتیوں کے لیے مَزَلَّةُ الْأَقْدَامِ ثابت ہو چکی ہے۔ اُن کی طرف سے شائع کردہ رسالہ رفع الاشتباه پر کتابِ ہذا میں جرح و قدح کے دورانِ حجتی الوسع میری کوشش یہی رہے گی کہ اُن سے دلائل و شواہد فقہیہ پر مبنی شُستہ و شائستہ لب و لہجے میں بحث کروں۔ تاہم اگر کسی جگہ کسی لفظ یا جملے کے لکھنے میں میرا ہوا و قلم کوئی بے ساختہ شوخی دکھا جائے تو اُس کے لیے اُن سے پیشگی معذرت خواہ ہوں، کیوں کہ میں یہ بات بھی بخوبی جانتا ہوں کہ علامہ صاحب نے یہ رسالہ عُجالہ چند گھنٹوں کی کاوش میں اپنی ایک مخصوص دُھن کے ہاتھوں مجبور ہو کر لکھا تھا، جس کے جملہ مندرجات سے خود اُن کا ضمیر پُر تنویر بھی مطمئن نہیں۔

علامہ صاحب نے اپنے اس کتابچے میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ اگر رسالت مآب ﷺ نے اپنی دو صاحبزادیاں حضرت عثمانؓ کے نکاح میں دیں تو یہ آپ کا حضرت عثمانؓ پر خصوصی کرم تھا اور آپ کا یہ عمل آپ ہی سے مخصوص ہے۔ مولوی صاحب قبلہ بہت بڑے علامہ اور مفتی سیٰ مگر اُن سے گزارش اتنی ہے کہ کیا ہم آپ کے اس ارشاد کا مطلب یہ سمجھیں کہ حضور ﷺ نے (معاذ اللہ) اللہ کے حرام کردہ رشتہ کو اپنے تخصیصی مرتبہ کے تحت حلال فرما کر حضرت عثمانؓ سے اپنی اس مہربانی کا اظہار فرمایا تھا؟ سزا اور کفارہ وغیرہ کے متعلق تو ہم نے بھی پڑھا ہے کہ آپ نے معاف فرمادیا تھا اور ایسی چیزیں آپ کے تخصیصات میں سے ہیں مگر بقول آپ کے ایک قطعی حرام چیز کو حلال کرنے کی تخصیص اور پھر وہ بھی انسانی اور بالخصوص اپنی دختر ان پاک نہاد کے رشتوں میں یا للعجب۔ آج تک ہماری نظر سے ایسی کوئی روایت نہیں گزری اور نہ کسی مستند عالم سے کبھی سنی اور اگر آپ کی یہ بات درست ہے تو پھر کتاب و سنت سے اس پر کوئی قطعی دلیل پیش فرمائیں؟ بہر حال میرے خیال ناقص کے مطابق یہ حضرت کی محض ذاتی اور ذہنی تخلیق ہے۔ لیجئے اب قدرے بالتفصیل رسالہ رفع الاشتباہ کا علمی محاسبہ کرتے ہوئے اس میں پیدا کردہ غلط فہمیوں کا ازالہ کرتے ہیں۔ وبالله التوفیق

رسالہ رفع الاشتباہ عن قول سیدنا مرعلی شاہؒ سے پیدا شدہ غلط فہمیوں کا ازالہ

ہمارے مخالفین موقیفِ ہذا نے بالعموم اور صاحب رفع الاشتباہ عن قول سیدنا مرعلی شاہؒ نے خصوصاً اس بات پر زور دیا ہے کہ قبائلی قریش کے باہم کفو ہونے میں امام محمد بن حسنؒ نے اختلاف کیا ہے جب کہ وہ بھی ائمہ احناف میں سے ہیں چنانچہ صاحب رفع الاشتباہ مولوی

مشتاق احمد صاحب بایں شان علمی رقم طراز ہیں۔

”منکرین کفو کا دوسرا استدلال اور اُس کا جواب: منکرین کفو کی طرف سے یہ بات کہی جاتی ہے کہ جب خاندان قریش کے افراد ایک دوسرے کے کفو ہیں تو سادات بنی فاطمہ بھی اس میں شامل ہیں، اس لیے اُن کے لیے الگ کفو قرار دینا باطل ہے۔

ہم اس اعتراض کے دو جواب دیتے ہیں۔ ایک اسلوب فقہاء پر اور دوسرا اسلوب محدثین پر۔ جواب نمبر 1: اسلوب فقہاء پر ہمارا جواب یہ ہے کہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: وعن محمد الا ان يكون نسباً مشهوراً كما هل بيت الخلافة امام محمد سے روایت ہے کہ ویسے تو قریش کفو میں ایک دوسرے کے برابر ہیں، لیکن ان میں جو نسب زیادہ شہرت رکھتا ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے، جیسا کہ اہل بیت خلافت کے گھرانے میں۔

اسی روایت کو شمس اُتْمہ امام سرحدی نے مبسوط میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے: وروی عن محمد رحمه الله تعالى انه قال الا ان يكون نسباً مشهوراً نحو اهل بيت الخلافة فان غيرهم لا يكافئهم۔

اسی روایت کو علامہ علاؤ الدین کاسانی نے بدائع الصنائع میں ذکر فرمایا۔ اس روایت سے ہمارا استدلال یہ ہے کہ جب امام محمدؐ نے اہل بیت خلافت کو قریش کے باقی گھرانوں سے اس لیے برتر قرار دیا کہ وہ خلفاء کے گھرانے ہیں، تو اہل بیت نبوتؐ ان سے زیادہ عزت و عظمت کے مالک ہیں، اس لیے قریش کے باقی بطنوں آلِ رسولؐ کی کفو نہیں بن سکتے۔ یہ بات اسلوب فقہاء پر کہی گئی۔

جواب نمبر 2: اب اسلوب محدثین کی طرف آئیے۔ آپ پر اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ آل رسول کا کوئی کُفواور ہم نہیں۔ ہم صحیح مسلم کی روایت کا حوالہ دے چکے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسماعیل سے کنانہ کو منتخب کیا۔ کنانہ سے قریش کو قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے حضور سرور کائنات ﷺ کی ذات کو منتخب فرمایا۔ اس حدیث کی رو سے بنی ہاشم کو قریش پر بزرگی حاصل ہے اور پھر بنی ہاشم میں سے حضور سرور عالم ﷺ کی ذات کو بزرگی حاصل ہے۔ سادات بنی فاطمہ جو آل رسول ہیں، انہیں باقی بنی ہاشم اور قریش پر برتری حاصل ہے، اس لیے قریش کے دوسرے بطون سادات بنی فاطمہ کے لیے کُفو نہیں بن سکتے،^۱ راجع

نوٹ: یہاں تک رفع الاشتبہ کی عبارت تھی، اب اس کا جواب ملاحظہ فرمائیے۔

جواب خادم الحدیث لشیخ الحدیث

حضرت امام محمدؒ کے جس قول سے مولوی صاحب نے استدلال فرمایا ہے اُس کا تقریباً علمائے احناف نے روکیا ہے، حتیٰ کہ جن کتب کے حوالے سے مذکورہ قول نقل کیا گیا، اُن میں بھی اس قول کو برائے تردید لایا گیا ہے، لیکن مولوی صاحب کی دقتِ نظر، فقہی بصیرت یا پھر علمی دیانت ہے کہ آپ نے امام محمدؒ کا قول تو نقل کر دیا، لیکن اُس کے رد کو ہاتھ تک نہ لگایا، بلکہ ساتھ ہی کتب فقہ حنفی کا حوالہ بھی دے دیا۔

صاحب فتح القدیر علامہ ابن ہمامؒ، امام شافعیؒ کا جواب دے رہے ہیں اور حنفی نظریہ کفو اور قریش کے درمیان عدم تفاضل کو ثابت کر رہے ہیں اور آخر میں امام محمدؒ کے قول کا رد بھی

لکھ رہے ہیں۔ ذرا توجہ سے عبارت ملاحظہ ہو۔

ففى الحديث دليل على أنه لا يعتبر التفاضل فى انساب قريش فهو حجة على الشافعى فى أن الهاشمى والمطلبى اكفاء دون غيرهم بالنسبة اليهم قالوا وزوج النبى ﷺ بنتيه من عثمان وهو اموى وزوج أم كلثوم من عمر رضى الله عنه وهو عدوى وفيه نظر اذ قد يقول بجوز كونه لا سقاط حقه فى الكفاءة نظر الى مصلحة أخرى لكنه يرى أنه شرط فى النسب فىلزم ما ذكرنا وعلى أكثر اصحابه فى اعتبار الكفاءة فى النسب فى العجم وعلى محمول رحمة الله عليه فى اعتبار الزيادة بالخلافة حتى لا يكا فى اهل بيت الخلافة غيرهم من القرشيين هذا ان قصد بذلك عدم المكافاة لا ان قصد به تسكين الفتنة (انتهى)

صاحب فتح القدير کی تحریر، شیخ الحدیث صاحب کے مزمومہ اور خود ساختہ نظریہ کو باطل ثابت کر رہی ہے

مترجمہ بالا عبارت میں مذہب امام اعظم ابوحنیفہؒ کو ثابت کیا گیا ہے اور کفو کے متعلق امام شافعیؒ کا مذہب نقل کر کے اُس کو حدیث شریف کے ساتھ رد کیا گیا اور حضرت امام محمد بن حسنؒ سے ایک روایت جو کہ بظاہر اس حدیث شریف اور مذہب امام ابوحنیفہؒ کے خلاف ہے، کا بھی رد کیا گیا ہے۔ اولاً حدیث شریف کے ساتھ اور ثانیاً اس کی توجیہ کر کے۔ حدیث شریف کے ساتھ تو امام محمدؒ کے قول کا جس طرح رد کیا، وہ بالکل واضح اور بدیہی ہے کہ حدیث شریف میں جب قریش کے افراد کو ایک دوسرے کا کفو قرار دیا گیا ہے

تو پھر امام محمدؒ کا قول اس کے مقابلے میں کیسے قبول کیا جاسکتا ہے؟ گویا کہ صاحب فتح القدیر کی تحریر شیخ الحدیث صاحب کے لیے مفید مطلب نہ نکلی، بلکہ اَلْاُنْ اُنْ کے مزمومہ اور خود ساختہ نظریہ کو باطل ثابت کر رہی ہے کہ قریش ایک دوسرے کے کُفو ہیں، چاہے قریش کا کوئی بھی قبیلہ ہو، جب کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہر قریشی دوسرے قریشی کا کُفو نہیں ہے، بلکہ قریش سے صرف ہاشمی اور مطلبی ایک دوسرے کے بلا تخصیص کُفو ہیں اور دوسرے قریشی جو کہ ہاشمی اور مطلبی نہیں ہیں، یہ ہاشمیوں اور مطلبیوں کے کُفو نہیں ہیں، چوں کہ ہاشمی دوسرے غیر ہاشمی قریش سے افضل ہیں، اس لیے امام شافعیؒ نے قریش میں تفاضل کا اعتبار کیا ہے۔ چوں کہ بنو ہاشم دوسرے غیر ہاشمی قریش سے افضل ہیں، لہذا ہاشمی تو بلا تخصیص ایک دوسرے کے کُفو ہیں، لیکن غیر ہاشمی قریشی بنو ہاشم کے کُفو نہیں ہیں۔ اب ایک تو امام شافعیؒ نے بنو ہاشم میں مزید تخصیص نہیں کی کہ تمام بنو ہاشم ایک دوسرے کے کُفو ہیں، لہذا سیدہ بھی ہاشمیہ اور دیگر ہاشمی بھی ہاشمی، تو امام شافعیؒ کے نزدیک کوئی بھی ہاشمی سیدہ ہاشمیہ کا کُفو بن سکتا ہے، جب کہ شیخ الحدیث صاحب اور اُن کے ہم نوا کسی کو بھی سیدہ کا کُفو نہیں مانتے، بلکہ ان میں نکاح جائز نہیں سمجھتے، چاہے دلی اقرب اس نکاح پر راضی ہو یا نہ ہو۔ لہذا امام شافعیؒ کے نظریہ سے بھی ان حضرات کا اختلاف ہوا اور امام اعظمؒ چوں کہ تمام قبائل قریش کو ایک دوسرے کا کُفو مانتے ہیں اور اُن میں تفاضل کے قائل نہیں ہیں، پناہ بر حدیث شریف: قَرِيشُ اَكْفَاءُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ امام اعظمؒ کا نظریہ اور مذہب بھی ان حضرات کے خلاف ہوا کہ ہر قریشی جب سیدہ کا کُفو ہوا، تو ان میں نکاح بالکل جائز اور درست ہے۔ جب کہ یہ حضرات بھری کائنات میں کسی بھی

مسلمان کو چاہے وہ قریشی یا ہاشمی ہی کیوں نہ ہو سیدہ کا کفو نہیں مانتے۔ اس طرح ان کو نہ تو مذہب شافعی میں پناہ ملی اور نہ ہی مذہب حنفی میں۔ انہوں نے امام محمدؒ کے ایک استثنائی قول کا جس طرح سارا لینا چاہا، اُس کی حقیقت بھی ہم نے واضح کر دی۔ مزید بھی ملاحظہ فرمائیں کہ قول امام محمدؒ کی تشریح کیا ہے اور اس کے متعلق دیگر علمائے احناف کیا فرماتے ہیں؟

امام محمد بن حسنؒ کا قول، اُس کا رد اور توجیہ

صاحب ہدایہ شیخ الاسلام برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر القرغانی المرغینانی المتوفی 593ھ کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة میں نسب میں کفائت کے معتبر ہونے کو بیان کر کے قریش کے تمام قبائل کا آپس میں کفو ہونے کا بیان اور اس کے استدلال بالحدیث کی وضاحت کرنے کے بعد امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مذہب اور احناف کے مذہب مختار کو ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ولا یعتبر التفاضل فیما بین قریش لما روینا لعینی قبائل قریش کا باہم تفاضل (کفو میں عدم تساوی) اعتبار نہیں کیا جاتا، اس حدیث کے مطابق جو ہم نے روایت کی (قریش اکفاء بعضهم لبعض (لحم)

آگے فرماتے ہیں: وعن محمدؐ الا ان یکون نسباً مشہوراً کأهل بیت الخلافة اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ (قریش آپس میں کفو ہیں) مگر یہ کہ جن کا نسب زیادہ مشہور ہو، جیسا کہ اہل بیت خلافت۔

اب اس پر حاشیہ ہدایہ ملاحظہ کریں: قال محمد لا یعتبر التفاضل فیما بین قریش الا ان یکون النسب نسباً مشہوراً فی الحرمة کأهل بیت الخلافة فحینئذ یعتبر

التفاضل حتى لو تزوجت قريشية من اولاد الخلفاء قريشياً ليس من اولادهم كان لاولياء حق الاعتراض یعنی امام محمدؐ نے فرمایا کہ قریش میں بہ اعتبار کفو تفاضل کا اعتبار نہیں، مگر اہل بیت خلافت میں کفو میں تفاضل کا اعتبار ہے، مثلاً ایک عورت قریشیہ اولادِ خلفاء سے ہے اور اُس نے قریشی مرد سے نکاح کر لیا، جو کہ خلفاء کی اولاد سے نہیں ہے تو اُس عورت کے اولیاء اس نکاح پر اعتراض کر سکتے ہیں اور قاضی سے اس نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں اور قاضی ایسے نکاح کو فسخ کر سکتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ بالا قریشیہ عورت کا نکاح منعقد ہو جاتا ہے، لیکن لازم نہیں ہوتا۔ اس لیے اولیاء کے مطالبے پر قاضی ایسے نکاح کو فسخ کر سکتا ہے۔ سو امام محمدؐ کی اس روایت کا رد امام ابن ہمامؒ صاحب فتح القدیر نے کیا، جو ہم ابھی ذکر کر آئے ہیں بصورتِ خلاصہ تدریکِ کر کے طور پر ملاحظہ فرمائیں: وعلیٰ محمّد فی اعتبار الزیادۃ بالخلافۃ حتی لایکافی اہل بیت الخلافۃ غیرہم من القرشیین۔ یعنی امام ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شریف کہ قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں، جس طرح امام شافعیؒ پر حجت ہے اسی طرح امام محمدؐ پر بھی حجت ہے، کیوں کہ انہوں نے قریش میں باہم زیادتی (تفاضل) کا اعتبار کیا ہے کہ اگر اہل بیت خلافت کی قریشیہ عورت سے کوئی اور قرشی مرد جو اہل بیت خلافت سے نہیں، نکاح کرے تو یہ اُس کا کفو نہیں۔ حالانکہ حدیث شریف کی رو سے دیگر افراد قریش اور اہل بیت خلافت کے افراد ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ ابن ہمامؒ نے امام محمدؐ کی روایت کا رد حدیث شریف سے کرنے کے بعد اس کی توجیہ بھی کی ہے کہ امام محمدؐ کی اس روایت کی توجیہ یہ ہے۔ (یہی توجیہ، متن ہدایہ پھر حاشیہ ہدایہ اور پھر

فتح القدیر ابن ہمام سے ملاحظہ فرمائیے

صاحب ہدایہ کی توجیہ

ہدایہ میں ہے: کأنه قال تعظيماً للخلافة و تسكيناً للفتنة گویا کہ امام محمدؒ نے اس کو شانِ خلافت کی تعظیم ظاہر کرنے اور فتنہ کو فرو کرنے کے واسطے بیان کیا، یعنی مفتی پر فتنہ نہ ہو یا جو لوگ خلفاء کی لڑکیوں پر طمع کرتے ہیں، وہ خاموش ہو کر بیٹھ جائیں، کیوں کہ یہ ان کے کُفُو نہیں ہیں۔ (صاحب عین الہدایہ جسٹس امیر علی غفرلہ) لکھتے ہیں ”شاید یہ معنی ہو کہ اُس وقت روافض اور خوارج پر رعب ہو اور یہ لوگ تعظیم میں قصور نہ کریں اور فتنہ نہ ہو۔“

حاشیہ ہدایہ کی توجیہ

قوله للفتنة أى على المعنى أو على الناس الطامعين لتزويج بنات الخلفاء۔

اسی طرح حاشیہ ہدایہ پر یہ عبارت بھی موجود ہے: قال المصنف كانه (محمداً) قال ذالك تعظيماً للخلافة و تسكيناً للفتنة لا لا نعدم اصل الكفامة۔

صاحب فتح القدیر کی توجیہ

صاحب فتح القدیر امام ابن ہمام اسی توجیہ کو بایں الفاظ رقم فرماتے ہیں: لهذا ان قصد بذلك عدم المكافاة لا ان قصد به تسكين الفتنة۔ یعنی امام محمدؒ کی روایت حدیث مذکورہ بالا کے خلاف اُس وقت ہے جب اُس کا یہ مطلب ہو کہ جو قریشی اولادِ خلفاء سے نہیں، یہ اُس قریشی کا کُفُو نہیں، جو اولادِ خلفاء سے ہے اور اگر اس روایت سے مراد یہ ہے کہ پہلا اور دوسرا قریشی

۱۔ ہدایہ اولین، کتاب النکاح، جلد ۲، ص 320۔ ۲۔ عین الہدایہ از جسٹس امیر علی مرحوم حرم قلائی عالمگیری

ج 2، ص 56، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔ ۳۔ عنایہ حاشیہ الہدایہ، کتاب النکاح، ج 2، حاشیہ نمبر 9، ص 320

۴۔ فتح القدیر وبہامش حاشیہ العنا، ج 3، ص 190

اگرچہ باہم کُفو ہیں، لیکن اگر اس نکاح سے فتنہ اور فساد پیدا ہونے کا خطرہ ہے تو قاضی مطالبہ اولیاء پر یہ نکاح فسخ کر سکتا ہے۔ پھر یہ روایت امام محمدؒ، حدیث مذکورہ بالا کے خلاف نہیں ہے اور نہ ہی یہ حدیث شریف امام محمدؒ کے خلاف حجت ہے۔

نوٹ: اب یہاں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جو نکاح کُفو میں ہوا، وہاں فتنہ و فساد کا خوف تو تب ہوگا کہ عورت نے ولی اقرب کی اجازت کے بغیر محض اپنی مرضی سے نکاح کیا ہو اور اگر یہ نکاح ولی اقرب کی اجازت سے ہوا ہو، تو پھر فتنہ و فساد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ گویا امام محمدؒ کی روایت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ باقی قریش اہل بیت خلافت کے کُفو نہیں ہیں کہ اُن کا قریشیہ اہل بیت خلافت سے نکاح منعقد نہ ہو، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر ایسے نکاح سے فساد برپا ہونے کا خطرہ ہے، تو فتنہ و فساد کو روکنے کے لیے قاضی اولیاء کے مطالبے پر یہ نکاح فسخ کر سکتا ہے۔ مولوی مشتاق صاحب نے علامہ علاؤ الدین کا سانیؒ کی بدائع الصنائع کا حوالہ دیا ہے اور امام محمدؒ کے قول سے اپنا استدلال مضبوط بنایا ہے۔ بدائع الصنائع سے بھی حقیقت حال ملاحظہ کر لیجئے۔ ہم بفضلہ تعالیٰ پوری دیانت علمی کیساتھ یہ عبارت مع سیاق و سباق نقل کرتے ہیں۔ انصاف قارئین پر چھوڑ دیتے ہیں۔

علامہ کا سانیؒ کا تبصرہ

فصل وَاَمَّا الثَّالِثُ فِی بَيَانِ مَا تَعْتَبَرُ فِيهِ الْكَفَاءَةُ اَشْيَاءُ مِنْهَا التَّنَسُّبُ وَالاَصْلُ فِيهِ

قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ قَرِشٌ بَعْضُهُمْ اَكْفَاءُ لِبَعْضٍ وَالعَرَبُ بَعْضُهُمْ اَكْفَاءُ لِبَعْضٍ حَتَّى يَحْتَمِلَ وَاقِبِيلَةُ بَقِيلَةَ وَالمَوَالِیُ بَعْضُهُمْ اَكْفَاءُ لِبَعْضٍ رَجُلٌ بِرَجُلٍ لَانَ التَّفَاخُرَ وَالتَّعْبِيرُ يَقَعَانِ

بالانساب فتلحق التقيصة بدناءة النسب فتعتبر الكفاءة فيه قريش بعضهم اكفاء لبعض على اختلاف قبائلهم حتى يكون القرشي الذي ليس بها شمي كالتيمي والاموي والعدوي ونحو ذلك كفاً للها شمي لقوله ﷺ قريش بعضهم اكفاء لبعض وقريش تشتمل على بني هاشم والعرب بعضهم اكفاء لبعض بالنسب ولا تكون العرب كفاً لقريش لفضيلة قريش على سائر العرب ولذلك اختصت الامامة بهم قال النبي ﷺ الائمة من قريش بخلاف القرشي انه يصلح كفاً للها شمي وان كان للها شمي من الفضيلة ما ليس للقرشي لكن الشرع اسقط اعتبار تلك الفضيلة في باب النكاح عرفنا ذلك بفعل رسول الله ﷺ واجماع الصحابة فانه روى ان رسول الله ﷺ زوج ابنته من عثمان وكان امويًا لاها شميًا وزوج علي ابنته من عمر ولم يكن لها شميًا بل عدويًا فدل لنا الكفاءة في قريش لا تختص بطن دون بطن واستثنى محمد بيت الخلافة لم يجعل القرشي الذي ليس بها شمي كفاله (الرحم)

شریعت نے نکاح کے معاملے میں فضیلت کو ساقط کر دیا ہے

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ جن چیزوں میں کفائت کا اعتبار کیا گیا ہے، اُن میں نسب بھی ہے اور اس سلسلہ میں اصل (مستدل) رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ”قريش ایک دوسرے کے کفو ہیں“ تو قبائل قريش کے مختلف ہونے کی وجہ سے کوئی ہاشمی، تمیمی، اموی یا عدوی ہے اور اس طرح کے کئی قبائل ہیں لیکن پھر بھی دیگر قبائل قريش ہاشمی کی کفو ہیں جب کہ کوئی دوسرا

عربی غیر قریشی، قریش کا کُفو نہیں ہو سکتا، کیوں کہ باقی تمام عرب پر قریش کو فضیلت ہے، اس لیے برائے امامت قریش کی تخصیص کی گئی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”امام قریش ہی سے ہوں گے“ جب کہ کوئی بھی قریشی ہاشمی کا کُفو بن سکتا ہے، اگرچہ ہاشمی کو ایسی فضیلت حاصل ہے کہ جو دوسرے قریشیوں کو حاصل نہیں، لیکن شریعت نے نکاح کے معاملے میں اس فضیلت کو ساقط کر دیا ہے۔ ہم نے یہ اصول مذکورہ (لكن الشرع اسقط اعتبار تلك الفضيلة فی باب النکاح) رسول اللہ ﷺ کے فعل مبارک اور صحابہ کرام کے اجماع سے پہچانا، کیوں کہ روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی دختر نیک اختر حضرت عثمان غنیؓ سے بیاہ دی، حالانکہ حضرت عثمانؓ اموی تھے، ہاشمی نہ تھے اور حضرت علیؓ نے اپنی دختر نیک اختر حضرت عمرؓ سے بیاہ دی، حالانکہ آپ ہاشمی نہ تھے، بلکہ عدوی تھے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ قریش کی باہم کفایت کسی تخصیص کے زیر اثر نہیں کہ ان کے بطنوں ایک دوسرے کے کُفو نہ ہوں اور امام محمدؒ نے بیت خلافت کو مستثنیٰ کیا ہے اور انہوں نے کسی بھی قریشی غیر ہاشمی، کو ہاشمی کا کُفو نہیں بنایا۔ (انتہی)

قارئینِ باتمکین! یہ بدائع الصنائع کی طویل عبارت کا خلاصہ تھا۔ اب اس مَحْوَلہ منقولہ عبارت کی تین باتیں بطور خاص قابلِ توجہ ہیں۔

پہلی بات: لكن الشرع اسقط اعتبار تلك الفضيلة فی باب النکاح یعنی اگرچہ بنو ہاشم کو باقی بطنوں قریش پر فضیلت حاصل ہے، مگر شریعت نے یہ فضیلت نکاح کے باب میں ملحوظ نہیں رکھی اور کوئی بھی قریشی ہاشمیوں کا کُفو ہے اور باہم ان کا نکاح منعقد لازم اور صحیح ہے۔

اب انصاف کیجیے کہ کیا مولوی مشتاق صاحب اور اُن کے ہم نوا اس عبارتِ محکمہ بالا کو تسلیم کرتے ہیں اور اس اصول کے قائل ہیں؟ ہرگز نہیں، بلکہ یہ تو احناف کا (بجہ اللہ تعالیٰ ہمارا) موقف ہے کہ ہر قریشی، بنو ہاشم کا کفو ہے، چوں کہ سیدہ شریفہ بھی بنیادی طور پر قریشیہ ہاشمیہ ہے۔ اس لیے کوئی بھی قریشی، عدوی، اموی وغیرہ اُس کا یقینی کفو ہے، جس کی مثالیں بھی سنتِ نبی اور فعلِ علیؑ سے مذکورہ بالا عبارت میں آچکی ہیں۔ اب اسے مولوی صاحب کی علمی دیانت کہیے یا مجذوبانہ کیفیت کی سرشاری و محویت کہ اُنہوں نے بدائع الصنائع کا حوالہ دے تو دیا، مگر وہ بھی نامکمل اور اُلٹا اپنے خلاف مع

چن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

دوسری بات: بدائع الصنائع میں امام محمدؒ کا استثنائی قول بایں الفاظ مندرج ہے:

وَاسْتَنْنَى مُحَمَّدٌ بَيْتَ الْخِلَافَةِ فَلَمْ يَجْعَلِ الْقُرَشِيَّ الَّذِي لِبَسَ بَهَا شَمِيَّ كِفَالَهُ۔

جب کہ امام محمدؒ کا یہ قول دیگر کتب جیسے ہدایہ، عنایہ، حاشیہ ہدایہ اور فتح القدیر میں اِن الفاظ کے ساتھ نہیں۔ اس اختلافِ عبارت سے جو معنوی اور مفہومی فرق پڑتا ہے اُس پر مولوی مشتاق صاحب کی مجذوبانہ نظر پڑ ہی نہیں سکتی، کیوں کہ وہ لحاتِ ذوق میں اکثر مصرعِ ذیل کا مصداق ہوتے ہیں مع

مَنْ مَّا تَلَّكَ مَنْ تَهْوَى دَعِ الدُّنْيَا وَامْهَلْهَا

البتہ ہم اُس کی وضاحت کیے دیتے ہیں۔ بدائع الصنائع کی عبارت کے مطابق امام محمدؒ نے بیتِ خلافت کو مستثنیٰ کیا اور فلم يجعل القرشي الذي لبس بها شمي كفالته میں لہ کی د

ضمیر محلاً مجرور کا مرجع یا تو اہل بیت خلافت کو بنایا کہ وہ قریشی جو ہاشمی نہیں؛ وہ اہل بیت خلافت کا کُفو نہیں۔ تو گویا انہوں نے تسلیم کر لیا کہ وہ قریشی جو ہاشمی ہو، وہ اہل بیت خلافت کا کُفو ہے۔ تو اب بَطُونِ قریش کا فرق اور اہل بیت خلافت کا استثنیٰ کہاں گیا؟ کیوں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروقؓ عدوی اور حضرت عثمان غنیؓ اموی ہیں۔ اس طرح باقی ہاشمی چاہے وہ علوی ہوں یا عباسی، بیت خلافت والوں کا کُفو بن گئے، لہذا استثنیٰ کرنا بے کار گیا اور وہی ہمارا (مختار احناف) مذہب و موقف باقی رہا، جس کی وضاحت ہم کر چکے۔ لہذا بقول اکبر الہ آبادیؒ: دُنیا بدل گئی ہے، وہ ہیں ہمیں کہ اب تک

اپنے مقام پر ہیں، اپنے مکان پر ہیں

یا پھر عبارت بدائع الصنائع کے مطابق لے کی ضمیر کا مرجع ہاشمی کو بنایا کہ غیر ہاشمی قریشی، ہاشمی قریشی کا کُفو نہیں تو اس صورت میں اہل بیت خلافت کا ذکر ہی گول ہو گیا کہ جن کا استثنیٰ کیا جا رہا ہے، اُن کے ذکر کو درمیان سے اٹھادیا گیا اور پھر خود بخود قریشی اور ہاشمی کے کُفو ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ زیر بحث آ گیا، جن کا چند سطور اوپر صاحب بدائع الصنائع نے بڑی شان سے رد کیا ہے کہ لکن الشرع اسقط اعتبار تلك الفضيلة في باب النكاح یعنی شریعت نے بنو ہاشم کی خصوصی فضیلت ہونے اور اُس کو تسلیم کرنے کے باوجود اس فضیلت کو نکاح کے باب میں ساقط کر دیا ہے۔ لہذا قبلہ شیخ الحدیث بتائیں کہ اُن کو بدائع الصنائع کے حوالے اور امام محمدؒ کے استثنائی قول نے کیا فائدہ دیا؟ بلکہ یہ عبارت ہی غیر معتبر ہو گئی کہ استثنائی قول لایا گیا اہل بیت خلافت کو مستثنیٰ کرنے کے لیے، لیکن اُن کا ذکر درمیان سے نسبتاً منسباً ہو گیا، کیوں کہ

سوائے حضرت علیؑ کے خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی بھی ہاشمی نہیں ہے، سب عام قریش ہیں اور پھر بحث چھڑ گئی عام قریشی اور ہاشمی کی کفایت، جس میں صاحب بدائع الصنائع بھی ہمارے ساتھ ہیں اور خود امام محمدؒ بھی ہمارے ہم نوا اور معاون ہیں، کیوں کہ وہ خود حنفی ہیں۔

تیسری بات: چلئے ان سب باتوں کو جانے دیجئے۔ مولوی مشتاق صاحب نے وقت نکال کر جو محنت کی اور مریدین گولڑہ شریف پر احسان عظیم فرما کر رسالہ رفع الاشباہ تحریر فرمایا، ہم اُن کی اس محنت کا احترام کرتے ہیں اور زیادہ چیخڑ چھاڑ نہیں کرتے، کیوں کہ ہمیں علم ہے کہ رسالہ لُہذا آج سے تقریباً چودہ پندرہ سال قبل صورت مسئلہ کے احقاق سے زیادہ حصول اقتراب والتصاقِ خاص کی رد میں بہرہ کر تحریر کیا گیا تھا۔ ہم اُن کو اُن کے اس جذبہ مستحسن پر ہدیہ تمہریک پیش کرنے کے ساتھ اس افسوس کے اظہار پر بھی مجبور ہیں کہ موصوف دعویٰ عشقِ اہل حق کے باوجود اپنی علمی بصیرت کے شایانِ شان کوئی ٹھوس اور ناقابلِ تردید دلیل پیش نہ فرما سکے۔ لہذا ہم اپنے اُن محترم کو یہ گزارش ضرور کیے دیتے ہیں کہ امام محمدؒ کے اس استثنائی قول کو اپنی حمایت میں پیش کرنے سے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا، بلکہ اُلٹا نقصان ہوا ہے کہ اُن کے قولِ مذکور کے مطابق باقی قریش تو اہل بیتِ خلافت کے کُفو نہیں، لیکن افرادِ اہل بیتِ خلافت تو ایک دوسرے کے کُفو ہیں ناں۔ لہذا ان افرادِ اہل بیتِ خلافت کے باہم رشتے ہو سکتے ہیں۔ آئیے غور کیجئے کہ حضرت علیؑ کی جملہ اولاد چاہے بنو فاطمہ ہوں یا دیگر علوی حضرات، جس طرح وہ ایک دوسرے کے کُفو ہیں، اسی طرح

وہ باقی خلفائے ثلاثہ کی اولاد کے بھی کفو ہیں، لہذا فاطمی (علوی) صدیقی 'فاروقی اور عثمانی سب آپس میں کفو ٹھہرے اور ان سب کا آپس میں رشتہ ہو سکتا ہے۔ جب یہ نتیجہ برآمد ہوا، تو اب ہم ان حضرات سے پوچھتے ہیں کہ کیا تمہیں یہ نتیجہ قبول ہے اور کیا تم ان رشتوں کے قائل ہو اور تم نے اپنی کتابوں میں ایسے تمام رشتوں کے خلاف جو بیان بازیاں کی ہیں، کیا ان سے رجوع کرنے کا تم میں یارا اور حوصلہ ہے؟ ہمت کیجیے! دنیوی ندامت سے مت گھبرائیے۔ اخروی ندامت و غذلت بہت بُری ہے۔ اُس سے بچنے کی کوشش کیجئے۔

اب انہی امام محمدؒ کے استثنائی قول کا رد ایک اور اسلوب سے ملاحظہ ہو جو پانچ اجزاء پر مشتمل ہے۔ انصاف قارئین پر ہے کہ حق، شیخ الحدیث صاحب کے ساتھ ہے یا مجھ خادم الحدیث الشریف کے شامل حال ہے۔

جز و اقول: ایک کسی امام سے روایت ہوتی ہے اور دوسرا اُس امام کا مذہب اور مختار ہوتا ہے۔ مذکورہ و محولہ بالا عبارت اور روایت امام محمدؒ کا مذہب ہرگز نہیں، بلکہ اُن سے ایک روایت ہے، جب کہ اعتماد مذہب پر ہوتا ہے نہ کہ روایت پر۔ لہذا اس روایت سے استدلال باطل ہے۔ ع

بہنیں تقاوت رہ از کجاست تا کجا

جز و دوم: یہ روایت چوں کہ حدیث شریف (قریش بعضهم اکفاء بعض) کے خلاف ہے، لہذا اس پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ امام ابن ہمامؒ نے اس کو رد کیا ہے۔
جز و سوم: اس روایت کا مطلب ہی مولوی صاحب کے خلاف ہے اور ہمارے حق میں

ہے، جیسا کہ ہم نے واضح کر دیا ہے۔ وہ اس طرح کہ جو قریش خلفاء کی اولاد سے ہیں، وہ سب بلا تخصیص ایک دوسرے کے کفو ہیں اور ان میں نکاح جائز ہے۔ سیدہ فاطمہؑ چوں کہ خلیفہ چہارم کی اولاد سے ہے، لہذا سیدنا ابو بکرؓ، سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ کی اولاد سیدہ فاطمہؑ کی کفو ہے اور ان میں نکاح جائز ہے۔ لیکن ہمارے مخالفین کا نظریہ تو یہ ہے کہ غیر سید خواہ خلفاء کی اولاد سے بھی ہو، سیدہ فاطمہؑ کا کفونیس اور ان میں نکاح جائز نہیں ہے، حالانکہ روایت امام محمدؒ کے مطابق وہ غیر سید، جو اولادِ خلفاء سے ہے، سیدہ فاطمہؑ کا کفو ہے اور ان میں نکاح جائز ہے۔ یہ بات کچھ اس انداز میں سمجھی جاسکتی ہے کہ حضرت علیؑ کی وہ اولاد جو کہ بطنِ سیدہ فاطمہؑ زہراؑ سے ہے، اُن کو عرفِ عام میں سید، سیدہ، شریف، شریفہ اور اولادِ رسولؐ کہا جاتا ہے یا پھر انہی کو اہلِ بیتِ نبوتؐ کہا جاتا ہے۔ تو جس طرح یہ اہلِ بیتِ نبوتؐ ہیں، اُسی طرح یہ اہلِ بیتِ خلافت بھی ہیں، جب کہ دیگر خلفائے ثلاثہؓ کی اولاد بھی اہلِ بیتِ خلافت ہے۔ اس طرح اہلِ بیتِ نبوتؐ خاص ہوئے اور اہلِ بیتِ خلافت عام۔ ہر خاص، عام کو مستلزم ہوتا ہے، مگر ہر عام، خاص کو مستلزم نہیں ہوتا۔ چنانچہ خاندانِ اہلِ بیتِ نبوتؐ کو خاندانِ اہلِ بیتِ خلافت بھی کہا جاسکتا ہے۔ اب امام محمدؒ کے قول کا یہ معنی ہوا کہ بقیہ قریش، جس طرح خاندانِ اہلِ بیتِ خلافت کے کفو نہ ہوں گے، اسی طرح وہ اہلِ بیتِ نبوت کے کفو بھی نہ ہوں گے، مگر خاندانِ اہلِ بیتِ نبوتؐ جو حقیقتاً خاندانِ اہلِ بیتِ خلافت ہیں، یہ تمام کے تمام ایک دوسرے کے کفو ہوں گے۔ پس اس قولِ امام محمدؒ کی رو سے خاندانِ اہلِ بیتِ خلافت اور خاندانِ اہلِ بیتِ نبوت (جن میں باہم نسبت عام خاص مطلق ہے) آپس میں کفو

ٹھہریں گے۔ حالانکہ ہمارے مخالفین ایڑی چوٹی کا زور لگا کر تخصیص در تخصیص کرتے ہوئے اُن کو آپس میں کُفو نہیں مانتے، بلکہ بنو ہاشم تک کو بھی اہل بیتِ نبوت کا کُفو نہیں مانتے، جو کہ سراسر نا انصافی اور ہٹ دھرمی ہے، بلکہ حنفی ہوتے ہوئے مذہبِ حنفی سے دُوری اور بے وفائی ہے۔ یہ تو بقولِ قاضی شیرازی۔

تا جو انردیست پچوں جانو سیار و ماہیار یاردارا بُودن و دل باسکندر داشتن والی بات ہوئی۔

جز و چہارم: امام محمدؒ کی روایت کا مطلب تو یہ ہے کہ اگر ایک عورت قریشیہ نے جو کہ خلفاء کی اولاد سے ہے، ایک قریشی مرد جو کہ اولادِ خلفاء سے نہیں، سے نکاح کیا تو یہ نکاح صحیح اور منعقد ہے، لیکن لازم نہیں (موقوف ہے) اور عورت کے اولیاء بذریعہ قاضی اس نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں۔ مگر مولوی صاحب اور اُن کے ہم نواؤں کا مسک، نظریہ اور فتویٰ یہ ہے کہ غیر کُفو میں نکاح ہوتا ہی نہیں، لہذا قاضی کی طرف رجوع اور تنبیخ نکاح کی ضرورت ہی نہیں، اسی طرح امام محمدؒ کی روایت کی رو سے ان حضرات کا اپنے موقف پر استدلال غلط ٹھہرا۔

قارئین کرام! آپ اپنی نظروں سے دوبارہ قولِ امام محمدؒ کا مطلب و معنی عنایۃ شرح الہدایۃ للامام اکمل الدین محمد بن محمود الباہر تی المتوفی 786ھ کے حوالے سے خود ملاحظہ فرمائیں: (کأهل بیت الخلافة) فحینئذ تعبر التفاضل حتی لو تزوجت قرشیۃ من اولاد الخلفاء قرشیاً لیس من اولادہم کان للولیاء حق الاعتراض۔

جز و پچم: مولوی مشتاق صاحب نے قول امام محمدؒ کا حوالہ دے کر اہل بیت خلافت کا باقی قریش کے کُفونہ ہونے پر اہل بیت نبوت کا باقی قریش کے کُفونہ ہونے کو قیاس کیا ہے جب کہ قابل غور امر یہ بھی ہے کہ قیاس میں ایک مقیس اور دوسرا مقیس علیہ ہوتا ہے۔ جس کو قیاس کیا جائے اُسے مقیس اور جس پر قیاس کیا جائے اُسے مقیس علیہ کہتے ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ مقیس علیہ وہ ہونا چاہیے جس پر اتفاق ہو۔ جب کہ امام محمدؒ کا یہ قول جس کو علامہ صاحب مقیس علیہ ٹھہرا کر اس پر قیاس کر رہے ہیں اس پر تو احناف کا اتفاق ہی نہیں ہے بلکہ یہ مختلف فیہ ہے۔ جیسا کہ مطویر بالا میں ہم نے اس پر علامہ ابن ہمام صاحب فتح القدیر کی بحث نقل کی ہے۔ اُنہوں نے واضح لفظوں میں فرمایا کہ یہ قول حدیث شریف قریش بعضہم اکفلاء بعض کے خلاف ہے اور نص کے خلاف ہونے کی وجہ سے یہ قیاس ممنوع ہے اور آخر میں علامہ ابن ہمام نے امام محمدؒ کے اس قول کی مناسب توجیہ بھی کر دی کہ امام محمدؒ نے فتنہ فرو کرنے اور خوارج و روافض کی حوصلہ شکنی کے لیے یہ استثنائی قول فرمایا، ورنہ آپ کا مقصد ہرگز یہ نہیں تھا کہ کوئی قریشی اہل بیت خلافت کا کُفو ہی نہیں ہے۔ گویا امام محمدؒ کے اس استثناء کی علت یہ تھی کہ اُس وقت اندیشہ فتنہ و فساد تھا جس کی تسکین کے لیے آپ نے باقی قریش سے اہل بیت خلافت کو مستثنیٰ کیا۔ ورنہ وہ بھی قریش کو بڑا استثناء ایک دوسرے کا کُفو مانتے تھے۔ جب استثنائی حکم کی علت مخصوصہ اندیشہ فتنہ و فساد تھا تو قاعدہ یہ ہے کہ کسی حکم مخصوص کی تخصیص جس علت مخصوصہ کے تحت کی گئی ہو جب اُس علت کی نفی ہو جائے تو پھر وہ مخصوص حکم بھی ختم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ دور رسالت مآب میں ایک طبقہ ایسا بھی تھا جو محتاج غریب، مسکین اور

مسافر ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ کا مستحق تو نہیں تھا، لیکن اُس کی تالیفِ قلبی کے لیے اُسے بھی زکوٰۃ دی جاتی تھی، اُسے مؤلفۃ القلوب کہا جاتا تھا، جیسا کہ سورہ برأت میں کہا گیا:

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةُ قُلُوبُهُمْ (الایۃ) لیکن دورِ صدیق اکبرؓ میں فاروقِ اعظمؓ کے مشورے اور صحابہ کرام کے اجماع کے مطابق ان مؤلفۃ القلوب کا حصہ ختم کر دیا گیا، کیوں کہ مؤلفۃ القلوب کو زکوٰۃ دینے کی علت صرف ضَعْفِ اسلام تھا اور جب یہ ضَعْف جاتا رہا اور اسلام کو قوت و شوکت حاصل ہو گئی، تو علت کے ختم ہونے کے سبب وہ حکم بھی ختم ہو گیا۔ لہذا مؤلفۃ القلوب کا حصہ ختم کر دیا گیا۔

اسی طرح امام محمدؒ کے دور میں روافض و خوارج کی ریشہ دوانیوں اور فتنہ سامانیوں کے سبب اُنہوں نے یہ مخصوص حکم لگایا کہ دیگر قبائل قریش اگر اہل بیتِ خلافت کی لڑکی سے رشتہ کریں تو اُس کے اولیاء کو حقیقی اعتراض حاصل ہے۔ اگر اِس میں اُن کو ہتک محسوس ہو یا دیکھیں کہ کسی طرح کسی نے محض بسلا پُھسلا کر لڑکی کو آمادہ نکاح کر لیا ہے، تو اِس طرح وہ نکاح منعقد تو ہو جائے گا، لیکن لازم نہیں ہوگا۔ اگر اولیاء قاضی کے پاس جا کر اعتراض کر دیں اور قاضی نکاح فسخ کر دے تو نکاح فسخ ہو جائے گا، کیوں کہ فتنہ و فساد کو فرد کرنا قاضی کی ذمہ داری ہے۔ گویا قاضی فسخ نکاح کا حکم دے کر فتنہ ختم کر دے گا۔ لیکن یہ حکم بھی اُس وقت تک مخصوص علت کے سبب رائج سمجھا جائے گا اور اِس فتویٰ کو اُس وقت تک مؤثر سمجھا جائے گا، جب تک اندیشہ فتنہ ہو (حالانکہ یہ فتویٰ حدیث شریف کے منافی تھا) اب بچوں کے سینکڑوں سال گزر گئے اور اُن خلفائے کرام کی اولاد کئی پشت نیچے آچکی ہے اور وہ اندیشہ فتنہ و فساد ختم ہو چکا ہے۔

لہذا وہ حکم اور فتویٰ بھی اب نافذ نہ ہوگا جس کو ہاتھوں میں اٹھا کر مولوی صاحب پھر رہے ہیں۔

وضاحت تسکینِ فتنہ باندازِ دیگر

صاحبِ فتح القدیر امام ابنِ ہمامؒ نے اندیشہٴ فتنہ کی دوسری مثال اور امام محمدؒ کا ایک اور استثنائی حکم بھی قلم بند فرمایا، وہ بھی ملاحظہ فرمائیں: وَلَا تَعْتَبِرُ الْكُفَاءَةَ بَيْنَ أَهْلِ الذَّمَّةِ فَلَوْ رَوَّجَتْ نَفْسُهَا فَقَالَ وَلِيَّهَا لَيْسَ هَذَا كُفَاءً لَمْ يَفْتَرِقْ بَيْنَهُمَا بَلْ هُمْ اكْفَاءُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ قَالَ فِي الْأَصْلِ الْأَنْ يَكُونَ نَسَبًا مَشْهُورًا كَبْنَتِ مَلِكٍ مِنْ مَلِكِهِمْ خَدَّعَهَا حَائِلٌ أَوْ سَائِسٌ فَإِنَّهُ يَفْتَرِقُ بَيْنَهُمَا لِأَلْعَدَمِ الْكُفَاءَةِ بَلْ لَتُسَكِّنَ الْفِتْنَةَ وَالْقَاضِي مَأْمُورٌ بِتُسْكِينِهَا بَيْنَهُمْ كَمَا بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ۔

خلاصہٴ مفہوم عبارت یہ ہے کہ اہلِ ذمہ (ذمیوں) میں کفائت کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ اگر اہلِ ذمہ کی کسی لڑکی نے خود بھی کسی مرد سے نکاح کر لیا اور اس کے ولی نے اعتراض کر دیا کہ یہ ہمارا کفو نہیں تو اُن میں تفریق نہیں کی جائے گی، کیوں کہ وہ ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ (امام محمدؒ نے) اصل (مبسوط) میں فرمایا کہ اہلِ ذمہ سب ایک دوسرے کے کفو ہیں، مگر اُن میں جن کا نسب مشہور ہے، مثلاً اہلِ ذمہ کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کی بیٹی کو کوئی باندہ یا سائیس اغوا کر کے، بہلا پھسلا کے یا دھوکہ دے کر اُس سے شادی کر لے تو اُن میں تفریق کر دی جائے، لیکن یہ تفریق اس وجہ سے نہیں ہوگی کہ وہ ایک دوسرے کے کفو نہیں، بلکہ فتنہ فرو کرنے کے لیے قاضی تفریق کر دے گا، کیوں کہ قاضی کی ذمہ داری ہے کہ جس طرح وہ مسلمانوں میں تسکینِ فتنہ کرتا ہے، اسی طرح وہ اہلِ ذمہ میں بھی فساد فرو کروائے۔

اب مقام غور ہے کہ امام محمدؒ نے یہاں بھی استثناء کیا، لیکن عدم کفایت کی وجہ سے نہیں بلکہ تسکینِ فتنہ کے لیے۔ اسی طرح اہل بیتِ خلافت کا استثناء بھی تسکینِ فتنہ کے لیے کیا، نہ کہ عدم کفایت کی وجہ سے۔ اُمید ہے کہ مولوی صاحب کو اب مسئلہ سمجھ میں آگیا ہوگا ورنہ ہمارا کام ہے اچھی بُری ہر بات سمجھانا

یہ اُن کا اپنا ذمہ ہے نہ سمجھیں وہ اگر پھر بھی

اگر اب بھی قبلہ کے ذہن میں کچھ تردد باقی ہو تو نگاہِ انصاف واکر کے مندرجہ ذیل حوالہ کو پڑھ لینے کی رحمت گوارا فرمائیں۔

امام محمدؒ کی کتاب جامعِ صغیر میں ہے: قال محمد عن يعقوب عن ابي حنيفة "قریش بعضهم اكفاء بعض" اس کی شرح نافع الکبیر میں اسی جگہ ہے: وبهذا تبين ان الفضيلة بين الهاشميين ساقطة في هذا الحكم الا ترى ان النبي ﷺ زوج بنته سيدة رقية عن عثمان وكان امرها لا هاشميا وكذلك علي زوج بنته سيدة أم كلثوم عن عمر وكان عدو لها لا هاشميا فنبت ان قریشا كلهم اكفاء وسواء في النكاح۔

ترجمہ: امام محمدؒ نے فرمایا، روایت ہے یعقوب (امام ابو یوسف) سے، وہ امام ابو حنیفہؒ سے راوی کہ تمام قریشی ایک دوسرے کے نسبی کفو ہیں۔ نافع کبیر شرح جامعِ صغیر کی عبارت کا خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ اس حدیث شریف سے واضح ہوا کہ ہاشمیوں کو باوجود فضیلتِ قبیلہ رسول حاصل ہونے کے، اُن کی یہ فضیلت نکاح کے معاملے میں ساقط ہے اور قریشی ہاشمی دیگر قریش کے کفو ہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا،

حالانکہ وہ اموی تھے ہاشمی نہیں تھے اور اسی طرح حضرت علیؑ نے اپنی بیٹی ام کلثومؑ کا نکاح حضرت عمرؓ سے کر دیا، حالانکہ وہ عدوی تھے ہاشمی نہیں تھے، پس ثابت یہی ہوا کہ قریش کے تمام بطنون و قبائل ایک دوسرے کے کفو ہیں اور ان کا باہم نکاح شرعاً جائز ہے۔

افادۂ خاص: جامع صغیر، امام محمد بن حسن شیبانیؒ (المتوفی 189ھ) کی مشہور معروف کتاب ہے، بارہا طبع ہو چکی ہے، صاحب ہدایہ نے بدایۃ المبتدی میں جامع صغیر اور قدوری کے مسائل کو جمع کیا ہے۔

مولوی صاحب نے امام محمدؒ کے ایک استثنائی قول کو لے کر اپنے دعویٰ کی عمارت تو اس پر کھڑی کر دی، لیکن بحیثیت حنفی عالم دین یہ نہ سوچا کہ امام محمدؒ کے اُستاد محترم امام الانسؒ، امام اعظم ابو حنیفہؒ کے فتویٰ اور مذہب کی موجودگی میں امام محمدؒ کے قول کی حیثیت کیا ہوگی؟ جب کہ کتب فقہ حنفیہ میں اس مسئلہ کی تصریح کر دی گئی ہے کہ انہ یفتی بقول الامام علی الاطلاق ثم بقول الثانی ثم بقول الثالث ثم بقول زفر والحسن بن زیاد یعنی اگر کسی مسئلہ میں ائمہ احناف کے مختلف اقوال کتب میں اس طرح موجود ہوں کہ امام اعظمؒ کا قول بھی ہو، امام ابو یوسفؒ کا بھی، امام محمدؒ کا بھی اور امام زفرؒ اور حسن بن زیادؒ کا بھی، تو مفتی احناف پر لازم (واجب) ہے کہ امام اعظمؒ ہی کے قول پر فتویٰ دے، مطلقاً کسی بارے بھی ہو۔ اگر امام اعظمؒ کا قول نہ ملے تو امام ابو یوسفؒ کے قول پر، وہ نہ ملے تو امام محمدؒ کے قول پر اور اگر وہ بھی نہ ملے، تو امام زفرؒ اور حسن بن زیادؒ کے قول پر فتویٰ جاری کرے۔ جیسا کہ حضرت علامہ شامیؒ نے بھی تحریر فرمایا: قال فی آخر الحاوی القدسی ومنی

عن ابی حنیفۃ روایۃ یؤخذ بظاہر قول ابی یوسفؒ ثُمَّ بظاہر قول محمدؒ
ثُمَّ بظاہر قول زُفَرٍ وَالْحَسَنِ وَغَیْرِهِمُ الْاَکْبَرِ فَالَاکْبَرُ هَکْذَا الَّتِیْ آخِرُ مَنْ کَانَ
مِنْ کِبَارِ الْاَصْحَابِ۔

ترجمہ: جب مسئلہ میں امام ابو حنیفہؒ سے کوئی روایت نہ ملے، تو ظاہر قول امام ابو یوسفؒ
پھر ظاہر قول امام محمدؒ، پھر ظاہر قول امام زُفَرٍ وَحَسَنٍ وَغَیْرِهِمُ الْاَکْبَرِ لیا جائے گا، اُن میں سے بزرگ تر
پھر بزرگ تر، یوں ہی کبار اصحاب کے آخری فرد تک۔

لہذا مولوی مشتاق صاحب جو ماشاء اللہ علوم اسلامیہ پر گہری نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ
مستند درس و افتاء پر جلوہ فرما بھی ہیں بحیثیت مفتی اسلام غور کریں کہ وہ امام محمدؒ کے قول کو ترجیح
دے کر اور امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے قول کو چھوڑ کر کس قدر سنگین غلطی کا ارتکاب کر رہے
ہیں اور وہ بھی محض ایک قول نہ کہ مذہب امام محمدؒ جیسا کہ ہم نے سطور گزشتہ میں تصریح کر دی۔
میٹھا میٹھا ہپ ہپ، کڑوا کڑوا تھو تھو

اگر امام اعظمؒ کے فتویٰ و مذہب سے زور گردانی کر کے اُن کے شاگردوں کے قول
کو ترجیح دینا ہے (اگرچہ اس دور کے مفتیان نہ اصحاب ترجیح ہیں نہ ہی مفتی، بلکہ ناقل ہیں)
تو پھر کفو کے مسئلہ میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک کفو کا اعتبار صرف مرد
کی طرف سے ہے، عورت کی طرف سے نہیں۔ تنویر الابصار میں ہے: الکفاءة معتبرة
من جانبہ لا تعتبر من جانبہا۔ دُرِّ مختار میں ہے: اِی الزجل لان الشریفة تابی
ان تكون فراشا للذنی ولنا تعتبر من جانبہا لان الزوج مستقرش فلا یغیظہ دناءۃ الفراش

شامی میں ہے: اُی یعتبران یكون الرجل مكافئاً لها فی الاوصاف الاتية بان لا یكون دونها فیها ولا یعتبر فی جانبها بان تكون مكافئة لهُ فیها بل یجوز ان تكون دونهُ فیها۔

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ ان چھ اُمور کا ذکر ہو چکا، جو کفو میں معتبر ہیں۔ ان چھ میں تماثل اور مساوات مرد کی طرف سے معتبر ہے نہ کہ عورت کی طرف سے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان چھ اُمور میں عورت سے کم نہ ہو، مثلاً مرد نسب کے لحاظ سے عورت سے کم نہ ہو۔ اس لیے کہ اگر وہ کم ہو تو عورت شریفہ ہوگی اور مرد کم درجہ اور شریفہ کا کم مرتبہ کی منکوحہ ہونا باعث شرم ہے۔ بخلاف عورت کے وہ ان اُمور میں مرد سے کم ہو سکتی ہے، مثلاً اگر عورت نسب میں مرد سے کم ہے تو نکاح کے جواز میں کوئی شک نہیں، کیوں کہ اس صورت میں مرد شریف ہوگا اور عورت کم درجہ اور مرد شریف کے لیے کم درجہ فرش پر سونا باعث ننگ و حار نہیں۔ لہذا کفو کا اعتبار صرف مرد کی طرف سے ہوگا کہ وہ عورت سے کم درجہ نہ ہو، عورت کی طرف سے نہ ہوگا، وہ مرد سے کم درجہ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں (یہ امام اعظمؒ کا مذہب ہے) جب کہ صاحبین (امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ) کا اس سے مختلف مذہب بھی کتب فقہ میں موجود ہے۔

ہر دو حضرات امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا فتویٰ

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک کفو صرف مرد کی جانب سے ہے، عورت کی طرف سے کفو کا کوئی اعتبار نہیں، یعنی مرد مثلاً نسب کے اعتبار سے عورت سے کم نہیں ہونا چاہیے، لیکن

اگر عورت نسب کے لحاظ سے مرد سے کم بھی ہو تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن صاحبین کا نظریہ یہ ہے کہ جس طرح مرد کی جانب سے کفو کا اعتبار ہے، اسی طرح عورت کی جانب سے بھی کفو معتبر ہے، یعنی مرد بھی مثلاً نسب میں عورت سے کم نہ ہو اور عورت بھی مرد سے کم نہ ہو، بلکہ دونوں ایک دوسرے کے ہم پلہ ہوں۔ اگر مرد نسب کے لحاظ سے عورت سے کم ہو، تو وہ نکاح غیر کفو میں ہوگا۔ اسی طرح اگر عورت نسب کے لحاظ سے مرد سے کم ہو، تو وہ نکاح بھی غیر کفو میں ہوگا۔

دُخْتَارِ میں ہے: فِي الظَّهْرِ وَهَذَا عِنْدَهُمَا مَعْتَبَرٌ فِي جَانِبِهَا أَيْضًا۔ ترجمہ: ظہیریہ اور دیگر کتب فتاویٰ میں کفو کا مرد کی جانب سے معتبر ہونا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے، جب کہ صاحبین کی جانب سے عورت کی طرف سے بھی کفو کا اعتبار کیا جائے گا۔

اسی طرح بحر الزائق اور اس کے حاشیہ میں مرقوم ہے: وَمِنْ الْغَرِيبِ مَا فِي الظَّهْرِ: وَالْكَفَاءَةُ فِي النِّسَاءِ لِلرِّجَالِ غَيْرُ مَعْتَبَرَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ خِلَافًا لَّهُمَا وَذِكْرُهُ فِي الْمَحِيطِ وَعِزَّاهُ إِلَى الْجَامِعِ الصَّغِيرِ حَاشِيَةً بِحَرْفٍ: قَالَ فِي التَّهْرُونِيِّ الْبِدَاءُ مَعَ بَعْدِ أَنْ ذَكَرَ اعْتِبَارَهَا فِي جَانِبِ الرِّجَالِ خَاصَّةً وَمِنْ مَشَائِخِنَا مَنْ قَالَ أَنَّهَا مَعْتَبَرَةٌ فِي جَانِبِ النِّسَاءِ عِنْدَهُمَا أَيْضًا۔

ترجمہ: کتاب ظہیریہ میں ایک غریب (عجیب) مسئلہ ذکر کیا گیا ہے کہ کفایت عورت کی جانب سے مرد کے لحاظ سے معتبر نہیں ہے، یہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے، بخلاف

صاحبین کے (کہ اُن کے نزدیک کُفو عورت کی جانب سے بھی معتبر ہے) اور اس مسئلہ کو صاحبِ محیط نے محیط میں ذکر کیا اور اس کو جامعِ صغیر کی طرف منسوب کیا اور کتابِ نہروالے نے کہا کہ صاحبِ بدائع نے پہلے تو یہ ذکر کیا کہ کُفو کا اعتبار صرف مردوں کی جانب سے ہے نہ کہ عورتوں کی جانب سے۔ اُس کے بعد صاحبِ بدائع نے کہا کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ صاحبین کے نزدیک عورت کی طرف سے بھی کُفو کا اعتبار ہے، یعنی صاحبین کے نزدیک جیسا مرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ بطور مثال نسب کے لحاظ سے عورت سے کم نہ ہو، بلکہ اُس کے مساوی ہو یا فائق ہو اسی طرح عورت کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ مرد کی کُفو ہو، یعنی بطور مثال نسب کے لحاظ سے اس سے کم نہ ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اگر مرد عورت کا کُفو نہ ہو یعنی نسب میں اس عورت کے برابر نہ ہو، بلکہ اس سے کم ہو تو یہ نکاح غیر کُفو میں ہوگا۔ اسی طرح اگر عورت مثلاً نسب میں مرد کے برابر نہ ہو بلکہ اس سے کم ہو، تو یہ نکاح بھی غیر کُفو میں ہوگا (بقول ہر دو حضرات یعنی صاحبین)

اب مولوی مشتاق صاحب، مفتی ہزاروی صاحب اور اُن کے دیگر ہم نوا ذرا وضاحت فرمائیں کہ اُن کے خود ساختہ مذہب میں تو مطلقاً غیر کُفو میں نکاح جائز ہی نہیں، چاہے عورت کے اولیاء راضی ہوں یا نہ ہوں، جیسا کہ مفتی موصوف نے اعلان میں فرمایا تھا۔ تو اتفاق سے آج یہ نکتہ غریب ہم اُن کے سامنے پیش کر رہے ہیں کہ بقول و مذہب ہر دو حضرات (یعنی امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ) اگر عورت مرد کی کُفو نہ ہو تو یہ نکاح غیر کُفو میں ہوگا

اور مطابق اعلان جناب غیر کفو میں نکاح مطلقاً ناجائز ہے تو پھر جن بہت سے سید مردوں کے نکاح میں غیر سیدہ، بلکہ غیر ہاشمیہ حتیٰ کہ غیر قریشیہ عورتیں تھیں، ہیں یا ہوں گی، ایسے تمام نکاحوں کا کیا بنے گا اور اُن سے پیدا ہونے والی اولاد کو کس نوعیت کی اولاد کہا جائے گا؟

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

قارئین کرام! اب بندہ اعلانِ گولڑہ کی روشنی میں یہ اہم اور چبھتا ہوا سوال کرنا چاہتا ہے کہ اُس کے مطابق تو غیر کفو میں نکاح جائز ہی نہیں، بلکہ غیر کفو میں کیے گئے تمام نکاح ناجائز اور اُن سے پیدا ہونے والی اولاد، اولادِ زنا ہے۔ اب ذرا جگر تھام کر جواب دیں کہ ہر دو حضرات (امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ) کے مذکورہ قول کے مطابق عورت کا بھی مرد کے ہم پلہ ہونا نسب وغیرہ میں ضروری ہے۔ اگر عورت نسب میں مرد کی کفو نہ ہو تو یہ نکاح غیر کفو میں ہوگا اور بقول مخالفین غیر کفو میں کیا ہوا ہر نکاح ناجائز اور اُن کی اولاد، اولادِ زنا ہوتی ہے۔ تو جن مشاہیر خاندانوں کے مردوں کے نکاح اپنے سے کم مرتبہ خاندان کی عورتوں سے ہوئے، مثلاً مطابق اعلانِ گولڑہ کسی سید مرد کا نکاح کسی ہاشمیہ یا محض قریشیہ عورت (خواہ وہ صدیقی و فاروقی خاندان سے تعلق رکھتی ہو) سے ہوا یا غیر قریشیہ عورت سے، تو یہ نکاح غیر کفو میں ہوگا اور غیر کفو میں نکاح اُن کے نزدیک مطلقاً ناجائز ہے۔ تو اُن سید صاحبان کے نکاح کا حکم کیا ہوگا اور نہ اُن کی اولاد کس کھاتے میں جائے گی اور اگر اعلانِ گولڑہ کے مطابق یہ نکاح نہ ہوئے، تو پھر ایسے افراد سے اُستادی شاگردی، پیری مُریدی اور فیضِ روحانی

کے تمام تر تعلقات آخر کس کھاتے میں جائیں گے؟ بلکہ اس گلیے کی براہ راست زد میں تو شریعت و طریقت کی بڑی بڑی نامور شخصیات آتی ہیں اور آئیں گی، جس کی تفصیل ضرورت پڑنے پر نذر قارئین کی جائے گی۔ فافہم و تدبّر

لہذا اب مولوی مشتاق صاحب فوزا کھڑے ہو کر اعلان کر دیں کہ جس امام محمدؑ کے قول **الْآنَ يَكُونُ نَسَبًا مَشْهُورًا** پر عمل کرتے ہوئے ہم یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ اہل بیت خلافت کی طرح اہل بیت نبوت بھی باقی قریش سے افضل ہیں اور اس افضلیت کی بنیاد پر باقی قبائل اُن کے کُفُو نہیں ہیں اور غیر کُفُو میں نکاح مطلقاً ناجائز ہے اور اُن سے ہونے والی اولاد ناجائز ہے۔ اسی طرح ہم صاحبین کے مذہب پر یہ فتویٰ بھی صادر کرتے ہیں کہ عورت کا نسب میں مرد کے برابر ہونا بھی شرط ہے۔ لہذا جن سید مردوں کے گھر میں غیر سیدہ عورتیں ہیں (خواہ وہ ہاشمی، عباسی، قریشی، صدیقی اور فاروقی خاندان سے تعلق رکھتی ہوں یا غیر قریشی خاندان سے) وہ سب کی سب غیر کُفُو ہونے کے سبب ناجائز نکاح میں نہیں ہیں اور ان سب کی اولاد اولادِ زنا ہے چاہے ایسے نکاحوں میں اُن کے اولیائے اقرب بیہوشی راضی ہوں یا نہ ہوں۔ یہ نکاح ناجائز اور محبتِ زنا ہے۔ شاء اللہ ہمت کیجئے اور پھر تماشا دیکھئے۔ امام محمدؑ کے قولِ استثنائی پر تو شد و مد سے عمل کرتے ہیں لیکن اس قول پر عمل نہیں کرتے، جس میں امام محمدؑ کے ساتھ امام ابو یوسفؑ بھی شامل ہیں اور اب ان ہر دو حضرات کی تائید ملنے سے یہ قول مزید قوی ہو گیا ہے، کیوں کہ صاحبین اس پر متفق ہیں۔ اب کام دو آتشہ ہو گیا۔ بقولِ بندہ مے کشی کے ساتھ لطفِ رقصِ پیانہ الگ اور اُس پر التفاتِ پیرِ میخانہ الگ

ہمارا موقف

اس سلسلے میں بحمد اللہ تعالیٰ ہم پر کوئی اعتراض نہ ہوگا، کیوں کہ ہمارے نزدیک مذہب حق یہ ہے کہ ولی کی رضا مندی سے غیر کفو میں نکاح جائز و لازم ہے۔ جب کہ صاحبین کے مذہب کے مطابق بھی یہ نکاح جائز ہے، لہذا کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی۔ کیوں کہ ایسے تمام نکاح جن سید مردوں کے غیر سیدہ عورتوں کے ساتھ ہوئے، وہ ان عورتوں کے اولیاء کی بیٹگی رضا مندی سے ہوئے، اس لیے اس میں کوئی قباحت نہیں۔ اب ہمارے مخالفین یا تو مذہب حنفی چھوڑ دیں یا اوپر ذکر کیے ہوئے سید مردوں کے ساتھ غیر سیدہ عورتوں کے نکاح اور ان کی اولاد کی نسی حیثیت متعین کریں۔ یقیناً وہ جو جروا

مقام عبرت: جب کوئی شخص احکام شریعت میں دخل اندازی کرتے ہوئے اپنی من مانی کرے تو ذبیہی رسوائی اور اخروی تباہی اُس کا مقدر بن جاتی ہے۔ جن حضرات نے مسئلہ کفو میں غلو کیا اور اپنے خود ساختہ قواعد اور کلیات کے بل بوتے پر سادات کو تمام انسانوں، بلکہ تمام مسلمانوں سے کوئی الگ تھلگ مخلوق باور کرا کے یہ بات اُن کے ذہن نشین کرا دی کہ تم جس گھر اور جس خاندان میں چاہو شادیاں کر سکتے ہو، تمہیں تو کوئی روک ٹوک نہیں، لیکن اگر کوئی دوسرا مسلمان تمہارے ہاں شادیاں کرنا چاہے خواہ وہ ہاشمی، قریشی، عباسی یا غیر قریشی عالم، متقی صاحب فضیلت ہی کیوں نہ ہو یا تم خود ہی اپنی لڑکی کا رشتہ اُن میں سے کسی کو دینا چاہو تو وہ دونوں صورتوں میں وہ رشتہ نہیں ہو سکتا۔ اگر تم نے اپنی لڑکیوں کے نکاح اُن کی رضا مندی اور اپنی خوشی سے کر بھی دیئے، تب بھی وہ نکاح صحیح نہ

ہوئے اور اُن کی باہمی مُحبّت، مُحبّت زنا اور اُن کی اولاد ناجائز ہوگی۔ گویا اُنہوں نے یوں غیر سادات مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کی صف میں لاکھڑا کیا، جیسا کہ اُن کے بارے میں حکم ہے کہ اُن کے ہاں مسلمان تو شادیاں کر سکتے ہیں، لیکن انہیں بیٹیوں کے رشتے نہیں دے سکتے۔ اس طرح اِن نام نہاد مُقتیان و مولویان نے سادات کے مقابلے میں غیر سادات مسلمانوں کو اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی صف میں کھڑا کر دیا۔ اس سے بڑھ کر اور ظلم کیا ہوگا؟ گویا یہ لوگ یوں غیر سادات مسلمانوں کو اُنہیں جعل المسلمین کا المعرجین کے دائرہ اطلاق میں لے آئے، جو قرآن و سنّت کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے اور اسی ظلم کا یہ منطقی انجام ہے کہ آج ہم نے ہر دو حضرات یعنی صاحبین کا قول پیش کر کے اُن سید صاحبان کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ اُنہوں نے جن غیر سادات لڑکیوں سے شادیاں کی ہیں۔ اُن کے بطن سے جو اولادیں ہوئیں، جن میں امیر زادے، پیر زادے اور ہزاروں صاحبزادے پیدا ہوئے، وہ سارے نسبی طور پر کیا کہلائیں گے؟ کیوں کہ بعض سر پھرے، کم علم، ضدی اور کبرِ نسبی میں بُری طرح مبتلا مدعیانِ سیادت نے بیرونِ ملک اور پھر اندرونِ ملک میری تصنیف نام و نسب کے جواب میں دو کتابیں لکھوائی تھیں، جن میں قوی شرعی دلائل نہ ہونے کے برابر اور میرے خلاف نہایت گندی اور بازاری زبان استعمال کی گئی، جسے میں نے محض اللہ اور رسول کی رضا کے لیے برداشت کیا اور اِن شاء اللہ آئندہ بھی کروں گا۔ اس کے ساتھ ساتھ اتنی بات ذہن میں رہے کہ بحمد اللہ میں بھی میدان کا آدمی ہوں اور قرآن و سنّت کے قوی دلائل کے بغیر اپنے موقف سے بے آسانی ہٹنے

والا نہیں ہوں۔ میں سنتا بھی ہوں اور سناتا بھی ہوں، ایسے علومِ دینیہ سے بے بہرہ جن مدعیانِ سیادت نے میرے خلاف بھڑاس نکالتے ہوئے اپنی اُن کتابوں میں مجھے اپنے آباء و اجداد کا گستاخ اور بے ادب ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا۔ اُن میں سے اکثر کی بیویاں غیر فاطمی سادات ہیں۔ مکافاتِ عمل دیکھئے کہ وہ مجھے نہ جانے کیا ثابت کرتے کرتے اپنے اور اپنے بزرگوں کے نکاحوں کو غیر صحیح اور ہونے والی اولادوں کو ناجائز اولادیں ثابت کر بیٹھے۔ لہذا ایسے متکبر سادات کی خدمت میں ہر دو حضرات یعنی امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا عطا فرمودہ ایک تھنہ پیش کر رہا ہوں۔ میری طرف سے اسے قبول فرمائیں۔

ہماری محولہ عبارت کے مطابق بقولِ صاحبینؒ مرد کی طرح عورت کی طرف سے بھی کفایت ضروری ہے، یعنی عورت بھی بطورِ مثال نسب میں مرد کے برابر ہو، اُس سے کم نہ ہو، ورنہ مرد کا نکاح غیر کفو میں ہوگا اور اعلانِ گولڑہ کے مطابق غیر کفو میں برضائے ولی بھی نکاح نہیں ہوتا۔ لہذا اُن اور اُن ایسے کئی ساداتِ کرام کو اب مفتی وزیر آبادی صاحب قبلہ سے رابطہ کر کے اپنے اپنے اُن بزرگوں کے نکاحوں کی صحت و عدم صحت کے بارے میں فتویٰ لینا ہوگا کہ جو خود تو سید ہیں، مگر اُن کی بیویاں ساداتِ فاطمیہ سے نہیں ہیں۔ مفتی وزیر آبادی صاحب کے اعلانِ گولڑہ شریف کے مطابق (جس کی آڈیو اور ویڈیو بطورِ ثبوت بندہ کے پاس موجود ہے) بچوں کہ غیر کفو میں نکاح مطلقاً منعقد ہی نہیں ہوتا، تو ایسے سب ساداتِ کرام کے نکاحوں اور اُن کے گھروں میں پیدا ہونے والی اولاد کی نسبی حیثیت کیا

متعین ہوگی؟ بیٹنواؤ تو جروا۔

اب نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ اگر فقرِ حنفی کا دامن پکڑتے ہوئے اور کتاب و سنت کے محکم دلائل پر یقین رکھتے ہوئے زندہ رہتے ہیں تو بھولے قرار پاتے ہیں اور اگر اپنی خانہ زاد شریعت پر عمل پیرا ہوتے ہیں تو خود اُن کی اولادیں اُن کا گریبان پکڑ کر پوچھیں گی کہ تم نے ہمیں ناجائز اولاد اور ہماری ماؤں کے ساتھ گزری ہوئی زندگی کو صحتِ زنا قرار دے کر ہم پر یہ ظلم کیوں کیا؟

جل گیا میرا نشین تو کوئی بات نہیں

دیکھنا یہ ہے کہ اب آگ کدھر لگتی ہے

امام محمدؒ کے استثنائی قول کا فیصلہ کن جواب

مولوی مشتاق صاحب قبلہ نے امام محمدؒ کے استثنائی قول اِلَّا اِنْ يَكُونُ نَسَبًا مَشْهُورًا کا اہل بیت الخلافہ نقل فرما کر بزمِ خویش اپنے موقف کے اثبات پر تو ایک بُجّتِ قاطعہ پیش کر دی، لیکن شاید اُنہیں یہ وہم و گمان بھی نہ تھا کہ اُن کی اس دلیل کے جواب میں دلائل کے انبار لگا دیئے جائیں گے۔ لہذا اس قول کے متعدد جوابات دیئے جا چکے ہیں۔ اب آخر میں ایک فیصلہ کن جواب پیش کیا جا رہا ہے۔ اُمید ہے کہ بہ نظرِ انصاف مطالعہ کرنے سے قارئین پر حق روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے گا۔

ہمارے علماء و فقہاء کے نزدیک یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ جب کسی راوی کا عمل اپنی ہی روایت کردہ حدیث کے خلاف یقینی طور پر ثابت ہو جائے، تو وہ روایت

قابل احتجاج و استدلال نہیں رہتی، کیوں کہ یا تو وہ روایت منسوخ ہوگی یا موضوع ہوگی یا پھر روایت کرنے کے بعد راوی پر یہ بات منکشف ہوئی ہوگی کہ اس روایت کی معارض کوئی دوسری روایت راجحہ موجود ہے۔ لہذا ان وجوہ کی بنیاد پر راوی نے اپنی روایت کے خلاف عمل کیا۔ کتب اصول میں اس کی متعدد مثالیں بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔

اب اس قاعدہ کے مطابق اگر امام محمدؒ کے قول کا یہ مطلب ہے کہ خاندان خلافت کی کسی خاتون کا کوئی دوسرا عام شخص، حتیٰ کہ کوئی قریشی بھی کفو نہیں ہے، تو خود امام محمدؒ کا تولد مندرجہ ذیل نکاح کس کھاتے میں جائے گا؟ ملاحظہ فرمائیے۔

غیر قریشی ہوتے ہوئے خود امام محمدؒ کا سیدہ فاطمہ سے نکاح

قارئین! امام محمدؒ کا نام محمد، کنیت ابو عبد اللہ، والد کا نام حسن، دادا کا فرقہ اور شیبانی نسبت ہے یعنی قبیلہ بنی شیبان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا اصل مسکن جزیرہ شام ہے۔ آپ کی ولادت واسطہ شہر میں 32ھ میں ہوئی۔ آپ کے والدین مستقل طور پر کوفہ منتقل ہو گئے تھے۔ یہیں آپ کی تعلیم و تربیت ہوئی۔ یعنی آپ عربی تو تھے کیوں کہ آپ کا سلسلہ نسب شیبان بن ذہل کے ذریعے عدنان تک پہنچتا ہے اور جمیع العرب يرجعون الی ولد ثلاثة رجال: رهم عدنان و قحطان و قضاة۔

ترجمہ: تمام عرب تین شخصوں کی اولاد تک پہنچتے ہیں اور وہ عدنان، قحطان اور قضاہ ہیں۔ لیکن آپ کا فاطمی سید ہونا تو کجا، آپ قریشی بھی نہ تھے، کیوں کہ علم انساب و فقہ کے مطابق

لے التعلیق المسجّد علی موطأ محمدؒ لاسلام الہمام ابی الحسنات محمد عبدالحق للکنوی ص 29 مطبوعہ قادیان کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی لے الانساب للامام ابی سعد عبدالکریم بن محمد بن منصور التمیمی الشعمانی ج 3 ص 472 مطبوعہ دار البیان بیروت لبنان لے جمہرة انساب العرب لابن حزم الاندلسی التوثی 456ھ ص 7 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

صرف وہی قریش ہیں جو نضر بن کنانہ کی اولاد سے ہوں، جیسا کہ شرح الوقایہ میں ہے:
اعلم انّ کلّ من هو من اولاد نضر بن کنانة قریش واما اولاد من هو فوق النضر فلا^۱
ترجمہ: جان لے کہ جو نضر بن کنانہ کی اولاد سے ہیں وہی قریش ہیں اور جو نضر سے
اوپر والوں کی اولاد ہوں وہ قریش نہیں۔

جب کہ امام محمدؒ کا سلسلہ نسب نضر سے بہت اوپر جا کر عدنان سے ملتا ہے۔
اسی طرح علامہ شامیؒ تحقیق فرماتے ہیں: الفرشیان من جمعہما اب هو النضر
بن کنانة فمن دونة ومن لم ينتسب اِلَّا لِابٍ فوقة فهو عربی غیر قرشی۔
ترجمہ: اُن دو شخصوں کو قرشی کہا جائے گا، جن کا باپ نضر بن کنانہ ہو، پس جو اُس کے
علاوہ ہو اور نضر سے اوپر جا کر ملے وہ عربی تو ہوگا، لیکن قرشی نہ ہوگا۔
اگرچہ بعض علماء نے اپنی کتب میں امام محمدؒ بن حسن شیبانی کو عجمی النسب بھی لکھا ہے،
لیکن ہماری تحقیق کے مطابق آپ عربی غیر قرشی ہیں۔ تو قابل غور امر یہ ہے کہ آپ نے
غیر قرشی ہوتے ہوئے امام شافعیؒ کی والدہ ماجدہ سے اُن کے بیوہ ہونے کے بعد نکاح
کیا، جس کا ثبوت ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔ پہلے امام شافعیؒ اور اُن کی والدہ کا نسب
ملاحظہ کریں۔

امام شافعیؒ کا نسب

محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع بن السائب بن عبید بن
عبید بن ہاشم بن المطلب بن عبد مناف القرشی المطلبی ابو عبد اللہ

۱۔ شرح الوقایہ، المجلد الثانی، کتاب النکاح، ص 28

۲۔ حاشیہ رد المحتار علی الدر المختار للعلامة ابن عابدین الشامی، ج 2، ص 46، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

الشَّافِعِيُّ الْمَكِّيُّ نَزِيلُ مِصْرَ۔

امام شافعیؒ کا قریشی ہونا اظہر من الشمس ہو گیا، ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو کہ امام شافعیؒ کے قریشی ہونے سے یہ لازم تو نہیں آتا کہ اُن کی والدہ ماجدہ بھی قریشیہ ہوں۔ وہ کسی دوسرے عجمی قبیلے سے بھی تو ہو سکتی ہیں، لہذا اب امام شافعیؒ کی والدہ ماجدہ کا تذکرہ اور نسب بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

امام شافعیؒ کی والدہ ماجدہ کا مبارک نسب

قال الحاكم في المناقب سمعت ابا نصر احمد بن الحسين سمعت ابا بكر محمد بن اسحاق بن خزيمة يقول كان يونس بن عبد الاعلى يقول أم الشافعي فاطمة بنت عبد الله بن الحسن بن علي بن ابي طالب۔

ترجمہ: امام حاکم نے مناقب میں کہا میں نے ابو نصر احمد بن حسین سے سنا، اُنہوں نے کہا کہ میں نے ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ سے سنا، وہ کہتے تھے یونس بن عبد الاعلیٰ کہتے تھے کہ امام شافعیؒ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی

۱۔ تہذیب التہذیب، للعلامة الامام ابن حجر عسقلانی، ص 24، ج 9، مطبوعہ دار الثواب کیڑی ملتان
۲۔ آپ اپنے پروردگار رحمان کے والد شافع کے نام کی نسبت سے شافعی کہلاتے تھے، سیدہ نفیہ جو امام سن چٹائی کی پڑپوتی ہیں وہ امام شافعیؒ کی والدہ (یعنی زوجہ امام محمدؒ) کی کزن (بچا زاد بہن) تھیں اور امام شافعیؒ کی کزن خالہ تھیں۔ آپ کا شمار یہ ہے: سیدہ نفیہ بنت سید حسن الانور بن السید زید الالح بن الحسن السبط بن علی بن ابی طالب (نور الابصار فی مناقب آل بیت المختار للشیخ مؤمن الشبلنجی مصری، ص 443، طبع اول 2005ء، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، لبنان) شاید اسی وجہ سے امام شافعیؒ نے اپنی وفات سے کچھ قبل سیدہ نفیہؒ کی خدمت میں نماز جنازہ میں شرکت کے لیے عرض کی تھی۔ چنانچہ جب آپ وفات پا گئے تو حضرت سیدہ نفیہؒ آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کے لیے تشریف لے گئیں اور یوں۔

زود رو شوکتِ سلطان نہشت چڑے کم گاہ گوشت و ہڈیاں بہ آفتاب رسد

والا معاملہ ہو گیا۔

۳۔ تہذیب التہذیب، للعلامة ابن حجر عسقلانی، ص 26، ج 9، مطبوعہ دار الثواب کیڑی ملتان

بن ابی طالب تھا۔

قارئین کرام! یہاں یہ ثابت ہو گیا کہ امام شافعیؒ کی والدہ ماجدہ سیدہ حسنیہؒ فاطمیہ اور حضرت عبداللہ المحضؒ کی دختر پاک نہاد تھیں، جو کہ حضرت امام حسن مثنیٰ بن امام حسن مجتبیٰؒ اور سیدہ فاطمہ صغریٰ بنت سید الشہداء امام حسینؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ گویا اب اسی نجیب الطرفین اور قطعی النسب سیدہ کے دو نکاح بطور محبت ثابت ہو گئے۔

1: امام شافعیؒ کی والدہ سیدہ فاطمیہ کا قریشی غیر ہاشمی سے پہلا نکاح

امام شافعیؒ کے اجداد میں ہاشم نام آنے کی وجہ سے بعض لوگ یہ نہ سمجھیں کہ شاید آپ نسب ہاشمی تھے، چوں کہ نسب باپ کی طرف سے چلتا ہے، اس لیے واضح کیا جاتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے پردادا حضرت ہاشم کے ایک بھائی کا نام مطلب تھا، اُس کے بیٹے کا نام بھی ہاشم ہے، گویا حضور علیہ السلام کے پردادا ہاشم رشتے میں امام شافعیؒ کے پردادا ہاشم کے گئے پچھا ہوتے ہیں۔ لہذا حضور علیہ السلام کے پردادا ہاشم کی شخصیت و ذاتی کمالات کے سبب لفظ ہاشمی ایک خاندان کی علامت کے طور پر رواج پا گیا، جب کہ امام شافعیؒ کے پردادا ہاشم ہاشمیت کی مروجہ علامت نسب سے خارج ہونے کی وجہ سے صرف قریشی کہلائیں گے۔

1۔ امام شافعیؒ کی والدہ ماجدہ کا مختصر تعارف: آپ امام حسن مجتبیٰؒ کے حقیقی پوتے حضرت عبداللہ المحضؒ کی حقیقی صاحبزادی، حضرت انسؓ کے کبیر کی سگی بہن ہیں۔ مصری طباطبائی سادات، مراکش کے شاہ حسن، حضرت علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش لاہوری اور حضرت غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی الحنفی والحنبلی، امی عبداللہ المحضؒ کی اولاد سے ہیں۔ امام شافعیؒ کی والدہ رشتے میں امام زین العابدینؒ کی سگی بہن (سیدہ فاطمہ مغزی) کی سگی پوتی ہیں اور آپ کے سگے بھانجے عبداللہ المحضؒ کی سگی بیٹی ہیں، نیز حضرت امام محمدؒ کی یہ زوجہ جو امام شافعیؒ کی والدہ ہیں، حنفی نسب سیدہ ہونے کے ساتھ ساحل سندھ کنٹن کراچی میں مدفون حضرت عبداللہ شاہ غازی (المتوفی 98ھ مدینہ شریف، المتوفی 151ھ کراچی) کی سگی بیوی بھی گئی ہیں۔ گویا عبداللہ شاہ غازیؒ کی یہ بیوی بھی حضرت امام شافعیؒ کی والدہ تھیں، چراغے حاتمہ جناب اور یس قریشی کی وفات کے بعد مردانہ بہ احاف حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ کے نکاح میں آئیں۔ ۱۲۰ھ

چنانچہ علامہ شبلنجی مصریؒ حضرت امام شافعیؒ کے تذکرے میں لکھتے ہیں: نسبہ: لا یخفی ان ہاشمًا الذی فی نسب الامام غیر ہاشم الذی فی نسبہ ﷺ لان الثانی عم الاول وان الشافعیؒ مطلبی من جہۃ ابیہ و ہاشمی من جہۃ اُمہات اجدادہ و اُزید من جہۃ اُمہ۔

ترجمہ: (یہ بات) پوشیدہ نہ رہے کہ حضرت امام شافعیؒ کے نسب میں جو ہاشم آتا ہے وہ اُس ہاشم کا غیر ہے، جو رسول اللہ ﷺ کے نسب میں آتے ہیں، کیوں کہ دوسرے ہاشم (یعنی حضور علیہ السلام کے پردادا) پہلے ہاشم (یعنی امام شافعیؒ کے پردادا) کے سگے چچا ہیں اور امام شافعیؒ اپنے والد ماجد کی طرف سے (غیر ہاشمی قریشی) مطلبی ہیں اور اپنے آباء و اجداد کی ماؤں کی طرف سے ہاشمی ہیں اور اپنی (سیدہ فاطمہؓ حنیہ) ماں کی طرف سے شرف مزید دیئے گئے۔

یوں صاحبِ وفیات الاعیان کی مندرجہ ذیل عبارت امام شافعیؒ کے والد ماجد جناب ادریس کے قریشی غیر ہاشمی ہونے پر مہر تصدیق کا کام کر گئی، لکھتے ہیں: یجتمع مع رسول اللہ ﷺ فی عبد مناف المذکور۔

علاوہ ازیں صاحبِ وفیات الاعیان نے حضرت امام شافعیؒ کے نسبی تعارف میں بھی ہاشمی کا لفظ نہیں لکھا۔ لکھتے ہیں: الامام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع بن السائب ابن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن المطلب بن عبد مناف القرشیؒ مطلبی الشافعیؒ۔

2: امام شافعیؒ کی والدہ سیدہ فاطمہؓ کا (غیر قرشی سے) دوسرا نکاح

آپ کی والدہ ماجدہ کا دوسرا نکاح حضرت امام محمد بن حسن شیبانی (غیر قرشی القسب) سے ہوا۔ چنانچہ صاحبِ دُرِّ مختار لکھتے ہیں: وقد ظهر علمہ بتصانیفہ کالجامعین والمبسوط والزیادات والنوادر حثی لیل اِنَّه صنف فی العلوم الدینیة تسعمائة وتسعة وتسعين کتابا ومن تلامذتہ الشافعی وتزوج بام الشافعی وفوض الیہ کتبہ ومالہ فبسببہ صار الشافعی فقیہا۔

ترجمہ: امام محمدؒ کا علم اُن کی تصانیف سے ظاہر ہوا، جیسا کہ جامع صغیر و کبیر) مبسوط، زیادات اور نوادر۔ یہاں تک کہا گیا کہ اُنہوں نے علومِ دینیہ میں نو سو ننانوے (999) کتابیں لکھیں۔ اُن کے شاگردوں میں سے امام شافعیؒ جیسی شخصیت ہیں، آپ نے امام شافعیؒ کی والدہ سے نکاح کیا اور اپنی کتابیں اور مال امام شافعیؒ کو سونپ دیا، پس اسی سبب سے امام شافعیؒ اتنے بڑے فقیہ بن گئے۔

خلاصہ کلام یہ نکلا کہ حضرت امام شافعیؒ کی والدہ ماجدہ کے دونوں نکاح غیر سید مردوں سے ہوئے۔

قارئینِ کرام: اگر مولوی مشتاق صاحب کا پیش کردہ استثنائی قول، امام محمدؒ کا مذہب ہوتا تو وہ خود اس کے خلاف عمل کیوں کرتے اور غیر قرشی ہوتے ہوئے اہل بیتِ خلافت سے بھی اخصل اہل بیتِ نبوت کی ایک قطعی سیدہ فاطمہؓ خاتون سے خود نکاح کیوں فرماتے؟ اب ہم مولوی مشتاق احمد صاحب سے پوچھتے ہیں کہ انہیں امام محمدؒ کا قول پیش کر کے

کیا حاصل ہوا؟ اگر آج اس مقام پر خود اُن کے مقابلے میں کوئی اور ہوتا تو کیا وہ اُسے بندہ کا یہ شعر بطور تنبیہ تحقیق پیش نہ فرماتے؟۔

پکا کر فقہ کی کچھڑی بتاؤ کیا مزا آیا

بجورِ نَج و پشیمانی تمہارے ہاتھ کیا آیا

کارمین کرام! اسے حُسنِ اتفاق کیسے یا نصرتِ خداوندی کہ ہر رے مخالفین اپنے خود ساختہ موقف کی عمارت جس کتاب کی دو عبارتوں پر استوار کرتے رہے، ہم نے امام محمدؒ کے نکاحِ مذکور کا ثبوت اُسی کتاب سے اُن کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ یعنی دُرِّ مختار، جس کی عبارت: وَيُفْتَى فِي غَيْرِ الْكُفُوِّ بَعْدَ جَوَازِهِ اصْلًا مَخَالِفِينَ کی مایہ ناز عبارتِ مستدلہ ہے، جسے اپنے خود ساختہ موقف کے اثبات میں پیش کرتے ہوئے یہ خیال بھی نہیں رکھا گیا کہ جوازہ میں ہضمیر مجرور کا مرجع مطلق نکاح ہے یا وہ مخصوص نکاح کہ جو غیر کُفُو میں رضائے اولیاء کے بغیر ہوا اور نہ یہ خیال رکھنے کی زحمت گوارا کی گئی کہ لفظِ جواز یہاں بمعنی صحت ہے، بمعنی نُفُوذ ہے یا بمعنی لزوم ہے اور نہ اس طرف توجہ فرمانے کی تکلیف کی گئی کہ لفظِ اصلاً کتنے معانی میں استعمال ہوتا ہے اور یہاں کون سا معنی مراد ہے؟

اسی طرح دُرِّ مختار سے پیش کردہ دوسری عبارت: الْعَجْمِيُّ لَا يَكُونُ كُفُوًا لِلْعَرَبِيَّةِ وَلِرَكَانِ الْعَجْمِيِّ عَالِمًا أَوْ سُلْطَانًا وَهُوَ الْاَصَحُّ سے استدلال کر کے آسمان سر پر اٹھا لیا گیا کہ دیکھیں جی! کسی عربیہ کا کوئی عجمی کُفو ہو ہی نہیں سکتا، چاہے وہ عجمی عالم ہو، سلطان ہو یا کوئی بھی ہو اور پھر اپنے زعم میں صرف سیدہ فاطمہؓ کو عربیہ اور دیگر تمام قبائل عرب کو حُجّی کہ

قبیلہ قریش کو بلکہ قبیلہ بنو ہاشم کو بھی عجمیوں کی قطار میں کھڑا کر دیا۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا، خرد کا جنوں

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ان حضرات نے اتنا غور کرنا بھی مناسب نہ سمجھا کہ مرقوم وهو الاصح کے الفاظ

صاحب دُرِّ مختار کا مذہب ہیں یا صاحب تنویر الابصار کا، پھر یہ کہ دُرِّ مختار والے نے انہیں

قبول کیا ہے یا ان کو رد کیا ہے، بلکہ اگر مخالفین کھلی آنکھوں سے دُرِّ مختار کی محولہ بالا عبارت

کو مع سیاق و سباق مطالعہ فرمائیں تو انہیں معلوم ہوگا کہ صاحب دُرِّ مختار نے متن

(یعنی تنویر الابصار) کی اس عبارت کے رد میں دلائل بھی نقل فرمائے ہیں۔

گویا ہمارے مخالفین یہاں بُری طرح افراط و تفریط کا شکار ہو کر رہ گئے۔ ایک

طرف تو افراط کا یہ عالم ہے کہ لفظ المعجمی کا دائرہ اتنا بڑھا دیا کہ مستند عرب قبائل،

قریش حتیٰ کہ بنو ہاشم کو بھی عجمی قرار دے کر انہیں سیداتِ فاطمیت کا کُفو ماننے سے انکار

کر دیا، حالانکہ کتب مذہب میں عجمی کی تعریف یوں مرقوم ہے: (واما فی المعجم) المراد

بہم ما لم ینتسب الی احدی قبائل العرب ویسمون الموالی والعقلاء۔

ترجمہ: (اور لیکن عجم میں) عجم سے مراد وہ لوگ ہیں جو قبائل عرب میں سے کسی قبیلہ

کی طرف منسوب نہ ہوں۔ انہیں موالی اور عقلاء کہا جاتا ہے۔

اور دوسری طرف تفریط کا یہ حال ہے کہ لفظ العربیۃ کا دامن اس قدر مختصر کر دیا

کہ سوائے سیدہ فاطمہ کے کسی اور کو عربیہ قرار ہی نہیں دیا اور یہی وہ افراط و تفریط ہے جس سے

بچانے کے لیے شریعت محمدی بھیجی گئی تھی۔ تبھی تو شریعت محمدی کو صراطِ مستقیم اور الطريق المتوسط بین الافراط والتفريط کہا جاتا ہے۔

بہر حال سردارِ مذہبِ احناف، غیر قرشی القسب امام محمد بن حسن الثیبانی کے امام شافعیؒ کی قطعی القسب سیدہ فاطمہ والدہ ماجدہ کے ساتھ عملِ نکاح نے ان ہردو اور ان جیسی دیگر عبارات سے بہ سلسلہ کفایۃ فی النکاح استدلال کی حیثیت کو نہ رہے بانس نہ بجے بانسری کے مصداق ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کالعدم کر دیا، کیوں کہ یہی امام محمدؒ ہی تو ہیں جنہوں نے فقہ حنفی کی ترتیب و تدوین میں وہ لازوال کارنامہ سرانجام دیا کہ دنیائے فقہات کے ایک بے تاج شہنشاہ، مصنف و مرتبِ اعترافِ حقیقت کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں۔

مصنف و مرتب کے نزدیک اکابر فقہائے اُمت کے مراتب فقہات

صاحب و مرتب کے اکابر فقہائے اُمت کے مراتب فقہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الفقہ زرعہ عبد اللہ بن مسعود و سقاء علقمہ و حصدۃ ابراہیم النخعی و داسۃ حماد و طحنۃ ابو حنیفۃ و عجنۃ ابو یوسف و خبزۃ محمد فساثر الناس یا کلون من خبزہ۔

ترجمہ: فقہ ایک کھیتی ہے، جسے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے کاشت کیا، حضرت علقمہؓ نے پانی دیا، حضرت ابراہیم نخعیؓ نے اُسے کاٹا، حضرت حمادؓ نے اُسے گاھا، حضرت ابو حنیفہؓ نے اُسے پیسا، حضرت ابو یوسفؓ نے اُسے گوندھا اور حضرت امام محمدؓ نے اُس سے

۱۔ نور الانوار شرح المنار توضیح الخلیفۃ للشیخ احمد ملا حیون التوئی ۱۱۳۰ھ

۲۔ الذم المختار للعلامة الشيخ علاؤ الدین الحصکفی، ج ۱ ص ۷۸، مطبوعہ جامعہ سعید کینی کراچی

روٹیاں تیار کیں (اُمّتِ محمدیہ میں سے خوش نصیب قائلینِ تقلید) عوام و خواص
عندالضرورت اُن روٹیوں میں سے کھاتے ہیں اور تا قیامت کھاتے رہیں گے اور یہ
حقیقتِ واقعہ ہے کہ زراعت و کاشت کے تمام مراحل کا نتیجہ و خلاصہ روٹیاں پکانا
اور کھانا کھانا ہوتا ہے اور یہ منصبِ عظیمِ امامِ محمدؐ کے حصّے میں آیا۔

نذرانہ عقیدت بحضورِ امامِ محمدؐ

آنِ محمدِ فقہ را زیبا امام	نا قیامت مُقتدای خاص و عام
أَفَقُهُ الْفُقَهَاءُ وَ شَيْخٌ دِيدَهُ وَر	آبروی اُمّتِ خیر البشر
دَر تَفَقُّهُ حَبْنَدَا مَعْرَاجِ أَوْ	ہم عربِ مثلی عجمِ محتاجِ او
إِجْتِهَادُش بَہْرِ اُمّتِ سَازِگَار	مَزْرَعِ اسَلامِ را ابرِ بہار
نَزْدِ عَاقِلِ مُنْكَرِ فِقْہِشْ ذَلِیل	گُفتہ اش محراب و منبرِ را دلیل
خَاصِہ اش قِرطَاسِ را تَاجِ وَقَار	مَفتیانِ بِرِخَوَانِ فِقْہِشْ زَلَّہِ خَوَار
دَر عِلْمِ وَحِیِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ	جَانَشِیْنَ انبِیاءِ و مُرْسَلِیْنَ
ذَہْنِ اُسْتادانِ بِہِ اِدْرَاکَشْ مُقِر	دَر سَگاہِ بُوحَنِفَہٗ مُفْتَخِر
بِہِ نِیازِ از حَرَصِ دُنْیائِ لَیْسِ	اِبْتِداءِ و اِنْتِہائِشِ عِلْمِ دِیْنِ

اے نصیرِ او ہست آقا و امام

صد ہزارانِ ہمچو من، او را غلام

گویا امامِ محمدؐ کے اس عمل سے ثابت ہو گیا کہ خفی مذہب کا فٹویٰ یہی ہے کہ تمام

قریش بشمول سادات بنو فاطمہ ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ لہذا کوئی بھی قرشی النسب کسی بھی ہاشمیہ حتیٰ کہ سیدہ فاطمہ کا بھی کفو بن سکتا ہے۔ اسی طرح اگر غیر کفو میں بھی برضائے اولیاء کسی بھی عورت کا نکاح ہو جائے تو وہ صحیح جائز اور درست ہے۔

قارئین کرام! ہم نے فقہ کے ایک چوٹی کے امام بلکہ بقول حضرت فاضل بریلویؒ سردار مذہب احناف عظیم تر مجتہد و فقیہ کے عمل سے اپنا موقف اظہر من الشمس فی نصف النهار کر دیا ہے، اب بھی ہمارے مخالفین اگر نہیں مانتے تو اُن کی اس ضد اور ہٹ دھرمی کا علاج ہمارے پاس تو کیا دنیا کے کسی بڑے سے بڑے حکیم حاذق کے پاس بھی نہیں ہے۔ بقول بندہ۔

بدشتِ شقاوت چو کشمکشِ

سواءِ علیہم اَنذرتہم

خصائصِ نبویہ علی صاحبہا السَّلام والْحَمْدُ پر ہمارا ایمان ہے

بِحَمْدِ اللّٰہِ تعالیٰ ہم اہلِ سنت ہیں اور یہ بات ہمارے عقائد میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ کریم ﷺ کو بہت سی خصوصی عزتوں اور شانوں سے نوازا ہے جن میں کوئی اُمّتی تو اُمّتی، دیگر انبیاء و مرسلین علیہم السلام بھی آپ کے ساتھ شریک نہیں ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو کچھ خصوصی و امتیازی اختیارات بھی عطا فرمائے ہیں جن پر کسی اور کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ آپ نے اپنے اِن خداداد خصوصی اختیارات کو استعمال بھی فرمایا ہے اور کتبِ حدیث و سیرت ایسے واقعات سے بھری پڑی ہیں

جن میں آپ نے اپنے ان خصوصی اختیارات کو استعمال فرمایا۔

ان خصوصی واقعات اور اختیارات سے ہم نہ تو اپنے لیے مسائل کا استدلال کر سکتے ہیں اور نہ اُن پر اپنے آپ کو قیاس کر سکتے ہیں، لیکن اِس کے ساتھ ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ ایسے معاملات و واقعات جن میں حضور علیہ السلام نے یہ خصوصی اختیارات استعمال فرما کر کچھ لوگوں کو عمومی احکام سے مستثنیٰ فرمایا ہے، وہاں آپ نے خود اپنی زبان مبارک سے یہ اظہار بھی فرما دیا کہ یہ میری خصوصیت ہے یا فرمایا کہ یہ حکم فلاں شخص کے ساتھ خاص ہے۔ کسی اور کے لیے یہ حکم اور یہ رعایت ردانہ رکھی جائے گی یا پھر بعد میں اُمتہ و محدثین نے اِس خصوصیت و اختصاص کی وضاحت فرمادی ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث و واقعات سے یہ حقیقت اظہر من الشمس فی نصف النهار ہو رہی ہے۔

حدیثِ اوّل : صحیحین میں حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ اُن کے ماموں ابو بردہ بن فیاض نے نمازِ عید سے پہلے قربانی کر لی تھی۔ جب معلوم ہوا کہ یہ کافی نہیں۔ تو عرض کی یا رسول اللہ! وہ تو میں کر چکا۔ اب میرے پاس شش ماہہ بکری کا بچہ ہے، مگر سال بھر والے سے اچھٹا ہے۔ آپ نے فرمایا: اجعلہ مکانہ ولن یتجزی عن احد بعدک یعنی اُس کی جگہ اسے ذبح کر دو اور ہرگز (یعنی عمر کی بکری) تمہارے بعد دوسروں کی قربانی میں کافی نہ ہوگی۔

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں اِس حدیث کے نیچے ہے: خصوصیتہ لہ

لا تكون لغيره اذ كان له، ﷺ ان يتخص من شاء بما شاء من الاحكام يعني نبی مکرم ﷺ نے ایک خصوصیت ابو بردہ کو بخشی جس میں دوسرے کا حقہ نہیں اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ کو اختیار تھا کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرمادیں۔

حدیث دوم: صحیحین میں عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو قربانی کے لیے جانور عطا فرمائے۔ ان کے حصے میں شش ماہہ بکری آئی۔ حضور سے حال عرض کیا تو آپ نے فرمایا: ضغ بها (تم اسی کی قربانی کرو)۔

سُنن بیہقی میں بسمہ صحیح اتنا در زائد ہے: ولا رخصة فيها لاحد بعدك یعنی تمہارے بعد کسی اور کے لیے اس میں رخصت نہیں۔

حدیث سوم: ابن السکن میں ابو القیمان از روئے سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کو پیام نکاح دیا۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا: مردو۔ اُس نے عرض کی کہ میرے پاس تو کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا: اما تحسن سورة من القرآن فاصدّنها السورة ولا يكون لاحد بعدك مهرا یعنی کیا تجھے قرآن عظیم کی کوئی سورت نہیں آتی؟ اُسی (سورت سکھانا) کو ہی اس کا مهر مقرر کر اور تیرے بعد یہ (سورت سیکھانا) کسی اور کے لیے مرنے نہیں ہوگا۔ ورواہ سعید بن منصور مختصراً۔

حدیث چہارم: صحاح ستہ میں ابو ہریرہؓ سے ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ اقدس میں عرض کی یا رسول اللہ! میں تو ہلاک ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کیا ہوا ہے؟ اُس نے عرض کی کہ میں نے رمضان میں اپنی عورت سے نزدیکی کر لی۔ آپ نے فرمایا: کیا تو غلام آزاد

کر سکتا ہے؟ عرض کی، نہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا تو لوگ تار دو مہینے روزے رکھ سکتا ہے؟ عرض کی، نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ عرض کی، نہیں۔ اتنے میں کھجوریں خدمتِ اقدس میں لائی گئیں۔ حضور نے فرمایا: انہیں خیرات کر دے۔ اُس نے عرض کی، کیا اپنے سے زیادہ کسی محتاج پر؟ لیکن تمام مدینے میں کوئی بھی گھر ہمارے برابر محتاج نہیں۔ فضحك النبي ﷺ حثی بدت نواجذه، وقال اذهب فاطعمه، اهلك یعنی رحمتِ عالم ﷺ یہ سن کر ہنسے، یہاں تک کہ دندانِ مبارک ظاہر ہوئے اور فرمایا: جا اپنے گھر والوں کو کھلا دے۔

یہی مضمون حدیثِ مسلم میں اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے، حدیثِ مسندِ یزید و معجمِ اوسط طبرانی میں عبداللہ بن عمرؓ سے اور دارِ قطنی میں حضرت علی المرتضیٰؓ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: کَلَّهْ، انت و عیالک فقد کفر اللہ عنک یعنی تُو اور تیرے اہل و عیال یہ کھجوریں کھالیں کہ اللہ تعالیٰ نے تیری طرف سے کفارہ ادا فرمادیا۔

ہدایہ میں ہے: کَلَّ انت و عیالک تجزئک ولا تجزئ احداً بعدک یعنی تُو اور تیرے بچے کھالیں، تجھے کفارے سے کفایت کرے گا اور تیرے بعد کسی اور کو کافی نہ ہوگا۔

سُننِ ابی داؤد میں امام ابنِ شہاب زہری تابعی سے ہے: اِنَّمَا كَانَ هَذِهِ رُخْصَةً لَهُ خَاصَّةً وَلَوْ أَنَّ رَجُلًا فَعَلَ ذَلِكَ الْيَوْمَ لَمْ يَكُنْ لَهُ بِذِمَنِ التَّكْفِيرِ يَعْنِي خَاسٍ أَسَى فَخْصٍ كَيْلِي رُخْصَتٍ تَحْتِي، آج کوئی ایسا کرے، تو کفارہ نہیں ہوگا۔

امام جلال الدین سیوطی اور دیگر علماء نے بھی اسے خصائص مذکورہ سے شمار کیا ہے۔
 حدیث پنجم: صحیح مسلم و سنن نسائی و ابن ماجہ و مسند امام احمد میں زینت بنت اُم سلمہ
 سے مروی ہے کہ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ ابو حذیفہؓ کی بیوی کو آپ نے
 سالم (ابو حذیفہؓ کا آزاد کردہ غلام) کو بڑی عمر میں دودھ پلانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:
 ارضعیه حتی یدخل علیک تم اسے دودھ پلاؤ، یہاں تک کہ بے پردہ تمہارے
 پاس آ سکے۔

اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہؓ اور باقی ازواج مطہراتؓ نے فرمایا: مانزی ہذا
 الا رخصۃ رخصھا رسول اللہ ﷺ لسالم خاصۃ ہمارا یہی اعتقاد ہے کہ یہ رخصت
 حضور سید عالم ﷺ نے خاص سالم کے لیے فرمائی تھی۔

قارئین محترم! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان مندرجہ بالا تمام احادیث شریفہ میں جس جس
 معاملے اور واقعہ میں حضور علیہ السلام نے اپنے خصوصی اختیارات استعمال کرتے ہوئے
 احکام ارشاد فرمائے اُس کے بارے میں یا تو آپ نے خود فرمادیا کہ یہ حکم اسی معاملے یا
 واقعہ کے ساتھ خاص ہے، عام نہیں ہے یا پھر صحابہ کرام اور صحابیاتؓ نے اس کو خصوصی و محدود
 رخصت و رعایت قرار دیا۔ اگر حضور ﷺ کا حضرت عثمانؓ کے ساتھ اپنی دختر ان پاک نہاد
 کا نکاح کرنا، حضرت زید بن حارثہؓ کا حضرت زینب بنت جحشؓ کے ساتھ نکاح کرنا
 اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کا حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کے ساتھ نکاح کرنا محولہ بالا
 خصوصی واقعات و احکام سے تعلق رکھتا، تو حضور علیہ السلام خود اس کے بارے میں ارشاد

فرماتے یا پھر بعد میں آنے والے محدثین کرام و ائمہ مجتہدین اس کا اظہار فرمادیتے کہ یہ رشتے حضور علیہ السلام کی خصوصیت ہیں، اب اس نوعیت کے رشتے کسی اور کے لیے جائز نہیں۔ مگر انہوں نے تو کہیں بھی ایسی بات نہیں فرمائی، بس ہمارے مفتیان گولڑہ ہی ہیں، جو یہ واویلا کرتے نہیں تھکتے اور حد تو یہ ہے کہ مولوی مشتاق صاحب چشتی نے (جو عام مفتیوں کی نسبت زیادہ فقہی بصیرت رکھتے ہیں) اپنے کتابچے رفع الاشتہاء میں تحریر کر دیا:

”ان سب کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ اللہ کے پیارے رسول مقبول ﷺ نے شرعی حکمتوں اور مصلحتوں کے پیش نظر اپنا خصوصی اختیار استعمال فرمایا اور عورتوں کے خاندانوں کو جو عار لاحق ہونے والی تھی، اپنے حکم یا مشورہ سے اس کا ازالہ فرمادیا۔“

اسی طرح جناب مفتی عبدالشکور صاحب وزیر آبادی رقم طراز ہیں:

”سوال نمبر 5: نبی کریم ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنی کے نکاح میں تھیں، تو غایت ہوا کہ اولاد رسول ﷺ کا نکاح غیر سے جائز ہے؟

جواب: علامہ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب خصائص کبریٰ، جلد دوم، ص 248 میں فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی خصوصیت تھی کہ جس عورت کا جہاں چاہیں نکاح کر دیں۔ چنانچہ امام نووی، شارح مسلم نے یہ قاعدہ مسلمہ ذکر کیا: وللشمارع ان یخص فی العموم ماشاء لمن شاء۔ یہ نبوت کے خاصے ہیں، جن کو قاعدہ کلیہ قرار نہیں دیا جاسکتا، ایسی مثالیں احادیث میں بے شمار موجود ہیں۔ (لنعم) ع

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ یہ حضرات ان مذکورہ نکاحوں کو خاصہ رسول

قرار دے کر گویا کہہ رہے ہیں کہ اُن نکاحوں میں خاوند بیویوں کے کفو تو نہیں تھے، لیکن حضور علیہ السلام نے اپنے خصوصی اختیارات استعمال فرماتے ہوئے اُن عورتوں اور اُن کے اولیاء کا حق ساقط کر دیا۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں ہم نے رفع الاشتباه کے حوالے سے لکھا ہے، حالانکہ ان مفتیوں اور شیخ الحدیثوں سے کئی سو سال پہلے کے فقہاء و علمائے فقہ نے انہی رشتوں کو قریش کے تمام قبائل کے باہم کفو ہونے پر بطورِ مستدل ذکر کیا یا پھر انہیں کچھ رشتوں کے باہمی عدم نکافو کے باوجود اُن کے اولیاء کی رضا سے صحت و لزوم نکاح کے استدلال کے لیے بطور ثبوت پیش فرمایا۔

فقہ حنفی کی وہ معتبر کتاب جس کا حوالہ مولوی مشتاق احمد چشتی صاحب نے بڑے ناز سے دیا، میری مراد بحر الزائق ہے، آپ اُس کا مندرجہ ذیل حوالہ پڑھیے اور پھر اس مرکز کیفیات جذبِ دروں ذات کو عالم تصور میں بزبانِ حال یوں فرماتے ہوئے سینے بہ حیرتوں کے سلسلے سوزِ نماں تک آگئے ہم نظر تک چاہتے تھے، تم تو جاں تک آگئے اپنی اپنی جستجو ہے، اپنا اپنا شوق ہے تم نہی تک بھی نہ پہنچے، ہم فغاں تک آگئے خود تمہیں چاکِ گریباں کا شعور آ جائے گا تم وہاں تک آ تو جاؤ، ہم یہاں تک آگئے صاحب بحر الزائق کا استدلال

صاحب بحر الزائق فرماتے ہیں: وبهذا استدلال المشايخ على انه لا يعتبر التفاضل فيما بين قریش وهو المراد بقوله فقریش اكفاء حتى لو تزوجت هاشمية قرشياً غير هاشمي لم يرد عقد هاون تزوجت عربياً غير قرشي لهم رد كنز وبع العربیة

عجمیاً ووجه الاستدلال ان التبی علیہ السلام زوج بنتہ من عثمان وھو اموی لا ہاشمی
وزوج علی بنتہ، اُم کلثوم من عمر وکان عدویاً لا ہاشمیاً۔ انتہی

ترجمہ: (ما قبل میں قریش کی تعریف اُس کے مصداق اور خلفائے راشدین کے
مختلف قبائل قریش سے ہونے کی تفصیل بیان کرنے کے بعد صاحب بحر الزائق فرماتے ہیں)
اور اسی سے مشائخ (بزرگانِ دنیا) فقہ نہ کہ کم مطالعہ سجادہ نشینانِ آستانہ ہائے مختلفہ
نے اس بات پر استدلال فرمایا کہ قریش کے قبائل میں باہم تفاضل کا اعتبار نہیں کیا جاتا
اور یہی مراد ہے (حضور علیہ السلام کے فرمانِ عالیشان کی رُو سے ماتن کنز الدقائق
کے قول کی) کہ قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں، حتیٰ کہ اگر کسی ہاشمیہ نے کسی غیر ہاشمی قریشی
مرد سے نکاح کر لیا تو اُس کا نکاح رد نہیں کیا جائے گا (یعنی منعقد بھی ہو جائے گا
اور لازم بھی) اور اگر ہاشمیہ نے کسی عربی غیر قریشی مرد سے نکاح کر لیا، تو اُس ہاشمیہ
کے اولیاء کے لیے اُس نکاح کو رد کرنے کا حق موجود ہوگا، جیسا کہ کوئی عربیہ خاتون
کسی عجمی مرد سے نکاح کر لے تو اُس کے اولیاء کو بھی حق اعتراض حاصل ہوگا اور اس
مسئلہ کی وجہ استدلال یہ ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دختر حضرت عثمان کے
نکاح میں دے دی، حالانکہ عثمان اموی تھے ہاشمی نہیں تھے اور حضرت علی نے اپنی بیٹی
اُم کلثوم کا نکاح حضرت عمر کے ساتھ کر دیا، حالانکہ وہ عدوی تھے ہاشمی نہیں تھے۔

قارئینِ کرام! اس محولہ بالا اقتباس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

1: فقہ کے بڑے بڑے علماء کے لیے بھی لفظِ مشائخ استعمال ہوتا ہے اور ہوتا آیا
ہے، صرف یہ نہیں کہ مختلف درباروں کے سجادہ نشینوں کی رسمی سجادگی کے لیے ہی یہ لفظ

استعمال کیا جائے اور یوں موروثی طور پر انہی کو اس لقب کا اہل قرار دیا جائے، چاہے اُن میں سے اکثر کو یہ علم بھی نہ ہو کہ لفظِ مشائخ صیغہ کون سا ہے، اس کے لغوی اور اصطلاحی معانی کون سے ہیں؟ اگر یہاں یہ کہا جائے کہ ہمارے عُرف میں یہ لفظ اولیائے کرام کے لیے ہی مخصوص ہو چکا ہے، تو پھر ایسے سجادہ نشینوں سے یہ بھی پوچھا جاسکتا ہے کہ لفظِ عُرف کا کیا معنی ہے اور عُرف کی کتنی اقسام ہیں اور ہر قسم کا حکم کیا ہے؟

مزید برآں یہ بھی پوچھا جاسکتا ہے کہ ہر دلی کی اولاد کا ولی ہونا کس قاعدے اور شریعت کی کون سی نص سے ثابت ہے اور علمائے فقہ کے متعلق تصوف و شریعت کی کس کتاب میں لکھا ہے کہ وہ ولی نہیں ہیں؟ حالانکہ دیگر کتب کے حوالہ جات کے علاوہ دُنیا کے علم کی متعارف و مشہور کتاب المقاصد الحسنة کے حوالے سے ایک بہت ہی قد آور علمی شخصیت کا حوالہ موجود ہے کہ علماء و فقہائے اُمت ہی اولیائے کرام ہیں۔ حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

روينا في مناقب الشافعي للبيهقي، من طريق الزبيد بن سليمان، قال سمعت الشافعي يقول: ان لم تكن الفقهاء اولياء الله في الآخرة فمالله ولي..... والشافعي يقول: ما احد اورع لخالقه من الفقهاء۔

ترجمہ: ہم نے روایت کیا مناقب الشافعي للبيهقي میں زبيد بن سليمان کے طریق سے، اُس نے کہا میں نے شافعی کو فرماتے سنا: اگر فقہاء (علمائے فقہ) آخرت میں اللہ کے ولی نہیں ہیں تو پھر کوئی بھی اللہ کا ولی نہیں ہے..... اور امام شافعی فرماتے ہیں:

۱۔ المقاصد الحسنة فی بیان کثیر من الاحادیث المشتهرة علی الالسنۃ، تالیف العلامة شیخ محمد عبد الرحمن

فقہاء سے بڑھ کر اپنے خالق سے ڈرنے والا کوئی ہے ہی نہیں۔

اسی لیے حضرت پیر مرعلی شاہؒ اپنے قلم سے اپنا نام لکھنے سے پہلے لکھتے تھے خادم العلماء والفقراء آپ کا لفظ علماء پہلے لکھنا اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ دراصل علماء ہی فقراء ہوتے ہیں۔ (اگر ان الفاظ پر کوئی مفتی وملا اپنی نحوی قابلیت ظاہر کرنے کے لیے واو عطف کے متعلق بحث چھیڑے گا تو الحمد للہ ہمیں عطف کی اقسام اور معطوف ومعطوف علیہ کے درمیان نسبت کا کچھ نہ کچھ ادراک ہے)

2: صاحب بحر الزاکن نے تمام مشائخ کا استدلال یہی بتایا کہ قریش کے قبائل کا آپس میں کوئی تفاضل نہیں ہے، بلکہ قبائل قریش باہم کفو ہیں، چاہے وہ اموی ہوں، عدوی ہوں، تمیمی ہوں یا ہاشمی۔

3: محولہ بالا اقتباس میں لفظ تزوجت استعمال کیا گیا، جس کا مفاد یہ ہے کہ نکاح کرنے کی نسبت براہ راست عورت کی طرف کی گئی۔ ظاہر ہے عورت بالغہ ہی ہوگی اور لفظ لم یرد اور لہم ردہ سے ظاہر ہو گیا کہ اگر عورت نے کفو میں نکاح بغیر رضائے اولیاء کے کر لیا، تو اُسے رد نہیں کیا جائے گا، وہ لازم ہو جائے گا، لیکن اگر عورت نے غیر کفو میں اولیاء کی رضا کے بغیر نکاح کیا تو اُس کے اولیاء کو اُسے رد کرنے کا حق حاصل ہوگا، یعنی وہ اُسے فسخ کرانے کا حق رکھتے ہیں۔

4: لیجئے ہم تو کتب فقہ سے ایسا صریح جزئیہ لے آئے کہ لو تزوجت ہاشمیۃ قرشیۃ غیر ہاشمی لم یرد عقدہا۔ اب اگر ہمارے مخالفین میں دم خم ہے تو اپنے

موقف پر فقہ حنفی کی کتب معتبرہ سے ایک ایسا صریح جزئیہ دکھادیں کہ لوتزوجت سببہ مسلمًا قرشیًا ہاشمیًا او غیر ہاشمی فعقدہا حرام و مردود و صحبتہما زنا و اولادہما اولاد الزنا۔ یہ بھی ہم نے رعایت کردی ورنہ اگر ان کے خود ساختہ و خانہ زاد نظریہ و مذہب کے مطابق سوال کیا جائے، تو عبارت سوال یوں ہونی چاہیے: لوتزوج سببہ ابنتہ من مسلم قرشی ہاشمی او غیر ہاشمی فنکاحہا حرام و اولادہما اولاد الزنا لان فیہ اہانۃ اولاد النبی ﷺ..... ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین۔

5: اگر حضور علیہ السلام کا اپنی دختر نیک اختر کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دینا، یہ خصائصِ مصطفیٰ کے باب میں آتا، تو اتنے بڑے فقیہ و عالم اس نکاح سے قریش کے باہم کفو ہونے اور حضرت عثمانؓ کے بنتِ رسول کے کفو ہونے پر استدلال کیوں کرتے اور کیوں ایسا لکھتے کہ وجہ الاستدلال ان النبی ﷺ زوج بنتہ من عثمان و ہواموی لا ہاشمی..... فتدبر و تفہم ولا تکن من الغفلین۔

حسن اتفاق

صاحبِ رفع الاشباہ مولوی مشتاق صاحب نے اپنی اس مایہ ناز تالیف میں تمام فقہی حقائق، دلائل اور ائمہ مذہب کے حتمی فیصلوں کو نظر انداز کرتے ہوئے جس بے دردی سے تحقیق و انصاف کا خون کیا، اگر اُس پر ماتم کرنے کو جائز قرار دیا جائے تو ناجائز نہ ہوگا۔ یوں تو اس رسالے کے دیگر بہت سے مندرجات بھی کُل نظر ہیں۔ لیکن ہم صرف اُن کے خاصہ ثبوت دربارہ نکاح والی بات کی توضیح و تنقید کر رہے ہیں

چوں کہ ماقبل میں بحر الزائق کے حوالے سے بحث چل رہی تھی، اور اس دوران بحر الزائق کے اُسی صفحہ پر ایک اور حوالہ سامنے آگیا، لہذا ہم اُس کی روشنی میں بھی مولانا موصوف کی علمی و تحقیقی روشنی کو زیرِ بحث لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وبالله التوفیق

مولوی مشتاق احمد صاحب نے اپنے کتابچہ رفع الاشتباه عن قول سیدنا مر علی شاہ کے ص 16 پر امام محمد کا یہ قول نقل کیا تھا کہ ”تمام قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں، مگر وہ لوگ جن کا نسب مشہور ہو جیسا کہ اہل بیت خلافت“ عربی عبارت یہ تھی: وعن محمد إلا ان يكون نسبا مشهورا كاهل بيت الخلافة۔ ہم اس کا مکمل تحقیقی جواب ماقبل میں دے آئے ہیں، یہاں مولوی مشتاق صاحب کے نزدیک معتبر کتاب بحر الزائق (جس کا حوالہ اُنہوں نے اپنے مذکورہ کتابچے کے ص 22 پر دیا ہے) کے حوالے سے بھی امام محمد کے اس قول کی وضاحت کیے دیتے ہیں تاکہ اُن کی تسلی ہو جائے۔

امام محمد کا استثنائی قول صاحب بحر الزائق کی نظر میں

بحر الزائق، دختر نبی اور دختر علی کے نکاحوں سے استدلال کرنے اور قریش کے باہم کفو ہونے کا اثبات کرنے کے بعد رقم طراز ہیں: فاندفع بذلك قول محمد من انه تعتبر الزيادة بالخلافة حتى لا يكافى اهل بيت الخلافة غيرهم من القرشيين هذا ان قصد به عدم المكافاة لا ان قصد به تسكين الفتنة۔

ترجمہ: اس (محزرہ بالا) بحث سے امام محمد کا یہ قول مرجوح ہو گیا کہ وہ قریش کے باہم کفو ہونے پر یہ بات زیادہ کرتے ہیں کہ اہل بیت خلافت باقی قریشیوں کے کفو نہیں

ہیں۔ یہ (رد اس صورت میں) ہوگا کہ اگر انہوں نے اس زیادتی سے (اہل بیت خلافت کو باقی قریش سے فاضل قرار دینے میں) اس بات کا قصد کیا ہو کہ باقی قریش اہل بیت خلافت کے کفو نہیں ہیں، اگر انہوں نے یہ زیادتی فقط تسکینِ فتنہ کے ارادے سے کی ہو تو پھر اس قول کو گویا رد نہیں کیا جائے گا۔

قارئینِ کرام! مولوی مشتاق صاحب اگر صاحبِ بحر الزائق کو اتنا ہی معتبر اور محقق سمجھتے ہیں، تو جس طرح انہوں نے امام محمدؒ کے استثنائی قول کے بارے جو وضاحت کی ہے، اُسے جس پہلو سے قبول کیا ہے اور جس پہلو سے رد کیا ہے، مولوی مشتاق صاحب کو بھی اُسی روش پر چلنا چاہیے۔ لیکن وہ تو اپنا الگ راگ الاپ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں۔ ”اس روایت سے ہمارا استدلال یہ ہے کہ جب امام محمدؒ نے اہل بیت خلافت کو قریش کے باقی گھرانوں سے اس لیے برتر قرار دیا ہو کہ وہ خلفاء کے گھرانے ہیں، تو اہل بیت نبوتؑ ان سے زیادہ عزت و عظمت کے مالک ہیں۔ اس لیے قریش کے باقی بطنوں آلِ رسول کی کفو نہیں بن سکتے، یہ بات اُسلوبِ فقہاء پر کھی گئی۔“ (رفع الاشباہ، ص 17) اسی طرح ہمارے مولوی مشتاق صاحب ایک صفحہ پیچھے یہی بات تحریر فرماتے ہیں۔

”منکرینِ کفو کا دوسرا استدلال اور اُس کا جواب: منکرینِ کفو کی طرف سے یہ بات کھی جا رہی ہے کہ جب خاندانِ قریش کے افراد ایک دوسرے کے لیے کفو ہیں تو ساداتِ بنی فاطمہؑ بھی اس میں شامل ہیں، اس لیے ان کے لیے الگ کفو قرار دینا باطل

ہے۔ ہم اس اعتراض کے دو جواب دیتے ہیں ایک اُسلوب فقہاء پر دوسرا اُسلوب محدثین پر۔
(رفع الاشباہ، ص 16)

ماشاء اللہ کیا خوب تحقیق ہے کہ فقہاء و محدثین کے اُسلوب پر جواب دینے کا دعویٰ تو ہو رہا ہے، لیکن جواب ایسا شاندار کہ جس کی نہ تو فقہاء تائید فرماتے ہیں اور نہ محدثین۔ اُسلوب ایسا اچھوتا اور نرالا کہ حنفی ہوتے ہوئے بھی فقہ حنبلی کے دامن میں جا کر پناہ لیتے ہیں۔ حالانکہ فقہ کی کتب کے متون، شروح، حواشی اور فتاویٰ میں کئی مقامات پر یہ بات دیکھی جاسکتی ہے کہ اگر کسی حنفی کو کسی مسئلہ میں ضرورت کے تحت مذہب حنفی کے علاوہ کسی اور مذہب پر عمل کرنا پڑے، تو پھر اُسے چاہیے کہ وہ مذہب مالکی پر عمل کرے۔ اسی لیے ہمارے علمائے احناف بوجہ ضرورت حضرت امام مالکؒ کے مذہب پر فتویٰ دیتے ہیں، جیسا کہ دربارہٴ مفقود الخبر وغیرہ، لیکن مولوی مشتاق احمد صاحب اپنی شکست چھپانے اور اپنے کمزور موقف کو مضبوط بنانے کے لیے فقہ حنبلی کا سہارا لیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ ”علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ کفو میں عُرف کا اعتبار بھی کیا جاتا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ”عرب ایک دوسرے کے کفو ہیں، سوائے جُولاہے اور حجام کے“ امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ آپ تو اس حدیث کو ضعیف سمجھتے ہیں، تو پھر اس پر عمل کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا: اس لیے کہ عمل اِسی پر ہے یعنی عُرف کے مطابق (المُغْنِی لابن قدامہ، ج 7، ص 372، ایضاً ص 377)

نوٹ: اگرچہ علامہ ابن قدامہ نے ایک دوسری روایت کفو کے شرط نکاح نہ ہونے پر بھی

ذکر کی ہے، لیکن ہم نے وہی روایت لی ہے جس میں کفو کو شرط بنایا گیا ہے اور ساتھ ہی لوگوں کے عرف کو اہمیت بھی دی گئی ہے۔ علامہ ابنِ قدامہ نے حضرت فاروقِ اعظمؓ کا یہ ارشاد بھی روایت کیا کہ میں حسب و نسب رکھنے والی عورتوں کو غیر کفو میں نکاح کرنے سے روک دوں گا۔ کیوں کہ ہم پہلے اس کا حوالہ دے چکے ہیں، اس لیے اعادہ نہیں کرتے۔ خلاصہ کلام یہ کہ علمائے حنبلہ کی ایک روایت پر کفو میں نسب کا اعتبار ہے اور بنی ہاشم کو باقی انساب پر فضیلت حاصل ہے کہ دوسرے اُن کے کفو نہیں بن سکتے۔“

تاریخ کرام! آپ نے مولوی مشتاق صاحب کا فقہائے احناف اور اُن کی فقہ سے تعلق دیکھ لیا کہ مفتی احناف ہونے کے باوجود جب انہیں اپنے تاریخِ عکبوت سے بھی کمزور تر موقف پر فقہائے احناف میں سے کسی کی تائید حاصل نہ ہو سکی تو فوراً فقہائے حنبلہ کے دامن میں پناہ لینے کی کوشش کی۔ بقول اکبر الہ آبادی۔

آزاد و بے قوائیں کیسا مکان و مسکن

بس جس نے دل میں جادی، اُس کے مکان پر ہیں

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کے ذہن میں مرکوز ایک خاص نقطہ نظر کے اثبات کی ذہن اس کمال تک پہنچ چکی ہے کہ آپ کے ذہن سے تقلید و تلفیق کا فرق بھی ختم ہو چکا ہے۔ اپنے مفید مطلب بات جہاں نظر آتی ہے وہیں سرِ نیاز ختم کر دیتے ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر بعد فقہائے شوافع کے وہ حوالے بھی ہم آپ کے سامنے رکھیں گے، جن پر مولوی مشتاق صاحب نے بنائے آشیاں رکھتے ہوئے اپنے نظریہ و موقف کو حوالہ بادی صرصر

کر دیا ہے۔ ابھی ہم اُن کے اس محولہ بالا اقتباس کتاب کا آپریشن کرتے ہیں۔ آپ ملاحظہ کیجیے۔ مولوی مشتاق صاحب کی عبارت کا پہلا حصہ امام احمد بن حنبل سے منقول پہلی روایت پر مشتمل ہے، جس میں وہ نکاح کے لیے کفو کو شرط قرار دیتے ہیں اور پھر یہ حدیث لاتے ہیں ”عرب ایک دوسرے کا کفو ہیں“ سوائے جولاہے اور حجام کے“ اور پھر خود اس حدیث کا ضعیف بیان کر دیتے ہیں۔ عبارت کے اس حصہ پر ہمارا تبصرہ دیکھئے۔

معنی کی عبارت کے حصہ اول پر تبصرہ نصیر

اگر امام احمد بن حنبل کے نزدیک کفو نکاح کے لیے شرط بھی ہے تو اُس کا مفہوم وہ نہیں، جو مولوی صاحب اور ان کے ہم نواؤں نے سمجھا ہے۔ اب ہم قدرے کھل کر بات کرتے ہیں، خوب غور چاہیے۔ حنابلہ کی مشہور کتاب معنی ابن قدامہ کی ج 6، ص 480 تا 484، پر یہ مسئلہ بہت بسط سے مرقوم ہے: اختلف الزواہ عن احمد فی اشتراط الکفاة لصحة النکاح فروی عنه انها شرط له یعنی نکاح کی صحت کے لیے کفایت کی شرط ہونے کے سلسلے میں امام احمد بن حنبل سے مختلف روایات ہیں، پس اُن سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ صحت نکاح کے لیے کفو شرط ہے۔ اس روایت کے مطابق غیر کفو میں نکاح صحیح نہیں ہے۔

اب دوسری روایت ملاحظہ ہو: والزواہ القانیه عن احمد انها لیست شرطاً فی النکاح ولذا قول اکثر اهل العلم یعنی کفو کے متعلق امام احمد سے

دوسری روایت یہ ہے کہ نکاح میں کفو ہونا شرط نہیں ہے اور یہی اکثر اہل علم کا قول ہے۔
 الفاظِ ہذا قول اکثر اہل العلم پر بھی غور فرمائیے اور پہلی روایت سے متعلق
 الفاظِ فَرُوْیَ عَنْہَا اَنْہَا شرط لَہٗ پر غور کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اگرچہ
 اشتراط الکفواء فی النکاح امام احمدؒ سے منقول روایت ہے، لیکن محض روایت ہے
 جب کہ دوسری روایت آپ کا مذہب بھی ہے اور اُس کے ساتھ اہل علم کی اکثریت کی
 تائید بھی ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل کلمات سے واضح اور ظاہر ہے۔ دلائل ملاحظہ فرمائیے۔

دلیل اول

روی نحو ہذا عن عمرو بن مسعود و عمر بن عبد العزیز و عبید بن عمیر
 و حماد بن ابی سلمان و ابن سیرین و ابن عون و مالک و الشافعی و اصحاب الترمذی۔
 ترجمہ: حضرت عمرو بن مسعود، عمر بن عبد العزیز، عبید بن غنیر، حماد بن ابی سلمان،
 ابن سیرین، ابن عون، مالک، شافعی اور اصحابِ رائے (فقہائے کرام) سے اسی طرح
 روایت کیا گیا ہے۔

قارئین محترم! مدرسِ علومِ اسلامیہ مولوی مشتاق احمد صاحب نے کمالِ بے نیازی
 اور سیرِ چشتی سے یہ تو فرما دیا ہے کہ ”اگرچہ علامہ ابنِ قدامہ نے ایک دوسری روایت کفو
 کے شرطِ نکاح نہ ہونے پر بھی ذکر کی ہے، لیکن ہم نے وہی روایت لی ہے جس میں کفو
 کو شرط بنایا گیا،“ لیکن یہ خیال نہ فرمایا کہ دوسری روایت کے لفظ لکھ کر وہ سرسری علم
 اور سطحی مطالعہ رکھنے والوں کو تو دھوکا دے سکتے ہیں کہ پہلی روایت اول درجے کی ہوتی

ہے اور دوسری روایت دوسرے درجے کی، لیکن وہ اس نیازمند علمائے احناف کو قطعاً دھوکہ نہیں دے سکتے، کیوں کہ رع

عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں

یہاں پہلی روایت فقط روایت ہی ہے، جب کہ دوسری روایت اکثر اہل علم کا قول ہے۔ جن میں صحابہ مذکورین، تابعین، تبع تابعین اور اجلہ مجتہدین شامل ہیں اور وہ اُن کا مذہب ہے۔ پتہ نہیں مولوی مشتاق احمد صاحب کس تصور بے خودی میں کم ہیں کہ انہیں پہلی روایت ہی مضبوط محسوس ہوئی اور دوسری روایت اُن کی نظروں پر نہ چڑھی، حالانکہ صرف تعمیم بعد التخصیص ہی نہیں ہوتی، بلکہ تخصیص بعد التعمیم بھی ہوتی ہے۔ بعض دفعہ بعد میں ذکر کردہ روایت ہی مضبوط ہوتی ہے اور وہی مؤلف کا مذہب ہوتا ہے اور پھر کوئی ان سے پوچھے کہ آپ کا پہلی روایت ہی کو لینا کس خاص مطلب کے تحت ہے؟ اگر وہ یوں فرمائیں کہ میں نے کہہ تو دیا ہے کہ ”ہم نے وہی روایت لی ہے، جس میں کفو کو شرط بنایا گیا ہے اور ساتھ ہی لوگوں کے عرف کو اہمیت دی گئی ہے“ یعنی اُس روایت کی چوں کہ لوگوں کے عرف کے ساتھ بھی تائید ہوتی ہے، اسی لیے اُس کو اختیار کیا گیا ہے۔ تو جو اُپا عرض ہے کہ کون سے لوگوں کا عرف مراد ہے؟ خود مؤلف ابنِ قدامہ نے تو دوسری روایت ہی کو اتنی عظیم شخصیات کا مذہب اور عرف قرار دیا ہے جن میں صحابہ، تابعین اور تبع تابعین ہیں، بلکہ آگے جو دلائل دیئے ہیں اُن میں غور کرنے سے با و مفہم ثبوت و جذب مولوی صاحب کی ایسی واضح جانب داری ثابت ہوتی ہے

جو اُن کی اس تحریر کو علمی خیانت کے زمرے میں دیکھ لیتی ہے۔ آپ ابنِ قدامہ کی آگے آنے والی عبارت خود ملاحظہ کر لیں۔

بقولہ تعالیٰ (اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰیْکُمْ) وقالت عائشة رضی اللہ عنہا اِنَّ ابا حذیفۃ بن عتبۃ بن ربیعۃ تبئی سالمًا وانکحہ ابنة اخیه هند بنت الولید بن عتبۃ وهو مولی لامرأة من الانصار اخرجة البخاری وامرہ النبی ﷺ فاطمة بنت قیس ان تنکح اسامة بن زید مولاه فنکحها بامرہ متفق علیہ وزوج اباء زید بن حارثة ابنة عمہ زینب بنت جحش الاسدیة وقال ابن مسعود لاخته انشدک اللہ ان تنزوی الامسلما وان کان احمر رومیًا واسود حبشیًا ولان الکفاءة لا تخرج عن کونہ حقًا للمرأة اولولیاہ اولہما فلم یشرط وجوها کالسلامۃ من العیوب۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ بے شک تم سب (مسلمانوں) سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی (اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا) ہے اور حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ نے سالم کو بیٹا بنایا اور اُن کے ساتھ اپنی بھتیجی ہند بنت ولید بن عتبہ (قرشیہ) کا نکاح کر دیا، حالانکہ حضرت سالم ایک انصاری عورت کے آزاد شدہ غلام تھے، اس حدیث کو امام بخاری نے بیان کیا اور امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت قیس (قرشیہ) کو حکم دیا کہ وہ حضرت اسامہ بن زیدؓ سے نکاح کریں اور حضرت

نسب بنتِ جش اسدیہ کا نکاح آپ نے اُن (اُسامہ) کے باپ حضرت زید بن حارثہ سے کر دیا، حالانکہ وہ (نسب) آپ کی چھو بھی زاد بہن تھیں اور حضرت ابنِ مسعودؓ نے اپنی بہن سے کہا میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ تم صرف مسلمانوں سے نکاح کرنا، خواہ وہ گورا رومی ہو یا کالا جیشی، نیز کفو کی وجہ سے عورت، اُس کے دلی یا دونوں کے نکاح کرنے کا حق اور اختیار ختم نہیں ہوتا، اِس لیے کہ جس طرح عیب سے بڑی ہونا نکاح میں شرط نہیں ہے، اِسی طرح کفو بھی نکاح میں شرط نہیں ہے۔

قارئینِ کرام! لیجئے! ہمارے اِن مولوی مشتاق صاحب نے مذہبِ حنبلی کی ایک روایت اپنی مرضی سے قبول کر کے گویا یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مذہبِ حنبلی میں نسبی کفو اُسی طرح فرضِ عین، واجبِ شرعی اور مدارِ ایمان و نجات ہے، جس طرح اُن کے اور اُن کے ہمنواؤں کے نزدیک ہے، لیکن آپ نے پوری تسلی سے مذہبِ حنبلی اور مذہبِ حضرت پیرانِ پیچہ کی مفتی بہ اور مختار و رائج روایت خود ملاحظہ کر لی کہ امام احمد بن حنبلؒ کا اِس سلسلے میں کیا فتویٰ ہے؟ ع

مبارک ہو یہ عارفانہ تجاہل

ثابت ہو گیا کہ ہمارے محترم مشتاق صاحب فقہِ حنفی کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ کرنے کے ساتھ ساتھ فقہِ حنبلی کے ساتھ بھی ہاتھ کر گئے۔

دلیل دوم

مشتاق صاحب نے علامہ ابنِ قدامہ کے حوالے سے ایک حدیث نقل کی کہ ”عرب

ایک دوسرے کے کفو ہیں، سوائے جو لا ہے اور حجام کے۔“ شکر ہے کہ خود علامہ ابنِ قدامہ نے سائل کی زبان سے اس کو ضعیف کھلوا دیا ہے، ورنہ قوی امکان تھا کہ مشتاق صاحبِ فتنِ حدیث و رجال میں مہارت کے بل بوتے پر اس حدیث کو حسنِ صحیح یا پھر خبر مشہور ہی بنا ڈالتے، چوں کہ مولوی مشتاق صاحب اور ان کے کچھ ہم نوا اس حدیث کو پیش کرتے ہیں۔ لہذا ہم مختصر اس حدیث شریف کی فنی حیثیت واضح کر دیتے ہیں۔ اس کے متعلق دورِ حاضر کی مشہور علمی شخصیت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کا ایک طویل اقتباس ہی کافی رہے گا۔ ملاحظہ فرمائیے۔

حدیثِ الآحاکم أو حجام کی تحقیق

پہلی سند: امام ابنِ جوزی روایت کرتے ہیں: **ناہیاناً** محمد بن عبد الملك قال انبأنا ابو محمد الجوهری عن الدار قطنی عن ابی حاتم ابن حبان قال نا یحیی بن محمد بن عمرو س قال نا اسحاق بن ابراهیم بن العلاء الزبیدی قال حدَّثنا بقیة قال نا زرعة الزبیدی عن عمران بن ابی الفضل عن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال العرب بعضهم لبعض اكفاء رجل برجل و حتی بحی و قبيلة بقبيلة و الموالی مثل ذلك الآحاکم أو حجام“

ترجمہ: محمد بن عبد الملك از ابو محمد جوہری از دارقطنی از ابی حاتم ابن حبان از یحییٰ بن محمد بن عمرو س از اسحاق بن ابراهیم بن العلاء الزبیدی از بقیة از زرعة زبیدی از عمران بن ابی الفضل از نافع از ابن عمر از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: بعض عرب بعض کے کفو ہیں۔

مرد کا اور قبیلہ قبیلہ کا، آزاد شدہ غلام بھی اس کی مثل ہیں، ماسوا ایک جولا ہے یا فصد لگانے والے کے۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی عمران ہے۔ جس کے بارے میں امام ابن حبان نے کہا، وہ ثقہ راویوں کی طرف موضوع روایات کو منسوب کرتا ہے، اظہار تعجب کے سوا اس کی حدیث کو لکھنا جائز نہیں ہے۔ (اس سند میں دوسرا سقم زبیدی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا: زبیدی متروک الحدیث ہے) (لسان المیزان، ج 2، ص 475 سعیدی)

دوسری سند: انا محمد بن عبد الملك قال انا اسمعيل بن مسعدة قال اخبرنا حمزة بن يوسف قال حدثنا ابن عدي قال ناالحسن بن سفيان قال نا محمد بن عبد الله بن عمار قال حدثنا عثمان بن عبد الرحمن عن علي بن عروة عن نافع عن ابن عمر عن النبي ﷺ قال: العرب بعضها لبعض اكفاء الموالى بعضها لبعض اكفاء الا حائك أو حجام۔

ترجمہ: محمد بن عبد الملك از اسماعیل بن مسعدہ از حمزہ بن یوسف از ابن عدی از حسن بن سفیان از محمد بن عبد اللہ بن عمار از عثمان بن عبد الرحمن از علی بن عروہ از نافع از ابن عمر از نبی ﷺ: بعض عرب، بعض کے کفو ہیں، بعض آزاد شدہ غلام، بعض کے کفو ہیں، ماسوا جولا ہے یا فصد لگانے والے کے۔

اس سند میں عثمان بن عبد الرحمن مجروح ہے اور اس میں علی بن عروہ ہے، جو امام یحییٰ کے نزدیک ليس بشئ ہے، امام حاتم نے کہا یہ متروک الحدیث ہے، امام ابن حبان

نے کہا، یہ حدیث وضع کرتا تھا۔

تیسری سند: انبانا الجوهری قال انبانا العشاری قال نالدار قطنی قال حدثنا ابو حامد محمد بن ہارون الحضرمی قال نامحمد بن زکریا الارزق قال ناسوید قال بقیہ بن الولید قال حدثنی محمد بن الفضل عن عبد اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال، قال رسول اللہ ﷺ اکفاء قبیلہ بقبیلہ وعربی لعربی ومولی لمولٰی الا حائلک أو حجام۔

ترجمہ: جوہری از عشاری از دارقطنی از ابو حامد محمد بن ہارون الحضرمی از محمد بن زکریا الارزق از سوید از بقیہ بن الولید از محمد بن الفضل از عبد اللہ بن عمر از نافع از ابن عمر وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ ایک دوسرے کے کفو ہیں، قبیلہ، قبیلہ کا، عربی، عربی کا، آزاد شدہ غلام، آزاد شدہ غلام کا، سوا جولاہے یا فصد لگانے والے کے۔ اس سند میں بقیہ مدلس ہے اور محمد بن الفضل مطعون ہے۔ ”امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی، المتوفی 597ھ، العلل المتناہیۃ، ج 2، ص 128، 129 ”موضعا مطبوعہ مکتبۃ اثریہ فیصل آباد“ حافظ زیلعی نے بھی ان تمام روایات کو شدید ضعیف قرار دیا ہے۔ ”حافظ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف حنفی زیلعی، المتوفی 762ھ، نصب الزاہیہ ج 3، ص 198، 197، مطبوعہ مجلس علمی نوری ہند 1357ھ“

صاحب رفع الاشباہ مولوی مشتاق احمد چشتی صاحب نے ابن قدامہ حنبلی کے

حوالے سے ایک اثر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ”علامہ ابن قدامہؒ نے حضرت فاروقِ اعظمؓ کا یہ ارشاد بھی روایت کیا کہ میں حسب و نسب رکھنے والی عورتوں کو غیر کفو میں نکاح کرنے سے روک دوں گا۔“

اب ہم تاریخین کو اس اثر کی تفصیل سے بھی آگاہ کیے دیتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کی طرف منسوب اس اثر کی تحقیق

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں: عن عبد الرزاق عن الثوري عن حبيب بن ابي ثابت عن ابراهيم بن محمد بن طلحة قال: عمر بن الخطاب لا يمنع فروج ذوات الا حساب الا من الاكفاء۔

ترجمہ: عبدالرزاق، ثوری، حبيب بن ثابت، ابراہیم بن محمد بن طلحہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے کہا، میں معزز خاندان کی لڑکیوں کو اپنے کفو کے علاوہ نکاح کرنے سے منع کروں گا۔

اس روایت کی بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ غیر کفو میں نکاح کو ناجائز قرار دیتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت منقطع ہے اس لیے اس سے استدلال نہیں ہو سکتا، ابراہیم بن محمد بن طلحہ کا حضرت عمرؓ سے سماع نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اس کے متعلق لکھتے ہیں: روى عن عمر بن الخطاب ولم يذكره أس نے حضرت عمرؓ بن خطاب سے روایت کی اور ان کو نہیں پایا۔

۱۔ المصنف، امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی، مؤلف 211ھ، ج 6، ص 152، مطبوعہ مجلس ملی ہدوت 1390ھ

۲۔ تہذیب التہذیب، حافظ ابن حجر عسقلانی، ج 1، ص 153

اس روایت کی یہ سند بھی ہے: عبدالرزاق عن ابن جریج قال وزعم ابن شہاب ان عمر بن الخطاب قال علی المنبر والذی نفس عمر یدم لا تمنع فروج ذوات الاحساب الا من ذوی الاحساب فان الاعراب اذا کان المجدب فلانکاح لهم وذكر لهم شیقا۔

ترجمہ: عبدالرزاق، ابن جریج، ابن شہاب کا زعم ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے منبر پر فرمایا: جس ذات کے قبضہ قدرت میں عمر کی جان ہے، میں معزز خاندان کی لڑکیوں کو معزز خاندان کے سوا نکاح کرنے سے ضرور منع کروں گا، کیوں کہ جب خشک سالی ہوتی ہے تو دیہاتی لوگ نکاح نہیں کرتے اور حضرت عمرؓ نے اُن کے کچھ واقعات بیان کیے۔

اس روایت کی بنا پر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ غیر کفو میں نکاح کے قائل نہیں تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت بھی منقطع ہے، ابن شہاب زہری نے حضرت عمرؓ کو کجا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بھی نہ دیکھا اور نہ اُن سے سماع کیا۔

ما فظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: وعن احمد قال لم يسمع الزهري من عبد الله بن عمر وقال ابو حاتم لا يسمع سماعة من ابن عمر ولا رآه۔

ترجمہ: امام احمد فرماتے ہیں کہ زہری نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سماع نہیں کیا اور ابو حاتم نے کہا، اِن کا حضرت ابن عمرؓ سے سماع نہیں ہے اور نہ انہوں نے اِن کو دیکھا ہے۔

اس حدیث کی یہ سند بھی پیش کی جاتی ہے: محمّد قال: اخبرنا ابو حنیفہ عن رجل عن عمر بن الخطاب انه قال لا تمنعن فروج ذوات الاحساب الا من الاكفاء۔

ترجمہ: محمد، ابو حنیفہ، ایک آدمی حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا میں معزز خاندان کی لڑکیوں کو اپنے کفو کے علاوہ نکاح کرنے سے منع کروں گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت کی سند میں ایک مجہول راوی ہے، بایں وجہ اس کی سند منقطع اور مجہول ہے اور یہ روایت شاذ اور غیر معتبر ہے، مزید یہ کہ صحیح روایات اس کے خلاف ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے خود ایک ہاشمیہ (فاطمیہ) خاتون حضرت ام کلثومؓ سے نکاح کیا، جو حضرت سیدہ فاطمہؓ کی صاحبزادی تھیں اور حضرت سلمان فارسیؓ نے حضرت عمرؓ کی صاحبزادی کا رشتہ مانگا، جس کو حضرت عمرؓ نے قبول کر لیا اور جب راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو وہ روایت لائق استدلال نہیں رہتی۔

نکتہ خاص

اگر کوئی معترض یہ کہے کہ آپ نے ان روایات کو ضعیف قرار دے دیا ہے، حالانکہ انہی احادیث سے احناف نکاح میں کفو کی شرط ثابت کرتے ہیں۔ آپ کیسے خفی ہیں کہ احناف کی مستدل روایات کی تضعیف کر رہے ہیں۔ تو جواباً گزارش ہے کہ ہمارے

۱۔ کتاب الآثار، امام محمّد بن حسن الشیبانی، متوفی 189ھ، ص 95، مطبوعہ دار القرآن کراچی 1407ھ

۲۔ صحیح بخاری، امام ابو عبد اللہ محمّد بن اسماعیل بخاری، متوفی 256ھ، ج 1 ص 403، مطبوعہ دار الفکر، بیروت
کراچی 1381ھ

۳۔ السبوط، ج 2، ص 23، شرح السہد، ج 16، ص 186، الجامع لاحکام القرآن، ج 18، ص 346

۴۔ بحوالہ شرح صحیح مسلم از علامہ قلام رسول سعیدی، ج 6، ص 1086، 1085

اُتَمَّ احْتِافُ نَعِ الْحَمْدِ لِلّٰہِ اِنْ رَوَا یَاتِ کُوْنِ کَاحِ مِیْنِ کُفُوْ کَے بَارے ذِکْرُ ضُرُورِ کِیَا ہِے اُوْر
ہم نے بھی وضاحت کر دی ہے، کہ نکاح میں کفو مستحب ہے، لیکن انتہاء پسند مفتیانِ گولڑہ
غیر کفو میں نکاح کی حرمت کے اثبات کے لیے یہ احادیث پیش کرتے ہیں۔ اس لیے
ہم نے بھی یہ تفصیل بیان کر دی، تاکہ پتہ چل جائے کہ ایسی روایات سے شرعی حلت و حرمت
ثابت نہیں ہوتی، بلکہ کسی چیز کو حلال یا حرام ثابت کرنے کے لیے ایسی روایات لائی جاتی
ہیں، جن کے رِوَاۃ نہایت ثقہ اور معتبر ہوں اور ثمت سے بری اور بدگمانی سے دور ہوں۔

نتیجہ بحث

مولوی مشتاق احمد صاحب چشتی نے علامہ ابنِ قدامہ حنبلیؒ کے دامن میں پناہ لینے کی
نا کام کوشش کی، لیکن انہیں وہاں بھی پناہ نہ مل سکی۔ لہذا انہوں نے پینترا بدلا اور حنفی
ہوتے ہوئے کچھ علمائے شوافع کے حوالے دینے شروع کیے، جیسے علامہ ابنِ حجر مکی شافعی کی
الصواعق المحرقة اور فتاویٰ ابنِ حجر ہیتمی اور علامہ سید عبدالرحمن علوی مصری کی
بغیۃ المسترشدين لیکن اولاً حنفی ہوتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ فقہ حنفی میں معتبر کتب
کے حوالے دیے جائیں۔ ثانیاً بوجہ ضرورتِ شدیدہ فقہائے مالکیہ کے فتاویٰ و کتب
کی طرف رجوع کیا جائے لیکن یہ عجیب مفتی صاحب ہیں کہ حنفی بھی بنتے ہیں اور
فتہائے احناف و فقہائے مالکیہ کے مقابلے میں متاخرین شوافع کی تصانیف بطورِ بخت بھی
پیش کرتے ہیں، جب کہ ہم نے بایں سلسلہ امام شافعیؒ کا مذہب تفصیلاً نقل کر دیا ہے، جسے
اپنے مقام پر دیکھنے سے صورتِ مسئلہ واضح ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

عالم باعمل علویہ کا کفو ہے

قارئین کرام! ہمارے محترم مولوی مشتاق صاحب چشتی نے جہاں دیگر علمی و تحقیقی دُرہائے بے بہا کے خزانے لٹائے ہیں، وہاں اپنے کتابچے رفع الاستہابہ (لغ) میں اس مسئلہ پر بھی دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں کہ سیدہ ہاشمیہ (علویہ) کا کفو کوئی غیر علوی نہیں بن سکتا، چاہے وہ عالم ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ ”فتاویٰ عالمگیری میں ہے: والاصح انہ لا یكون كفوا للعربیة اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ عجمی، عربیہ کا کفو نہیں بن سکتا، فقہائے احناف نے یہاں تک کہہ دیا کہ قریش کا آزاد کردہ غلام ہاشمی کی آزاد کردہ باندی کا کفو نہیں بن سکتا، صاحب فتح القدیر نے بنابیع المودۃ کے حوالہ سے تحریر فرمایا کہ کوئی عجمی، عربیہ کا کفو نہیں بن سکتا۔ بحر الزائق میں ہے: و ظاهر الروایۃ ان العجمی لا یكون كفوا للعربیة مطلقا قال فی المبسوط افضل الناس نمبًا بنو ہاشم ثم قریش ثم العرب۔ ظاہر روایت یہ ہے کہ عجمی مطلقاً عربیہ کا کفو نہیں بن سکتا۔ مبسوط میں ہے کہ نسب کے اعتبار سے سب سے افضل بنو ہاشم پھر قریش، پھر عرب ہیں۔“

اب جگر تھام کے بیٹھو مری باری آئی

قارئین کرام! آپ نے مولوی مشتاق صاحب کے دلائل ملاحظہ کر لیے، اب اس فقیر کا جواب باصواب بھی ملاحظہ کیجئے۔ فتاویٰ عالمگیری فقہ حنفی کی وہ معتبر کتاب ہے جس کو سلطان اسلام اور نگ زیب عالمگیری کے حکم و ترغیب سے علمائے احناف کی ایک جماعت نے ترتیب دیا، چنانچہ اس کا پورا نام اور مؤلف کا نام سرورق پر بالفاظِ جلی یوں لکھا ہے:

الفناوی العالمگیریۃ المعروفۃ بالفناوی الہندیۃ تالیف العلّامۃ الہمام مولانا الشیخ نظام وجماعۃ من علماء الہند الاعلام۔ ہر خفی عالم دین کو اس کی ضرورت پڑتی رہتی ہے، لیکن ہمارے علامہ صاحب کو اس کی ضرورت خاص مطلب کے لیے پڑی اور وہ بھی صرف فقہ کے ایک جزئیہ کے لیے جسے انہوں نے بغیر سوچے سمجھے نقل کر دیا اور پھر اپنے تئیں یہ سمجھ لیا کہ انہوں نے خفی اور مفتی ہونے کا حق ادا کر دیا ہے۔ اگر فتاویٰ عالمگیری کو وہ معتبر مانتے ہوئے اس کا مذکورہ جزئیہ بطور حوالہ پیش کر رہے ہیں، تو انہیں اس کتاب کے اسی صفحہ پر چند سطور قبل موجود یہ جزئیہ بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے۔

الكفاءة تعبر في اشياء (منها النسب) فقريش بعضهم اكفاء لبعض كيف كانوا حتى ان القرشي الذي ليس بهاشمي يكون كفا للهاشمي۔

ترجمہ: کفائت کا چند چیزوں میں اعتبار کیا گیا ہے، جن میں سے ایک نسب بھی ہے۔ پس قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں، جو بھی ہوں حتیٰ کہ قرشی جو ہاشمی نہیں ہے وہ ہاشمی کا کفو ہوگا۔

لہجے قارئین! مولوی مشتاق صاحب کے دوہرے طرز عمل کی وضاحت کے لیے ہم نے بطور نمونہ فتاویٰ عالمگیری سے ایک ایسا جزئیہ پیش کر دیا جو الحمد للہ تمام احناف کا مذہب ہے اور جس پر شرق و غرب کے فقہائے احناف کا فتویٰ ہے، لیکن دیگر مفتیان گوڑہ اور مولوی مشتاق صاحب اس اصول احناف کو چھوڑ کر یہ کہتے ہیں کہ سیدہ ہاشمیہ کا کوئی عرب قرشی حتیٰ کہ کوئی ہاشمی بھی کفو نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس موقع پر وہ

حنفی المذہب ہوتے ہوئے مذہب حنفی کو لائق عمل نہیں سمجھتے اور علمائے شوافع کے دامن میں پناہ ڈھونڈتے ہوئے امام ابن حجر مکی شافعیؒ کا حوالہ دیتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

”علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں: نفی هذه الاحادیث دلیل ظاہر لمآقالہ جمع من مُحققی ائمتنا ان من خصائصہ ﷺ ان اولاد بناتہ ینسبون الیہ فی الکفاءة وغیرہا حتی لا یکافی بنت شریف ابن ہاشمی غیر شریف۔

ان احادیث میں ہمارے محققین شافعیہ کی جماعت کے لیے روشن دلیل پائی جاتی ہے کہ یہ بات حضور رسول پاک ﷺ کی خصوصیت میں سے ہے کہ آپ کی صاحبزادیوں کی اولاد آپ کی طرف منسوب ہے کفو میں اور دوسرے مسائل میں چنانچہ شریف یعنی سید کی دختر اُس ہاشمی کی کفو نہیں جو سید نہ ہو۔ اس سے محققین شافعیہ کا یہ مسلک ثابت ہوتا ہے کہ سادات بنی فاطمہ اپنی الگ کفو رکھتے ہیں اور کوئی دوسرا خاندان کفو میں ان کا شریک نہیں۔

یہی حافظ ابن حجر مکیؒ قادیانیؒ کی کبریٰ میں ارشاد فرماتے ہیں: لان من خصائصہ ﷺ ان اولاد بناتہ ینسبون الیہ وهو ﷺ لا یکافئہ احد فلا یکافی من النسب الیہ الا من انساب الیہ فالعباسی مثلاً لا یکون کفو الشریفة وان کانا من بنی ہاشم نخص بذلك اطلاقہم ان بنی ہاشم والمطلب اکفاء۔

ترجمہ: حضور رسول پاک ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کی صاحبزادیوں کی اولاد آپ کی طرف منسوب ہوتی ہے، کیوں کہ حضور ﷺ کا کوئی کفو نہیں، اس لیے جو

سادات آپ کی طرف منسوب ہیں، اُن کا بھی کوئی کفو نہیں سوائے اُن کے جو آپ کی صاحبزادیوں کی اولاد سے ہوں مثلاً عباسی، سیدہ کا کفو نہیں بن سکتا، اگرچہ دونوں بنی ہاشم سے ہیں۔ اس طرح وہ عام قاعدہ مخصوص ہو جاتا ہے کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ کے اس فتویٰ سے ثابت ہوا کہ سادات بنی فاطمہ کا کوئی کفو نہیں، چاہے وہ ہاشمی بھی ہوں۔“

قارئین محترم! اس لمبی چوڑی عبارت کو پڑھیں، ایک طرف تو مولوی مشتاق صاحب خفی بننے ہیں اور فتاویٰ عالمگیری کے حوالے دیتے ہیں جبکہ دوسری طرف احناف کی بیسیوں کتب، متون، شروح، حواشی اور فتاویٰ میں موجود مذہبِ احناف کو پس پشت ڈالتے ہوئے شافعی علماء کا سارا لیتے ہیں۔ کبھی احناف کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں، کبھی اس صف سے نکل جاتے ہیں۔ ع

کبھی اس گھر میں آ بیٹھے، کبھی اُس گھر میں جا نکلے

کفو کے متعلق مذہبِ شافعی کا بالاختصار ذکر

ہم یہاں بالاختصار کفو کے متعلق اور قریش کے باہم تفاضل و عدم تفاضل کے بارے میں امام شافعیؒ کا مذہب نقل کرتے ہیں، انصاف قارئین پر ہے۔ ہدایہ کی شرح فتح القدیر لابن ہمامؒ اور اُس کے حاشیہ عنایہ میں مذہبِ شافعی کو بیان کیا گیا اور پھر ایک حدیث شریف کے ذریعے مذہبِ حنفی کو رائج اور مذہبِ شافعی کو مرجوح قرار دیا گیا، یہ پوری بحث ملاحظہ کر لیں۔

ففى الحديث دليل على انه لا يعتبر التفاضل فى انساب قریش فهو حجة على الشافعى فى ان الهاشمى والمطلبى اكفاء دون غيرهم بالنسبة اليهم قالوا وزوج النبى ﷺ بنيه من عثمان وهو أموى وزوج أم كلثوم من عمر وهو عدوى۔ ترجمہ: اور حدیث شریف میں امام شافعیؒ کے خلاف بھی حجت ہے، کیوں کہ حدیث شریف (قریش بعضہم اکفاء لبعض) میں تو اس بات کی دلیل ہے کہ قریش کے مختلف انساب کا آپس میں تفاضل نہیں ہے، جب کہ امام شافعیؒ کے نزدیک دیگر قبائل میں سے ہاشمی اور مطلبی خاص ہیں۔ یہ دو قبیلے تو آپس میں کفو ہیں مگر دیگر قبائل قریش اُن کے کفو نہیں ہیں۔ ہمارے احناف نے تمام قبائل قریش کو ایک دوسرے کا کفو مانا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی دو بیٹیاں (ہاشمیات) حضرت عثمانؓ کو بیاہ دیں، حالانکہ عثمانؓ اموی تھے اور ام کلثوم بنت علیؓ باوجود ہاشمیہ ہونے کے حضرت عمرؓ کے ساتھ بیاہی گئیں، حالانکہ وہ عدوی تھے ہاشمی نہیں تھے۔

خلاصہ کلام: یہ نکلا کہ امام شافعیؒ کا کفو کے متعلق مذہب یہ ہے کہ قریش کے ہاشمی اور مطلبی باہم کفو ہیں اور ان دو قبیلوں کے ہوا جو قریش ہیں، وہ ان دو قبیلوں کے کفو نہیں ہیں۔ اس طرح امام شافعیؒ نے بھی قریش کے قبائل میں تفاضل کا اعتبار کیا تو حدیث شریف امام شافعیؒ کے خلاف حجت ہے۔ پس فتح القدیر کی عبارت سے معلوم ہوا کہ کفو کے متعلق امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ ہاشمی اور مطلبی قبیلوں کا ہر فرد دوسرے فرد کا کفو ہے اور ان کے درمیان نکاح جائز ہے۔ گویا امام شافعیؒ بنو ہاشم اور بنو مطلب میں تفاضل

کا اعتبار نہیں کرتے، جب کہ ہمارے مولوی مشتاق صاحب ان میں بھی تفاضل کے قائل ہیں، گویا اس سلسلے میں یعنی بیان مذہب شافعی و بارہ کفو میں قول فیصل یہ ہے نہ کہ علامہ ابن حجر کا قول۔

بات چل نکلی تو پھر یہ بھی سہی

امام شافعیؒ کے مذہب کا بیان ہو رہا ہے، تو لگے ہاتھوں نکاح غیر کفو میں فتہائے شافعیہ کا نظریہ ایک اور پہلو سے بھی ملاحظہ کر لیجیے۔

امام شافعیؒ مسئلہ کفو پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **وَإِنْ كَانَ الْوَلِيُّ أَقْرَبَ مِمَّنْ دُونَهُ فَرُوجٌ غَيْرُ كِفَاءٍ بِأَذْنِهَا فَلَيْسَ لِمَنْ بَقِيَ مِنَ الْأَوْلِيَاءِ الَّذِي هُوَ أَوْلَى مِنْهُمْ رَدُّهُ لِأَنَّهُ لَا وِلَايَةَ لَهُمْ مَعَهُ** قال وليس نكاح غير الكفاء محرماً فاردة بكل حال انما هو نقص على المزوجة والولاء فاذا رضيت المزوجة ومن له الامر معاً بالنقص لا ارادة۔

ترجمہ: جب ولی اقرب لڑکی کی اجازت سے غیر کفو میں نکاح کر دے تو باقی اولیاء کو اس نکاح کے مسترد کرانے کا حق نہیں ہے، جن کی نسبت یہ ولی اقرب ہے، کیوں کہ اس کے مقابلے میں ان کی دلالت نہیں ہے۔ امام شافعیؒ نے کہا کہ غیر کفو میں نکاح حرام نہیں ہے کہ میں اُس کو مطلقاً رد کر دوں۔ غیر کفو میں نکاح لڑکی اور اُس کے اولیاء پر نقص ہے اور جب وہ اس نقص کو برداشت کرنے پر تیار ہیں تو میں اس نکاح کو رد نہیں کروں گا۔

ہاں تو مولوی صاحب قبلہ! امام شافعیؒ کا مذہب تفصیلاً مطالعہ فرمانے کے بعد اب کیا ارادے ہیں، کدھر تشریف لے جانے کا پروگرام ہے؟ کس مذہب اور کس فقہ کے دامن میں پناہ لینے کی تیاری ہو رہی ہے؟ مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کا یہ ذوقِ جنوں کہیں آپ کو بے نیازِ تقلید ہی نہ کر دے۔ بقولِ راقم الحروف۔

خزاں تک یہ نفس ہے یہ اسیری ہے یہ پابندی
بہار آئی تو ہو جائیں گے خود زنجیر کے کڑے

قارئینِ کرام! طوالتِ مضمون سے اکتانہ جائیں کہ مجبوری ہے۔ ہم اس سلسلے میں چوکھی لڑائی لڑ رہے ہیں۔ اگر ہمارے مخالفین کسی ایک مذہب اور فقہ پر قائم رہتے ہوئے اپنے موقف پر دلائل پیش کرتے تو ہم اسی ایک جانب ہی دھیان مرکوز رکھتے، لیکن وہ بے چارے تو چاروں سو دوڑ رہے ہیں کہ کہیں کوئی پناہ میسر آ جائے اور ادھر ہم نے بھی قسم کھا رکھی ہے کہ اب ان کو کہیں کا نہیں چھوڑیں گے، تاکہ ان کا علمی افلاس، تحقیقی دیوالیہ پن اور فقہی عدمِ استقلال سب پر منکشف ہو جائے۔ بقولِ بندہ۔

برپا ہے یہ اضطراب کچے پن سے کھاتے ہو یہ پتہ و تاب کچے پن سے
ٹھہراؤ کا فقدان ہے خای کی دلیل گردش میں رہا کباب کچے پن سے

آدم برسرِ مطلب

فتاویٰ عالمگیری کے حوالے سے مولوی مشتاق صاحب کا تعاقب ہو رہا تھا۔ اب پھر

اُسی طرف توجہ کی جاتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری کا حوالہ دے کر مولوی مشتاق صاحب نے یہ ثابت کیا تھا کہ عجمی مطلقاً کسی عربیہ کا کفو نہیں بن سکتا۔ ہم فتاویٰ عالمگیری کی پوری عبارت نقل کر رہے ہیں، قارئین توجہ فرمائیں۔

قالوا الحسیب کف للنیسب حتی ان الفقہ کف للعلویۃ ذکرہ قاضی خان والعتابی فی جوامع الفقہ وفی الینایع والعالم کف للعریۃ والعلویۃ والاصح انه لایکون کفاللعلویۃ کذا فی غایۃ السروجی۔

ترجمہ: فقہائے کرام کی ایک جماعت کثیرہ نے کہا: حسیب، نسیب کے لیے کفو ہے، یہاں تک کہ بے شک فقہ کا عالم، علویہ (اولاد علی، ہاشمیہ، فاطمیہ) کے لیے کفو ہے۔ اس کو قاضی خان نے اور عتابی نے جوامع الفقہ میں ذکر کیا اور ینایع میں ہے کہ عالم، عربیہ اور علویہ کے لیے کفو ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ (عالم) علویہ کے لیے کفو نہیں ہے۔ ایسا ہی غایۃ السروجی میں ہے۔

قارئین کرام! آپ نے غور فرمایا کہ فتاویٰ عالمگیری کے جامعین نے پہلے یہ لکھا کہ حسیب (صاحبِ حسب) شخصِ نسیب (صاحبِ نسب) کا کفو ہے، یہاں تک کہ فقہ کا عالم علویہ عورت کا کفو ہے۔ یہ مذہب فقہاء کی کثیر جماعت کا ہے، کیوں کہ قالوا کا صیغہ جمع اسی طرف اشارہ فرما رہا ہے، پھر انہوں نے اس موقف و مذہب کو قاضی خان کا مختار و مذکور قرار دیا۔ قاضی خان کے مقام و مرتبہ سے کون ناواقف ہے؟ وہ توفیقہ النفس امام ہیں۔ اُن کے متعلق علامہ شائخؒ نے فرمایا: وسابق الاقوال فی الخانیۃ ای ان

اول الاقوال الواقعة فی فتاوی الامام قاضی خان له مزینة علی غیرہ فی الزجھان لائنة قال فی اول الفتاوی وفيما كثرت فيه الاقوال من المتأخرين اقتصرنا علی قول أو قولین و قدّمت ما هو الاظهر وافتتحت بما هو الاشهر اجابة للطالبین وتيسيرا علی الراغبين۔ انتھى

ترجمہ: اور پہلے بیان کیے ہوئے اقوال قاضی خان میں..... یعنی امام قاضی خان کے فتاویٰ میں جو اقوال سب سے پہلے ذکر کیے گئے ہیں، اُن کو دوسرے اقوال پر ترجیح فضیلت حاصل ہے۔ اس لیے کہ قاضی خان نے اپنے فتاویٰ کے مقدمہ میں لکھا ہے: ”اور جن مسائل میں متأخرین فقہاء کے بہت سے اقوال ہیں، میں نے اُن میں سے ایک یا دو اقوال پر اکتفا کیا ہے اور سب سے پہلے اُس قول کو ذکر کیا ہے جو اظہر ہے اور آغاز اُس قول سے کیا ہے جو اشر ہے، خواہش مندوں کی حاجت پوری کرتے ہوئے اور رغبت کرنے والوں پر آسانی کرتے ہوئے۔“ (انتھى)

مکی بات حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی نے فتاویٰ رضویہ میں بیان کی..... لکن قال الامام فقیہ النفس فی الخانية لیکن امام فقیہ النفس نے خانیہ میں فرمایا..... وقد قدّم قول ابی یوسف فکان هو الاظهر الا شهر کما افاد فی خطبته فکان هو المعتمد۔ اور امام قاضی خان کی طرف سے امام ابو یوسف کے قول کو مقدم کیا گیا ہے تو وہی ظاہر و مشہور ہے، جیسا کہ اُنہوں نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ وہی قابل اعتماد ہوگا۔

اسی طرح فاضل بریلویؒ ایک اور مقام پر رقم طراز ہیں: کن علی ذکر ما قالوا لا يعدل عن تصحيح قاضى خان فانه فقيه النفس۔ اُسے یاد رکھنا جو علماء نے فرمایا ہے کہ امام قاضی خان کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے گا، کیوں کہ وہ فقیہ النفس ہیں۔ حضرت گولڑوی پیر مرعلی شاہؒ کے مرید اور، ایک عرصہ تک گولڑہ میں مسند افتاء پر جلوہ گر مولانا مفتی عبدالحی چشتی مرحوم نے بھی اپنے رسالہ تحقیق الحق الظریف الجید کے ص 21 پر لکھا ہے ”اور پوچھیں کہ امام سرخسیؒ قاضی خان اور جندیؒ اور علامہ مرغینانیؒ کو مذہب میں یہ مقام حاصل ہے کہ یہ ترجیح رائج اور ترویج مروج کر سکتے ہیں۔“

فتاویٰ عالمگیری کی مزید عبارت کا مفہوم

بعد ازاں انہوں نے ینایع المودۃ کے حوالے سے لکھا ہے کہ عالم عربیہ اور علویہ کا کفو ہے، یعنی صاحب ینایع المودۃ کا مذہب و نظریہ بھی یہی ہے کہ عالم علویہ کا کفو ہے اور آگے یہ لکھنا کہ ”زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ کفو نہیں ہے“ تو یہ اصح الاقوال فتاویٰ عالمگیری کا ہوا، نہ کہ صاحب ینایع کا۔ اب دیکھیں فقہاء کی کثیر جماعت، قاضی خان، عتابی حتیٰ کہ صاحب ینایع بھی اسی پہلے قول و مذہب کے مؤید ٹھہرے کہ عالم علویہ کا کفو ہے۔

اگر جامعین فتاویٰ عالمگیری عالم کے علویہ کا کفو ہونے کے قائل نہ بھی ہوتے تو کیا وہ مندرجہ بالا مذکورہ شخصیات کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور انہیں ان شخصیات پر تقدم حاصل ہو سکتا ہے؟ ہرگز

نہیں۔ آپ یہ معاملہ باخبر مفتیان کے پاس لے جائیں آپ کو حقیقتِ حال معلوم ہو جائے گی۔
نوٹ: وهو الاصح کا قول فتاویٰ عالمگیری والوں کا ہونا بایں وجہ قرار دیا گیا کہ
ہمارے مولوی مشتاق صاحب نے رفع الاشتباه میں بقلم خود لکھا ”چنانچہ فتاویٰ عالمگیری
میں ہے: والاصح انه لا يكون كفوا للعريثة۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ عجمی عربیہ کا کفو نہیں
ہو سکتا۔“ (رفع الاشتباه، ص 22، 21) اور اگر الاصح ینائج کا قول بھی ہو تب بھی
ائمہ مذہب حنفی امام قاضی خان وغیرہ کے مقابلے میں صاحب ینائج کی وہ حیثیت نہیں۔
اب یہاں دو اور باتیں بھی قابلِ غور ہیں، خوب توجہ چاہیے۔

1: فتاویٰ عالمگیری کا جو نسخہ ہمارے پاس ہے، وہ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ
کوئٹہ پاکستان کا ہے اور اندر لکھا ہے (التأثر: قاری محمد اسماعیل، مکتبہ ماجدیہ عید گاہ
طوغئی روڈ کوئٹہ، الطبعة الثانية 1403ھ، 1983م) اُس میں عبارت یوں ہے:
والاصح انه لا يكون كفوا للعريثة۔ جب کہ رفع الاشتباه میں شیخ الحدیث صاحب نے
فتاویٰ عالمگیری کے حوالے سے لکھا: والاصح انه لا يكون كفوا للعريثة۔

اختلاف عبارت کا مفاد

ان دونوں عبارتوں کے فرق کا مفاد یہ ہے کہ ہماری تحریر کردہ عبارت کا سیاق و سباق
کے لحاظ سے مفہوم یہ ہے کہ ینائج والے نے کہا کہ عالم دین جو عجمی ہو، وہ عربیہ کا بھی
کفو ہے اور علویہ کا بھی کفو ہے اور بقول جامعین فتاویٰ عالمگیری اصح قول یہ ہے کہ وہ
عالم علویہ کا کفو تو نہیں ہے، البتہ عام عربیہ کا کفو ہے، جب کہ مولوی مشتاق صاحب کی

تحریر کا مفہوم یہ ہے کہ عجمی خواہ بادشاہ ہو، عالم دین ہو یا عام عجمی ہو، وہ علویہ تو درکنار عام عربیہ کا کفو بھی نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے اُنہوں نے ترجمہ بھی یہی کیا ”زیادہ صحیح یہ ہے کہ عجمی عربیہ کا کفو نہیں بن سکتا“ (رفع الاشتباه، ص 22-21)

یعنی ہمارے پاس موجود نسخہ کے مطابق عجمی اگر عالم دین ہے، تو وہ علویہ کا کفو بن سکتا ہے، ظاہر ہے جب وہ علویہ کا کفو بن سکتا ہے تو عام عربیہ (غیر علویہ) کا کفو بطریقِ اولیٰ بن سکتا ہے اور قولِ اصحٰ کے مطابق وہ علویہ کا کفو نہیں بن سکتا، جس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ عام عربیہ، غیر علویہ کا کفو بھی نہیں بن سکتا، جب کہ رفع الاشتباه میں پیش کردہ فتاویٰ عالمگیری کی عبارت اور اُس کے کیے ہوئے ترجمے کے مطابق مفہوم یہ ہے کہ عجمی چاہے عالم دین ہو، تب بھی وہ نہ تو علویہ کا کفو بن سکتا ہے اور نہ ہی عام عربیہ کا۔ یہ فرق مفہوم عبارتِ زیرِ نظر رہے، تا کہ آئندہ صفحات میں آنے والی اس بحث کو اچھے طریقے سے سمجھا جاسکے۔

2: ہمارے پاس موجود فتاویٰ عالمگیری کی عبارت اور رفع الاشتباه میں محولہ عبارت کے مطابق والاصحٰ اِنَّهٗ لَا يَكُونُ كُفُوًا لِلْعُلُوِّيَّةِ يَا اِنَّهٗ لَا يَكُونُ كُفُوًا لِلْعَرَبِيَّةِ۔ یہ زیادہ صحیح قول جامعین فتاویٰ عالمگیری کا ہے نہ کہ صاحبِ ینابیع المودۃ کا، بلکہ ینابیع والے کا قول تو یہ ہے: وَالْعَالَمُ كُفٌ لِلْعَرَبِيَّةِ وَالْعُلُوِّيَّةِ۔ کیوں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہی ینابیع والا یہ بھی کہے کہ وَالْعَالَمُ كُفٌ لِلْعَرَبِيَّةِ وَالْعُلُوِّيَّةِ اور پھر یوں بھی کہے کہ وَالاصحٰ اِنَّهٗ لَا يَكُونُ كُفُوًا لِلْعُلُوِّيَّةِ، بلکہ والاصحٰ والاقول فتاویٰ عالمگیری کا ہے

کیوں کہ اُس نے اپنے اسلوب کے مطابق آگے خود لکھ دیا: کذا فی غایۃ السروجی
یعنی یہ غایۃ السروجی والے کی تحقیق ہے، جس کو فتاویٰ عالمگیری والے نے بیان
کر دیا۔ ینایع والا تو یقیناً وہی ہے، جو کہتا ہے: والعالم کف للعبیۃ والعلویۃ
کہ عالم دین، عربیہ اور علویہ دونوں کا کفو ہے۔

لیکن اس طرفہ تماشا میں کہ مولوی مشتاق صاحب نے رفع الاشتباه کے اسی
ص 22 پر تحریر فرمایا: صاحب فتح القدیر نے ینایع المودۃ کے حوالے سے تحریر فرمایا کہ
کوئی عجمی، عربیہ کا کفو نہیں بن سکتا۔ یعنی فتح القدیر میں ہے کہ صاحب ینایع المودۃ کے
نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ عجمی عربیہ کا کفو نہیں بن سکتا۔

تصدیق حوالہ

قارئین کرام! ہم رفع الاشتباه میں موجود اس حوالے کی تصدیق کرتے ہیں، اس لیے
کہ ہم نے خود فتح القدیر کا حوالہ نکال کر دیکھا، یوں لکھا تھا: وفی الینایع والاصح انه
لیس کفا للعلویۃ۔

گویا ثابت ہوا کہ فتاویٰ عالمگیری میں صاحب ینایع المودۃ کا مذہب یہ ہے کہ
عالم دین عربیہ اور علویہ دونوں کا کفو ہے۔ جب کہ فتح القدیر میں صاحب ینایع المودۃ
کا مذہب یہ بیان ہوا کہ اُس کے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ حسیب (اچھے اخلاق اور علم والا)
عجمی، علویہ کا کفو نہیں ہے۔

اب فیصلہ قارئین پر ہے کہ صاحب ینایع المودۃ کے کس مذہب پر عمل کیا جائے؟

فتاویٰ عالمگیری میں مذکور مذہب یا فتح القدیر میں بیان کردہ مذہب پر۔ ینابع المودۃ کی طرف منسوب اس مذہب کو یا تو اذا تعارضتا سقطا کے تحت کا لمعدوم سمجھا جائے یا پھر کم از کم اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال کے تحت اس سے استدلال نہ کیا جائے۔ البتہ فتح القدیر کا پیش کردہ حوالہ ضرور قابل توجہ ہے۔ اُس کا جواب بھی ملاحظہ کیا جائے۔

عبارت فتح القدیر کی تفصیل و تشریح

علامہ امام ابن ہمام نے اپنی کتاب فتح القدیر میں اس مسئلہ کو خوب کھول کر بیان کیا اور اُسلوب فقہاء کے مطابق اس کے متعلق اپنا مختار بھی بیان کر دیا، لیکن بقول بندہ مع چشم شہباز نیتنا رہ بہ گنجشک ضعیف

عبارت فتح القدیر ملاحظہ ہو: وفي الجامع لفاضل خان قالوا الحسب يكون كفاً للنسب فالعالم العجمي كف للجاهل العربي والعلوية لان شرف العلم فوق شرف النسب والحسب مكارم الاخلاق وفي المحيط عن صدر الاسلام الحسب هو الذي له جاه وحشمة ومنصب۔

ترجمہ: اور جامع قاضی خان میں ہے کہ جماعت فقہاء کا مذہب ہے کہ حسیب، نسب کا کفو ہوتا ہے۔ پس عجمی عالم، جاہل عربی اور علویہ کا کفو ہے، اس لیے کہ شرف علم، شرف نسب پر فوقیت رکھتا ہے اور حسب تو مراتب اخلاق کی بلندی ہے اور صدر الاسلام سے محیط میں منقول ہے کہ حسیب وہ ہوتا ہے جو مرتبہ عزت اور اچھے منصب (عہدے) والا ہو۔

اس سے دو باتیں واضح طور پر معلوم ہوئیں۔

پہلی بات: قاضی خان فتح القدیر والے سے مقدم و برتر ہے۔ اُس کے مذہب کو صاحب فتح القدیر نے ثقہ نام بیان کیا اور قالوا کے ساتھ لکھا، جو کہ فقہاء و علماء کی اکثریت پر دلالت کرتا ہے کہ صاحب حسب عالم علویہ کا کفو ہے۔

دوسری بات: یہ قول ہی صاحب فتح القدیر کا مختار و رائج ہے، کیوں کہ اسی مذہب کی تقویت پر اُنہوں نے دلیل دی ہے کہ لان شرف العلم فوق شرف النسب یعنی علمی شرافت کو نسبی شرافت پر فوقیت حاصل ہے اور دلیل اُسی مذہب کی دی جاتی ہے جو مؤلف کے نزدیک مختار ہو۔ جب کہ ینایع المودة کے الاصح والے قول پر صاحب فتح القدیر نے کوئی دلیل نہیں دی، کیوں کہ وہ قول مرجوح و مردود ہے۔ کہاں ینایع المودة ایسی مبنی بر فضائل کتاب کا الاصح بمعنی عندی هذا صحیح اور کہاں قاضی خان جیسے امام و فقیہ احناف کا مختار اور تمام علماء و فقہائے احناف کا رائج قالوا ای ہکذا اقوال ائمة الاحناف و فقہاء الاسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین و علیہ اعتماد جماعة الفقہاء رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہی بات فتح القدیر کے ساتھ کفایہ میں بھی موجود ہے: قالوا الحسیب یكون کفوا للنسب حتی ان الفقیہ یكون کفوا للعربی لان شرف العلم فوق شرف النسب (لغ)۔

اب یہاں وہی قالوا جو اکثر سنی عقیدے و مسلک پر دلالت کرتا ہے وہ بھی دیکھ لیں اور صاحب کفایہ کا مختار و رائج مذہب بھی سمجھ لیں اور مولوی صاحب کی

تحقیقات مجذوبانہ پر بھی نظر فرمائیں۔ اسی پر بس نہیں آگے ابھی اور بھی بہت کچھ دیکھنے کو ملے گا۔ ع

آگے آگے دیکھنے ہوتا ہے کیا

حوالہ بحر الزائق کی وضاحت

قارئین کرام! مولوی مشتاق صاحب کے مسئلہ مذکورہ کے متعلق ارشاد فرمودہ دلائل میں سے فتاویٰ عالمگیری اور فتح القدیر کے حوالے سے آپ نے تفصیل و تشریح ملاحظہ کر لی۔ اب اُن کے پیش کردہ تیسرے حوالے یعنی بحر الزائق کی وضاحت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(بحر الزائق شرح كنز الدقائق) کے حوالے سے صاحب رفع الاشتباه نے لکھا ”بحر الزائق میں ہے کہ وظاهر الزاویۃ ان المعجمی لا یكون كفوا للعربیۃ مطلقاً قال فی المبسوط افضل الناس نسباً بنو هاشم ثم قریش ثم العرب طاہر روایت یہ ہے کہ عجمی مطلقاً عربیہ کا کفو نہیں بن سکتا۔ مبسوط میں ہے کہ نسب کے اعتبار سے افضل بنو ہاشم ہیں پھر قریش ہیں پھر عرب ہیں۔“ (رفع الاشتباه، ص 22)

قارئین کرام! ہم نے اوراقِ گذشتہ میں بحر الزائق کے حوالے سے مولوی مشتاق صاحب کے نظریات ضعیفہ کے تاج محل کی سطح و بن جس طرح اکھاڑ بھینکی تھی، وہ آپ بھولے نہیں ہوں گے۔ اب بچوں کے حضرت نے ایک بار پھر بحر الزائق کو بطور حوالہ پیش کر دیا ہے۔ لہذا ہم اُس کا جواب بھی بتوفیق اللہ تعالیٰ حسبِ عادت تفصیلاً دیتے ہیں۔

ظاہر الروایہ کے محمولہ بالا قول کی وضاحت

علامہ امام الشیخ زین الدین القسیر باہنِ نجیمؒ نے پہلے تو ماتن یعنی صاحبِ کنز الدقائق کا نظریہ لکھا، پھر وہی بحث کی جو بحوالہ فتح القدر و فتاویٰ عالمگیری آپ نے ملاحظہ کی۔ اب فقط اُس کی عربی عبارت نقل کی جاتی ہے اور بعد ازیں ظاہر الروایہ والا محمولہ قول اور اُس کی وضاحت ہوگی۔

وأفاد المصنف أن غیر العربی لا یکافی العربی وان کان حسیباً أو عالماً
لکن ذکر قاضی خان فی جامعہ قالوا الحسیب یکون کفاً للنسب فالعالم العجمی
یکون کفاً للجاهل العربی والعلویۃ لأن شرف العلم فوق شرف النسب والحسب
مکارم الاخلاق وفي المحيط عن صدر الاسلام الحسیب الذی لہ جہ وحشمة
وملصب وفي البیابیع الاصح انه لیس کفاً للعلویۃ (انتہی)۔

اب اس کے بعد وہ عبارت ملاحظہ کریں جس کو بطور دلیل رفع الاشتباه میں پیش کیا گیا: وظاهر الروایۃ ان العجمی لا یکون کفاً للعربیۃ مطلقاً قال فی المبسوط
افضل الناس نسباً بنو هاشم ثم قریش ثم العرب لما روى عن محمد بن علی
علیه السلام ان الله اخار من الناس العرب ومن العرب قریشاً واختار منهم
بنی هاشم واختارنی من بنی هاشم

اس عبارتِ محمولہ بالا کے متعدد جوابات بالترتیب ملاحظہ کریں۔

جواب اول: صاحب بحر الزائق امام علامہ ابنِ نجیمؒ بہت بڑے فقیہ و عالم ہیں

لیکن اُس درجے کے نہیں، جس درجہ پر امام قاضی خانؒ قارئین ہیں۔ قاضی خانؒ کا مقام و مرتبہ آپ نے سُطورِ بالا میں ملاحظہ کیا، اب صاحبِ بحر کا درجہ بھی معلوم کر لیں۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں۔

وَبُخَذَ مِنْ قَوْلِ صَاحِبِ الْبَحْرِ يَجِبُ عَلَيْنَا الْإِفْتَاءُ بِقَوْلِ الْإِمَامِ (لَمْ) أَنَّهُ نَفْسُهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ النَّظَرِ فِي الدَّلِيلِ فَإِذَا صَحَّحَ قَوْلًا مُخَالَفًا لِتَصْحِيحٍ غَيْرِهِ لَا يُعْتَبَرُ فَضْلًا عَنْ الْأَسْتِنْبَاطِ وَالتَّخْرِيجِ عَلَى الْقَوَاعِدِ۔

ترجمہ: اور صاحبِ بحر کے اس قول سے کہ یجب علینا الافتاء بقول الامام (لم) (یعنی ہمارے لیے امام اعظمؒ کے قول پر فتویٰ دینا واجب ہے) یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ خود ابنِ حُجُّم (صاحبِ بحر) دلیل میں غور و فکر کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ پس اگر وہ دوسرے فقہاء کی تصریح کے خلاف کسی قول کی تصحیح کریں، تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، چہ جائیکہ قواعدِ کلیہ پر اُن کی تخریجات و استنباطات کا اعتبار کیا جائے۔

آگے علامہ شامیؒ مزید رقم طراز ہیں: خَلَفْنَا لِمَا ذَكَرَهُ الْبِيرِيُّ عِنْدَ قَوْلِ صَاحِبِ الْبَحْرِ فِي كِتَابِهِ الْأَشْبَاهَ النَّوْعَ الْأَوَّلَ مَعْرِفَةَ الْقَوَاعِدِ الَّتِي يَرُدُّ عَلَيْهَا وَفَرَعُوا الْأَحْكَامَ عَلَيْهَا وَهِيَ أَصُولُ الْفَقْهِ فِي الْحَقِيقَةِ وَبِهَا يَرْتَقَى الْفَقِيهُ إِلَى دَرَجَةِ الْاجْتِهَادِ وَلَوْ فِي الْفَتَوَى وَكَثُرَ فُرُوعُهُ ظَفَرَتْ بِهِ (لَمْ) فَقَالَ الْبِيرِيُّ بَعْدَ أَنْ عَرَفَ الْمُجْتَهِدَ فِي الْمَذْهَبِ بِمَا قَدَمْنَا عَنْهُ وَفِي هَذَا إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ الْمُؤَلِّفَ قَدْ بَلَغَ هَذِهِ الْمَرْتَبَةَ فِي الْفَتَوَى وَزِيَادَةً وَهُوَ فِي الْحَقِيقَةِ قَدْ مَنَ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ بِالْإِطْلَاعِ عَلَى خَبَايَا الزُّوَايَا

وكان من جملة الحفاظ المطلعين (انتهی)

اذلا يخفى ان ظفيرة باكثر فروع هذا النوع لا يلزم منه ان يكون له اهلية النظر
فى الادلة التى دلّ كلامه فى البحر على انها لم تحصل له وعلى انها شرط للاجتهاد
فى المذهب فتأمل۔

ترجمہ: اور علامہ بیرئی کی رائے صحیح نہیں ہے، اُنہوں نے ابن نجیم کی الاشباہ
میں جہاں یہ عبارت آئی ہے کہ النوع الاول معرفة القواعد (الجز 1 ص 15) یعنی پہلی نوع
اُن قواعد کے سلسلہ میں ہے، جن کی طرف جزئیات لوٹائی جاتی ہیں اور جن پر احکام کی
تفریع کی جاتی ہے اور وہ قواعد درحقیقت فقہی ضوابط ہیں، جن کے جاننے سے فقیہ اجتہاد
کے درجہ تک ترقی کرتا ہے، اگرچہ وہ اجتہاد فتویٰ میں ہو اور میں اُن ضوابط کی بیشتر
جزئیات جاننے میں کامیاب ہو گیا ہوں (الجز 1 ص 15) پہلے علامہ بیرئی نے مجتہد فی المذہب
کی تعریف کی ہے، جو ہم اُن کے حوالے سے پہلے ذکر کر چکے ہیں پھر لکھا ہے کہ ”اور اس
عبارت میں اس طرف اشارہ ہے کہ مصنف (علامہ ابن نجیم) فتویٰ میں اس مرتبہ تک
بلکہ اس سے کچھ اوپر تک پہنچے ہیں اور یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا اُن پر فضل و احسان
ہے کہ اُن کو مخفی گوشوں سے آگاہ کر دیا اور وہ پوری واقفیت رکھنے والے حفاظ
میں سے تھے۔ (انتهی)

علامہ بیرئی کی یہ بات اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس قسم کی بیشتر فروع جاننے میں

علامہ ابن نجیمؒ کی کامیابی سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُن میں دلائل میں غور و فکر کرنے کی صلاحیت بھی ہو۔ بحر میں اُن کی اپنی عبارت اِس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اُن کو یہ صلاحیت حاصل نہیں تھی اور مجتہد فی المذہب کے لیے اِس صلاحیت کا حصول شرط ہے۔ پس غور و فکر کر لیں۔“

قارئین کرام! محولہ بالا طویل اقتباس سے یہ بات واضح ہوئی کہ صاحب بحر، علامہ ابن نجیمؒ مجتہد فی المذہب کے درجے پر فائز نہیں، جب کہ صاحب فتح القدر امام ابن ہمامؒ اِس درجہ پر فائز ہیں۔ آپ علامہ شامیؒ کی زبان سے اور وہ بھی بحوالہ صاحب بحر، علامہ ابن نجیمؒ خود ملاحظہ کر لیں۔

علامہ ابن ہمامؒ کے بارے میں علامہ شامیؒ اور صاحب بحر کی رائے

(تنبیہ) کلام البحر صریح فی ان المحقق ابن الہمام من اهل الترجیح

حيث قال عنه ائمة اهل للنظر في الدليل وح قلنا اتباعه فيما يحققة ويرجحه

من الروايات أو الأقوال ما لم يخرج عن المذهب فان له اختيارات خالف فيها

المذهب فلا يتابع عليها كما قاله تلمیذ العلامة قاسم وكيف لا يكون اهلاً لذلك

وقد قال فيه بعض اقرانه وهو البرهان الانباسی لو طلبت حجج الذين ما كان

فی بلدنا من يقوم بها غيره (لغ)

ترجمہ: (تنبیہ) بحر کی عبارت صریح ہے کہ محقق ابن ہمامؒ اصحاب ترجیح میں سے ہیں

کیوں کہ ابنِ حُجْم نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ: ہوا اہل للنظر فی الذلیل (یعنی وہ ذلیل میں غور و فکر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں) پس ہم ان روایات یا اقوال میں ان کی پیروی کر سکتے ہیں، جن کو وہ مدلل کرتے ہیں یا ترجیح دیتے ہیں، بشرطیکہ وہ مذہب کے دائرے سے نہ نکلیں، کیوں کہ ان کی کچھ آراء ایسی بھی ہیں جن میں انہوں نے مذہب کی مخالفت کی ہے۔ ان میں ان کی پیروی نہیں کی جائے گی۔ جیسا کہ یہ بات ان کے شاگرد علامہ قاسم نے کہی ہے اور ان میں ایسی صلاحیت ترجیح کیسے نہیں ہو سکتی؟ ان کے بارے میں تو ان کے ایک معاصر برہان انبیا نے یہ فرمایا ہے کہ اگر میں دین کے دلائل جاننا چاہوں تو ہمارے شہر میں ابنِ ہمام کے علاوہ کوئی ایسی شخصیت نہیں ہے جو ان کو پیش کر سکے۔

(قلت) بل قد صرح العلامة المحقق شيخ الاسلام علي المقدسي

فی شرحہ علی نظم الكنز فی باب نکاح الرقیق بان ابن الہمام بلغ رتبة الاجتهاد۔

ترجمہ: میں (علامہ شامی) کہتا ہوں، بلکہ علامہ محقق شیخ الاسلام علی مقدسی نے

منظوم کنز کی شرح میں باب نکاح الرقیق میں صراحت کی ہے کہ ابنِ ہمام اجتہاد کے

مرتبہ تک پہنچے ہوئے ہیں۔

نوٹ: مسئلہ محولہ بالا کے متعلق انہی امام ابنِ ہمام کی تحقیق، موقف، فتویٰ اور رجحان

ہم نے تھوڑی دیر پہلے تحریر کر دیا، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ پھر صاحب بحر علامہ ابنِ حُجْم

اور صاحب فتح القدیر امام ابن ہمام کے مدارج فہمیہ کے فرق، رسم المفتی کی روشنی میں ملاحظہ کر کے آپ اس مسئلہ کے بارے خود بھی نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔

قارئین کرام! صاحب بحر ابن نجیم اور ان کے تعین کردہ درجہ کے بارے آپ نے اقتباس ملاحظہ کیا۔ اب انہی علامہ ابن نجیم کے بارے فاضل بریلوی حضرت مولانا احمد رضا خان کی تحقیق بھی ملاحظہ کریں۔ آپ نے علامہ شائ کی طرح صاحب بحر ابن نجیم کے اپنے الفاظ اور علامہ بیرئی کے موقف کا خوب موازنہ کیا ہے اور اپنی بے لاگ رائے بھی پیش کی ہے۔

واقول لم يدع البحر ان من عرف الفروع ارتقى الى مرتبة الاجتهاد واين جمعها من اهلية النظر في الدليل والصيدة من الطب وانما اراد ان تلك القواعد من ادرك حقائقها وان الفروع كيف تستنبط منها وترد اليها كان ذلك مسلماً يرتقى بها الى ادنى درجات الاجتهاد ولم يدع هذا لنفسه انما ذكر الظفر باكثر الفروع فاین هذا من ذاك والعجب كيف خفي هذا على العلامة بیرى مع وضوحه ثم هو ايضاً لم يشهد بحصول درجة الاجتهاد في الفتوى له رحمهما الله تعالى انما زعم ان في كلام البحر اشارة اليه وشهد بكونه من الحفاظ المطلعين ولهذا لاشك فيه وقد قال السيد ابو السعود الازهرى في فتح الله المعين لا يعتمد على فتاوى ابن نجيم ولا على فتاوى الطورى (لحم واقرة ش في غير موضع من رد المحتار وفي ط عنه سمعت كثيراً من شيخنا (يريد اباه السيد علياً رحمهما الله تعالى) فتاوى الطورى كفتاوى الشيخ زين الدين لا يوثق بهما

الْأَذَانُ يَدْت بِنَقْلِ آخِرِ (لِغ) وَكَيْفَ يَصْخَرُ لِمَجْتَهِدٍ فِي الْفَتَاوَى أَنْ يَمْنَعَ الْعَمَلَ بِفَتْوَاهُ (لِغ)۔
 ترجمہ: میں کہتا ہوں، بحر نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ جو شخص بھی فُرُوع کو جانے گا وہ
 مرتبہ اجتہاد پر فائز ہو جائے گا (فُرُوع کا یاد کرنا اور ہے اور فکر و نظر چیزے دگراست)
 یہ بالکل ایسا ہے جیسے دو افراد (میڈیکل سٹور والا) اور طبیب (ڈاکٹر) کا فرق ہوتا ہے۔
 اُن کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص ان قواعد کو پہچاننے لگے اور ان سے استنباط مسائل کا طریقہ
 معلوم کر لے، تو یہ اجتہاد کے ادنیٰ درجہ تک پہنچنے کا ذریعہ بن جاتا ہے اور اُنہوں نے
 خود اپنے لیے اس مقام کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ اُنہوں نے تو محض یہ کہا ہے کہ وہ اکثر
 فُرُوع کے جاننے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ (دونوں میں بڑا فرق ہے) تعجب ہے کہ
 یہ حقیقت علامہ ہیری پر کیسے مخفی رہی، حالانکہ بالکل واضح ہے، پھر اُنہوں نے اپنے لیے
 درجہ اجتہاد فی الفتاویٰ کا دعویٰ بھی نہیں کیا ہے، رحمہما اللہ تعالیٰ۔ صرف یہ
 کہا ہے کہ بحر کے کلام میں اسی طرف اشارہ ہے اور اُنہوں نے اس امر کی شہادت دی
 ہے کہ وہ باخبر حفاظ میں سے ہیں اور اس میں شک کی گنجائش نہیں اور ابو السعد الازہری
 نے فتح اللہ المعین میں فرمایا ”نہ تو ابنِ حُجْم کے فتاویٰ پر اعتماد کیا جائے اور نہ ہی طوری
 کے فتاویٰ پر (لِغ) اور اس کو ”ش“ (علامہ شامی) نے برقرار رکھا۔ یہ چیز رد المحتار
 کے کئی مقامات پر مذکور ہے اور ”ط“ (طحاوی) میں (اُخفی سے منقول) ہے کہ میں نے
 اپنے شیخ سے بکثرت سنا ہے (اس سے مراد اُن کے باپ سید علی ہیں) وہ فرماتے تھے

فتاویٰ طوری شیخ زین کے فتاویٰ کی طرح ہیں۔ ان دونوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے ہاں اگر کسی اور نقل سے ان کی تائید ہو جائے تو اور بات ہے اور ایک مجتہد فی الفتویٰ کو یہ بات کب شایاں ہے کہ اُس کے فتاویٰ پر عمل کرنے سے روکا جائے (الغ)

عبارت بحر الزائق کی مزید وضاحت

قارئین کرام! اب رفع الاشتباه میں پیش کردہ بحر الزائق کی عبارت پر قدرے گفتگو کر لی جائے تاکہ وضاحت مزید ہو جائے۔ بحر الزائق میں ہے: وظاهر الرواية ان العجمي لا يكون كفا للعربية مطلقا یعنی ظاہر روایت یہ ہے کہ عجمی مطلقاً (چاہے عام آدمی ہو یا عالم و سلطان) کسی عربیہ کا مطلقاً کفو نہیں ہو سکتا، چاہے وہ عربیہ عام عربیہ ہو، قرشیہ ہو یا علویہ ہو۔

وضاحت نصیر بفضل رب قدیر

بحر الزائق پر فخر المتأخرین علامہ شامی نے حاشیہ لکھا اور انہوں نے بحر کی اس عبارت اور ظاہر الروایہ کا جو عمدہ جواب دیا، ہم وہ پیش کرتے ہیں، ملاحظہ کیجیے: علامہ شامی حاشیہ بحر میں فرماتے ہیں: أقول القابٹ فی ظاہر الرواية ان العجمي لا يكون كفوا للعربية وهذا وان كان ظاهرة الاطلاق لكن قيده المشايخ بغير العالم وكم له من نظير حيث يكون اللفظ مطلقا فيحملونه على بعض مدلولاته أخذوا من قواعد مذهبية أو مسائل فرعية وأدلة شرعية أو عقلية وقد افطنی

فی آخر الفتاوی الخیریۃ فی قرشی جاہل تقدّم علی عالم فی مجلس بانّہ
 یحرم اذکتب العلماء طافحة بتقدّم العالم علی القرشی ولم یفرق سبحانه وتعالی
 بین القرشی وغیرہ فی قولہ هل یتوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون (ل) و حیث
 جزم بهذا فی مجمع الفتاوی والمسیط والبرازیة والفیض وارتضاء المحقق ابن الہمام
 یجوز العمل بہ ولا یقال انّہ مخالف لظاهر الزواہ وانما صحّحہ فی الینایع نہومبئی
 علی تفسیر الحسیب ہذی المنصب والجاه لا علی تفسیرہ بالعالم واللہ اعلم۔

ترجمہ: میں (علامہ شامی) کہتا ہوں کہ ظاہر روایت میں یہ ثابت ہے کہ عجمی، عربیہ
 کے لیے کفو نہیں ہے اور اگرچہ اس ظاہر روایت سے ظاہری طور پر تو اطلاق نظر آتا ہے
 (عجمی کوئی بھی ہو) لیکن مشائخ (بزرگ فقہائے کرام) نے اس کو غیر عالم کے ساتھ مقید
 کیا اور کتنی ہی مثالیں موجود ہیں کہ الفاظ مطلق ہوتے ہیں لیکن (مشائخ علماء) اُن کو
 بعض مدلولات پر محمول کرتے ہیں۔ وہ مذہبی قواعد، فرعی مسائل، شرعی اور عقلی دلائل سے
 تمسک کرتے (دلیل پکڑتے) ہیں اور تحقیق (علامہ خیر الدین رملی) نے فتاویٰ خیریہ
 کے آخر میں یہ فتویٰ دیا، جب مجلس میں عالم پر کسی جاہل قریشی کو تقدّم و برتری دینے کا
 مسئلہ پیش آیا کہ یہ حرام ہے (یعنی مجلس میں جاہل قریشی کو عالم دین پر برتری اور تقدّم
 عطا کرنا) حرام ہے، جب کہ علمائے کرام کی کتابیں بھری پڑی ہیں کہ عالم غیر قرشی
 مقدم ہے، قرشی غیر عالم پر اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بھی قرشی اور غیر قرشی کے درمیان فرق

نہیں کیا اپنے اس فرمان قرآنی میں ”کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں“ (لغ) (یعنی یہ استفہام انکاری ہے، جس کا نتیجہ و جواب یہ ہے کہ جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر نہیں ہیں) اور اسی کے ساتھ جزم (یقین) کیا گیا ہے مجمع الفتاویٰ، محیط، برآزیہ اور فیض میں اور اسی کو محقق ابن ہمام نے پسند کیا۔ اسی کے ساتھ عمل جائز ہے اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ ظاہر روایت کے مخالف ہے، لیکن جس کو ینایع والے نے ینایع میں قول صحیح کہا، پس وہ تو مبنی ہے اس بات پر کہ حسیب کی تفسیر صاحب منصب و جاہ کے ساتھ کی جائے نہ کہ اُس کی تفسیر عالم کے ساتھ کی جائے اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔

قارئین کرام! علامہ شامیؒ نے ظاہر روایت کی تشریح و توضیح بھی کر دی اور ینایع میں جس قول کو صحیح کہا گیا، اُس کی تفسیر بھی کر دی کہ اگر حسیب سے مراد یہ ہو کہ دُنوی مرتبہ و منصب رکھنے والا شخص ہے تو وہ علویہ کا کفو نہیں ہو سکتا، لیکن اگر حسیب سے مراد عجمی عالم دین شخص ہے تو پھر وہ علویہ کا کفو ہے۔

مزید عبارت بحر پر حاشیہ شامیؒ

رفع الاشباہ میں بحر الزائق کی درج ذیل عبارت بھی نقل کر کے اُس سے استدلال کیا گیا ہے۔ آپ اسے بھی ملاحظہ کریں اور پھر اُس کا جواب بھی۔ عبارت بحر الزائق:

قال فی المبسوط افضل الناس نسبًا بنو هاشم ثم قريش ثم العرب (لغ)

علامہ شامیؒ یہ محولہ بالا عبارت نقل کر کے تشریحاً و جواباً فرماتے ہیں: قال الزملي فهم صاحب الثهرائة اوردة دليلاً لمدعام فقال ولا يخفى ان هذا لا دلالة فيه اذ كون شرف الحسب يوازي شرف النسب لا ينافي كون بنى هاشم افضل نسباً نعم الحسب قد يراد به ذو المنصب والجاه كما فسرته به في المحيط عن صدر الاسلام وهذا ليس كفووا للعلوية كما في البنابيع (ل) وانت على علم بانة وان ذكره تلو لا يدل على انه اوردة لذلك بل لفائدة معرفة التفاضل في الانساب والا يشكل بتأخير قریش عن بنى هاشم وقد علمت فيما سبق انه لا يعتبر التفاضل فيما بين قریش حتى تزوجت هاشمينة قرشياً لم يرد عقد ها تأمل۔

ترجمہ: علامہ رملی نے کہا۔ صاحب نہر نے سمجھا کہ صاحب بحر نے اس مبسوط کے قول کو اپنے مدعا کی دلیل کے طور پر وارد کیا۔ پس اُس نے کہا مخفی نہیں ہے کہ بے شک اس میں اس بات پر کوئی دلالت نہیں ہے، جس وقت کہ شرفِ حسب کا شرفِ نسب کے مقابل ہونا بنی ہاشم کے سب سے نسبتاً افضل ہونے کی نفی نہیں کرتا۔ ہاں کبھی حسب کے لفظ سے منصب و جاہ والا شخص مراد لیا جاتا ہے، جس طرح کہ لفظِ حسب کی صاحب منصب و جاہ کے ساتھ تفسیر کی گئی ہے، محیط میں صدر الاسلام کی طرف سے، تو ایسا حسبِ طوئے کا کفو نہیں ہے، جیسا کہ یناقہ میں ہے (ل) اور تو جانتا ہی ہے کہ بے شک اگرچہ اُس نے اسے اُس کے پیچھے (اسی سلسلہ میں) ہی ذکر کیا، مگر یہ اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ اُس

(صاحب بحر) نے اُسے اس مقصد کے لیے وارد کیا، بلکہ اُس نے انساب میں تفاضل کی پہچان کے فائدے کے لیے اسے وارد کیا اور اگر یہ تاویل و توجیہ نہ کی جائے تو پھر اس پر قریش کو بنی ہاشم سے موخر کرنے کا اشکال وارد ہوگا، حالانکہ تو نے گذشتہ اوراق میں یہ جان لیا ہے کہ قریش کے مابین تفاضل کا اعتبار نہیں کیا گیا، یہاں تک کہ اگر کسی ہاشمیہ نے کسی قرشی غیر ہاشمی سے نکاح کیا تو اُس کا عقد رد نہیں کیا جائے گا۔ خوب غور کر لے۔

قارئینِ کرام! بطور نتیجہ ایک تو یہ ثابت ہوا کہ صاحب بحر الزائق کے ظاہر روایت والے قول کی وضاحت ہوگئی اور دوسرے بغو ہاشم کے نسباً افضل ہونے کی صحیح توجیہ بھی سامنے آگئی کہ وہ نسباً افضل ہیں، مگر یہ افضلیت وہ نہیں جو قریش کے باہم کفو ہونے کے منافی ہو اور وہ حدیث شریف جس کو یہاں صاحب بحر، مبسوط کے حوالے سے لائے، جس میں تمام قبائل سے قریش اور قریش سے بنی ہاشم اور بنی ہاشم سے حضور علیہ السلام کی بزرگی و فضیلت کا بیان ہے، کا مفہوم بھی واضح ہو گیا کہ یہ بزرگی بہ سلسلہ مناکحت قریش کے باہم کفو ہونے کی نفی نہیں کرتی، جیسا کہ رسول ﷺ کے اپنے فعلِ مبارک اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے عمل سے ثابت ہے۔ جس کو ہم مابقی میں صاحب بدائع الصنائع کے حوالے سے بھی بیان کر آئے ہیں، مگر یہاں موقع کی مناسبت کے لحاظ سے ایک بار پھر اُس کا حوالہ دے رہے ہیں، تاکہ بات اوقع فی الذہن ہو جائے۔

صاحب بدائع الصنائع کی تحقیق

وان كان لها شمتى من الفضيلة مالميس للقرشى لكن الشرع اسقط اعتبار تلك الفضيلة فى باب النكاح عرفنا ذلك بفعل رسول الله ﷺ واجماع الصحابة فانه روى ان رسول الله ﷺ زوج ابنته من عثمان وكان أمويًا لا هاشميًا وزوج عليّ ابنته من عمر ولم يكن هاشميًا بل عدويًا فدل ان الكفاءة فى قریش لا تختص ببطن دون بطن۔ انتهى

ترجمہ: اور اگرچہ ہاشمی کے لیے وہ فضیلت ہے، جو عام قرشی کو حاصل نہیں، لیکن نکاح کے باب میں شریعت نے اس فضیلت کا اعتبار ساقط کر دیا، یہ بات ہم نے رسول اللہ ﷺ کے فعل مبارک اور صحابہ کرام کے اجماع سے پہچانی (معلوم کی) ہے، کیوں کہ روایت کیا گیا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے اپنی دختر کا نکاح حضرت عثمان سے کر دیا، حالانکہ وہ اموی تھے ہاشمی نہیں تھے اور حضرت علی نے اپنی نورِ نظر کا نکاح حضرت عمر سے کر دیا، حالانکہ وہ بھی عدوی تھے ہاشمی نہیں تھے، پس اسی سے اس بات کی دلالت پائی گئی کہ قریش میں باہمی کفایت کسی ایک بطن کی دوسرے بطن کے ساتھ مخصوص نہیں (بلکہ تمام قریش باہم کفو ہیں)

تشریح مزید

قارئین کرام! صاحب رفع الاشتباه مولوی مشتاق صاحب چشتی نے مبسوط کے حوالے سے جو بات چلائی اور بحر الزائق میں جس حدیث شریف کو بطورِ مجتہد لایا گیا اور

ہم نے علامہ شامیؒ اور علامہ کاسانیؒ کے حوالے سے اُس کی وضاحت کر دی، تقریباً وہی حدیث شریف قدرے لفظی اختلاف کے ساتھ ہمارے وہ تمام مہربان بھی اپنی اپنی کتابوں یا کتابچوں میں لائے ہیں، جنہوں نے اس موضوع پر خامہ فرسائی فرمائی ہے۔ اب اُن الفاظ کے ساتھ آپ حدیث شریف اور اُس کا صحیح مفہوم خود ملاحظہ فرمائیں۔

نوٹ: اگرچہ اس حدیث کے حوالے سے کچھ بحثِ سطوری گزشتہ میں بھی ہو چکی ہے، مگر یہاں بہ تقاضائے مقام اس کا اعادہ خالی از فائدہ نہیں ہوگا۔ ملاحظہ کیجئے: اب اللہ اصطفیٰ کنانہ من ولد اسماعیل واصطفیٰ قریشاً من کنانہ واصطفیٰ من قریش بنی ہاشم واصطفانی من بنی ہاشم یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کنانہ کو چُنا اور بنو کنانہ سے قریش کو چُنا اور قریش سے بنو ہاشم کو چُنا اور بنو ہاشم سے مجھے چُن لیا۔

اب اس حدیث شریف سے متعلق چند قابلِ غور نکات پیش کیے جاتے ہیں۔ پہلا نکتہ: ہمارے مخالفین کے نزدیک چُنوں کہ اس حدیث کے مطابق قریش دُوسری اقوامِ عرب سے اور بنی ہاشم قریش سے اور پھر واصطفانی کے تخصیصی لفظ سے بنو فاطمہ ان سب سے افضل ہیں، لہذا فاضل مفضول کا کفو نہیں بن سکتا، پس ان کے درمیان مناکحت جائز نہیں، کیوں کہ غیر کفو میں نکاح کرنے سے صاحبِ فضیلت خاندان کی توہین اور ہتک ہوتی ہے، اس لیے بنو فاطمہ کی بیٹیوں کے ساتھ کسی دُوسرے فردِ خلق کا نکاح ناجائز یا حرام ہے، حالانکہ یہ عقیدہ و نظریہ اور موقف و فکر قطعی طور پر اس

حدیث شریف سے ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی شراح حدیث اور علمائے احناف نے آج تک اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بنو فاطمہ، بنو ہاشم، بنو عباس، بنو امیہ، بنو عقیل، بنو جعفر، صدیقی، فاروقی، عثمانی اور علوی (اعوان) یہ تمام آپس میں نسباً کفو ہیں اور بسلسلہ نکاح ان میں تفاضل کا کوئی اعتبار نہیں اور ہم نے اس کتاب میں متعذد پاراکفاء کے آپس میں نکاح کا حکم بیان کر دیا ہے۔

دوسرا نکتہ: حدیث بخاری میں آخری جملہ واصطفانی من بنو ہاشم کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ آپ کا اصطفاء اور انتخاب بہ اعتبار فضائل حمیدہ ہے، نہ کہ بہ اعتبار ثبوت و دیانت یا بہ اعتبار تقویٰ و صالحیت کے اور یہ امر متفق علیہ ہے کہ حضور علیہ السلام فضائل حمیدہ کے اعتبار سے تمام بنو ہاشم، قریش اور تمام عرب و عجم پر کُلّی فضیلت رکھتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ واصطفانی کے اس تخصیصی لفظ سے یہ ہرگز مراد نہیں لی جاسکتی کہ آپ کے رُجۃ ثبوت پر فائز ہونے کے بعد اپنی قوم قریش یا بنو ہاشم سے آپ کا نسبی سلسلہ منقطع ہو گیا، حالانکہ ثبوت و رسالت کے اس منصبِ عالی پر فائز ہونے کے بعد بھی آپ کے اُسی قوم و خاندان سے ہونے کی صراحت آیات قرآنیہ میں بھی موجود ہے، جس کا انکار موجب کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وانذر عشیرتک الاقریین (الایہ) آپ اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈرائیے۔

عشیرۃ کا لفظ عربی زبان میں انسان کے باپ کی طرف سے قریبی رشتہ داروں کی جماعت پر بولا جاتا ہے، کیوں کہ اُن سے انسان عددی کثرت حاصل کرتا ہے اور گویا وہ

اُس کے لیے بمنزلہ عد و کمال کے ہیں، کیوں کہ عشرۃ کا عد وہی کمال ہوتا ہے۔

قریش کا نسبی اعتبار سے حضور ﷺ کا کفو ہونا منصوص ہے

قارئین کرام! ہم حضور علیہ السلام کے اپنی قوم کے ساتھ بقائے رشتہ پر ایک اور قرآنی دلیل پیش کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا اے میرے پروردگار! بے شک میری قوم (قریش) نے قرآن مجید بالکل چھوڑ دیا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں قومی سے مراد قریش ہیں۔ صاحب تفسیر روح البیان نے بھی یہی تحریر کیا ہے اور صاحب تفسیر مظہری نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ گویا رسالت مآب ﷺ کا قریشی ہونا منصوص ہو گیا۔ واصطفانی من بنی ہاشم والی حدیث شریف پر تو بہ اعتبار سند و رواۃ اعتراض ہو سکتا ہے، مگر ان قومی کی نفس میں اشتباہ خفیف بھی موجب کفر ہے، لہذا قریش نسبی اعتبار سے رسول اور ذریت رسول کے بلحاظ نص بھی کفو ٹھہرے۔

عجمی کے علویہ کے کفو ہونے پر مختصر دلائل

پہلی دلیل: فقہ حنفی کی معتبر کتاب فتاویٰ قاضی خان، جس کے مؤلف الشیخ القاضی الامام الاجل الزاهد البارع الکبیر الأستاذ فخر الملة والذین الحسن بن منصور بن محمود الاوزجندی، التوفیٰ 596ھ ہیں، جن کے بارے علامہ ابن عابدین شامی

نے ردالمحتار میں فرمایا:

الثالثة طبقة المجتهدين في المسائل التي لانص فيها عن صاحب المذهب كالخضاف وابی جعفر الطحاوی وابی الحسن الكرخي وشمس الأئمة الحلواني وشمس الأئمة الشرخسي وفخر الاسلام البردوي وفخر الدين قاضي خان وأمثالهم فانهم لا يقدرّون على شيء من المخالفة لأفي الأصول ولا في الفروع لكنهم يستنبطون الأحكام في المسائل التي لا نص فيها على حسب الأصول والقواعد (لح)

ترجمہ: تیسرا طبقہ مجتہدین فی المسائل کا ہے جو ان مسائل میں اجتہاد کرتے ہیں جن میں صاحبِ مذہب سے کوئی نص موجود نہ ہو، جیسے کہ امام خضاف، ابو جعفر طحاوی، ابوالحسن کرخی، شمس الأئمة حلوانی، شمس الأئمة سرخسی، فخر الاسلام بردوی اور فخر الدین قاضی خان اور ان کی مثل، کیوں کہ یہ لوگ اصول و فروع میں مخالفت کی قدرت نہیں رکھتے، لیکن جن مسائل میں نص موجود نہ ہو، اصول و قواعد کے مطابق ان مسائل کے احکام کا استنباط کرتے ہیں۔

اسی طرح علامہ شامیؒ نے اپنے مشہور زمانہ رسالہ شرح عقود رسم المفتی کے ص 5 پر یہی بات تحریر فرمائی اور رسالہ مذکور کے ص 30 پر متعدد اشعار میں سے ایک شعر یہ بھی لکھا۔

و مسابق الاقوال فی الخانية و ملنقى الا بحر ذومزقة

اور پیچھے نثر میں لکھا: اے ان الاقوال الرائعة فی فتاوی الامام قاضی خان لہ مزقہ

علی غیرہ فی التوجہان للعلم یعنی بے شک وہ اقوال جو فتاویٰ قاضی خان میں ہیں، قاضی خان کو ترجیح مسائل میں دیگر علماء پر فضیلت حاصل ہے۔

حضرت فاضل بریلوی کی نظر میں امام قاضی خان کا علمی مقام

نیز چودھویں صدی کے فقہ حنفی کے متبحر عالم دین حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی جو اپنے دور میں مجتہدانہ بصیرت کے حامل اور فقہائے احناف میں ممتاز مقام کے حامل تھے اور جن کے مشہور زمانہ فتاویٰ رضویہ کو فقہ حنفی کا انسائیکلو پیڈیا کہا جاسکتا ہے، انہوں نے بھی امام قاضی خان کی ثقاہت و ثقاہت اور فقہی مقام اجتہاد فی المسائل پر خوب روشنی ڈالی ہے، جس کا حوالہ ہم ماقبل میں دے آئے ہیں۔ اس مقام کے حامل امام قاضی خان نے اپنے فتاویٰ میں لکھا: وقال الشيخ الامام الزاهد علي بن محمد البزدويّ الفقيه يكون كفو للعلوي لان شرف الحسب فوق شرف النسب۔ انتہی ترجمہ: الشيخ الامام الزاهد علي بن محمد البزدويّ نے فرمایا: فقہ کا عالم، علوی کا کفو ہے، اسی لیے کہ حسب کا شرف، نسب کے شرف پر فائق ہے۔

نتیجہ عبارت

قارئین کرام! یہ حوالہ قاضی خان کا ہے، جن کا فقہی مقام بطور محررہ بالا میں بیان ہو چکا اور پھر انہوں نے امام زاہد علی بن محمد بزدوی التوئی 482ھ کا حق رقول نقل کیا، جو کہ پانچویں صدی ہجری کے مشہور اصولی و فقیہ ہیں، اصول فقہ میں آپ کی

کتاب اصولی بزدوی مشہور و مطبوع ہے اور یہ امام بزدویؒ بھی امام قاضی خان کی طرح مجتہدین فی المسائل میں شامل ہیں، بلکہ علامہ شامیؒ نے قاضی خانؒ سے اُن کا نام پہلے تحریر فرمایا۔ اُن کے نزدیک فقیہ علوی کا کفو ہے، جب کہ ہمارے علامہ مشاق احمد چشتی صاحب بھند ہیں کہ عالم اور فقیہ علوی اور علویہ کا کفو نہیں ہے۔

اعتراض: آپ (نصیر الدین نصیر) امام قاضی خانؒ کا حوالہ بڑے مہتمم بالشان طریقے سے دے رہے ہیں کہ وہ کہتے ہیں فقیہ علویہ کا کفو ہے، لیکن وہی امام قاضی خانؒ غیر کفو میں نکاح نافذ نہ ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں تو آپ نہیں مانتے اور جواب میں کہتے ہیں کہ ظاہر روایت کے مطابق یہ نکاح اولیاء کی رضاء سے غیر کفو میں نافذ و لازم ہو جاتا ہے، حالانکہ وہاں امام قاضی خانؒ نے اپنے اسی رتبہ اجتہاد فی المسائل کو استعمال میں لا کر روایتِ نادرہ پر فتویٰ دیا۔ وہاں آپ ظاہر روایت کا سہارا لیتے ہیں، یہاں بھی تو صاحب بحر الزائق نے عجمی عالم کا علویہ کے کفو نہ ہونے کو ظاہر الزواہ لکھا، جس کو حاشیہ میں علامہ شامیؒ نے بھی ذکر کیا اور تسلیم کیا کہ ظاہر مذہب اسی طرح ہے اور اُس کی تردید نہ کی، بلکہ توجیہ کی، جس کو آپ بھی تفصیلاً لائے ہیں۔ ذیل میں وہ حوالہ بھی دیکھ لیں کہ غیر کفو میں نکاح نافذ نہ ہونے کو امام قاضی خانؒ کا قول کہا گیا۔

شرح الوقایہ میں ہے: نفذ نکاح حوۃ مکلفۃ ولرمن غیر کفو ہلا ولتی ولۃ

الاعتراض هنا ای للولتی الاعتراض فی غیر الکفو وروی الحسن عن ابی حنیفۃ

عدم جوازہ اُی عدم جواز النکاح من غیر کفو وعلیہ فتویٰ قاضی خانؒ۔
 جواب: ہم امام قاضی خانؒ کے غیر کفو میں نکاح کے عدم جواز کے بھی قائل ہیں۔
 اصل بات یہ ہے کہ غیر کفو میں فقہ حنفی کے مطابق نکاح کی دو روایتیں ہیں۔
 ایک ظاہر الروایہ جس کا مفاد یہ ہے کہ لڑکی اگر غیر کفو میں ولی اقرب کی رضا مندی کے بغیر نکاح کر لیتی ہے تو وہ نکاح منعقد تو ہو جاتا ہے، مگر لازم نہیں ہوتا، یعنی اولیاء کو عند القاضی اُس نکاح کے فسخ کروالینے کا حق حاصل ہوتا ہے، چاہے تو قاضی اسے برقرار رکھتے اور چاہے تو فسخ کر دے، جب کہ دوسری روایت حسن بن زیاد سے ہے جو نوادر کے قبیلے سے ہے، اس روایت کے مطابق اگر لڑکی نے غیر کفو میں اپنے ولی اقرب کی اجازت و رضا کے بغیر نکاح کر لیا تو یہ نکاح اصلاً یعنی سرے سے منعقد ہی نہیں ہوا، جب منعقد ہی نہیں ہوا، تو لا محالہ وہ صحبت، صحبت زنا ہوگی۔ آپ کی اعناد کردہ کتاب شرح الوقایہ میں بھی اسی طرح ہے، ملاحظہ کر لیں: **وَأَمَّا مَسْأَلَةُ الْكَفْوِ فَقِي ظَاهِرُ الزَّوَايَا النِّكَاحُ مِنْ غَيْرِ كَفْوٍ يَنْعَقِدُ لَكِنْ لِلْوَلِيِّ إِلَّا عِرَاضُ أَنْ شَاءَ فَنَسَخَ وَأَنْ شَاءَ أَجَازَ وَفِي رَوَايَةِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ لَا يَنْعَقِدُ۔** انتہی

گویا فقہ حنفی کے مطابق مذکورہ ہر دو روایتوں پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔ یہ مفتی پر منحصر ہے کہ وہ حالات کے تقاضوں اور اُن کی نزاکتوں کے پیش نظر کس روایت پر فتویٰ دینے کو ترجیح دیتا ہے؟ امام قاضی خانؒ کا روایتِ نادرہ پر فتویٰ ہمیں تو قبول ہے، لیکن معترض اور اُس کے جملہ مریدان کو بشمول مولوی مشتق احمد و مفتی وزیر آبادی صاحبان قبول نہیں

ہے، کیوں کہ وہ کہتے ہیں کہ سیدہ کا نکاح اگر اجازت و رضائے اولیاء سے بھی کسی مسلمان غیر سید سے کر دیا جائے تو وہ منعقد ہی نہیں ہوتا اور صحبت، صحبتِ زنا ہے، چاہے وہ ناکح قریشی، ہاشمی، فقیہ کوئی بھی ہو، حالانکہ ہم نے پہاڑوں سے زیادہ وزنی اور مضبوط دلائل سے ثابت کر دیا کہ قریش کے تمام بٹون ایک دوسرے کے کفو ہیں، لہذا اگر کسی سیدہ (تربیتیہ، ہاشمیہ) کا نکاح اولیاء کی رضا مندی سے کسی مسلمان ہاشمی، قریشی، عباسی، صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی (اعوان) یا پھر غیر قریشی عالم باعمل سے کر دیا جائے تو وہ منعقد بھی ہو جاتا ہے اور لازم بھی ہو جاتا ہے۔ ہمیں امام قاضی خانؒ کا فتویٰ بھی قبول ہے کہ اگر ناکح ان محزرہ بالا اوصاف میں سے کسی وصف پر بھی پورا نہ اترے، یعنی واقعی سیدہ کا کفو نہ ہو تو اُس کا نکاح رضائے اولیاء کے بغیر منعقد ہی نہیں ہوگا، مطابق روایتِ نادرہ و فتویٰ امام قاضی خانؒ، لیکن آپ ذرا سوچ کر بتائیں کہ کیا آپ کو امام قاضی خانؒ کا فتویٰ قبول ہے کہ ایک عجیب شخص، جس کا تعلق عجیب اقوام سے ہو مثلاً مغل، پٹھان، شیخ وغیرہ اگر وہ عالم باعمل اور فقیہ ہو تو وہ سیدہ علویہ کا کفو ہے اور کفو ہونے کے ناتے اُس کا نکاح اولیائے سیدہ کی رضا کے ساتھ اور بغیر رضا کے بھی منعقد اور لازم ہو جاتا ہے، کیوں کہ عالم و فقیہ کے سیدہ علویہ کے کفو نہ ہونے کی ظاہر روایت (بقول صاحب بحر) کے باوجود امام قاضی خانؒ نے فتویٰ دیا کہ عالم و فقیہ علویہ کا کفو ہے، جیسا کہ ابھی فتاویٰ قاضی خانؒ کے حوالے سے ہم نے لکھا ہے اور اسی پر تمام علماء و فقہائے احناف کا عمل و فتویٰ جاری ہے جن میں صاحب دُرِّ مختار، علامہ شامیؒ

خیر الدین رحمتی، صاحب مجمع الفتاویٰ، صاحب بڑا زیہ، صاحب محیط، صاحب فیض، جامع الفتاویٰ اور صاحب دُرر جہشی شخصیات شامل ہیں اور حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلویؒ نے بھی اسی تحقیق کے ساتھ اتفاق کرتے ہوئے فتاویٰ رضویہ میں عجی عالم دین کے سیدہ کے کفو ہونے اور ان کے مابین بغیر رضائے اولیاء کے نکاح منعقد و لازم ہو جانے کا فتویٰ صادر کیا، جس کا حوالہ ہم اسی کتاب میں پیش کر رہے ہیں۔ اُمید ہے آپ امام قاضی خانؒ کے اس فتویٰ کو بھی ضرور قبول کر لیں گے۔ اگر آپ نے یہ فتویٰ قبول کر لیا، تو بس پھر جھگڑا ہی ختم ہو گیا۔

کوئی صورت نظر نہیں آتی

حالانکہ ہمارا اور ہمارے گروہ مخالف کا معاملہ کہیں آگے جاتا ہے۔ وہ تو کہتے ہیں کہ سادات بنو فاطمہ کا پوری کائنات میں الگ تھلگ نسب ہے، اُن کا روئے زمین پر کوئی بھی کفو نہیں ہے، چاہے وہ ہاشمی ہو، قریشی، صدیقی، فاروقی، عثمانی، عباسی ہو یا غیر قریشی عربی یا عجی عالم باعمل، فقیہ وقت ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ سادات بنو فاطمہ بھی بنیادی طور پر قریش ہیں اور قریش کے تمام قبائل باہم کفو ہیں اُن میں تفاضل نہیں ہے، لہذا سیدہ فاطمہؓ کا نکاح کسی ہاشمی یا قریشی النسل شخص سے ہو سکتا ہے۔

کفو اور امام قاضی خانؒ کا فتویٰ

ہمارے اس موقف پر سینکڑوں کتبِ احناف گواہ ہیں حتیٰ کہ یہی امام قاضی خانؒ بھی تحریر فرماتے ہیں: فقیریش بعضهم اکفاء لبعض کیف کانوا حتی ان القرشی الذی

ليس بهاشمى يكون كفواً لها شمى وغير القرشى من العربى لا يكون كفواً للقرشى والعرب بعضهم اكفاء لبعض الانصارى والمهاجر فيه سواء۔

ترجمہ: پس قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں، جیسے بھی ہوں، یہاں تک کہ وہ قریشی جو ہاشمی نہیں ہے، وہ ہاشمی کا کفو ہے اور غیر قریشی عربی وہ قریشی کا کفو نہیں ہے اور عرب ایک دوسرے کے کفو ہیں، اس میں مہاجر اور انصار برابر ہیں۔

قارئین کرام! ہمارے فریق مخالف کو چاہیے کہ وہ امام قاضی خانؒ کے اس فتویٰ کو بھی بلا تاثر مان لیں، جس طرح غیر کفو میں نکاح کے اصلاً منعقد نہ ہونے پر امام قاضی خانؒ کے قول کی تشہیر کر رہے ہیں، اسی طرح امام مذکور کے ان دو فتوؤں کو بھی مان لیں کہ تمام قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں، نیز عجمی عالم و فقیہ علویہ کا کفو ہے، حالانکہ انہی امام قاضی خانؒ نے اپنے فتویٰ میں یہ بھی تو لکھا ہے: اِذَا زَوَّجْتَ الْمَرْأَةَ نَفْسَهَا غَيْرَ كُفْوٍ وَرَضِيَ بِهِ أَحَدُ الْأَوْلِيَاءِ لَمْ يَكُنْ لِهَذَا الْوَلِيِّ وَلَا لِمَنْ هُوَ مِثْلُهُ أَوْ حَوْنَةٌ فِي الْوَلَايَةِ حَقُّ الْفَسْخِ وَيَكُونُ ذَلِكَ لِمَنْ فَوْقَهُ، یعنی جس وقت عورت نے اپنا نکاح خود کسی غیر کفو کے شخص سے کر لیا اور اُس کے اولیاء میں سے کوئی ایک راضی ہو گیا تو اب بعد از نکاح، اُس ولی کو حق فسخ حاصل ہوگا اور نہ اُس سے نیچے درجے والے کسی ولی کو یہ حق حاصل ہوگا، بلکہ اُس سے اوپر والے ولی یعنی ولی اقرب کو اس فسخ کا حق ہوگا۔

قارئین کرام! حق فسخ سے مراد حق اعتراض ہے کہ وہ ولی اقرب اعتراض کر سکتا ہے یعنی قاضی کے پاس فسخ نکاح کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ براہ راست فسخ کرنے کا حق

اور عمدہ قاضی کا ہے نہ کہ اولیاء کا۔ اس بات کو بھی خود قاضی خانؒ نے اسی مقام پر لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو فرماتے ہیں: اذا زوجت المرأة نفسها غير كفو كان للاولياء من العصبه حق الفسخ ولا يكون الفسخ لعدم الكفاة الا عند القاضي لانه مجتهد فیہ۔

ترجمہ: جب کسی عورت نے اپنا نکاح خود غیر کفو میں کر لیا تو اُس کے عصبہ اولیاء کو حق فسخ حاصل ہوگا اور عدم کفایت کی وجہ سے حق فسخ صرف قاضی کے پاس ہی ہے کیوں کہ اس معاملے میں اُسے حق اجتہاد حاصل ہے، وہ حالات و واقعات کو دیکھ کر چاہے تو فسخ کر دے اور چاہے نہ کرے۔

تاریخ کرام! ہم یہ جزئیہ فتاویٰ قاضی خانؒ میں سے بغیر تبصرہ کے نقل کر رہے ہیں۔ ہمارے فریق مخالف میں اگر انصاف نام کی کوئی چیز موجود ہوئی، تو وہ اس پر ضرور غور کریں گے۔ (اعتراض کا جواب مکمل ہو گیا)

شرفِ علم، شرفِ مال و نسب سے بالا اور قوی ہے

دوسری دلیل: امام ابن ہمامؒ نے فتح القدیر میں بیان فرمایا: وفي الجامع لقاضی خان قالوا الحسیب یکون کفاً للتسیب فالعالم المعجمی کف للجاهل العربی والعلویۃ لان شرف العلم فوق شرف النسب۔ یعنی جامع الفتاویٰ قاضی خانؒ میں ہے کہ علماء و مشائخ فُقہاء کی ایک جماعت کثیرہ نے کہا کہ حسب والا نسب والے کا کفو ہے۔ پس عجمی عالم دین، جاہل عربی اور علویہ کا کفو ہے، اس لیے کہ شرفِ علم، شرفِ نسب

۱۔ فتاویٰ قاضی خانؒ، ج 1، ص 164، مطبوعہ مکتبہ خانیہ پشاور

۲۔ فتح القدیر، از امام ابن الہمام کمال الدین محمد بن عبد الواحد سیواسی اسکندری، التوثیق 861ھ، ج 3، ص 190

کے شرف سے اوپر ہے۔

تیسری دلیل: صاحب دُرِّ مختار علامہ شیخ علاؤ الدین الحسکفیؒ التوفیٰ 1088ھ 1677ء نے اپنی کتاب جس متن کی شرح کے طور پر لکھی، اُس متن کا نام تنویر الابصار لشیخ محمد بن عبد اللہ التمر تاشی الحنفی ہے۔ ماتن نے لکھا تھا: العجمی لا یکن کفوًا للعربیۃ ولو عالمًا وهو الاصح۔ متن کی شرح میں صاحب دُرِّ مختار نے لکھا: فتح عن الینایع واذ غی فی البحر انة ظاهر الزوایة وافزه المصنف لکن فی النهر ان قُسر الحسیب بلذی المنصب والجاه فغیر کفوًا للعلویۃ کما فی الینایع وان بالعالم فکفو لان شرف العلم فوق شرف التسب والمال کما جزم به البزازی وارتضاء الکمال وغیره والوجه فیم ظاهر ولذا قیل ان عائشة افضل من فاطمة رضی اللہ عنہما ذکرہ القہستانیؒ۔

ترجمہ: صاحب فتح القدیر نے ینایع کے حوالے سے اسے ذکر کیا اور بحر الزائق میں دعویٰ کیا گیا کہ یہ ظاہر الزوایہ ہے، تو مصنف تنویر الابصار نے اسے برقرار رکھا، لیکن شہر الفائق میں ہے کہ اگر حسیب کی تفسیر صاحب منصب و جاہ کے ساتھ کی جائے، تو وہ علویۃ کا کفو نہیں ہے، جیسا کہ ینایع میں آیا اور اگر حسیب کی تفسیر عالم کے ساتھ کی جائے، تو پھر وہ علویۃ کا کفو ہے، اس لیے کہ علم کا شرف، نسب اور مال کے شرف سے اوپر ہے، جیسا کہ بزازی نے اس کے ساتھ جزم (یقین و وثوق) کیا اور اس کو کمال نے بھی پسند کیا اور اُس کے علاوہ اور علماء و فقہاء نے بھی اور اس کی وجہ ظاہر ہے۔ اسی لیے یہ کہا گیا

کہ حضرت عائشہؓ حضرت فاطمہؓ سے افضل ہیں۔ اس کو قہستانی نے ذکر کیا۔

حیب و نسیب کا فرق

قارئین کرام! شارح علامہ علاؤ الدین الحصکفیؒ نے ماثن کا رد کیا، جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک حیب ہوتا ہے اور دوسرا نسیب۔ حیب وہ ہے جس کے اخلاق قابل ستائش ہوں۔ اس حیب کی دو قسمیں ہیں: اول وہ جو عالم دین ہے، دوم وہ جو عالم دین نہیں، لیکن ذی مرتبہ اور صاحبِ عزت ہے اور لوگ اُس کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور نسیب وہ ہے جو نسب کے لحاظ سے شریف ہے، جیسے ساداتِ کرام، بنو ہاشم اور قریش۔ صاحبِ تنویر الابصار نے کہا کہ عجمی خواہ عالم ہو یا عالم تو نہ ہو، لیکن ذی مرتبہ اور صاحبِ منصب ہو، عربیہ عورت کا کفو نہیں ہیں اور صاحبِ دُرِّ مختار نے اس کو رد کیا کہ اگر حیب عالم نہیں ہے، لیکن ذی منصب اور صاحبِ مرتبہ ہے تو یہ علویہ کا کفو نہیں اور اگر حیب سے مراد عالم دین ہے تو پھر وہ عربیہ، علویہ وغیرہا کا کفو ہے۔

خاص نوٹ: ہمارے مخالفین بحر الزائق کا حوالہ پیش کر کے کہتے ہیں کہ صاحبِ بحر نے کہا یہ ظاہر الزوایہ ہے کہ عجمی عربیہ کا کفو نہیں ہے، لہذا ظاہر الزوایہ پر عمل کرنا اولیٰ ہوتا ہے۔ تو صاحبِ دُرِّ مختار نے، صاحبِ بحر الزائق کا اسے ظاہر الزوایہ کہنے کو وادعی فی البحر کہا یعنی ادعی یا مجہول کا صیغہ ہے کہ یہ دعویٰ کیا گیا، جو ضعف کی طرف اشارہ ہے یا پھر معروف کا صیغہ ہے اور اس کا فاعل ہو ضمیر ہے، جس کا مرجع

صاحب بحر الرائق ہے یا پھر ادعٰی کا قائل البحرانی ہے یعنی کتاب البحر نے دعویٰ کیا۔ مقصد یہ ہے کہ صاحب کتاب نے دعویٰ کیا، گویا صاحب دُرِّ مختار کے نزدیک یہ محض دعویٰ ہے۔ اس کی کہیں بھی صراحت نہیں ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ سے یہ منقول ہے، کیوں کہ ظاہر الروایہ اُسی کو کہتے ہیں، جو روایات امام صاحب سے امام محمدؒ نے اپنی چھ کتب مشہورہ میں بیان کی ہوں، جیسا کہ علامہ شامیؒ نے فرمایا:

وكتب ظاهر الروايات أنت سنا وبالأصول أيضا سعت

ترجمہ: اور ظاہر الروایہ کی کتابیں آئی ہیں (تعداد میں) سچا اور وہ اصول بھی کہلاتی ہیں۔

جب کہ دوسرا مصرع شامی میں اس طرح درج ہے: سنا لكل ثابت عنهم حوت یعنی اُن کی تعداد سچا ہے اور وہ ہمارے اُئمہ ثلاثہ سے تمام ثابت شدہ روایات کا احاطہ کر لیتی ہیں۔

لہٰذا یہ محض ظاہر الروایہ ہونے کا دعویٰ ہے، جیسا کہ علامہ شامیؒ نے دُرِّ مختار کی اسی عبارت پر حاشیہ رد المحتار میں لکھا: ولما ما ذكره من ظاهر الرواية فقد تبع فيه البحر وقول الشارح وادعى في البحر الخ يُفيد ان كونه ظاهر الرواية مجوز دعوى لادليل عليها سوى قولهم في الحتون وغيرها والعرب اكفاء أي فلا يكا فنههم غيرهم ولا يخفى ان لهذا وان كان ظاهره الاطلاق ولكن قيده المشايخ بغير العالم وكم له من نظير فان شأن المشايخ المذهب افادة قيود وشرائط بصارات مطلقة استنباطا من قواعد كلية أو مسائل فرعية أو أدلة نقلية وهنا كذلك۔

۱۔ شرح عقود رسم المفتی، ص 9، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

۲۔ رد المحتار علی الدر المختار، ج 1، ص 36

۳۔ رد المحتار علی الدر المختار للعلامة الشافعي، ج 2، ص 350، مطبوعہ مکتبہ بریلویہ کراچی

ترجمہ: لیکن شارح صاحب دُرِّ مختار نے جو اس قول کو ظاہر الروایہ کہا، تو اس نے صاحب بحر کے حوالے سے کہا اور شارح کا یہ کہنا واذعی فی البحر الخ اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ اس قول کا ظاہر الروایہ ہونا محض دعویٰ ہے، اس پر کوئی دلیل نہیں ہے، سوائے اس بات کے کہ متون وغیرہ میں جہاں یہ آیا ہے عرب آپس میں کفو ہیں، یعنی اُن کا غیر (غیر عرب) اُن کا کفو نہیں ہے اور یہ بات مخفی نہیں ہے۔ اگرچہ ظاہر اس میں غیر عرب کو مطلق رکھا گیا ہے کہ خواہ عالم ہو یا غیر عالم، لیکن مشائخ نے غیر عرب کو غیر عالم کے ساتھ مقید کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ غیر عرب اور عجمی جو عالم نہیں ہے وہ عرب کا کفو نہیں ہے اور جو عجمی عالم ہے، وہ عرب کا کفو ہے اور اس بات کی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ مشائخ مذہب کی یہ شان ہے کہ مطلق عبارات کو متعید کرتے ہیں اور اُن کی شرائط ذکر فرماتے ہیں اور یہ تقیید، مشائخ کرام قواعد کلیّہ اور مسائل فرعیّہ اور دلائل نقلیّہ سے مستعبط کرتے ہیں اور یہاں ایسا ہی ہے کہ مشائخ نے جو غیر عرب عجمی کی تقیید غیر عالم کے ساتھ کی ہے، یہ اسی قبیل سے ہے۔

علامہ شامیؒ اور ہمارے موقف کی تصویب

چوتھی دلیل: علامہ ابن عابدین شامیؒ، التوثیق 1252ھ نے الذر المختار فی تنویر الابصار پر حاشیہ لکھا، جس کا نام رد المحتار رکھا۔ اُس میں علامہ شامیؒ نے ہمارے موقف کی تصویب فرمائی اور تنویر الابصار کا رد فرمایا۔ ملاحظہ ہو:

اقول حیث کان مافی الینابیع من تصحیح عدم کفایة الحسیب للعربیة مبنیاً

علی تفسیر الحسیب بذی المنصب والجاه لم یصح ما ذکره المصنف من تصحیح عدم الکفایة فی العالم و ذکر الخیر الزملی عن مجمع الفتاوی العالم یكون کنوا للعلویة لان شرف الحسب اقوی من شرف النسب وعن هذا قيل ان عائشة افضل من فاطمة لان لعائشة شرف العلم کذا فی المحيط و ذکر ایضا انه جزم به فی المحيط والبرزازیة والفیض و جامع الفتاوی وصاحب الدرر۔

ترجمہ: میں (علامہ شامی) کہتا ہوں کہ جب یا بیچ والے نے یہ کہا کہ جو حسیب عالم نہیں اور صاحب منصب و مرتبہ ہے وہ عربیہ عورت کا کفو نہیں اور یہی صحیح ہے تو مصنف یعنی تنویر الابصار والے نے جو اُس کی تصحیح کی ہے کہ حسیب بمعنی عالم بھی علویہ کا کفو نہیں۔ تو تنویر الابصار کا یہ کہنا صحیح نہیں، بلکہ غلط ہے۔ خیر الدین رملی (جو کہ صاحب دُرِّ مختار کا اُستاد ہے، جن کو صاحبِ فتاویٰ خیریہ کہتے ہیں، اُن کا دو جلدوں میں مجموعہ فتاویٰ مطبوعہ ہے، آپ کا زمانہ 992ھ سے 1081ھ تک ہے) نے بحوالہ مجمع الفتاویٰ ذکر کیا، کہ عالم علویہ کا کفو ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حسب یعنی شرفِ علم، نسب کے شرف سے قوی تر ہے اور اسی لیے کہا گیا ہے کہ سیدہ عائشہؓ حضرت سیدہ فاطمہؓ سے افضل ہیں، کیوں کہ عائشہؓ کے لیے علم کا شرف ہے اور خیر الدین رملی نے یہ بھی ذکر کیا کہ محب، برزازیہ، فیض، جامع الفتاویٰ اور صاحبِ دُرِّ نے اسی مسئلہ کے ساتھ جزم کیا ہے یعنی علم کی شرافت، نسب کی شرافت سے قوی تر ہے اور حضرت عائشہؓ من وجہ علمہا

حضرت فاطمہؑ سے افضل ہیں۔

رد المحتار اور الذر المختار کی وجہ تسمیہ اور صحیح تلفظ

الفائدة الأولى: الذر المختار مرکب تو صیغی ہے، جس کا معنی منتخب موتی ہے۔ اسے دُرِّ مختار پڑھنا بھی صحیح ہے کیوں کہ فارسی ترکیب میں مرکب تو صیغی اسی طرح آتا ہے۔ لہذا الذر المختار عربی میں اور دُرِّ مختار فارسی میں مرکب تو صیغی ہوا، مگر جو لوگ دُرِّ المختار پڑھتے ہیں، یہ غلط ہے، کیوں کہ اس طرح عربی ترکیب میں مرکب اضافی ہو گیا جو کہ غلط ہے۔

الفائدة الثانية: رد المحتار مرکب اضافی ہے اور المختار اسم مفعول بمعنی حیرت زدہ ہے۔ علامہ شامیؒ نے اپنے اس حاشیہ کے نام کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: قد ارشدت من احتار من الطلاب في فهم معاني هذا الكتاب (تحقیق میں نے اس کتاب (دُرِّ مختار) کی مراد سمجھنے میں حیرت زدہ طلبہ کی راہنمائی کی ہے) فلہذا سمّيتها رد المحتار علی الذر المختار (پس اسی لیے میں نے اس کا نام رد المحتار علی الذر المختار رکھا ہے) گویا اب پورا نام رد المحتار علی الذر المختار فی تنویر الابصار (حیرت زدہ کو پھیرنا منتخب موتی کی طرف، جو آنکھوں کو روشن کرنے والا ہے) ہوا۔ یعنی ایک شخص کا قیمتی موتی گم ہو گیا جو کہ نورِ بصر ہے، وہ اس کی تلاش میں حیران و پریشان ہے، علامہ شامیؒ نے اس کی راہنمائی کی کہ دیکھ تیرا مطلوب یہ ہے۔

متمیمہ: جو لوگ اسے رد المختار (خاء کے ساتھ) بولتے یا لکھتے ہیں، وہ بھی بے سمجھی سے ایسا کرتے ہیں۔

الفائدة الثالثة: الذَّوِّ المختار کے مؤلف علامہ علاؤ الدین حصکفی ہیں۔ حسن کیفا (کیفا نامی قلعہ) کی طرف نسبت کی وجہ سے حصکفی کہلاتے ہیں۔ صرف مضاف کو لے کر حصنی بھی کہا جاتا ہے۔ حسن کیفا آپ کا وطن ہے۔ عام لوگ خاء کی زبر کے ساتھ حصکفی بھی بولتے ہیں، جب کہ صحیح تلفظ حصکفی ہے۔

عالم اور علویہ کے نکاح پر علامہ شامی کی دلیل مزید

علامہ شامی صاحب بحر الزائق کے اس قول کی تردید کر رہے تھے، جو انہوں نے عالم عجمی کے علویہ کے کفر نہ ہونے کو ظاہر الزواہیہ اور هو المذهب لکھا، اسی طرح انہوں نے تنویر الابصار کا بھی رد کیا اور لکھا کہ ماتن (صاحب تنویر الابصار) نے اس معاملے میں صاحب بحر کا اتباع کیا، جو کہ غلط ہے۔ اب اس کے بعد علامہ شامی نے فیصلہ کن انداز میں فضیلتِ علم و علماء پر ایک عقلی دلیل دی، وہ بھی ملاحظہ ہو: وکیف یصعّ لاحد ان یقول ان مثل ابی حنیفة أو الحسن البصری وغیرهما ممن لیس بعربی اذ لا یكون کفوا لبنت قرشی جاهل أو لبنت عربی بوال علی عقبہ یعنی اور کسی کے لئے یہ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ وہ کہے کہ امام ابو حنیفہ یا حضرت حسن بصری یا ایسی دیگر علمی ہستیوں کی جاہل قریشی یا جاہل عربی، ایڑیوں پر پیشاب کرنے والے کی بیٹیوں کے کفر نہیں ہیں۔

علامہ شامیؒ کا قول فیصل

اب علامہ شامیؒ فیصلہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: فلا جرم اِنَّهٗ جزم بمقاله المشائخ صاحب المحيط وغيرهٗ كما علمت وارتضاه المحقق ابن الهمام وصاحب التهر وتبعهم الشارح فافهم واللہ سبحانہ اعلم۔

ترجمہ: پس ضروری طور پر یہی یقینی بات ہے، جو مشائخ فقہاء صاحب محیط وغیرہ نے فرمائی، جو تو نے جان لی (کہ عالم عجمی عربیہ اور علویہ کا کفو ہے) اور اسی کو محقق ابن ہمامؒ اور صاحب نہر نے اختیار کیا اور شارح (صاحب دُرِّ مختار علامہ حصکلیؒ) نے اُن کا اتباع کیا۔ خوب سمجھ لے اور اللہ سبحانہ ہی زیادہ جانتا ہے۔

قارئین کرام! آپ نے علامہ شامیؒ کے قلم سے ملاحظہ کر لیا کہ عجمی عالم دین علویہ کا کفو ہے۔ اگر علامہ شامیؒ کے نزدیک صاحب بحر کے دعویٰ کے مطابق مذہب اور ظاہر الروایہ یہ ہوتا کہ عجمی مطلقاً علویہ کا کفو نہیں ہے، تو آپ اس کا رد نہ کرتے اور عالم عجمی کے علویہ کا کفو ہونے پر دلائل نقل نہ فرماتے، مگر ہمارے مخالفین بضد ہیں کہ یہی مذہب، ظاہر الروایہ اور امام ابو حنیفہؒ کا جزمی و قطعی فتویٰ ہے کہ عجمی عالم، علویہ کا کفو نہیں ہے، بلکہ عربیہ کا بھی کفو نہیں ہے۔ اس لئے تو امام ابو حنیفہؒ نے باوجود اتنی جلالت علی کے اپنے آپ کو اہل عرب کا کفو نہ سمجھا، چنانچہ مولوی عبدالحی چشتی مرحوم لکھتے ہیں:

”امام اعظم کے اس قول کی یہ تاویل کی جانی مفید نہیں ہوگی کہ حضرت امام صاحب

تواضعاً ایسا فرماتے تھے جب کہ اس قسم کی کوئی روایت اُن سے منقول نہیں اور نہ ہی اس حکم کے خلاف کوئی نص اُن سے روایت کی گئی ہے۔“ (تحقیق الحق الظریف الجید از مولانا عبدالحی چشتی بہاولپوری، ص 80، مطبوعہ ملتان، مقام اشاعت گولڑہ شریف)

علیٰ لطیفہ

قارئینِ کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ مولوی عبدالحی چشتی مرحوم نے یہ فرمایا کہ امام اعظمؒ کا یہی فتویٰ مذہب اور ظاہر روایت ہے کہ عجی، خواہ عالم دین ہی کیوں نہ ہو، وہ قطعاً کسی عربیہ کا کفو نہیں ہو سکتا اور یہ بات امام صاحب نے تواضعاً نہیں فرمائی، بلکہ اُن کا یہی مذہب اور فتویٰ ہے، حالانکہ اسی گروپ کے ایک اور عالم دین مولوی مشتاق احمد صاحب چشتی اپنے کتابچے دفع الاشتباه میں یہ شانِ علم و تحقیق یوں رقم طراز ہیں۔

”امام اعظمؒ کی تواضع اور احتیاط: کفو کے مسئلہ میں امام اعظمؒ نے بارگاہِ نبوت میں انتہائی ادب اور تواضع سے کام لیا۔ آپ عجی النسل تھے، مگر آپ نے قاعدہ مقرر فرمایا کہ کوئی عجی عربیہ کی کفو نہیں بن سکتا۔ امام سرحسّی فرماتے ہیں: فتواضع ولم یر نفسہ کفو العرب (مبسوط سرحسّی، ج 5، ص 22)، امام اعظمؒ نے تواضع کی اور اپنے آپ کو عرب کا کفو قرار نہ دیا۔“

(رفع الاشتباه عن قول سیدنا مہر علی شاہ، ص 20، مطبوعہ گولڑہ شریف)

قارئینِ کرام! دیکھ لیجئے کہ ایک ہی گروپ کے یہ ہردو حضرات باہم الجھے ہوئے ہیں۔ ایک کہتا ہے کہ یہ امام اعظمؒ کی تواضع ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو عرب کا کفو نہیں سمجھا،

دوسرا کہتا ہے کہ یہ تو اضع نہیں، بلکہ اُن کا مذہب ہے اور یہی ظاہر الزواہیہ ہے۔ فیصلہ آپ پر ہے۔

مسئلہ تواضع اور اُس کی مثالیں

حقیقتِ حال یہی ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا یہ مذہب، ظاہر الزواہیہ اور فُزوی نہیں تھا کہ کوئی بھی عجمی، خواہ عالمِ دین ہی کیوں نہ ہو، وہ عربیہ کا کفو نہیں ہے، بلکہ یہ اُنہوں نے تواضعاً اپنے لئے فرمایا اور تواضع کا معاملہ استنباطی مسائل میں ہوتا ہے نہ کہ وجوبی میں۔ چنانچہ علامہ سرحدیؒ نے اسے امام صاحب کی تواضع ہی قرار دیا ہے۔ اب اس سلسلے میں ایک حوالہ ملاحظہ کریں اور تواضع کی دو مثالیں دیکھیں۔

علامہ مولانا جمال الدین الخوارزمی الکمرلانی اپنی کتاب الکفایۃ علی الہدایہ میں فرماتے ہیں (ثم الکفایۃ تعتبر فی النسب) الا علی قول سفیان الثوری فانہ کان یقول لا تعتبر الکفایۃ من حیث النسب وقیل انہ کان من العرب فتواضع ورأى الموالی کفوالہ وابوحنیفۃ کان من الموالی فتواضع ولم یر نفسه کفواللعرّب (انتہی)

ترجمہ: پھر کفایۃ کا نسب میں بھی اعتبار کیا جاتا ہے، مگر سفیان ثوریؒ کے قول کے خلاف، کیوں کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ نسب کے لحاظ سے کفایۃ کا اعتبار نہیں ہے۔ اُن کے اس قول کی توجیہ یہ کی گئی کہ وہ عرب ہونے کے باوجود تواضع کیا کرتے تھے اور موالی (آزاد شدہ غلاموں یا عجمیوں) کو اپنا کفو قرار دیتے تھے اور ابوحنیفہؒ موالی (عجمی) تھے۔

پس وہ تواضع فرمایا کرتے تھے اور باوجود عالم و فقیہ ہونے کے اپنے آپ کو عرب کا کفو نہیں سمجھتے تھے۔

نتیجہ نقلِ عبارت

مندرجہ محولہ بالا عبارت سے دو نتیجے نکلتے ہیں۔

پہلا نتیجہ: امام اعظم ابوحنیفہؒ کا اپنے آپ کو عرب کا کفو نہ سمجھنا، یہ تواضع کے سبب تھا، آپ کا مذہب نہ تھا اور نہ ہی آپ اسے شرعی حکم یا وجوبی حکم سمجھتے تھے۔

دوسرا نتیجہ: حضرت سفیان ثوریؒ عرب ہونے کے باوجود تواضعاً عجمیوں کو اپنا کفو قرار دیتے تھے۔ ثابت ہوا کہ یہ مسئلہ شرعی وجوب اور حلال و حرام کا نہیں ہے، بلکہ تواضع کا ہے اور مستحب ہے کہ عجمی تواضعاً اپنے آپ کو باوجود عالم دین ہونے کے عرب کا کفو نہ سمجھے اور عربی باوجود عرب ہونے کے تواضعاً عجمیوں کو بھی اپنا کفو سمجھے۔

کفو نسبی مستحب ہے، فرض یا واجب نہیں

بات تو وہی ہماری ثابت ہوئی کہ نکاح میں کفو نسبی مستحب ہے، فرض یا واجب نہیں ہے۔ لہذا عجمی اگرچہ عالم دین ہی ہو، وہ باوجود عرب کا کفو ہونے کے تواضعاً اگر اپنے آپ کو عربیہ یا علویہ کا کفو نہ سمجھے تو یہ مستحب ہے۔ اسی طرح عربی کے لئے مستحب ہے کہ وہ باوجود عربی ہونے کے عجمیوں و اسلامی مساوات و اخوت کے سبب اپنا کفو سمجھے، خصوصاً اگر عجمی صحیح العقیدہ اور عالم دین ہو تو پھر عربیوں، علویوں، قریشیوں، ہاشمیوں اور سیدوں کو چاہیے کہ

وہ استحباً اُسے اپنا کفو قرار دیں اور اُس سے رشتہ مناکحت جوڑ لیں۔ یہی مزاج شریعت ہے اور اسی پر علماء اور فقہائے اسلام کا بالعموم اور فقہائے احناف کا بالخصوص فتویٰ جاری ہے۔ چنانچہ علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفیؒ المتوفی 483ھ اپنی کتاب المبسوط میں ایک طویل بحث کے بعد حضرت سفیان ثوریؒ کی دوسری دلیل میں پیش کردہ احادیث کے جواب میں لکھتے ہیں: ملاحظہ ہو: وتناول الحديث الآخر التذلل الى التواضع وترك طلب الكفاية لا الا لزام وبه نقول الا عند الرضا يجوز العقد ليعني دوسری حدیث کا جواب یہ ہے کہ تواضع اور انکسار کرنا اور کفو کی طلب کو ترک کرنا مستحب ہے اور کفو کا اعتبار کرنا لازم نہیں ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ رضا کے وقت (غیر کفو میں) نکاح کرنا جائز ہے۔ قارئین کرام! علامہ سرخسیؒ کی اس عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک کفو کو طلب کرنا لازم نہیں بلکہ مستحب یہ ہے کہ تواضع و انکسار کو اختیار کر کے غیر کفو میں نکاح کیا جائے۔ الحمد للہ یہاں تک مولوی مشتاق احمد صاحب چشتی کے کتا پچے رفع الاشتباه کا بالخصوص اور دیگر مولویان و مفتیان نیاز مندان کو لڑہ کا بالعموم رد ہو گیا، مگر جزوی نہ کہ کلی کیوں کہ رع

سفینہ چاہیے اس بحر بے کراں کے لئے

علامہ ازیں مسئلہ کفو کی وضاحت بایں پہلو کر دی گئی کہ عجمی اگر عالم دین ہو تو وہ عربیہ اور علویہ کا کفو ہے۔ اب عنانِ قلم کو دوبارہ وضاحت مقامِ ایمان و نسب کی طرف پھیرتا ہوں۔ وبالله التوفیق



باب سوم

درجہ ایمان و درجہ نسب

کی

وضاحت



درجہ ایمان، درجہ نسب سے بلند تر ہے

لفظ نسب میں انتسابِ فلان الی فلان کا مفہوم پایا جاتا ہے، یعنی فلاں آدمی باعتبار ولادت فلاں کی طرف منسوب ہے، اس لیے اگر کوئی شخص کسی اعلیٰ شخصیت یا اونچے خاندان کی طرف منسوب ہو تو اسے سبب کہتے ہیں۔ بچوں کہ محض نسبی اعتبار سے کسی کی طرف منسوب ہونا حتمی اور یقینی بھی نہیں ہوتا، بالخصوص دورِ حاضر میں انساب مخلوط ہو گئے ہیں۔ جس نے جو نسب عمدہ اور معزز دیکھا، اپنالیا۔ یہ اعتبار صفات کم درجہ کے لوگ نامور اور معزز خاندانوں کے افراد میں شامل ہو گئے، تاکہ لوگ انہیں عزت دیں اور ان کی تکریم کریں۔

اس لیے آج کل بڑے بڑے خاندانوں کا نسب بھی حتمی نہ رہا اور لوگ آئے دن دنیوی و مالی ترقی کے ساتھ ساتھ تدریجاً تدریجاً نسب اور خاندان بدلنے میں بھی ترقی کر رہے ہیں، حالانکہ ایسا کرنے پر جو حدیث شریف میں آئی ہے اس پر کان دھرنے کی تکلیف ہی نہیں کی جاتی اور پھر ایسے لوگ بڑی چالاکی سے اپنا شجرہ بھی مرتب کروا کے اپنے پاس رکھ لیتے ہیں، تاکہ بوقت ضرورت کام آسکے۔ ایسے حالات میں نسب کی حتمی اور یقینی پوزیشن کمزور پڑ جاتی ہے اور محسوس و شبہات اور مروّز مانہ کی گردابھٹ بھٹے نسیبوں (اونچے نسب والوں) کی نسبی حیثیت کو مشکوک بنا دیتی ہے۔

جنت میں الحاق بالآباء کا معیار ایمان ہے نہ کہ نسب

شاید یہی وجہ تھی کہ قرآن مجید نے جنت میں الحاق بالآباء کا معیار نسب کے بجائے محض ایمان کو قرار دیا ہے کہ نسب اور خاندان تو دنیا میں لتعارفوا پر عمل کرتے ہوئے ایک دوسرے کی پہچان کے لئے ہیں، لیکن آخری نجات اور دخولِ جنت کے لئے ایمان شرطِ اولیٰ ہے، نیز اس لیے بھی نسب کو الحاق بالآباء اور مغفرت کا معیار قرار نہیں دیا جاسکتا کہ اگر باپ دادا بچے مومن تھے تو ہو سکتا ہے کہ اولاد میں کوئی کافر پیدا ہو جائے۔ اگر نسب کو وجہ الحاق بالآباء اور معیارِ نجات قرار دیا جائے تو پھر کافر اور مشرک اولاد کو بھی مسلمان آباء و اجداد سے ملانا ضروری ہوگا اور ایسا ممکن نہیں ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے ایمان کو معیار الحاق بالآباء قرار دیتے ہوئے سورہ طور میں ارشاد فرمایا: وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ۔

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور اُن کی ذریت نے ایمان لانے میں ان (باپ داداؤں) کا اتباع کیا تو ہم اُن کی ذریت کو (بسبب ایمان) اُن سے ملا دیں گے اور اُن (باپ داداؤں) کے اعمال سے کچھ کم بھی نہیں کریں گے، ہر کوئی اپنے کیے کا مہر ہون ہوگا۔

اس آیت میں واضح کر دیا گیا کہ اولاد کو آباء و اجداد سے ملانے کی علت اُن کا نسب نہیں، بلکہ اُن کا ایمان ہوگا۔ اگر الحاق بالآباء کا معیار نسب ہوتا تو پھر مومن

باپ دادا کے ساتھ اُن کی کافر اولاد کو بھی ملا دیا جاتا، حالانکہ ایسا قطعاً نہیں ہے؛ بلکہ اِس کے برعکس بچے کافر و مشرک باپ دادا کی کوئی خوش نصیب اولاد اگر دائرۂ اسلام میں داخل ہو کر ایمان قبول کر لیتی ہے، تو وہ جنت میں صلحائے اُمت کے ساتھ ہوگی؛ بلکہ بعض مواقع پر خود رسول ﷺ نے ایسے ارشادات فرمائے ہیں، جن میں بعض مومنین کو صفاتِ عالیہ اور خصائلِ حمیدہ کے سبب جنت میں انبیاء و شہداء کے ساتھ اور قریب ہونے کی بشارت دی گئی ہے، جیسا کہ یہ حدیث شریف:

اِنَّا جَرِ الصُّلُوقِ الْاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصَّدِيقِيْنَ وَالشَّهَدَاءِ (رواہ الترمذی والدارمی والدارقطنی) یعنی خوب بچ بولنے والا امانت دار تاجر (قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ درجوں میں) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

اِسی طرح یہ حدیث: اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ لَهٗ وَلْغَيْرِهِ فِي الْجَنَّةِ هَكَذَا وَاِشَارَ بِالسَّبَابَةِ وَالْوَسْطَى وَفَرَجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا (رواہ البخاری) یعنی میں اور یتیم (خواہ اپنا ہو یا غیر) کی کفالت کرنے والا اِن دو انگلیوں کی طرح اکٹھے ہوں گے اور شہادت اور بیچ کی انگلی سے اشارہ فرمایا اور اُن کے درمیان کچھ کشادگی فرمائی۔

اِسی طرح ایک اور حدیث شریف: مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ اَنَا وَهُوَ كَذَلِكَ وَضُمَّ اَصَابِعَهُ (رواہ مُسْلِم) یعنی جس شخص نے دو لڑکیوں کو پالا پوسا (اُن کی صحیح تربیت کی) یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئیں، تو وہ قیامت کے میدان میں ایسے آئے گا، میرے ساتھ اکٹھے اِن دو انگلیوں کی طرح اور آپ نے اپنی انگلیوں کو ملایا۔

۱۔ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب المسئله فی المعاملۃ الفصل الثانی، رقم الحدیث 2791

۲۔ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الشفۃ والزحمة علی الخلق، لفصل الاوّل، رقم الحدیث 4941

۳۔ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، رقم الحدیث 4939

اب ان احادیث میں جن خوش نصیبوں کو انبیاء و شہداء حتیٰ کہ سید الانبیاء ﷺ کے جنت میں قرب خاص کی بشارت دی گئی ہے، اُن کے نہ تو نسب کا ذکر ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ اُن کے باپ دادا بھی مومن ہوں، بلکہ فقط ایمان اور پھر اعمالِ صالحہ کو اس نوید مسرت اور انعامِ خلدیت کا معیار و سبب قرار دیا گیا ہے۔ اگر کہا جائے کہ معیارِ نسب کا تعلق دنیا سے ہے اور الحاق کا آخرت سے، لہذا یہ دوا لگ الگ چیزیں ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دنیا میں ایک چیز کی اتنی اہمیت ہو اور آخرت میں اُسے خاک میں ملا دیا جائے۔ روزہ، نماز، زکوٰۃ، حج اور دیگر اعمالِ صالحہ کا تعلق دنیا سے ہے، نہ کہ آخرت سے۔ یہ اعمال دار العمل ہی میں کیے جاتے ہیں، مگر دنیا میں جن لوگوں نے ان تمام چیزوں پر عمل کیا تو قیامت میں بھی اُنہی کے مطابق اُن سے معاملہ کیا جائے گا۔ جس طرح دنیا میں باشعور لوگ ایک پابندِ صوم و صلوٰۃ اور احکامِ شریعتہ پر عمل پیرا ہونے والے کو محترم سمجھتے ہیں۔ یہی سلوک آخرت میں بھی اُس کے ساتھ روا رکھا جائے گا، حالانکہ اچھے کام اُس نے دنیا میں کیے تھے۔ پس ثابت ہوا کہ اگر دنیا میں عالیٰ نسبوں کی محض نسب کے حوالے سے عند اللہ کوئی حیثیت ہوتی تو عدمِ ایمان کی صورت میں بھی اُن کی اُسی نسبی حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے، بروزِ محشر اُن کی ضرور مغفرت کر دی جاتی، مگر یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یاد رہے کہ ہم مطلقاً احترامِ نسب کی نفی نہیں کر رہے، بلکہ اس میں اصل الاصول اور معیاری چیز صرف ایمان ہے، جس کو معیار قرار دے رہے ہیں۔

بعد ارتداد فضیلتِ نسبی کے متعلق ایک خط کا جواب مع مثال

چنانچہ ایک مرتبہ میرے نام خط آیا جس میں پوچھا گیا کہ ہماری فیملی نسباً سید گمرانے سے تعلق رکھتی ہے، مگر بد قسمتی سے فیملی کے کچھ قریبی عزیز مرزائی ہو گئے، کیا ہم اُن کو رشتہ دے سکتے ہیں؟ میں نے جواباً لکھا ہرگز نہیں، کیوں کہ اب وہ ختمِ نبوت پر عدمِ ایمان اور متعدد دُصو صِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ اور اجماعِ اُمت کے انکار کے سبب دائرہ اسلام سے خارج ہو چکے ہیں اور اِس طرح شرفِ ایمان کی نفی سے اُن کا شرفِ سیادت بھی معدوم ہو چکا ہے۔ لہذا اب شریعت میں اُنہیں دوسری غیر مسلم اقوام کے حکم میں رکھا جائے گا۔

اِس کی دوسری مثال یہ ہے کہ لندن کے احمدیہ TV چینل کی نشریات میں کئی مرزائیوں کے نام کے ساتھ اُن کا قومی تعارف بھی تحریر ہوتا ہے۔ میں نے خود کئی مرتبہ دیکھا کہ یہ فلاں سید صاحب ہیں اور یہ فلاں سید صاحب ہیں، یعنی اُن کے ناموں کے ساتھ اُن کا قومی تعارف بھی واضح کرنے کے لیے اہتماماً لفظِ سید لکھا ہوا تھا۔ اب اُمتِ محمدیہ میں سے کون ایسا بد نصیب سید ہوگا جو اُس مرزائی مگر نسباً سید کو اپنی بیٹی کا رشتہ دینے کے حق میں ہو؟ اگر کوئی سید صاحب بد قسمتی سے محض اُسے اپنا ہم نسب سمجھ کر رشتہ دینے کی جسارت کر ہی جائیں، تو پھر اُن کے اپنے ایمان کی خیر نہیں، کیوں کہ کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے اور اگر یہاں یہ کہا جائے کہ نہیں نہیں! کوئی صحیح القلب سید بھی

مرزائی ہو ہی نہیں سکتا اور اگر کوئی ایسا ہے تو اُس کی سیادت قطعی نہیں ہے بلکہ ویسے ہی سید بنا ہوا ہے۔ اب یہاں اُس کی سیادت کو غیر قطعی کہنے والے پر یہ قوی اعتراض وارد ہوگا کہ اگر مرزائیت قبول کرنے والے اُس مدعی سیادت سید کی سیادت تمہارے نزدیک قطعی نہیں، تو تمہاری اپنی سیادت کے قطعی ہونے پر کون سی قطعی دلیل موجود ہے؟ پھر وہ مدعی سیادت مرزائی خود بھی تو کہہ سکتا ہے کہ میرے غیر سید ہونے پر تمہارے پاس کون سی قطعی دلیل ہے؟

جب کہ حضرت گولڑوئیؒ نے بھی فتاویٰ مرہیہ میں کسی بھی سید کی سیادت کو مشکوک سمجھ کر ناقابل اعتبار قرار دینے والوں کو تنبیہ فرمایا تھا: فَإِنْ عَدِمَ قِطْعِيَّةَ السِّيَادَةِ لَا يَسْتَلْزِمُ قِطْعِيَّةَ عَدَمِ السِّيَادَةِ فَرَامَتْهَا تَكْفِي مَصَادِرُهُ فِي مَوْجِبَاتِ الْهَتَكِ عَلَى الْمُحِبِّ اعَاذََنَا اللَّهُ مِنْهُ۔

ترجمہ: کیوں کہ اگر اس امر کا یقین نہیں کہ یہ شخص واقعی سید ہے تو یہ یقین کہاں سے حاصل ہو گیا کہ وہ واقعی غیر سید ہے۔ لہذا سیادت کی بوجہ محبت والے پر ہنک حرمت سے مستوجب سزا ہونے کے لیے کافی ہے۔ خدا کی پناہ ایسی جسارت سے۔ تو جب مسلمان مدعی سیادت کی سیادت میں شک کرنا اور یوں اُس کی بے عزتی کرنا گناہ ہے اور ایک محبت اہل بیت کے دعویدار شخص کے لیے فقط سیادت کی بوجہ کافی ہے تو اُس مرزائی مدعی سیادت کے حق میں بھی سیادت کی بوجہ کافی سمجھا جانا چاہیے، لیکن ہرگز نہیں، کیوں کہ اب اُس کے ایمان کا رشتہ مرکز ایمان سے

کٹ چکا ہے تو اُسے خونی رشتہ کچھ فائدہ نہ دے گا۔ ع

کہ دریں راہ فلاں امین فلاں چیزے نیست

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا حقیقی بیٹا کنعان برادرِ راست ایک عظیم پیغمبرِ خدا کا بیٹا ہوتے ہوئے بھی اگر قرآنی شہادت کے مطابق مشرک و کافر ہو سکتا ہے، تو چودہ سو سال کا طویل عرصہ گزر جانے کے بعد ایک مدعی سیادت خانوادے کا کوئی فرد مرزائی کیوں نہیں ہو سکتا؟ جب کہ کنعان بن نوح کی طرح وہ اپنے خاندان کے مورثِ اعلیٰ کا بلا واسطہ اور قطعی بیٹا بھی نہیں۔

اس مثال کے بعد یہ بات سمجھ آ جانا چاہیے کہ ایمان باللہ والرسول کے بغیر محض نسبی فضیلت کچھ معنی نہیں رکھتی۔ بطورِ خود نسب کی حیثیت تب مسلم ہوتی کہ اسلام کے علاوہ دنیا کا کوئی بھی مذہب اختیار کر لینے کے باوجود بھی کسی عالی خاندان کے شرفِ نسبی میں سرمو فرق نہ پڑتا اور یوں اُمتِ محمدیہ کے تمام اکابر علماء و فقہاء اُس کے اس نسبی شرف کو اُس کے مرزائی و کافر ہونے کے باوجود بھی تسلیم کرتے اور مسلمانوں کو اُسے رشتہ دینے کی اجازت دیتے، مگر یہ بات طے ہے کہ اسلام میں تمام غیر مسلموں کو بشمولِ مرزائیاں رشتہ دینے یا اُن سے رشتہ لینے کی قطعاً اجازت نہیں۔ اسی لیے نکاح کے باب میں جہاں کفر کی اقسام مذکور ہوئیں، وہاں سرفرست اسلام کا ذکر آیا اور جہاں غیر مسلموں سے مناکحت جائز نہ ہونے کا حکم آیا، وہاں الکفر ملۃ واحده کے تحت کسی قوم اور خاندان کی تخصیص نہیں کی گئی۔ فافہم

پاسِ نسب پر قرآنی استشہاد

بعض حضرات ہمیں ہماری تحقیق پسند طبیعت کے سبب معلوم نہیں کیا کیا سمجھتے اور کہتے رہتے ہیں، حالانکہ الحمد للہ ہمارے عقائد اہل سنت و جماعت کے ہیں۔ سلفِ صالحین اور بزرگانِ دین سے ہمیں عقیدت و نیاز مندی کی دولت بھی حاصل ہے، لیکن دائرہ شریعت سے باہر عقیدت یا غلو پسند طبیعت سے ہمیں اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا ہوا ہے۔ یہ سلسلہ فضیلتِ ایمان و نسب جب کچھ ساداتِ کرام سے گفتگو ہوئی اور ہم نے کہا کہ ایمان کا درجہ نسب سے بلند تر ہے، اسی طرح فضیلتِ علمی بھی فضیلتِ نسبی پر فوقیت رکھتی ہے، تو اُن ساداتِ کرام کے مزاجِ شاہانہ کو یہ بات ناگوار گزری، اُنہوں نے ہر دونوں مسائل پر دو دلیلیں دیں۔ ہم ذیل میں ان دونوں دلیلوں کی وضاحت کیے دیتے ہیں۔

دلیلِ اوّل

حضرت گولڑوی پیر مرعلی شاہؒ سے کسی نے ملتان کی ایک مجلس میں سوال کیا ”کیا سید بنی فاطمہ کی تعظیم کے لئے نص میں کوئی ثبوت موجود ہے؟“ تو آپ نے جواب دیا کہ نسب کا شرف قرآن کریم سے ثابت ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی: قُلْ اِنْ كَانَ لِلزَّحٰلِحِ وَلَدٍ فَاَنَا اَوَّلُ الْغٰلِبِیْنَ (سورہ زخرف، آیت 81) ترجمہ: ”یا رسول اللہ (ان عیسائیوں سے) کہہ دیجیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں

اُس کی عبادت کرتا۔“

گویا اللہ تعالیٰ کے فرزند کی عبادت اِس کے نسب کی وجہ سے ہوتی اور چُوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرزند نہیں، اِس لیے اللہ کے سوا کسی کی عبادت جائز نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے بعد پوری کائنات میں سب سے افضل اور قابلِ عزت ہستی رسول اللہ ﷺ کی ہے اور آپ کی اولاد بھی موجود ہے، اِس لیے اُس اولاد کی عزت و تعظیم بھی ضروری ہے۔

جواب نصیر

بندہ نے شاہ صاحبان کی پہلی دلیل سن کر جواباً کہا کہ ہم نہ تو نسب رسول کی عظمت و فضیلت کے منکر ہیں اور نہ حضرت گولڑویؒ کی پیش کردہ دلیل قرآنی کو غلط کہتے ہیں، البتہ یہاں چند باتیں ضرور قابلِ غور ہیں۔

پہلی بات: یہ ہے کہ حضرت صاحب نے یہ تقاضائے سوال فی البدیہہ یہ جواب الزامی طور پر دیا اور آپ جیسی ذہین لطیف اور مطہر شخصیت سے ایسے ہی بے ساختہ اور بدھنگی جواب صادر ہوتے ہیں، جیسے کہ آپ نے ایک نابینا غیر مقلد حافظ قرآن کو الزامات یہ کہہ کر خاموش کرادیا تھا کہ آپ پہلے ایک آیت قرآنی کا جواب بغیر کسی تاویل کے دیں۔ وہ آیت یہ ہے: وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ اَعْمٰی فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِيْلًا اب اگر وہ نابینا حافظ تاویل کرتا، تو اپنی لگائی ہوئی شرط کے تحت ٹھوٹا ہوتا اور اگر بغیر کسی تاویل کے سیدھا سیدھا ترجمہ کرتا، تو خود نابینا ہونے کے سبب گمراہ قرار پاتا، لہذا وہ لا جواب اور شرمندہ ہو کر رہ گیا۔ اسی طرح آپ نے مذکورہ بالا دلیل بھی

۱۔ چنانچہ مولف سمر میر نے اسے آپ کے مناظرانہ کمال کے تحت لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو: سمر میر، ص 420، باب ہفتم،

طبع سوم، 1976ء

اپنی ذہانتِ فطری کے سبب فی البدیہہ پیش کر کے معترض کو خاموش کر دیا، ورنہ اگر آپ کے دلائل و براہین کا اصل رنگ دیکھنا ہو تو تحقیق الحق، سیفِ چشتیائی اور شمس المداہیہ ایسی کتبِ معتبرہ کا مطالعہ کیا جائے۔

دوسری بات: یہ بھی ذہن نشیں رہے کہ ان کان للزحمن ولد فانا اول العبدین اسی طرح کی آیت ہے، جس طرح لو کان فیہما الہة الا اللہ لفسدتا کی آیت ہے اور حدیث شریف میں حضور ﷺ نے خود اپنے خور و سالِ فرزند حضرت ابراہیمؑ کی وفات پر فرمایا تھا: لو عاش لکان صدیفا نبیا یعنی اگر ابراہیمؑ زندہ رہتے، تو بچے نبی ہوتے۔ مقصد یہ ہے کہ ایک محال امر کو تفہیم مسئلہ کے لئے یا تردیدِ قولِ خصم کے لئے شرطاً لایا گیا ہے، جس کا وقوع محالات سے ہے اور مناطقہ کے نزدیک یہ قیاسِ استثنائی ہے، جس میں ثبوتِ مقدم، ثبوتِ تالی کو اور نفیِ تالی، نفیِ مقدم کو مستلزم ہوتی ہے۔

اب اس آئیہ کریمہ کا مفہوم یہ ہوگا ”اگر رحمن کے لئے بیٹا ہوتا تو میں اس کا پہلا عبادت گزار ہوتا“، یعنی اگر رحمن کا بیٹا ہوگا، تو اُس کو لازم ہے کہ میں سب سے پہلے اُس کی عبادت کروں، لیکن بچوں کہ میں اُس کا پہلا عبادت گزار نہیں ہوں، اس لیے رحمن کا بیٹا بھی ناممکن ہے۔ (شارحِ مسلم علامہ غلام رسول سعیدی نے بھی اس آیت کریمہ کا یہی مفہوم شرحِ صحیح مسلم ج 6، ص 734 پر لکھا ہے)

دلیلِ ثانی

شاہ صاحبان نے فرمایا کہ فضیلتِ نسبی، فضیلتِ علمی پر فوقیت رکھتی ہے، کیوں کہ علم

ایک عارضی وصف ہے؛ جب کہ نسب مستقل وصف اور خون کے تعلق کا نام ہے۔ اگر کسی عجمی عالم دین کو ایک علویہ کا کفو اس لئے قرار دیا جائے کہ اس میں وصفِ علم ہے؛ لیکن اگر خدا نخواستہ بوجہ بیماری یا بوجہ حادثہ اُس عالم کا علم ضائع ہو جائے، پھر وصف ہی نہ رہی، تو کفو کب رہا؟ جب کہ نسب تو عمر بھر قائم رہتا ہے؛ چاہے آدمی پاگل ہو جائے، اُس کا حافظہ ختم ہو جائے یا اُسے سب کچھ بھول جائے، مگر نسبی رشتہ اور وصفِ نسبی قائم ہی رہتی ہے۔

جوابِ نصیر

بندہ نے نہایت تسلی سے شاہ صاحبان کی دلیل سنی، پھر عرض کیا کہ قبلہ پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ نے یہ دلیل پیش کر کے گویا اس حد تک تو ہمارا موقف تسلیم کر لیا کہ جب تک عالم دین کی وصفِ علم اُس کے ساتھ رہے گی، اُن تک وہ علویہ کا کفو بھی رہے گا اور اس دوران ہونے والے بچے بھی صحیح النسب حلالی کہلائیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کفایت کے مسئلہ میں متفق علیہ امر دین ہے، یعنی ناکح اور منکوحہ دونوں مسلمان ہوں۔ اگر بالفرض ناکح بعد از نکاح مرتد ہو جائے، تو پھر اس کے نکاح کا کیا بنے گا؟ لہذا اگر علم کا وصف جدا ہو سکتا ہے، تو ایمان والی صفت بھی تو جدا ہو سکتی ہے، تو کیا اُسے بھی خاطر میں نہ لایا جائے؟ مزید برآں یہ کہ اگر نسب والا وصف باقی رہے، مگر ایمان کی وصف مفقود ہو جائے تو کیا پھر نکاح قائم رہے گا؟ پس ثابت ہوا کہ سادات کی نسبی فضیلت اسلام اور اعمالِ صالحہ کے بغیر غیر معتبر اور کالعدم ہے۔ دیکھئے!

نوح علیہ السلام کا بیٹا جب ایمان نہیں لایا، تو آپ سے فرمایا گیا: اِنَّهٗ لیس من اہلک اِنَّہٗ عمل غیر صالح یعنی اے نوح! یہ تمہارا اہل نہیں ہے، کیوں کہ اس کے اعمال نیک نہیں ہیں۔ لہذا ایمان، اعمالِ صالحہ یعنی تقویٰ اور علم کی فضیلت نسب پر فائق ہے۔
حضرت ضحاک کی روایت ہمارے موقف کی مؤید ہے

اسی حوالے سے ایک اہم حوالہ نذر قارئین کیا جاتا ہے، ملاحظہ ہو: روی عن الضحاک فی قولہ (الحقناہم ذریتہم) اُی ابلغ بہم الاطفال الذین لم یبلغوا الی الایمان یلحق الابناء بالآباء۔

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ حضرت ضحاک سے روایت ہے کہ اس آیت کریمہ (الحقناہم ذریتہم) کی تفسیر میں وہ فرماتے ہیں کہ مومن کی وہ اولاد جو چھوٹی عمر میں فوت ہو جائے اور سنِ شعور تک نہ پہنچے، اُن کو قیامت کے دن جنت میں اپنے آباء مومنین کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

اب اس حوالے سے ہمارے استدلال کو باریک بین نگاہ سے دیکھئے۔ مومن کی اولادِ صغیرہ کو اس لیے اپنے آباء کے ساتھ ملا دیا جائے گا، کہ وہ چھوٹی عمر میں فوت ہوئی۔ بد اعمالی اور کفر کے قریب نہیں گئی، بلکہ وہ فطرت پر پیدا ہوئی اور اسی فطرتِ اسلامی پر قائم رہنے کا ماحول اُسے میسر آیا۔ اس فطرت کے تبدیل ہونے کا ماحول اور اسباب اُن کے قریب نہیں آئے، تو یقیناً وہ فطرت (اسلام) پر ہی فوت ہوئے۔ اس لیے اُن کو آباء و اجداد کے ساتھ ملا دیا جائے گا، تاکہ اُن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ اُن کی

آنکھیں ٹھنڈی رکھنے کا سبب 'اُن بزرگوں کا ایمان دار ہونا ہے اور بچوں کا اُن کے ساتھ ہونا، بچوں کا فطرت پر فوت ہونا ہے، نہ کہ محض نسب۔ حدیث شریف میں ہے:

ابو حنیفہ عن عبد الرحمن بن هرمز الا عرج عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال کل مولود یولد علی الفطرۃ فابوہ یہودانہ وی نصرانہ قیل فمن مات صغیرا یارسلو اللہ قال اللہ اعلم بما کانوا عا ملین۔

ترجمہ: حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نے عبد الرحمن بن هرمز الا عرج سے، اُنہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت (اسلامی) پر پیدا کیا جاتا ہے، پس اُس کے ماں باپ اُسے یہودی اور نصرانی بناتے ہیں۔ عرض کی گئی، یا رسول اللہ! جو بچہ چھوٹی عمر میں فوت ہو جائے؟ آپ نے فرمایا اللہ زیادہ جانتا ہے کہ اُن بچوں نے کیا کرنا تھا۔

ورنہ کافروں کے چھوٹے بچوں کو پھر دوزخ میں اُن کے کافر ماں باپ کی نسبِ نحوست کی وجہ سے پھینک دیا جاتا یا دوزخ میں اُن کو قدرے نوازنے کے لئے اُن کے چھوٹے بچوں کو اُن کے ساتھ قید کر دیا جاتا، ہرگز نہیں۔ کافر بچوں کو دوزخ میں اس لیے نہیں پھینکا جائے گا کہ اُن کا کوئی قصور نہیں اور وہ فطرت پر فوت ہوئے۔ لہذا وہ اعراف میں ہوں گے یا جنت میں۔

کفار کی چھوٹی اولاد قیامت کے دن کہاں بھیجی جائے گی؟

مسندِ امام اعظم کے حاشیہ پر کفار کی چھوٹی اولاد کے قیامت کے دن جنت یا جہنم میں

ہونے کی بہت طویل بحث ذکر کی گئی، آخر میں فیصلہ بحث کرتے ہوئے محشی رقم طراز ہے:

وقيل انهم في الجنة قال النووي هو الصحيح المختار الذي صار اليه المحققون لقوله تعالى وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا (الآية)

ترجمہ: اور کہا گیا کہ کفار کی چھوٹی اولاد جنت میں جائے گی۔ نووی نے کہا یہی قول صحیح اور مختار ہے، جس کی طرف اہل تحقیق گئے ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اور ہم کسی کو اُس وقت تک عذاب نہیں دیتے، جب تک ہم اُس کی طرف رسول نہ بھیج دیں۔“

صالحیت صفت ہے نہ کہ نسب

مقام غور ہے کہ کفار کی اولاد بھی اِس لیے جنت میں ہوگی کہ وہ فطرت پر فطرت ہوئی جو کہ فطرۃ اللہ الّتی فطرا الناس علیہا کے مطابق اسلام ہی ہے، تو یہ انعام اِس فطرتِ اسلامی کے سبب ہے، کسی بڑے باپ کی محض اولاد ہونے کے سبب نہیں ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام دنیا میں نبی بن کر مبعوث ہوئے، بلکہ پہلے رسول ہیں، جنہوں نے ازدواجی زندگی گزاری۔ اللہ نے بیٹا دیا، جو براہِ راست اُن کی صُلب سے تھا، مگر عدمِ ایمان اور شرک کی بدولت اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے ارشاد فرمایا:

اِنَّكَ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ کہ یہ تیرے اہل (گھر) سے نہیں۔ اِس کے اعمال ناپسندیدہ ہیں۔ علاوہ ازیں وکان ابوہما صالحا میں بھی باپ کی صالحیت

کو قابل ذکر سمجھا گیا، نہ کہ نسب کو۔ صابیتِ مفت ہے، نسب نہیں۔

مخالفین کی ایک اہم دلیل

ایک حدیث شریف جس میں فرمایا گیا کہ کُلُّ نسب و صہر ینقطع یوم القیامۃ
الانسی و صہری یعنی قیامت کے دن ہر نسب اور صہر کے تمام رشتے ٹوٹ جائیں گے،
مگر میرا نسب اور سرسالی رشتہ نہیں ٹوٹے گا۔

اس حدیث شریف سے بعض نادان دوست یہ استدلال کرتے ہیں کہ باقی دنیا
کے تمام نسب قیامت کے دن بالکل منقطع ہو جائیں گے اور صرف رسول اللہ ﷺ کا نسب
باقی رہے گا، تو معلوم ہوا کہ رسول ﷺ کا خصوصی نسب ہے اور دیگر نسب عام ہیں۔ لہذا
کسی اور نسب (خاندان) والا حضور کے خاندان کا کفو کیسے ہو سکتا ہے؟ بلکہ بعض علو پسند
حضرات اس حدیث شریف سے یہاں تک استدلال کرتے ہیں کہ اسی حدیث شریف
سے تمام اولادِ رسول کا مغفور ہونا ثابت ہو گیا اور اُس کو بغیر کسی پُریش کے قیامت کے
دن حضور ﷺ کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

سادات کے دیگر قبائل قریش کے ساتھ عدم کفایت کا استدلال لغو اور غلط ہے

قارئینِ کرام! یہ دونوں استدلال اور طرزِ استدلال قاسدانہ و ضعیفانہ ہیں۔
آپ ملاحظہ کریں گے کہ ہم ان استدلالوں کے تار و پود کس طرح بکھیرتے ہیں۔
ردِّ استدلالِ اول: ہم اس استدلال کو متعدد وجوہ سے رد کرتے ہیں۔

1: اگر اس حدیث شریف کو سادات کے خصوصی نسب اور دیگر انساب سے عدم کفایت پر محمول کیا جائے، تو اس کی سب سے پہلی نفی خود رسول اللہ ﷺ نے کر دی کہ آپ نے حضرت عثمانؓ کو اپنی دو صاحبزادیاں بیاہ دیں۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے انتہا کر دی کہ انہوں نے اپنی ایک صاحبزادی حضرت عمرؓ کو بیاہ دی۔ معلوم ہوا کہ اس حدیث شریف سے سادات کے دیگر قبائل قریش سے عدم کفایت کا استدلال لغو اور غلط ہے۔

2: اسی حدیث شریف میں نسب کے بعد لفظ صر بھی آیا ہے، جس کا معنی ہے سُسرالی رشتہ، چاہے آدمی کسی سے رشتہ لے کر اُس کو سُسر بنائے یا کسی کو رشتہ دے کر خود اُس کا سُسر بن جائے۔ معلوم ہوا کہ تا قیامت جو شخص سادات کو رشتہ دے کر اُن کا سُسر بنے گا، وہ بھی اس بشارت کا حق دار ٹھہرے گا اور جو سادات سے رشتہ لے کر اُن کو اپنا سُسرال بنائے گا، وہ بھی اس بشارتِ خاص کا مستحق قرار پائے گا۔ اسی لیے حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت علیؓ سے جب اُن کی صاحبزادی سیدہ اُمّ کلثومؓ کا رشتہ مانگا اور حضرت علیؓ نے صاحبزادی کے صغر سنی کے سبب معذرت کی تو حضرت عمرؓ نے طلبِ رشتہ کے پس منظر میں جس نیک جذبہ و خواہش کا اظہار کیا، اُس کا استدلال اسی حدیث شریف سے کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نواہی سے نکاح کر کے آپ سے دو گونہ رشتہ جوڑنا چاہتا ہوں یعنی نسبی و صہری رشتہ۔ اسی لیے حضرت علیؓ نے انہیں اپنی لختِ جگر کا رشتہ عنایت فرمایا، جیسا کہ ہم اس رشتہ کو تاریخی حوالہ جات سے

ثابت کریں گے۔

3: اس حدیث شریف کا وہ مفہوم ہی نہیں جو یار لوگوں نے سمجھا ہے، بلکہ یہی حدیث شریف قدرے لفظی اختلاف کے ساتھ متقدّم کتب میں موجود ہے، مثلاً وعن عمر قال سمعت رسول الله ﷺ يقول ينقطع يوم القيامة كل سبب ونسب إلا سببی ونسبی۔

ایک روایت یوں بھی ہے: ائنی سمعت رسول الله ﷺ يقول كل نسب وسبب ينقطع يوم القيامة إلا ما كان من سببی ونسبی فاحیث ان یکون بینی و بین رسول الله ﷺ نسب و سبب هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجه۔

حضرت عمر کی روایت بھی ہمارے موقف کی مؤید ہے

ایک روایت یوں ہے: فقال (عمر) ان النبی ﷺ قال كل سبب ونسب منقطع يوم القيامة الا سببی ونسبی و كنت قد صحبتہ فاحیث ان یکون هذا - ایضاً یہاں تو حضرت عمرؓ نے وہ بات کہی، جس سے ہمارے موقف کو مزید تقویت ملی کہ انہوں نے رشتہ مانگنے کی حکمت اور اپنی آرزو کا پس منظر بیان کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی ہم نشینی اور خدمت کا شرف تو میں حاصل کر چکا ہوں، اب چاہتا ہوں کہ آپ کے ساتھ نسب کا تعلق بھی قائم ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ جس کے نکاح میں کوئی سیدہ فاطیہ ہو تو گویا اُس کا نسب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جُڑا ہوگا۔ اگر یہاں لفظ صہری کو بھی ملحوظ رکھا جائے تو حضرت عمرؓ کے استدلال سے ثابت ہوگا کہ

۱۔ مستدرک امام احمد بن حنبل، جلد چارم، ص 223

۲۔ مستدرک للحاکم، باب فضائل علیؑ، ج 3، ص 142

۳۔ کنز العمال، ج 7، ص 98، طبع قدیم

اصل میں صر کا رشتہ وہیں ہوتا ہے، جہاں آدمی اپنی بیٹی کسی کو دے کر اُسے داماد بنائے اور خود اُس کا سر بنے۔ گویا رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ترغیباً ہے کہ اگر مجھ سے کبھی منقطع نہ ہونے والا صری رشتہ جوڑنا چاہتے ہو، تو پھر میری اولاد کے ساتھ رشتہ ازدواج جوڑنا، تاکہ تمہیں یہ شرف حاصل ہو جائے۔

قارئین کرام! واضح ہو کہ یہ حدیث جس کو حضرت عمرؓ اس موقع پر بیان کر رہے ہیں، اس کو اہل سنت محدثین کے علاوہ شیعہ علماء نے حضرت علیؓ سے منقول بتایا ہے۔

انسانی زندگی میں تین نوعیت کے رشتے

اب ان تمام روایات کو جوڑ کر دیکھا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ہر انسان دنیا میں آ کر تین نوعیت کے رشتوں میں زندگی گزارتا ہے۔ پہلا رشتہ نسبی، دوسرا حبسی اسے سہمی بھی کہہ سکتے ہیں، تیسرا صری یعنی سسرالی رشتہ۔ جب انسان دنیا میں آنکھ کھولتا ہے تو وہ نسبی رشتے میں جکڑا ہوتا ہے اور جب وہ مکلف، عاقل، بالغ ہو جاتا ہے تو اپنے دین، کردار اور اوصاف کے سبب اس کا حبسی (سہمی) رشتہ وجود میں آتا ہے اور اس کا جب کسی عورت کے ساتھ نسبی و حبسی یا فقط حبسی لحاظ سے تعلق ازدواجی و مناکحت جڑتا ہے، تو اُس کا صری رشتہ بھی قائم ہو جاتا ہے۔ اب یہ تینوں رشتے عمر بھر انسان کے ساتھ چلتے ہیں، لیکن قیامت کے دن اور لوگوں کے لئے یہ رشتے منقطع ہو جائیں گے (اس کا مزید واضح مفہوم ابھی ذکر کیا جائے گا) مگر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جڑے ہوئے رشتے وہاں بھی قائم رہیں گے۔

سہمی اور حبسی رشتہ کی اہمیت

مقام غور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نسب اور صہر کے علاوہ سبب (حبسی رشتہ) کا ذکر بھی فرمایا، بلکہ بعض روایات میں آپ نے اس کا ذکر مقدم رکھا۔ تو اب ایمان، اعمال صالحہ، اتباع رسول، علم شریعت اور تقویٰ و طہارت یہ سہمی و حبسی رشتہ ایسا ہے جو نسب سے اور سسرال سے بھی زیادہ مضبوط و پائیدار ہے، کیوں کہ اگر یہ رشتہ حضور ﷺ کے ساتھ ہوگا، تو نسبی و صہری رشتے کام آئیں گے، ورنہ بیکار ثابت ہوں گے اور ہم یہی بات ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اولاد مومنین کے الحاق بالاباء کا سبب بننے کے لیے اُن کا سہمی رشتہ یعنی ایمان و تقویٰ اولیت کا حامل ہے اور نسبی و صہری رشتہ ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔

4: ہمارے مخالفین نے انقطاع نسب کا جو مفہوم سمجھا ہے، وہ درست نہیں ہے، چنانچہ تفسیر جلالین شریف میں ہے: فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینہم یتفخرون بہا ولا یتساءلون عنہا ای عن الانساب خلاف حالہم فی الدنیا حیث یستل بعضهم بعضا من انت ومن ای قبیلۃ انت یتفخرون لہا کانت الانساب ثابتۃ بعضهم بعضا لا یصح نفیاً اشار الی ان النفی انما ہو لصفۃ المحذوفۃ وفی ابوسعود فلا انساب بینہم ینفعہم لزوال الرحم والتعطف من فرط الحیرۃ والاستیلاء الذہشتۃ بحیث یفر المرء من اخیم وامہ وابیہ وصاحبہم وبنیہ۔

ترجمہ: اور جب صور پھونکا جائے گا، تو اُس وقت اُن کے درمیان نسب نہ ہوگا،

ایسا نسب جس کی وجہ سے وہ آپس میں فخر کیا کرتے تھے اور نہ ہی وہ آپس میں ایک دوسرے سے نسب پوچھیں گے۔ یہ حالت دنیا کی حالت کے خلاف ہے، کیوں کہ اس دنیا میں تو انسان ایک دوسرے سے سوال کرتا ہے کہ تو کون ہے اور کس قبیلے سے تعلق رکھتا ہے؟ قیامت کے دن ایسے سوال نہ کر سکیں گے (کیوں کہ وہاں ہر شخص کو اپنی فکر اور پریشانی لاحق ہوگی) بتفاخرون پر حاشیہ ہے، چوں کہ نسب تو منقطع نہیں ہوتے اور نہ ہی نسب کا انتفاء ہو سکتا ہے، اس لیے فرمایا کہ وہ نسب قیامت کے دن نہ ہوگا، جس پر تم دنیا میں فخر کرتے ہو اور اُس دن کسی کو نسب پر فخر کرنے کی جسارت بھی نہ ہوگی اور تفسیر ابوسعود میں ہے کہ فلا انساب بینہم کا معنی یہ ہے کہ ایسا نسب نہ ہوگا، جو اُن کو نفع دے، کیونکہ روزِ قیامت نفسا نفسی کا عالم ہوگا اور رحم و مہربانی زائل ہو چکی ہوگی، سب کو اپنی فکر لاحق ہوگی، زیادتی حیرت اور غلبہ دہشت کی وجہ سے مہربانی اور رحم کا نام و نشان نہ ہوگا اور ہر شخص بے رحم اور نامہربان بنا ہوگا، چنانچہ ہر شخص اپنے بھائی، ماں، باپ، زوجہ اور بیٹوں سے دور بھاگے گا۔ ثابت ہو گیا کہ نسب اور رشتہ داری کے منقطع ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ وہاں کوئی کسی کو قائدہ نہ دے گا اور نہ ہی کوئی کسی پر شفقت کرے گا، البتہ کچھ خوش نصیب وہ ہوں گے، جو اپنے متعلقین اور احباب کو قائدہ پہنچائیں گے، چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے: **الْاِخْلَافُ يَوْمَئِذٍ لِّبَعْضِهِمْ لِبَعْضٍ عَدُوًّا** المتقین یعنی تمام دوست اُس دن باہم دشمن بن چکے ہوں گے، مگر متقی لوگ۔

تو وہی مومن متقی، جن کا سہمی و جسی رشتہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قائم ہوگا، انہی کے ساتھ اُن کے احباب و متعلقین کا رشتہ قائم ہوگا، یعنی انہیں یہ رشتہ اور تعلق قائم نہ دے گا۔ پس انقطاع نسب کا وہ مفہوم نہیں جو ہمارے مخالفین مراد لیتے ہیں، بلکہ نسب کے لوازمات و مناسبات کی نفی ہوگی کہ رحم، شفقت، تعاون اور محبت ختم ہو جائے گی۔ ہر شخص خود غرضی کی کیفیت میں مبتلا ہوگا، جیسا کہ قرآن مجید میں ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے: يُوَدُّ الْمَجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِنِيبَةٍ وَصَاحِبَةٍ وَآخِيهِ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤَيِّمُ وَمِنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يَنْجِيهِ یعنی پسند کرے گا گنہگار کہ اپنے بدلے میں دے دے اپنے بیٹے، اُس دن کی سختی سے اور اپنی بیوی اور اپنا بھائی اور اپنا گھرانہ جس میں رہتا تھا اور جتنے زمین میں رہنے والے ہیں اور پھر اپنے آپ کو بچالے۔

اگر مکمل نسب بالکل ہی منقطع ہو گیا ہو تو پھر اپنے بدلے اپنے بھائی، زوجہ، بیٹوں کو بطور فدیہ دینے کی خواہش کرنے کا کیا مطلب ہے؟ بلکہ اُسی مطلب و مفہوم کو جو ہم نے بیان کر دیا ہے سچ ماننا پڑے گا۔ لہذا محمولہ حدیث کا وہی مفہوم جو ہم بیان کر رہے ہیں ماننا لازم آئے گا۔ اِس طرح ہم نے مندرجہ بالا چار وجوہ کے ذریعے مخالفین کے استدلالِ اوّل بالحدیث کا رد کر ڈالا ہے۔

مخالفین کا بھوٹا استدلال اور اِس کا رد

ردِ استدلالِ ثانی: اب دوسرے استدلال کا حشر دیکھئے

1: مخالفین نے حدیث محولہ بالا کُل سبب و نسب الخ سے استدلالاً یہ مفہوم اخذ کیا کہ حضور علیہ السلام کی تمام ذریت مغفور ہے، اُن سے کوئی باز پرس نہ ہوگی، اُن کو آپ کے ساتھ اُس درجے میں رکھا جائے گا (انتہی) یہ انتہائی غلط اور بھونڈا استدلال ہے، جو مزاج شریعت اور مفہوم کتاب و سنت کے بالکل برعکس ہے، ایسا مفہوم لینا آیت محولہ بالا (الحاق بالآباء والی) کے سراسر خلاف ہے، جس میں الحاق بالآباء کو ایمان میں اُن کے اتباع کی شرط سے مشروط کیا گیا۔ ایسی احادیث نصوص قرآنیہ کے مقابلے میں لا کر اُن سے اپنی پسند کا استدلال نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ یہ حدیث اور اس جیسی دوسری احادیث قطعی الدلالہ ہی کیوں نہ ہوں، مگر اُن کا آیات قرآنیہ کی طرح قطعی الثبوت ہونا ممکن نہیں۔

2: ہمارے مخالفین اس حدیث شریف کے مفہوم کو توڑ کر اپنے موقف کی تائید میں تو پیش کرتے ہیں، لیکن ذرا ان احادیث پر تو نظر کریں، یہ کیا فرماتی ہیں؟

حدیث اول: یا بنی ہاشم لا یاتئی الناس باعمالہم وتأئونی بانساہکم ترجمہ: اے بنی ہاشم اکہیں ایسا نہ ہو کہ (قیامت کے دن) لوگ میرے پاس نیک اعمال کے ساتھ آئیں اور تم میرے پاس صرف نسب لے کر آؤ۔

شیخ اکبر کی تشریح

حدیث ثانی: شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربیؒ فتوحات مکیہ میں حضرت لقمان حکیم کے وصایا پر مشتمل آیت قرآنی کے ساتھ لکھتے ہیں: وفيہ علم الانساب

وقول النبی ﷺ اَنْ رَبِّكُمْ وَاحِدٌ وَاَنْ اَبَاكُمْ وَاحِدٌ فَلَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰی عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰی عَرَبِيٍّ اِلَّا بِالْتَّقْوٰی فَاِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ الْيَوْمَ اَرْفَعُ نَسَبِيْ وَاضْمِعْ نَسَبَكُمْ اَيْنَ الْمُتَّقُوْنَ۔

ترجمہ: اس میں نسب کے متعلق علم ہے اور نبی کریم کا فرمان کہ بے شک تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ (حضرت آدم) ایک ہے۔ پس کسی عربی کو کسی عجمی پر اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت حاصل ہے، مگر تقویٰ کے ساتھ، پس بے شک اللہ قیامت کے دن فرمائے گا کہ آج کے دن میں نے اپنے نسب (تعلق) کو بلند کر دیا اور تمہارے نسب کو پست کر دیا (یا کرتا ہوں) کہاں ہیں متقی بندے؟

حدیث ثالث: لَا يَسْتَلْكُمُ احْسَابُكُمْ وَاَنْسَابُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ

اتِّفَاقًا۔

ترجمہ: روز قیامت اللہ تعالیٰ تم سے تمہاری دُنوی حیثیت اور خاندانی برتری کے متعلق نہیں پوچھے گا، بلکہ اس کے نزدیک زیادہ عزت والا وہی ہوگا، جو زیادہ متقی ہوگا۔

حدیث مذکورہ کی تشریح

قارئین کرام! یہاں ہم نے احساب جس کا واحد حسب ہے، کا ترجمہ جان بوجھ کر دُنوی حیثیت کیا ہے، تاکہ احادیث مبارکہ کا آپس میں تطابق ہو جائے اور تعارض لازم نہ آئے، کیوں کہ حدیث شریف میں حَسَبِيٌّ وَنَسَبِيٌّ کا لفظ آچکا ہے، وہاں حسب

۱۔ فتوحات مکینہ ج 3، ص 473، 472، مطبوعہ معرّیٰ مطاعت 1293ھ

۲۔ کنز العمال للعلامة علاء الدین علی المصطفیٰ ج 3، ص 42، طبع اول 1998، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت

بمعنی سبب اور سبب بمعنی سبب کرنا ہی متقاضی مقام تھا، تاکہ تکرار بے فائدہ یا تحصیل حاصل کا اعتراض دفع ہو سکے۔ اب یہاں حسب کا وہ معنی کرنا متعذر ہے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جُزاً ہوا حسب تو کام بھی آئے گا اور اُس کے متعلق قیامت میں سوال بھی ہوگا، جب کہ پیش کردہ حدیث ثالث کنز العمال سے لی گئی ہے جو بہر حال مقبول و صحیح روایت ہے۔

نوٹ: حسب بمعنی دُنوی حیثیت یہ فقہ کی کتب میں بھی موجود ہے: الحسیب ذُو المنصب وَالجَاه کما فی ردِّ المحتار علامہ شامی ۱۲۷

امام احمد بن حنبل کی روایت

حدیث رابع: امام احمد بن حنبل اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: عن ابی ذَرٍّ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ اَنْظِرْ فَاَنْتَ لَيْسَ بِخَيْرٍ مِنْ اَحْمَرَ وَلَا اَسْوَدَ اِلَّا اَنْ تَفْضُلَهُ بِالتَّقْوَىٰ۔ ترجمہ: حضرت ابو ذر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دیکھو تم کسی گورے یا کالے سے افضل نہیں، البتہ تم اُس پر تقویٰ سے فضیلت حاصل کرو گے۔

امام بیہقی کی روایات

حدیث خامس: امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: عن ابی ہریرۃ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَمْرُنْكُمْ فَضَيْعَتُمْ عَهْدَتِ الْيَوْمِ فِيهِ وَرَفَعْتُمْ اَنْسَابَكُمْ فَالْيَوْمَ اَرْفَعُ نَسَبِي وَاضِيعُ اَنْسَابِكُمْ اَيْنَ الْمُتَّقُونَ؟ اَيْنَ الْمُتَّقُونَ؟ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں نے تمہیں حکم دیا تھا، تم نے مجھ سے کیا ہوا عمد ضائع کر دیا۔ تم نے اپنے نسب بلند کیے۔ آج میں اپنا نسب بلند کروں گا اور تمہارے نسبوں کو ضائع کر دوں گا۔ متقی کہاں ہیں؟ متقی کہاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے، جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

حدیث سادس: امام بیہقی نے ہی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا۔ عن ابی مالک الاشعری ان رسول اللہ ﷺ قال ان فی امتی اربعۃ من امر الجاہلیۃ لبسوا بتارکین الفخر فی الانساب والطعن فی الانساب والاستسقاء بالنجوم واللیاحۃ علی المیت۔

ترجمہ: حضرت ابو مالک الاشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اُمت میں زمانہ جاہلیت کی چار خصلتیں ایسی ہیں، جن کو وہ ترک نہیں کریں گے (اپنے) نسب پر فخر کرنا (دوسروں کے) نسب پر طعن کرنا، ستاروں سے بارش طلب کرنا اور میت پر نوحہ کرنا۔

اس حدیث کو لکھنے کے بعد امام بیہقی لکھتے ہیں۔ اگر اس حدیث کا نبی اکرم ﷺ کی حدیث سے معارضہ کیا جائے، جس میں آپ نے بنو ہاشم کی فضیلت بیان کی ہے، تو اس کے جواب میں علامہ حلیمیؒ نے بیان کیا ہے کہ آپ نے بنو ہاشم کی فضیلت سے

فخر کا ارادہ نہیں فرمایا، بلکہ آپ نے ان کے مرتبہ اور مقام کو بلند کرنے کا ارادہ فرمایا، جیسے کوئی شخص کہے کہ میرا باپ فقیہ ہے اور اس سے اُس کی غرض فقط تعارف کرانا ہو، نہ کہ اُس کی فقہت پر فخر کرنا، نیز اس حدیث سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے آباء و اجداد پر جو انعامات کیے، آپ نے بطورِ شکر اُن کا بیان فرمایا ہو۔

فرمودہ شیخ اکبر قدس سرہ

وجعل للرحم النبی منها ظہر أولوا الارحام فینا شجنة من الرحمن کما ان الولد شجنة من ابيه وجعل له سبحانه و تعالیٰ نسباً بینہ و بین عبادہ وهو التقویٰ فیضع انساب العالم یوم القيامة و یرفع نسبہ۔

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ جس طرح رحم مادر میں بچہ اپنے باپ کے نطفے میں موجود اُس ذرہ شخصیت کی تاثیر قبول کرتا ہے اور اُسی کے سبب اُس کا اپنے باپ کے ساتھ نسب جڑا ہوتا ہے اور اپنے باپ کے طبعی و مزاجی تقاضوں کے علاوہ عادات و خصائل کے لحاظ سے بھی وہ اپنے باپ کا مظہر ہوتا ہے، اسی طرح رحم مادر ہی میں اللہ تعالیٰ اپنی توفیق کی مہربانی سے کسی شخص کو سعادت، تقویٰ اور صلاح کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے۔ یوں اُس کا جس طرح اپنے باپ سے جسمانی نسب جڑا ہوا ہوتا ہے اِس کیفیتِ سعادت کا اِسی طرح اللہ رحمٰن کے ساتھ نیکی و سعادت کا نسب جڑا ہوا ہوتا ہے۔ اِس کیفیتِ سعادت کو اللہ اور عبداً صالحین (جنہیں عباد الرحمن کہا جاتا ہے)

کے مابین نسب کہا جاتا ہے اور وہ نسب تقویٰ ہے۔ پس قیامت کے دن اللہ اہل عالم کے ظاہری نبیوں کو چیخ کر دے گا اور اپنے اس نسب کو بلند کر دے گا۔

برائے مغفرت ابو جہل و ابولہب کو قرابتِ نبویہ فائدہ نہ دے گی

تمام پیش کردہ احادیث سے نتیجہ یہی نکلا کہ اگر محشر میں کوئی قابلِ اعتماد اور باوثوق چیز ہے تو وہ ایمان و تقویٰ ہے، نہ کہ محض نسب۔ بنو ہاشم اور قریش سے تحقق رکھنے والے ابولہب، ابو جہل اور اسی طرح بہت سے مشرکین مکہ کی عدم مغفرت کا سبب ان کا شرک اور عدم ایمان باللہ و الرسول ہے۔ اگر ہر حالت میں نسبِ قرابت کا لحاظ رکھا جاتا، تو ان سب کو قرابتِ نبویہ کے طفیل بخش دیا جاتا، مگر ایسا نہیں ہوا، حتیٰ کہ روایت میں آتا ہے کہ ابولہب نے اپنی لونڈی ثویبہ کو حضور علیہ السلام کی ولادت کی بشارت دینے پر انگلی کے اشارے سے آزاد کیا تھا اور اُس کے عوض اللہ تعالیٰ نے بروزِ پیر جہنم میں اُسے اُسی اشارہ کرنے والی انگلی سے آپِ زلال (میٹھا پانی) عطا فرمانے کی صورت میں قدرے تخفیف فرمادی، تو اس کرمِ خاص کا سبب بھی ابولہب کا ایک عمل تھا اور اگر یہاں بھی محض نسب کا لحاظ کیا جاتا یا قرابتِ نسب کو سامنے رکھا جاتا تو اُسے بخش دیا جاتا، کیوں کہ ابولہب آپ کا سگا چچا تھا، مگر اُس کی عدم مغفرت پر پوری سورۃ لب نازل ہوئی، جس میں اُسے اور اُس کی بیوی کو ابدی جہنمی قرار دیا گیا۔

ایمان کے بغیر محض نسب وجہ مغفرت نہیں ہو سکتا

خلاصہ کلام یہ نکلا کہ ایمان کے بغیر نسب کی کوئی حیثیت نہیں اور نہ ہی محض نسب وجہ مغفرت و دخولِ جنت بن سکتا ہے۔ لہذا ہمارا پیش کردہ یہ نقطہ نظر کہ ایمان کا درجہ نسب سے بلند تر ہے، درست ثابت ہوا۔ اب عالی گھرانوں کے افراد کے لئے یہی گھمنڈ میں مبتلا رہ کر اعمالِ صالحہ کی طرف متوجہ نہ ہونا اور اُسے نظر انداز کر دینا نہایت ہی خطرناک اقدام ہے اور اس کے نہایت ہی مملک اور بھیا تک نتائج نکلتے ہیں۔

بنو فاطمہ کے لیے کوئی الگ قانون نکاح نازل نہیں کیا گیا

اس ساری بحث کا تعلق مسئلہ مانحن فیہ سے یہ ہے کہ بعض لوگ اس نسبِ کبر اور خاندانی تفاخر کے نشے میں پھور ہو کر مسائلِ شرعیہ اور احکامِ دینیہ میں دراندازی کرتے ہیں اور قرابتِ نبویہ علی صاحبہا التحیۃ والثناء کو ایک الگ تھلگ نسب بنا کر سادات کے لیے مخصوص کفو تیار کرتے ہیں، جس میں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم قریش، خاندانِ بنو ہاشم یا کسی بھی مومن متقی اور عالم فاضل کو بھی اس کے قریب جانے کا حق نہیں دیتے، حالانکہ شادی بیاہ کے معاملے میں اولادِ رسول کے لیے کوئی الگ قانون نکاح نازل نہیں کیا گیا، بلکہ اس سلسلے میں جو آیات و احادیث وارد ہوئی ہیں، وہ پوری اُمت کے لئے بشمول ساداتِ کرام مجتہد اور قانون ہیں۔ وہ قانون یہ ہے کہ نام و نسب پر فخر کرنے کے بجائے اسلام اور تقویٰ کو اہمیت دی جائے اور جب بھی کسی

مسلمان کو موزوں رشتہ مل جائے تو دنیوی حیثیت اور خاندانی بڑائی پر نظر کیے بغیر اس کے دین اور تقویٰ کی بنیاد پر اس سے نکاح کر دیا جائے۔

اس سلسلے میں امام ترمذیؒ روایت کرتے ہیں: عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا خطب الیکم من ترضون دینہ و خلقہ فزوجوہ الا تفعلوا تکن فتنۃ فی الارض و فساد عریض و فی الباب عن ابی حاتم المزنی و عائشۃ۔ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم کو ایسا شخص نکاح کا پیغام دے، جس کا دین و خلق تم کو پسند ہو تو اس سے نکاح کر دو اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں بہت بڑا فساد اور فتنہ ہوگا۔ اس باب میں حضرت ابو حاتم مزنی اور حضرت عائشہؓ سے بھی احادیث مروی ہیں۔

قارئین کرام! اس پورے سلسلہ بحث و تمحیص کو مختصر الفاظ میں بیان کرنے کے لیے سیّد عالم، نور مجسم، عالیٰ ہئم، معلّم اسرار و حکم علیہ السلام کا ایک ارشاد گرامی پیش کرتا ہوں۔ منصف مزاج حضرات کے لئے کافی و شافی ثابت ہوگا۔

رسالت مآب نے صرف دین و خلق کو معیار کفایت بنایا

امام بیہقیؒ روایت کرتے ہیں: عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ ﷺ یا ابا امامۃ ما انا و امامۃ سفہاء الخذین شفعا المعصمین انت برہا و تحننت علی ولدھا الا کھاتین و فرق بین السبابۃ و الوسطی و اللہ اذهب فخر الجاہلیۃ و تکبرھا باہا و ما کلکم لادم و حوا کطف الصاع بالصاع و ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم فمن اتاکم

ترضون دینہ و امامتہ فزواجہ۔

ترجمہ: حضرت ابو امامہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو امامہ! سیاہ رُخساروں والی اور بھینگی آنکھوں والی لونڈی جو اپنے رب پر ایمان لائی اور اپنے بچوں پر شفقت کرتی ہو، میرے ساتھ ان دو آنکلیوں کی طرح ہوگی، پھر آپ نے انگشت شہادت اور انگشت وسطیٰ کھولیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمانہ جاہلیت کے فخر اور باپ دادا پر تکبر کرنے کو دُور کر دیا ہے۔ تم سب آدم و حوا کی اولاد ہو اور صاخ کے دو بیٹوں کی طرح برابر برابر ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے، لہذا جب تم کو کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام دے جس کے دین اور امامت پر تم راضی ہو تو اُس سے نکاح کر دو۔

جب آپ نے ان احادیث کریمہ کو پڑھ لیا، جن میں حضور علیہ السلام نے فقط دین و خلق کو معیار کفایت بنایا اور خاندانی قید اور نسبی علو کی کوئی شرط نہیں رکھی، تو اب تصویر کے دوسرے رُخ کو بھی ملاحظہ کر لیں کہ ہمارے مخالفین حضرات نکاح میں کفو کے لازمی شرط اور واجب ہونے پر ایک حدیث شریف پیش کرتے ہیں، ہم اُسے اُن کے استدلال اور اپنے جواب کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور انصاف قارئین پر چھوڑتے ہیں۔

حضرت علیؓ کی روایت کردہ حدیث کی تحقیق تشریح

غیر کفو میں نکاح کے ناجائز ہونے اور کفو کے ضروری ہونے کے اثبات میں یہ حدیث پیش کی جاتی ہے۔

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ کتاب الصلوٰۃ میں روایت کرتے ہیں: عن علی بن ابی طالب ان النبی قال لہ یا علی ثلاث لا توخرھا الصلوٰۃ اذا اتت والجنائزۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لھا کفوا قال ابو عیسیٰ الی قولہ واضطربوا فی هذا الحدیث۔

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اُسے فرمایا: اے علی! تین چیزوں کو مؤخر نہ کرنا۔ جب نماز کا وقت آجائے، جب جنازہ کی نماز آجائے اور جب تم کو بے نکاح عورت کا کفول جائے۔ حضرت ابو عیسیٰ نے کہا کہ اس حدیث میں راویوں کا اضطراب ہے۔

نیز امام ترمذی کتاب الجماعہ میں روایت کرتے ہیں: عن علی بن ابی طالب ان رسول اللہ ﷺ قال لہ یا علی ثلاث لا توخرھا الصلوٰۃ اذا اتت والجنائزۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لھا کفوا قال ابو عیسیٰ لهذا حدیث غریب وما ازی اسنادہ متصلاً۔

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے علی! تین چیزوں کو مؤخر نہ کرنا۔ جب نماز کا وقت آجائے، جب جنازہ آجائے اور جب تم کو بے نکاح عورت کا کفول جائے۔ ابو عیسیٰ نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اور میرے علم میں اس کا اسناد متصل نہیں ہے۔

اب اس حدیث پر جال (سند) اور متن کے حوالے سے مختصر تحقیق بحوالہ شرح صحیح مسلم

از علامہ غلام رسول سعیدی زید مجدہ ملاحظہ کریں۔

امام ترمذی نے اس کو دونوں بابوں میں سند واحد کے ساتھ روایت کیا ہے۔ کتاب الصلوٰۃ میں اس حدیث کو مضطرب لکھا ہے اور کتاب الجنازہ میں اس کو منقطع قرار دیا ہے۔ اضطراب اور انقطاع کے علاوہ ہمارے نزدیک اس حدیث کے ضعیف کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس حدیث میں ایک راوی سعید بن عبد اللہ جہنی ہے۔ ہر چند کہ امام ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے، لیکن امام ابو حاتم نے اس کو مجہول قرار دیا ہے اور فقہ حدیث اور جرح و تعدیل میں امام ابو حاتم، امام ابن حبان پر مقدم ہیں۔ سعید بن عبد اللہ جہنی کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: قال ابو حاتم مجہول یعنی ابو حاتم نے کہا (سعید بن عبد اللہ جہنی) مجہول ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث متعدد وجوہ سے ضعیف اور ناقابل استدلال ہے۔ اس حدیث سے غیر کفو میں نکاح کی حرمت پر استدلال دو وجوہوں سے باطل ہے، اولاً اس لیے کہ اس حدیث میں آپ نے یہ فرمایا کہ جب کفو میں رشتہ مل جائے تو نکاح میں جلدی کرو۔ یہ نہیں فرمایا کہ غیر کفو میں نکاح نہ کرو، جب کہ ان دونوں حکموں میں بہت فرق ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ یہ حدیث مضطرب اور منقطع ہونے کے وجہ سے ضعیف ہے اور اگر یہ حدیث صحیح بھی ہوتی، تو اس سے حرمت قطعیہ ثابت نہیں ہو سکتی تھی، کیوں کہ حرام قطعی کے ثبوت کے لئے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ دلیل کی ضرورت ہے اور یہ حدیث قطعی الثبوت ہے اور نہ قطعی الدلالہ۔ امام حاکم نے اس حدیث کے

متعلق لکھا ہے: ولہذا حدیث غریب صحیح ولم یختر لہ یہ حدیث غریب، صحیح ہے اور امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے اس کو روایت نہیں کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ترمذیؒ کے مقابلے میں امام حاکم کی تصحیح کا اعتبار نہیں، خصوصاً اس لیے کہ تصحیح حدیث میں امام حاکم کا تساہل مشہور ہے۔ علامہ بدر الدین عینیؒ لکھتے ہیں کہ مساهلة الحاكم في التصحيح مشہورۃ تصحیح حدیث میں امام حاکم کا تساہل مشہور ہے۔ علامہ پیر سید مر علی شاہؒ نے بھی حاکم کے تساہل کو بیان فرمایا ہے۔

امام حاکم کے نزدیک سیدہ کا نکاح غیر سید سے جائز ہے

نیز یہ حدیث امام حاکم کے مذہب کے بھی خلاف ہے، کیوں کہ ان کا مذہب یہ ہے کہ سیدہ کا نکاح غیر سید سے جائز ہے۔ امام حاکم اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو حذیفہؓ نے ایک انصاری خاتون کے آزاد کردہ غلام حضرت سالمؓ کو اپنا بیٹا بنا لیا اور ان کا نکاح اپنی بھتیجی ہند بنت ولید بن عتبہ قرشیہ سے کر دیا۔ اس حدیث سے استنباط کرتے ہوئے امام حاکم آخر میں لکھتے ہیں: وفيہ ان الشریفة تزوج من کل مسلمؓ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ نسب خاتون (سیدہ) کا نکاح ہر مسلمان سے ہو سکتا ہے۔

امام حاکم کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ پانچویں صدی ہجری تک سیدہ کا نکاح غیر سید کے ساتھ بلا تکلیف مروج تھا اور یہ کہ جن احادیث سے ہم نے سیدہ کے ساتھ

۱۔ مستدرک للحاکم ج ۲ ص ۱۶۳ مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ المکرمہ

۲۔ عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۷۴ مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرة مصر ۱۳۴۰ھ

۳۔ تصفیہ امین سنی و شیعہ ص ۷۱ مطبوعہ کلثوم شریف ۱۹۷۹ء

۴۔ مستدرک للحاکم ج ۲ ص ۱۶۴ مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ المکرمہ

غیر سید کے نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ امام حاکم نے بھی اُن احادیث سے استدلال کیا ہے۔ واللہ الحمد۔

فلہذا قرین حقیقت بات یہی ہے کہ نکاح میں کفایت کو عندالاحتاف چھ چیزوں میں رکھا جانا مصلحت کی بنیاد پر اور فسادِ زمانہ کے لحاظ سے ہے، یعنی جس نکاح میں قتل و غارت اور فتنہ کا اندیشہ زیادہ ہو، وہاں مذکورہ تمام شرائط کا ملحوظ رکھنا ضروری ہوگا، ورنہ اسلام اور اچھے اخلاق کی بنیاد پر رشتہ کر دینا چاہیے۔ اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ فقہائے احناف کے نزدیک ایک خُزہ عاقلہ، بالغہ اگر اپنی مرضی سے کسی بھی مسلمان سے نکاح کر لیتی ہے تو وہ نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور اگر غیر کفو میں ہو تو اولیاء کو حق اعتراض ہوتا ہے اور اگر کفو میں ہو تو لازم بھی ہو جاتا ہے اور اولیاء کو حق اعتراض نہیں ہوتا۔

پاکستان میں کورٹ میرج کا قانون

آج کل کی اصطلاح میں اسے کورٹ میرج کہتے ہیں۔ جو پاکستان میں قانون کے طور پر لاگو ہے۔ اگر ایسا نکاح جو ولی اقرب کی رضامندی کے بغیر ہو، کسی بھی صورت میں منعقد نہیں ہوتا، تو آج تک پاکستان کی شریعت کورٹ یا دوسری عدالتوں میں جتنے اس قسم کے نکاح ہوئے، کیا وہ سب کے سب باطل تھے اور ایسے نکاح کنندگان عمر بھر زنا کرتے رہے اور اُن کے گھروں میں پیدا ہونے والی اولاد حرام کاری کا نتیجہ تھی۔ اگر پاکستان کی عدالتوں میں ہونے والے ایسے تمام نکاح باطل ہیں تو کیا عدالتِ عالیہ

کے بیچ صاحبان نے معاذ اللہ الہی پاکستان کے گھروں میں حرام کاری کی اجازت دے رکھی ہے؟ ہم ان شاء اللہ موقع آنے پر اس بات کا فیصلہ پاکستان کی عدالت عالیہ سے حاصل کریں گے، تاکہ مسئلہ متنازعہ کی اصل صورت سامنے آئے کہ ہم غلطی پر ہیں یا ہمارا فریق مخالف محض تہہ دھرمی سے کام لے کر آئے دن ایک سے ایک ایسی کتاب چھاپ رہا ہے جس میں مسئلہ کی اصلی صورت کو بڑی طرح قسح کیا جا رہا ہے اور مختلف حضرات کی ذاتی آراء و نظریات کو قانون شریعت کا درجہ دے کر لوگوں پر مسلط کیا جا رہا ہے اور یوں ایک دنیا کو احق بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

ظاہر الزواہ کو نو اور پرترجیح حاصل ہے

شریعت کورٹ یا عدالت عالیہ میں جو لڑکیاں اپنے قریبی ولی کی اجازت حاصل کیے بغیر اپنے سے اُونچے یا نیچے خاندانوں میں نکاح کرنا چاہتی ہیں اور بیچ صاحبان اسلامی قانون کے مطابق ایسے نکاح کو منعقد کرتے ہیں، تو ان کا یہ عمل حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مذہب اور فیصلے کے عین مطابق ہے، جسے اصطلاح فقہ میں ظاہر الزواہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور رضامندی اولیاء والی روایت کو نوادر سے تعبیر کرتے ہیں جس پر فساد زمانہ کی بنا پر فتویٰ دینا تو قرین مصلحت ہے، مگر عام فقہی قاعدہ کی رو سے ظاہر الزواہ کو ہر طرح سے نوادر پرترجیح حاصل ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کا آیت قرآنی سے استدلال

امام ابوحنیفہؒ نے ایسے نکاح کے منعقد ہو جانے کا استدلال براہ راست قرآن مجید

کی ایک آیت کریمہ سے کیا ہے اور وہ یہ ہے: فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره (الایہ) اگر مرد نے عورت کو طلاق دے دی تو وہی عورت (طلاق یافتہ) اُس مرد (طلاق دہندہ) کے لیے اُس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جب تک وہ عورت اپنے سابق خاوند کے علاوہ کسی اور سے نکاح نہ کر لے۔

اسی کو حلالہ کہتے ہیں۔ اس آیت سے طلاق یافتہ عورت کا ذاتی اختیار ثابت ہو رہا ہے، حتیٰ تنکح یعنی یہاں تک کہ وہ خود اپنی مرضی سے اپنا نکاح کسی اور سے نہ کر لے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے تنکح صیغہ واحدہ مؤنثہ غائبہ استعمال فرمایا جو فعل مضارع معلوم ہے۔ اگر تنکح کے بجائے تنکح فرما دیا ہوتا جس کا معنی ہے ”یہاں تک کہ وہ مطلقہ عورت پہلے خاوند کے علاوہ کسی اور کے ساتھ نکاح نہ کر دی جائے“ تو اس صورت میں فعل مضارع مجہول ہوتا اور نکاح کر دینے کی نسبت اولیاء کی طرف ہوتی۔ ایسی صورت میں عورت دوسرا نکاح کرنے کی از خود مجاز نہ ہوتی بلکہ اُس کے اولیاء جہاں چاہتے اُس کا نکاح کر دیتے۔ حضرت امام اعظم کا استدلال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ آیت محولہ بالا میں بہ سلسلہ نکاح ثانی عورت کو خود مختار قرار دے رہا ہے تو ہم کس بنا پر اُسے اس دوسرے نکاح میں کسی ولی اقرب یا ابعد کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں۔ کورٹ میرج میں جو لڑکیاں اور لڑکے اپنے اولیاء کی رضا پوچھے بغیر نکاح پڑھوا لیتے ہیں، پاکستان کی شرعی عدالتیں اس قرآنی دلیل قطعی کو اپنا استدلال بنا کر اُن کے مابین نکاح کا اعتقاد کرتے ہیں اور اسی کو غا ہر الزام یہ کہا جاتا ہے۔

آیتِ محذولہ بالا پر اگر غور کیا جائے تو چند نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں۔

اول: اس آیت میں ایک مطلقہ مؤمنہ عورت کا ذکر ہے، کسی اونچے یا نچلے خاندان کا کوئی ذکر نہیں۔

دوم: بالفرض اگر کوئی سید زادی اپنے خاوند جو سید ہو، سے طلاق یافتہ ہو جائے، تو وہ اپنے سابق خاوند (سید) کے علاوہ کسی بھی خاندان کے فرد سے نکاح کر سکتی ہے۔ آپ کہیں گے یہ کیسے؟ تو میں عرض کرتا ہوں کہ اس آیت میں زوجہ کا لفظ مکہ کی سورت میں واقع ہوا ہے، کیوں کہ اس پر تنوین مکہ کی ہے، یعنی ایک یہ بات کہ ایک خُزہ، 'مومنہ'، عاتکہ، بالغہ از خود کسی بھی مومن سے نکاح کر سکتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ اُس کا پہلا خاوند سید تھا، تو اب وہ طلاق یافتہ ہونے کے بعد اپنی مرضی سے، بغیر رضائے اولیاء سید کے علاوہ کسی بھی مومن سے نکاح کر سکتی ہے۔ اُس کے لیے قرآن کی اس آیت سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ سابق سید خاوند کے پاس واپس جانے کے لیے کسی سید صاحبِ ہی سے نکاح کرے ورنہ وہ سابق خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی۔ لفظِ زوجہ کی تنوین مکہ اسے اجازت دے رہی ہے کہ سابق خاوند کے نکاح میں جانے کے لیے کسی سے بھی نکاح کر سکتی ہے۔ اس آیتِ محذولہ بالا سے ہم نے دو امور اخذ کیے، ایک یہ کہ یہاں ولی کے عدم ذکر اور عورت کی طرف نکاح کی اضافت کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحتِ نکاح کے لیے ولی کی اجازت شرط نہیں۔ دوسرا یہ کہ کفو کے ذکر نہ کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحتِ نکاح کے لیے

کفو کی شرط نہیں ہے اور عورت آزاد، عاقلہ، بالغہ جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے، چاہے خاوند اس کا کفو ہو یا غیر کفو ہو۔

امام ابو بکر جصاص کا استدلال

چنانچہ علامہ ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی، التوتوی 370ھ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ صحتِ نکاح کے لیے ولی کی شرط نہیں ہے۔ لکھتے ہیں:

وفيه الدلالة ايضاً على جواز النكاح بغير ولي لانه اضاف الزاجع اليها من غير ذكر الولي۔

ترجمہ: اس آیت میں بغیر ولی کے نکاح کے جواز پر بھی دلالت ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ولی کے ذکر کے بغیر نکاح کی اضافت عورت اور اس کے شوہر کی طرف کی ہے۔

مشہور مفسر علامہ محمود آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی بھی اس آیت سے یہی استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وَعَلَىٰ اَنَّ الْوَلِيَّ لَيْسَ شَرْطًا فِي النِّكَاحِ لِانَّهُ اُضِفَ الْعَقْدَ إِلَيْهَا۔

ترجمہ: اور یہ آیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ صحتِ نکاح میں ولی شرط نہیں ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے عقد کی اضافت عورت کی طرف کی ہے۔

مفتیانِ ذی وقار جواب دیں

اب ذرا میں اُن مفتیانِ ذی وقار سے پوچھتا ہوں کہ اگر کسی سیدہ کو یہ معاملہ پیش

۱۔ احکام القرآن ج 1، ص 391، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور

۲۔ تفسیر روح المعانی للعلامة ابو الفضل مہند محمود آلوسی حنفی، التوتوی 1270ھ، ج 3، ص 141، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ

آجائے تو حلالہ (حیلہ معروفہ شرعیہ) کے لیے کسی سید صاحب ہی کی تخصیص کو قرآن مجید سے ثابت کر کے دکھادیں۔ اِنْ شَاءَ اللہ العزیز کبھی نہیں دکھا سکیں گے۔ اب وہ فرمائیں کہ از روئے قرآن مجید نکاح سیدہ باغیر سید شرعاً حلال اور نافذ ہوا یا نہیں؟ اگر ہو گیا تو پھر ہٹ دھرمی اور لائسزم کی رٹ لگانے کا کیا فائدہ؟ سیدھے سیدھے مسلمان طریقے اور قرآنی سبق کے مطابق سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا کہہ کر دینا اور آخرت میں سرخروئی حاصل کرنے سے آخر کیا چیز مانع ہے؟ اور اگر یہ نکاح حلال اور نافذ نہیں ہوا، تو قرآن مجید سے اس طرح کی کوئی دلیل پیش کریں، جس طرح بندہ نے پیش کی ہے۔

نکاح و طلاق کے معاملہ میں دو ہر ا معیار کیوں؟

اگر نکاح سیدات کے لیے اُن ساداتِ کرام اور مفتیانِ ذی احترام کے نزدیک شریعت میں عام مسلمانوں سے ہٹ کر کچھ تخصیصی قوانین وضع کیے گئے ہیں تو سادات اور سیدات کے لیے طلاق رجعی، بائیدہ اور مغلطہ کے سلسلے میں فقہاء نے کوئی الگ تھگ حکم کیوں ایجاد نہ فرمایا؟ یہ کیسی منطق ہے کہ نکاح میں سادات، عوام الناس سے بالکل جدا گانہ شان کے مالک ہوں اور طلاق میں سب کے ساتھ برابر کے شریک رہیں۔ کچھ تو خوفِ خدا چاہیے۔ اسلام سے اس قدر بھونڈا مذاق اور قوانینِ شریعت کو کھیل تماشا بنانے کی جسارت کب تک جاری رہے گی؟ کل ہم سب نے اُس مقننِ اعظم کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے، اُس وقت کیا جواب دیں گے؟

خدا کی کھنچ کر آ پہنچے گی میدانِ قیامت میں
وہاں کیونکر چھپ گئے تم، وہاں کیا ہم نہیں ہوں گے؟

نکاح کے بعد حقوقِ زوجیت کی ادائیگی ہرگز باعثِ عار نہیں

مفتیانِ گولڑہ شریف نے بحوالہ کتب فقہ تحریر کیا کہ ایک عالی نسب خاتون کے ساتھ کسی کم درجہ انسان کا ہم بستری کرنا باعثِ ننگ و عار ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آج تک نچلے طبقات کے جتنے باپ اپنی بیٹیاں عالی نسب افراد (جن میں ساداتِ بنو قاطمہ، ہاشمی، قریشی، اعمان اور بزمِ خویش دیگر اونچے نسب کے لوگ شامل ہیں) کے نکاح میں دے چکے ہیں یا دے رہے ہیں یا دیں گے، وہ سب غیرت سے خالی ہیں کہ اپنی بیٹیوں کو دوسروں کے سپرد کر کے اُن سے ہتک آمیز اور باعثِ ننگ و عار کام کروا رہے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ اگر کوئی عالی نسب خاندان کا فرد اپنے سے نچلے خاندان کی کسی بیٹی سے نکاح کر لے اور اُسے اپنے گھر لے آئے تو اُس کے ساتھ حقوقِ زوجیت ادا کرنا کوئی عار نہیں، لیکن نچلے طبقے کا کوئی نیک سیرت اور باکردار انسان بھی اگر کسی عالی نسب خاتون سے اُس کی رضامندی (حتیٰ کہ اُس کے اولیاء کی رضامندی) کے ساتھ نکاح کر لے تو عالی نسب خاندان والوں کے نزدیک اُس کا اُس خاتون کے ساتھ حقِ زوجیت ادا کرنا، اُن کی بیٹی کی ذلت و رسوائی کا باعث ہوگا۔ یہ کہاں کا اسلام، کہاں کی شریعت، کہاں کا قانون اور کہاں کی فقہ ہے؟ بھائی اگر اس میں عورت کے لیے کسی حد تک فراش بننے میں ذہنی کوفت و تکلیف کا پہلو نکلتا ہے، تو اس میں

سب عورتیں برابر ہیں اور اگر یہ عمل زوجیت عورتوں کے اولیاء کے لیے کسی قدر طبعی بوجھ کا باعث ہے، تو پھر اس میں بھی سب عورتوں کے اولیاء برابر ہیں۔ جب عورت خود اپنا حق ساقط کر دے اور اس کے اولیاء بھی یہ حق ساقط کر دیں، تو پھر کون سی ذلت رہ گئی اور اس میں امیر و غریب اور اُونچے اور نچلے خاندان کا فرق کہاں رہ گیا؟ حضور علیہ السلام نے سچ فرمایا تھا کہ مجھے اس کا افسوس ہے کہ میری اُمت سے نسبی کبر کی بُن نہیں جائے گی اور یہ ہمیشہ اپنے آباء و اجداد کے حوالوں پر فخر کا اظہار کرتے رہیں گے۔

چنانچہ ایک محقق صاحب، مشہور حنفی عالم دین علامہ سرحدی کی ایک عبارت کو سمجھ اور غور کیے بغیر لکھتے ہیں ”اس سے ظاہر ہوا کہ کفو میں نکاح کرنے کی علت شرعی یہ ہے کہ انسان ذلت سے محفوظ رہے اور غیر کفو میں اس لیے ناجائز ہے یہ کہ غیر کفو میں تذلیل اور توہین ہے۔ اب غیر کفو میں نکاح کے عدم جواز کی علت شرعی، انسان کی تذلیل اور توہین ہوئی۔“ (حسب و نسب، ص 49)

قارئین کرام! معترض محقق نام نہاد نے حضرت علامہ امام سرحدی کی جس عبارت کو سوچے سمجھے بغیر یہ گہرا فحاشی فرمائی، آپ خود اس عبارت کو پڑھ لیں اور پھر اس پر ہمارا تبصرہ بھی ملاحظہ کر لیں۔ اِنْ شَاءَ اللہ آپ پر حقیقت منکشف ہو جائے گی۔ فقہائے احناف میں سے سفیان ثوریؒ چوں کہ نکاح میں کفو کا مطلقاً اعتبار نہیں کرتے، جب کہ اکثر فقہائے احناف کے نزدیک نکاح میں کفو کا اعتبار ہے۔ (اور

بطورِ مندوب و مستحب کے ہے نہ کہ بطورِ فرض و واجب)

علامہ سرخسی کے موقف کی غلط تفہیم

علامہ سرخسیؒ جمہور فقہائے احناف کی طرف سے دلیل قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”عورت کے مملوک ہونے کی صورت میں ایک طرح کی ذلت ہے رسول اللہ ﷺ نے اس طرف اشارہ کیا ہے اور فرمایا ”نکاح غلامی (ماتحتی) ہے“ پس تم غور کرو کہ تم اپنی بیٹی کا رشتہ کہاں کر رہے ہو اور نفس کو ذلیل کرنا حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”مومن کے لیے اپنے نفس کو ذلیل کرنا حرام ہے“ اور نکاح میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ بقدرِ ضرورت جائز کیا گیا ہے اور غیر کفو میں عورت کا نکاح کرنے سے زیادہ ذلت ہے اور اس زیادہ ذلت کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے نکاح میں کفو کا اعتبار کیا گیا ہے۔“

اب یار لوگوں نے مبسوط کی اس عبارت کا مطلب یہ سمجھ لیا ہے کہ علامہ سرخسیؒ نے غیر کفو میں نکاح کو ناجائز قرار دیا ہے، حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں ہے، بلکہ علامہ سرخسیؒ نے مذکورہ بالا دلیل نکاح میں کفو کا اعتبار کرنے پر قائم کی ہے۔ غیر کفو میں نکاح کے عدم جواز پر یہ دلیل قائم نہیں کی، بلکہ اُن کے نزدیک غیر کفو میں نکاح کرنا جائز ہے۔ علامہ سرخسیؒ کا حوالہ ملاحظہ فرمائیے: (قال) واذا تزوجت المرأة غیر کفاء فرضی بم احد الاولیاء جاز ذلک ولا یکون ممن هو مثله فی الولایة او ابعد منه ان ینقصه الا ان یکون اقرب منه فحبثت له المطالبة بالتفریق۔

ترجمہ: امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جب عورت غیر کفو میں شادی کرے اور اُس کے اولیاء، جن میں سے کوئی ایک بھی راضی ہو تو نکاح جائز ہے اور اُس جیسا یا اُس سے دُور کا دلی اُس نکاح کو مسترد کرانے کا مجاز نہیں ہے، البتہ اگر اس سے زیادہ قریبی دلی اختلاف کرے تو وہ تفریق کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

نوٹ: اس قولہ بالاعبارت المبسوط للسرخسی سے ایک تو امام محمدؒ کا مسلک واضح ہوا کہ آپؐ بہ رضائے اولیاء غیر کفو میں نکاح کو جائز سمجھتے ہیں۔ دوسرا کفو کی شرط کے لیے حذکرہ الفاظ سے کفو کا استحباب نظر آ رہا ہے، وجوب نہیں۔ تیسرا خود علامہ سرخسیؒ کا مسلک بھی دریں سلسلہ واضح ہو کر سامنے آ گیا۔ اب مقررین کی پیش کردہ عبارت مبسوط کا جواب سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

اصل جواب

کیوں کہ امام سفیان ثوریؒ نے یہ حدیث پیش کی کہ ابو طیبہ (فصد لگانے والا غلام) نے بنو بیاضہ کو رشتہ کا پیغام دیا۔ اُنہوں نے انکار کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابو طیبہ سے نکاح کر دو، اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو بہت فتنہ اور فساد ہو گا اور حضرت بلال کے لیے رشتہ دینے کا حکم فرمایا۔ ان حدیثوں کے جواب میں علامہ سرخسیؒ لکھتے ہیں: وتاویل الحديث الآخر التذنب الى التواضع وترك طلب الكفاءة لا الا لزام وبه نقول ان عند الرضا يجوز العقد۔

ترجمہ: اور دوسری حدیث کی تاویل یہ ہے کہ تواضع کرنا اور کفو کی طلب کو ترک

کرنا مندوب ہے، کفو کا اعتبار کرنا لازم نہیں ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جب لڑکی اور اُس کے ولی اقرب کی رضا ہو تو نکاح جائز ہے۔

یہ تو علامہ سرخسی کی کفو اور انعقادِ نکاح کے سلسلہ میں وضاحت اور امام محمد کے مذہب کی تشریح و توضیح تھی، کیوں کہ یہ امام محمد کی سیرِ کبیر کی شرح ہے۔ اب علامہ سرخسی کے قول کی توفیح ملاحظہ کیجیے۔

توفیح قولِ شمسِ الأئمة سرخسی

علامہ سرخسی کا یہ کہنا کہ نکاح میں ایک طرح ذلت ہے، درست نہیں۔ تعلیماتِ شرعیہ کی رو سے نکاح ذلت کا نام نہیں، بلکہ عزت و تکریم اور سکون و طمانیت کا نام ہے، اللہ تعالیٰ نے نسلِ انسانی کی بقاء کے لیے نکاح کو سبب بنایا ہے، شوہر اور بیوی کے لیے حقوق و فرائض اور ذمہ داریوں کی حدود و قیود مقرر کیں اور اس طریقے سے یہ گاڑی کے دو پہیے ہیں، جو اپنی ڈیوٹی ادا کر رہے ہیں۔ قرآن مجید نے کہیں تو ہن لباس لکم و انتم لباس لہن یعنی وہ (عورتیں) تمہارا لباس ہیں اور تم (مرد) اُن کا لباس ہو۔ اور کہیں لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودةً ورحمةً تاکہ تم اس (بیوی) سے سکون حاصل کر سکو اور اُس (اللہ) نے تمہارے درمیان محبت اور رحم پیدا کر دیا، جیسے فرامین سے اس رشتہ زوجیت کی اہمیت بیان فرمادی۔

عورت پر مرد کی فوقیت و فضیلت جزوی ہے

یہ درست ہے کہ مرد کو عورت اور شوہر کو بیوی پر فوقیت حاصل ہے اور بیوی شوہر

کے تابع اور محکوم ہوتی ہے، لیکن یہ ایک جزوی فوقیت و فضیلت ہے۔ اس سے نہ تو عورت کی مجموعی حیثیت میں فرق پڑتا ہے اور نہ اُس کی خوبیوں اور حقوق کی نفی ہوتی ہے۔ لہذا نکاح کی وجہ سے عورت کو ذلیل و خوار قرار دینا غلط ہے، چاہے یہ غلطی کسی دورِ حاضر کے محقق و دانشور سے ہو یا زمانہ گزشتہ کے علماء سے سرزد ہو، کیوں کہ یہ مزاجِ شریعتِ محمدی اور دینِ فطرت کے آفاقی وہمہ جنتی اصولوں کے خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے شوہر اور بیوی کے باہمی حقوق کو انتہائی باعزت اور حسین پیرائے میں بیان فرمایا ہے: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلزَّوْجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (الآیۃ) ترجمہ: اور عورتوں کا بھی مردوں پر اُسی معروف طریقے سے (دستورِ شرع کے مطابق) حق ہے، جس طرح مردوں کا عورتوں پر حق ہے اور مردوں کو عورتوں پر (یک گونہ) فضیلت ہے۔

اسی طرح حضور علیہ السلام نے اپنے متعدد فرامین اور ارشادات میں عورت کے حقوق اور اُس کی حیثیت بیان فرمائی کہ ”تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں سے اچھا ہے اور میں تم سب میں سے اپنے گھر والوں کے معاملے میں اچھا ہوں“، خطبہٴ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے عورتوں کے ساتھ ہمدردی اور اُن کے حقوق کے حوالے سے ایک فکر انگیز اور تاریخی خطبہ دیا، نیز اسلام ہی نے عورت کو بیٹی کے روپ میں شفقت و محبت اور حُسنِ تربیت کا حق دار ٹھہرایا اور دو یا ایک بیٹی کے باپ کو اُس کی تربیت اور تہذیب کرنے پر اجر و ثواب کی بشارت سے نوازا ہے۔ شادی کے بعد عورت

خاندان کی بیوی ہونے کے ناتے حسن سلوک اور محبت کی مستحق ٹھہرتی ہے، تو اولاد کی ماں ہو کر اُس ذرہ علیا تک پہنچتی ہے کہ بموجب فرمان نبوی جنت اُس کے قدموں میں ہوتی ہے اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت کردہ حدیث کے مطابق جس نے ماں کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اُس کو دوزخ کا عذاب نہیں ہوگا۔

خلاصہ بحث

اس تمام بحث سے ثابت ہو گیا کہ نکاح میں عورت کی تذلیل و تحقیر نہیں، بلکہ اُس کی تکریم و تحفیظ ہے۔ بعض سرمستانِ یادہ کبرنسی ساداتِ کرام اور دنیاۓ دنی کے کچھ مغادرست مفتیانِ عظام، کسی بھی عورت کی نسبی اعتبار سے غیر کفو میں شادی کو تو باعثِ تذلیل و تحقیر اور وجہِ بے عزتی و بدنامی قرار دیتے ہیں (حالانکہ کفو میں نسبی جہت مختلف فیہ بین ائمۃ الاسلام ہے) لیکن جیسی (دین و دیانت و تقویٰ) اعتبار سے غیر کفو میں شادی کو باعثِ عظمت و افتخار سمجھتے ہیں کہ اعلیٰ خاندان کا لڑکا ہونا چاہیے۔ چاہے کردار کے لحاظ سے جیسا گیارا بھی ہو (حالانکہ کفو میں جیسی جہت متفق علیہ بین ائمۃ الاسلام ہے) چنانچہ اس سلسلے میں امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور ائمہ احناف امام کریمؒ، سفیان ثوریؒ اور امام بھصاصؒ رازیؒ کے مواقف تو آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

شیخین کا موقف

اب فقہ حنفی سے خود شیخین (امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ) کا موقف ملاحظہ ہو۔

فتاویٰ عالمگیری ج 1، ص 291، پر اور فتاویٰ قاضی خان ج 1، ص 350 پر ہے:

تعتبر الكفاءة في الديانة وهذا قول أبي حنيفة وأبي يوسف هو الصحيح كذا في الهداية فلا يكون الفاسق كفءاً للضالحة كذا في المجمع سواء كان معلناً الفسق أو لم يكن.....

ترجمہ: دیانت (مرد کی شرافت و تقویٰ و صالحیت) کا بھی کفو بننے میں اعتبار رکھا جاتا ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کا قول ہے اور یہی قول مذہب صحیح ہے اور ہدایہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ لہذا فاسق مرد صالحہ عورت کا کفو نہیں بن سکتا۔ اسی طرح فتاویٰ مجمع میں بھی لکھا جا چکا ہے، برابر ہے کہ اُس فاسق مرد کا فتنہ علانیہ ہو یا غیر علانیہ (پوشیدہ)

فتاویٰ خانہ کی عبارت ملاحظہ ہو: وقال ابو يوسف رحمه الله تعالى الفاسق اذا كان معلناً يخرج سكراناً لا يكون كفواً للضالحة من بنات الصالحين۔
ترجمہ: امام ابو یوسف نے فرمایا کہ فاسق مرد جب علانیہ فاسق ہو اور شراب کے نشے میں ڈھت ہو کر باہر نکلتا ہو (لوگوں کو اس کی شراب نوشی کا علم ہو) وہ نیک لوگوں کی پارسیابی کا کفو نہیں ہو سکتا۔

تاریخین کرام! یہ قانون سب لوگوں کے لیے برابر ہے، چاہے وہ سید خاندان سے متعلق ہو یا غیر سید گھرانے سے۔ اسی طرح ہدایہ میں بھی موجود ہے کہ جسی (دیانت و تقویٰ) کا عدم نکاح بھی صالحین کی صالحہ لڑکی کے لیے ویسا ہی باعث عار ہے، جیسا کہ جسی عدم نکاح ہے، بلکہ یہ اُس سے بھی بڑھ کر ہے۔ ہدایہ کی عبارت

ملاحظہ ہو: وتعتبر أيضًا في الذين أَى الذَّيَانَةُ ولهذا قول ابى حنيفة وابى يوسف وهو الصحيح لانه من اعلى المفاسد والمرأة تعبر بفسق الزوج فوق ما تعبر بضعة نسباً۔

ترجمہ: اور نسبی کفو کے ساتھ جسی کفو یعنی دین و دیانت کا بھی ضرور اعتبار کیا جاتا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے، کیوں کہ یہ (دیانت، تقویٰ، صالحیت اور اچھی شرت) زیادہ قابلِ فخر بات ہے۔ عورت نسبی عدم کفایت یعنی خاوند کے خاندانی پس منظر، دنیوی کاروبار اور صنعت و حرفت کے سبب جتنی شرمندگی اور عار محسوس کرتی ہے، وہ اُس سے کہیں زیادہ عار و خند کی بدکرداری و فسق کی وجہ سے محسوس کرتی ہے۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ ساداتِ کرام یا کوئی دوسرا عالی نسب خاندان اپنی کوئی بیٹی کسی دوسرے کم درجہ خاندان کے کسی فرد کو نہیں دینا چاہتا تو نہ دے، اُسے کون ایسا کرنے پر مجبور کرتا ہے؟ مگر خدا را ایسے نکاحوں کو از روئے شریعتِ محمدیہ حرام اور ناجائز تو نہ کہے، کیوں کہ ایسا سوچنا یا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ ہماری کتبِ عقائد میں یہ تصریح موجود ہے اور حضرت پیر مرعلی شاہؒ کے ملفوظاتِ مہرّیہ میں بھی مرقوم ہے کہ جس طرح تحلیلِ ما حرم اللہ کفر ہے، اسی طرح تحریمِ ما احل اللہ بھی کفر ہے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کی کسی حرام کردہ چیز کو حلال سمجھنا کفر ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی کسی حلال کردہ چیز کو حرام سمجھنا اور کہنا بھی کفر ہے۔

شریعت کے مقابلے میں ہماری پسند و ناپسند کی کوئی حیثیت نہیں

جیسا کہ میں نے اسی کتاب میں کہا ہے کہ میرا بھی ایک سید گھرانے سے تعلق ہے اور میں بھی نہیں چاہتا کہ کوئی سید صاحب خواہ مخواہ اپنی بیٹی کسی غیر خاندان میں دیں۔ مگر بات صرف اتنی ہے کہ اگر کوئی سید صاحب اپنی لڑکی اپنے خاندان سے باہر کسی قریشی، ہاشمی، اعوان وغیرہ یا کسی عالم و فاضل، باکردار، صاحب دیانت و تقویٰ اور اچھی شہرت رکھنے والے شخص کو دینا چاہیں یا لڑکی خود رشتہ کرنا چاہے، تو از روئے شریعت محمدیہ ایسا نکاح حلال ہے۔ سادات کو اس بات پر رنجیدہ نہیں ہونا چاہیے، نیز حضرت پیر مر علی شاہؒ بھی غیر کفو کی نسبت ہم کفو خاندانوں میں رشتہ دینے کو ترجیح دیا کرتے تھے اور راقم الحروف اس موقف میں اُن کا مؤید و پیرو ہے، مگر یہ کہنا کہ اُن کے فزوی سے حرمت قطعہ ثابت ہے کہ غیر کفو میں برضائے ولی اقرب بھی نکاح سیدہ باغیر سید از روئے شریعت قطعاً حرام ہے یا ناجائز ہے، ایسی باتیں کرنا مقلدین ائمہ اہل علم کو زیب نہیں دیتا۔ چند جملاء عالم دین نہ ہونے کے سبب اگر ایسی جاہلانہ باتیں عوام میں اپنی دھاک بٹھانے اور اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے کرتے ہیں تو کرتے رہیں، مگر جو حضرات کتاب و سنت کی تعلیمات اور اکابر اُمت کے تعامل سے باخبر ہیں، وہ قطعاً ایسی یا وہ گوئی نہیں کرتے، کیوں کہ ایسا کرنا قرآن و سنت کے ساتھ کھلی جسارت ہے۔ ارباب علم سادات کو چاہیے کہ وہ کم علم سادات کو اس مسئلہ کی حقیقی صورت سے آگاہ کریں اور ٹھنڈے دل سے انہیں یہ مسئلہ سمجھائیں کہ ہماری خاندانی عزت و وجاہت

اپنی جگہ، لیکن شریعت کی رو سے کسی چیز کا حرام ہونا، ہماری پسند و نا پسند یا معاشرتی اونچ نیچ سے ثابت نہیں ہوتا، بلکہ اس کے لیے قطعی ثبوت شرعی چاہیے۔

فقہی اصطلاحات کی توضیح مزید

اگرچہ میں نے ان کی پوری وضاحت میں فرض، واجب، سنت، مستحب، حرام اور مکروہ تحریمی وغیرہ کی تعریفات کے ضمن اس کتاب میں کر دی ہے، مگر یہاں ایک اور اقتباس کا نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں، تاکہ مزید وضاحت ہو جائے۔ چنانچہ خاتم المحققین علامہ سید ابن عابدین شامیؒ نے اس مسئلہ کو مزید وضاحت کے ساتھ لکھا ہے، فرماتے ہیں: **ان الأدلة السبعية اربعة الاول قطعی الثبوت والدلالة كنصوص القرآن المفسرة أو المحكمة والسنة المتواترة التي مفهومها قطعی، الثاني قطعی الثبوت ظنی الدلالة كالآیات المؤولة، الثالث عكسة كاخبار الأحاد التي مفهومها قطعی، الرابع ظنیهما كاخبار الأحاد التي مفهومها ظنی فبالاول یثبت الفرض والحرام وبالثانی والثالث الواجب وكراهة التحريم وبالرابع السنة والمستحب۔** ترجمہ: سبھی دلائل چار ہیں۔ اول: قطعی الثبوت و قطعی الدلالة، جیسے قرآن مجید کی نصوص مفسرہ و محکمہ اور ایسی احادیث متواترہ جن کا مفہوم قطعی ہو، ہانی: قطعی الثبوت اور ظنی الدلالة، جیسے آیات مؤولہ، ثالث: قطعی الدلالة جیسے وہ اخبارِ آحاد جن کا مفہوم قطعی ہو، رابع وہ اخبارِ آحاد جن کا مفہوم ظنی ہو۔ پہلی قسم سے فرض اور حرام ثابت ہوتے ہیں اور دوسری اور تیسری قسم سے واجب اور مکروہ تحریمی اور چوتھی قسم سے سنت اور مستحب

ثابت ہوتے ہیں۔

مقولہ بالا عبارت اور اس جیسی بیسیوں عبارات فقہاء و علمائے اسلام سے یہ اصلی قاعدہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز کی تحریم ثابت کرنے کے لیے ایسی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ ہو یعنی وہ قرآن مجید کی نص قطعی ہو یا حدیث متواتر ہو اور اُس آیت یا حدیث متواتر کی حرمت پر دلالت بھی قطعی ہو۔ سو جو لوگ غیر سیدہ سے نکاح کو حرام کہتے ہیں اُن سے ہم نہایت ادب سے کہتے ہیں کہ وہ ایسے نکاح کے حرام ہونے پر قرآن مجید یا حدیث متواتر سے کوئی نص صریح پیش کریں جو اس تحریم پر قطعی الدلالہ ہو تو چشم مارو شن دل ماشاؤ۔ جہاں تک تعلق ہے ضعیف و موضوع روایات کا یا صوفیاء کے اقوال و اشعار کا تو محدثین و فقہاء کی تصریحات و تحقیقات کے مطابق اِن سے کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہوتا۔

فتویٰ کا معیار اعتبار و حقانیت

کسی فتویٰ کی حقانیت یا اُس کے معتبر ہونے کے لئے کسی بڑے مفتی، کسی بڑی درگاہ یا کسی بڑے مدرسے سے شائع و صادر ہونا ضروری نہیں ہوتا، بلکہ دلائلِ ہمیدہ کی روشنی میں صورتِ مسئلہ کا حل قرآن و سنت کے غیر متزلزل شواہد اور ادلہ کے حوالوں سے جو بلا لکھتا قابلِ اعتبار ہوتا ہے۔ پس لوگ سمجھتے ہیں کہ کوئی مشہور مفتی یا کسی درگاہ یا بڑے مدرسہ سے محض ایک فتویٰ کا صادر ہو جانا اُس کی صداقت اور اُس کی حتمیت کے لئے کافی ہوتا ہے، یہ محض اُن کی غلط فہمی ہے، کیوں کہ اگر محض کسی مدرسہ یا درگاہ سے

کسی فتویٰ کا صدور اُس کے معتبر ہونے کو کافی ہوتا تو پھر مدرسہ یا درگاہ والے محض اپنی رائے سے بھی فتویٰ دے سکتے کے مجاز ہوتے، مگر ایسا نہیں ہے، بلکہ فتویٰ کوئی بھی لکھتے یا جہاں سے بھی جاری ہو، عشاء اُس میں پیش کردہ دلائل کو سب سے پہلے دیکھتے ہیں۔ اگر دلائل وزنی ہوں تو تسلیم کر لیتے ہیں، وہ بھی دلائل کی وجہ سے، نہ کہ کسی مقام یا کسی شخصیت کے حوالے سے اور اگر دلائل کمزور ہوں تو ایسے فتویٰ پر اعتراض کیے جاتے ہیں اور اُسے دوسرے دلائل کی روشنی میں رد کر دیا جاتا ہے۔

قانون کی تشریح و تصریح میں جج صاحبان کا اختلاف

قاضی، مفتی اور جج ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ جس طرح ہول جج، پاکستان کے قانون کو سامنے رکھتے ہوئے ایک فیصلہ دیتا ہے تو سیشن جج اگر دیکھتا ہے کہ اُس کے دلائل یا اُن کا کیس پر انطباق غلط ہے، تو وہ اُسے رد کر کے اپنی تحقیق کے مطابق دوبارہ اُسی کیس کا فیصلہ لکھتا ہے۔ فریق ثانی کو ہائی کورٹ میں اُس کے خلاف اپیل دائر کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ ہائی کورٹ اگر سیشن کورٹ کے دلائل پر مبنی اُس فیصلہ سے مطمئن ہو تو اُس فیصلے کو بحال رکھتی ہے، ورنہ اُسے رد کر کے خود ایک فیصلہ دیتی ہے۔ اس میں بھی فریق ثانی اپیل میں آخری فیصلہ کرانے کے لیے سپریم کورٹ جاسکتا ہے۔ اگر سپریم کورٹ بھی اُن دلائل سے مطمئن ہے تو ہائی کورٹ کے اُس فیصلے کو برقرار رکھ سکتی ہے، بصورت دیگر حتمی فیصلہ دینے کی مختار ہے۔ جو فیصلہ وہ اب دے گی، وہ فریقین کو تسلیم کرنا پڑے گا اور سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ قانون کا حصہ بن جاتا ہے اور سند کے

طور پر سب قانون میں بہ طور استشہاد چھپوا دیا جاتا ہے، پھر اُس نوعیت کے تمام فیصلے اُسی کی روشنی میں دیئے کی تمام عدالتیں پابند ہو جاتی ہیں، حالانکہ اگر دیکھا جائے تو ہول کورٹ سے لے کر سپریم کورٹ تک کی تمام عدالتیں اور جج آئین پاکستان ہی کی روشنی میں اپنے اپنے فیصلے دیتے آئے ہیں، مگر دلائل اور کیس پر اُن کے انطباق کے سلسلے میں مرحلہ وار جس جس انداز فکر سے گزرا گیا وہ مختلف ہے۔ اسی اختلاف کے سبب سپریم کورٹ تک آنے والا وہ کیس مختلف مراحل سے گزرتا گیا، آخر سپریم کورٹ نے ماتحت تمام عدالتوں کے دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے، اُن میں سے قرین حقیقت و انصاف دلائل کو لے کر آخری فیصلہ دے دیا۔ یہی حال قاضی یا ایک مفتی کے فیصلے کا ہے اور فوق کسل ذی علم علیم کی آیت اُس فتویٰ یا فیصلے پر اعلیٰ عدالت کا کام کرتی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ کمزور دلائل پر جتنی فتویٰ کو اعلیٰ تعلیم والا چشم زدن میں رد کر دیتا ہے کہ یہ فیصلہ اِن اِن وجوہ کی بنا پر غلط لکھا گیا، یوں نہیں، یوں ہونا چاہیے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے کسی بھی جھگڑے کو نمٹانے کے لئے مسلمانوں کو ذاتی رائے زنی کرنے سے روکتے ہوئے فرمایا: فان تنازعتم فی شئی فرؤہ الی اللہ والرسول (الحج کہ اُس کیس کو اللہ اور اُس کے رسول کے سامنے پیش کرو یہاں سے، جو فیصلہ ملے گا، وہ حتمی فیصلہ ہوگا۔ اُن کے بعد کے درمیان ذاتی کوئی لڑائی نہیں، بلکہ مسائل میں اختلاف کی بنیاد دلائل ہیں اور امام ابو حنیفہ کے شاگردوں امام ابو یوسف، امام محمد

امام زفر وغیرہم نے اپنے اس جگت اُستاد سے بیسیوں مسائل میں برہنائے دلائل اختلاف کیا، مگر ابوحنیفہؒ نے اُن کے اس اختلاف کا کبھی بُرا نہ منایا، بلکہ جہاں دیکھا کہ میری دلیل کمزور ہے اور میرے شاگرد کی دلیل قوی ہے تو وہیں رُجوع کر لیا، کیوں کہ ابوحنیفہؒ بایں جلالتِ علمی و فوقِ کُلِّ ذی علمِ حلیم کے قرآنی ارشاد پر بھی ایمان رکھتے تھے۔ وہ ضد، ہٹ دھرمی، انایت اور ریاکاری سے پاک لوگ تھے۔ اُن کا مقصد ماحول پر اپنی علمی ڈھونس جمانا ہرگز نہ تھا، بلکہ وہ خدمتِ دین کے لئے سراپا اخلاص تھے، بخلاف آج کے بعض خود پسند مفتیوں کے کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کے نعلینِ مبارک سے مس ہونے والے ایک ذرّہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتے، مگر امیروں اور وڈیروں کا قرب حاصل کرنے اور اُن سے محض دُنیوی مراعات پانے کی خاطر دین کے مخلص اور سچے مشائخ و علماء کے فتوؤں کو اپنی ہوس کاریوں کا نشانہ بناتے ہوئے اُن کے مفاہیم کا حلیہ تک بگاڑ کر رکھ دیتے ہیں اور نتیجتاً قرآن و سنّت اور فقہائے سلف کے متفقہ اُصول سے اُن کا ٹکراؤ پیدا کر دیتے ہیں، تاکہ اہلِ علم اُن کے بارے میں سوچا نہ جملے استعمال کریں، کیوں کہ اِن اُجرت گیر اور بے نام و نشان مفتیوں کو تو کوئی نہیں جانتا، مگر کم علمی پر مبنی اپنے بھونڈے دلائل اور دُور از کار تاویلات کو جس عظیم علمی و روحانی شخصیت کے سر تھوپ رہے ہوتے ہیں، اُس کو تو دنیاۓ علم میں سانس لینے والا ہر انسان نہ صرف جانتا ہے، بلکہ اُسے اُس کے علم و فضل کی وجہ سے اپنے سر آنکھوں پر جگہ بھی دیتا ہے۔

مفتیانِ گولڑہ کے دلائل آخر حضرت گولڑویؒ نے قابلِ حجت کیوں نہ سمجھے؟

میرے جدِ امجد حضرت پیر مر علی شاہ گولڑویؒ جو علومِ دینیہ اور دوسرے علوم کے ایک بحرِ ذخار تھے۔ آپ نے خود کو صریحاً حنفی المسلک لکھا ہے اور آپ کے شائع شدہ تمام فتوے بھی احناف کے مسلک پر ہیں۔ تو یہ بات کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ آپ اکابرِ ائمہ احناف کے اس متفقہ فیصلہ کے خلاف کچھ لکھ سکتے ہیں یا آپ کا یہ نظریہ ہے کہ رضائے اولیاء کے باوجود بھی کسی سیدہ یا غیر سیدہ کا نکاح غیر کفو میں منعقد ہی نہیں ہوتا۔ اگر آج کا کوئی مفتی رضائے اولیاء کے باوجود سیدہ کے غیر کفو میں عدمِ نکاح کے خود ساختہ مفروضے کو فقہی جزئی ثابت کر رہا ہے تو اگر حضرت گولڑویؒ کے نزدیک بھی مفتیانِ گولڑہ کے تحریر کردہ رسالچوں کے دلائل سند کا درجہ رکھتے تو آپ نے ان رسالچوں میں مندرج دلائل و شواہد میں سے کسی ایک دلیل کو بھی شامل فتویٰ کیوں نہ فرمایا؟ کیا آج کے ان سطحی مفتیوں کے مطالعہ سے حضرت گولڑویؒ یا آپ کے ہم نشین علماء کا دائرہ مطالعہ اتنا محدود تھا کہ بعد والے مفتی تو بزعمِ خویش ایسے ایسے ناقابلِ تردید دلائل لکھ کر اپنی علمی دھاک عوام پر بٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں اور سیفِ چشتیائی ایسی کتاب تصنیف کرنے والا اتنا کثیر الحجّت دماغ ایسی قوی دلیلیں جمع کرنے سے عاجز رہا۔ معلوم ہوا کہ حضرت گولڑویؒ کے بعد آج تک نکاحِ سیدہ کے عدمِ جواز پر جتنی کتابیں اور رسالے شائع ہوئے اور ان میں مفتیانِ گولڑہ سمیت دنیا بھر کے جتنے بزعمِ خویش علماء و مفتیان نے جس قدر بھی دلائل لکھے اور جن جن عظیم مفتیوں کے اسماء کو

تائید پیش کیا ہے وہ سب کچھ خاک کے برابر ہے۔ اگر اُن دلائل کے طوار میں کچھ بھی وزن ہوتا تو حضرت گولڑوئی ایسا فقیہ العصر اور نابینہ روزگار انسان اُن میں سے کسی ایک دلیل کو تو بہ طور ثبوت ضرور پیش کرتا، مگر آپ نے اِن بھونڈے دلائل کے تار عنکبوت کو قابل التفات ہی نہ سمجھا۔

برو ایں دام بر مرغِ دگر نہ

کہ عنقا را بلند است آشیانہ

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت گولڑوئی کو اِن سارے گولڑوی مفتیوں پر تقدم علمی کے علاوہ تقدم زمانی بھی حاصل تھا۔ آپ کے بعد آج یہ سارے دلائل اِن مفتیوں کو کتابوں میں نظر آ گئے، حالانکہ حضرت پیر صاحب کے مقابلے میں ایسے لاکھوں مفتی طفلِ مکتب کے درجہ سے بھی کم تر ہیں، تو بتایا جائے کہ پھر حضرت گولڑوئی ایسے کثیر المطالعہ، جامع الفروع والاصول، رازی دوراں، بیہقی زماں، غزالی وقت اور مرجعِ علماء و فضلاء عصر انسان کی چشمِ علم و بصیرت سے اِن تمام مفتیوں والے رسالچوں اور تصانیف میں پیش کردہ دلائل قاطعہ آخر کیوں نہ گزر سکے، حالانکہ آپ کتابی علوم کے علاوہ علومِ دل پر بھی یدِ طولی رکھتے تھے، جیسا کہ اپنی آپ ایک فارسی غزل کے مقطع میں خود فرماتے ہیں۔

تایافتہ ام خبرے از بابِ علومِ دل

دلدادہ بہتر آں شہِ حیدرِ کز ارم



باب چہارم

مشروعات کی تعریف

اور

متعدد رشتوں کی تفصیل



مشروعات اور ان کی تعریفات

مسئلہ لہذا چوں کہ شرعی حلال اور حرام کے طور پر بحث کیا جا رہا ہے، اسی لیے مندرجہ ذیل مشروعات کی تعریف اور احکام کا جاننا مسئلہ مذکورہ کے سمجھنے کے لیے ضروری ہے۔

۱: فرض

فقہی تعریف: الفرض لغة هو التقدير لغت کی رو سے فرض کا معنی تقدیر ہے یعنی مقرر کرنا، جیسے کہا جاتا ہے: فرض القاضي النفقة قاضی نے خرچہ فرض کیا (مقرر اور مقرر کیا) یعنی خرچے کی مقدار مقرر و معین کر دی۔ گویا جو چیزیں شرعاً فرض ہیں، انہیں مفروضات اور مقدرات بھی کہا جاتا ہے کہ اب ان میں زیادتی و نقصان، بڑھانے اور گھٹانے کی گنجائش و احتمال نہیں۔ آیت قرآنی: فرضنا علیہم فی ازواجہم میں فرضنا بمعنی قدرنا ہے۔

شرعی تعریف: الفرض ما ثبت بدلیل قطعی الثبوت والدلالة حیث لا شبهة فیہ یعنی فرض وہ ہے جو ایسی دلیل سے ثابت ہو جو ثبوت اور دلالت کے لحاظ سے قطعی ہو، بایں طور کہ اس میں شبہ نہ ہو۔

فرض کا حکم: یکفر جا حدة و یعذب تارکة اس کا انکار کرنے والے کو کافر کہا جائے

گا اور اس کے چھوڑنے والے کو عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔

1: الفرض العین: مایلزم کل واحد إقامة ولا یسقط باقامته البعض كالصلوات الخمس یعنی فرض عین وہ ہوتا ہے جس کا قائم کرنا ہر مکلف پر لازم ہو اور بعض کے قائم کرنے سے دوسرے بعض (قائم نہ کرنے والوں) سے ساقط نہ ہو جیسے کہ نماز پنجگانہ۔

2: الفرض علی الکفاية: مایلزم جمیع المسلمین اقامته ویسقط باقامته البعض عن الباقین كالجهاد و صلوة الجنابة یعنی فرض علی الکفایہ وہ ہوتا ہے جو لازم تو تمام مسلمانوں پر ہو لیکن اگر کچھ نے اُسے قائم کر لیا تو باقی (قائم نہ کرنے والوں) سے وہ ساقط ہو جاتا ہو جیسے جماد اور نماز جنازہ۔

ضروری نوٹ: فرض کی دو قسمیں اور بھی ہیں۔ فرض اعتقادی اور فرض عملی۔

فرض اعتقادی کے انکار سے کفر لازم آتا ہے اور فرض عملی کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا مثلاً احناف کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح فرض عملی ہے، اگر کسی شخص نے سر کا مسح نہیں کیا تو اُس کا وضو نہیں ہوگا اور مسح چھوڑنے سے وہ کافر بھی نہیں ہوگا، لیکن مطلقاً سر کا مسح فرض اعتقادی ہے۔ اگر اس کا اعتقاد انکار کرے گا کہ سر کا مسح فرض نہیں ہے تو پھر ایسا شخص شرعاً کافر قرار پائے گا۔ یعنی فرض اعتقادی کا انکار کفر ہے، جب کہ فرض عملی کا بغیر عذر ترک موجب فسق ہے، موجب کفر نہیں ہے اور احکام میں اکثر فرض سے مراد فرض عملی ہوتا ہے۔

2: واجب

لغوی تحریف: اس کا لغوی معنی ساقط ہے، کیوں کہ الوجوب ہو السقوط یعنی وجوب کا لغوی معنی سقوط (گر پڑنا) ہے۔ قرآن مجید میں ہے: فاذا وجبت جنوبها فكلوا منها واطعموا الفانع والمعتر (الآیہ) یعنی پس جب وہ کروٹ کے بل گر پڑیں تو تم خود بھی کھاؤ اور بے سوال اور سوالی محتاج کو بھی کھانے کے لیے دو۔

شرعی تعریف: الواجب ماثبت بدلیل قطعی الدلالة وظنی الثبوت أو ظنی الدلالة وقطعی الثبوت یعنی جو ایسی دلیل سے ثابت ہو جو دلالت کے اعتبار سے قطعی اور ثبوت کے اعتبار سے ظنی ہو یا دلالت کے اعتبار سے ظنی اور ثبوت کے اعتبار سے قطعی ہو، یعنی ایک پہلو سے اُس میں ظنی ہو مثلاً قرآن کی وہ آیت جس میں تاویل کی گنجائش ہو یا خبر واحد یعنی وہ حدیث شریف جس کا راوی ایک ہو۔

واجب کا حکم: نو حکمۃ انه یشاب بفعلہ و يستحق بترکہ عقوبۃ لولا العذر حتی یضلل جاحلہ، ولا یکفر بہ یعنی واجب کا حکم یہ ہے کہ اُس کے کرنے پر ثواب ہے اور اگر بغیر کسی عذر شرعی کے اُسے ترک کر دیا، تو ایسا شخص سزا کا مستحق ہے۔ اگر کسی نے اُس کا انکار کیا تو اُسے گمراہ قرار دیا جائے گا مگر تکفیر نہیں کی جائے گی۔ گویا ثابت یہ ہوا کہ واجب عملاً تو فرض کی طرح ہے مگر اعتقاداً اُس کی طرح نہیں ہے، کیوں کہ فرض کا علم قطعی ہوتا ہے جب کہ واجب کا ظنی۔ اس لیے فرض کا منکر کافر ہوگا اور واجب کا منکر کافر نہ ہوگا، کیوں کہ اُس کے ثبوت میں ظن (شُبہ) ہے، لیکن اِس کا

بجالاتا فرض کی طرح ضروری ہے۔

3: سنت

نُفوی تعریف: السُّنَّةُ عبارة عن الطريقة المملوكة (یعنی ایسا راستہ جس پر چل جاتا ہے۔ شرفائیت کی تعریف یہ ہے: ما صدر عن النبی ﷺ من قول أو فعل أو تقریر علی وجه القاسی یعنی وہ فعل جو رسول اللہ علیہ السلام سے صادر ہوا ہو خواہ آپ نے خود کیا، فرمایا یا آپ کے سامنے آیا گیا اور آپ نے منع نہ فرمایا۔ یعنی وہ کام جو آپ کا حکم ہوا آپ سے اُس کا ہونا ثابت ہو یا آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ثابت ہو کیوں کہ آپ نے فرمایا: علیکم بسنتی وسنة الخلفاء من بعدی وعضوا علیہا بالنواجذ یعنی میری سنت لازم پکڑو اور میرے بعد خلفاء کی سنت کو بھی لازم پکڑو اور اس کو دانتوں (داڑھوں) سے مضبوط پکڑے رکھو۔

سنت کی قسمیں: سنت کی دو قسمیں ہیں، سنت ہدی (سنت مؤکدہ) اور سنت زائدہ

پہلی قسم کی تعریف اور حکم: سنة الهی ما واطب علیہا التبی مع التری احیاناً علی سبیل العبادۃ وتارکھا یستوجب اساءة یعنی سنت ہدی وہ ہے جس کو نبی اکرم ﷺ نے بطور عبادت کیا ہو اور ہمیشہ کیا ہو، لیکن کبھی کبھار ترک بھی فرمایا ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو کرنے والا ثواب کا مستحق ہے اور ترک کرنے والا گنہگار قابل ملامت ہے جیسے نماز، جماعت، اذان اور اقامت وغیرہ۔ یہ سنت ہدی (مؤکدہ) اور شعار اسلام ہیں۔ اگر کسی علاقے والے انہیں بالکل چھوڑ دیں تو انہیں سخت ملامت

کی جائے اور اگر ترک پر اصرار کریں، تو امام وقت اُن سے قتال کرے۔

دوسری قسم کی تعریف اور حکم: نُسْنَةُ الزَّامَةِ مَا كَانَتْ عَلَى سَبِيلِ الْعَادَةِ وَإِنْ وَاضَبَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ وَتَارَكَهَا لَا يَسْتَوْجِبُ إِسَاءَةً يَعْنِي وَدَّكَامِ جَسْ كَوْحُضُورِ عَلَيْهِ السَّلَامُ نے تقرب الی اللہ اور عبادت کی نیت سے نہ کیا ہو، بلکہ اپنی عادت مبارکہ کے طور پر کیا ہو، اگرچہ آپ ہمیشہ کرتے رہے ہوں مثلاً آپ کا لباس پہننا، کھڑا ہونا اور بیٹھنا وغیرہ۔ یہ سنن زوائد ہیں اور ان کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی نے آپ کی سنت سمجھ کر ایسا کیا تو اُسے ثواب ملے گا، لیکن اگر کسی نے ترک کر دیا تو وہ گنہگار نہیں ہوگا اور نہ ہی اُس پر الزامِ اساءت (گنہگاری) ہوگا۔

4: مستحب

مستحب کی تعریف: المستحب ما شرع زیادةً علی الفرض والواجب وقیل المستحب ما رغب فیہ الشارع ولم یوجبہ یعنی وہ کام جو فرض اور واجب کے علاوہ شریعت میں کیا جاتا اور اچھا سمجھا جاتا ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس کام کی طرف شارع علیہ السلام نے رغبت دلائی ہو، مگر آپ نے اسے ضروری قرار نہ دیا ہو۔ اس کو نفل بھی کہا جاتا ہے، کیوں کہ النفل عبارة عن الزیادة (النج لغت میں نفل کا معنی زیادہ کرنا اور اضافہ کرنا ہے۔

مستحب کا حکم: اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے کرنے پر ثواب ہے اور نہ کرنے پر عذاب ہے نہ ہی ملامت۔ گویا نفل، تطوع اور مستحب ایک ہی ہیں اور ان کا حکم بھی

ایک ہے اور سنتِ زائدہ بھی اسی حکم میں آتی ہے۔

5: مباح

تعریف اور حکم: ہو ما استنزی طرفاء ای ما لیس بفعلہ ثواب ولا لترك عقاب
یعنی وہ کام جس کے دونوں پہلو برابر ہوں، اگر کریں تو ثواب نہیں اور اگر نہ کریں تو
گناہ و عذاب نہیں۔

6: مستحسن

تعریف: ما راہ المسلمون حسنا یعنی جس کو مسلمان اچھا سمجھیں۔

لفظِ جواز اور عدمِ جواز پر بحث

قارئین کرام! مسئلہ مانحن فیہ کے سمجھنے کے لیے اس بحث کا سمجھنا نہایت اہم
ہے، کیوں کہ ہمارے مخالفین دیرِ مختار شرحِ تنویر الالبصار کی عبارت: وَیَفْضِ
فی غیر الکفو بعدمِ جوازہ اصلاً پیش کرتے ہیں، تو لامحالہ جواز و عدمِ جواز کے
معنی و مفہوم کا تعین ضروری ہے۔ کتاب قواعد الفقہ میں ہے: الجواز ما لا منع فیہ
عن الفعل والتترك شرعاً یعنی جواز یہ ہے کہ شرعاً کسی کام کے کرنے یا چھوڑنے میں
کوئی ممانعت نہ ہو۔ اگر وہ کام کیا جائے تو بھی جائز ہو اور اگر نہ کیا جائے تو بھی
جائز ہو، کرنے سے گناہ لازم نہ آئے۔ اصطلاح فقہ میں جواز کے لیے لفظِ اباحت
بولا جاتا ہے۔

اباحت کی تعریف: الاباحۃ ہی الاذن باتیان الفعل کیف شاء الفاعل قالہ السید وفی کشاف المصطلحات ہی فی اللّغة الاظهار والاعلان وقد یرد بمعنی الاذن والاطلاق وفی الشرع حکم لا یكون طلباً ویكون تخییراً بین الفعل وتركه والفعل الذی هو غیر مطلوب وخیر بین اتیانہ وتركه یسمی مباحاً جائزاً والحلال اعم من المباح علی ما فی جامع الزموز فی کتاب الکراہیۃ حیث قال کُلّ مباح حلال بلاعکس کالبيع عند النداء حلال غیر مباح لانه مکروه۔

ترجمہ: اباحت، کسی کام کے ادا کرنے کی اجازت کو کہتے ہیں، کرنے والا جیسے ادا کرنا چاہے۔ میر سید شریف نے (کتاب التعریفات میں) فرمایا اور کشاف المصطلحات میں ہے کہ اباحت، نکت میں اظہار اور اعلان کو کہتے ہیں اور کبھی اذن اور اطلاق (کسی حکم کو مخصوص و مقید نہ کرنے) کے معنی میں بھی وارد ہوتا ہے اور شریعت میں ایسا حکم جسے طلب نہ کیا جائے اور اُس کے کرنے اور نہ کرنے میں اختیار دیا گیا ہو اور وہ فعل جو طلب نہ کیا گیا ہو اور اُس کے کرنے یا نہ کرنے میں اختیار دیا گیا ہو، اُس کا نام مباح اور جائز رکھا جائے گا اور حلال مباح کی نسبت عام ہے۔ جامع الزموز، کتاب الکراہیۃ میں جہاں کہا گیا کہ ہر مباح حلال ہے، مگر ہر حلال مباح نہیں ہے، جیسا کہ اذان جمعہ کے وقت بیچ حلال تو ہے مگر جائز نہیں، کیوں کہ وہ اُس وقت مکروہ ہے۔

لفظ جواز کا متعدد معانی میں استعمال

ویسے عَرَب فقہ میں جواز متعدد معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ جن میں سے ایک

بمعنی صحت ہے اور عقود میں یہی معنی زیادہ متعارف ہے، جیسے کہا جائے یہ عقد جائز ہے، یعنی صحیح مقرر ثمرات مثل افادۃ ملک متعہ یا ملک یمین یا ملک منافع ہے، اگرچہ ممنوع و گناہ ہو، جیسے بیع وقت اذان جمعہ۔ دوسرا معنی حلت کا ہے اور افعال میں یہی زیادہ مروج ہوتا ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ یہ کام جائز ہے یعنی حلال ہے، حرام یا گناہ نہیں، اور شرعاً ممنوع نہیں۔

بحر الزائق، کتاب الطہارۃ، بیان میاہ میں ہے: المشائخ تارة يطلقون الجواز بمعنى الحل وتارة بمعنى الصحة وهي لازمة للاول من غير عكس والغالب ارادة الاول في الافعال والثاني في العقود۔

ترجمہ: مشائخ لفظ جواز کو کبھی حلال ہونے کے معنی میں اور کبھی صحیح ہونے کے معنی میں استعمال کرتے ہیں، جب کہ صحیح ہونا حلال ہونے کو لازم ہے بغیر عکس کے (یعنی حلال ہونا صحیح ہونے کو لازم نہیں) غالب طور پر افعال میں حلال ہونے اور عقود میں صحیح ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

علامہ سید احمد مصری نے حاشیۃ الذر المختار میں ایسا ہی نقل کیا ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ ذر مختار میں ہے: يجوز رفع الحدث بما ذكره
اس پر حاشیہ رد المحتار میں ہے: يجوز أي يصح وان لم يحل في نحو الماء المغصوب وهو لو لي هنا من ارادة الحل وان كان الغالب ارادة الاول في العقود والثاني في الافعال۔

۱۔ بحر الزائق، کتاب الطہارۃ، ج ۱، ص ۶۶، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۲۔ الذر المختار، کتاب الطہارۃ، ج ۱، ص ۳۵، مطبوعہ مطبعہ مجتہد دہلی

۳۔ رد المحتار، کتاب الطہارۃ، ج ۱، ص ۱۲۳، دار احیاء التراث العربی بیروت

ترجمہ: یجوز یعنی یصح اگرچہ حلال نہ ہو جیسے غصب شدہ پانی (کی مثال) میں اور یہی معنی یہاں بہتر ہے، بجائے کہ حلال والا معنی مراد لیا جائے، اگرچہ غالب طور پر یہ لفظ عقود میں بمعنی صحیح اور افعال میں بمعنی حلال استعمال ہوتا ہے۔

نوٹ: یہاں یہ معنی ذہن نشین رہے کہ غالب استعمال تو ایسا ہی ہے کہ عقود میں لفظ جواز بمعنی صحیح اور افعال میں بمعنی حلال، لیکن کبھی اس سے ہٹ کر اور معنی بھی لیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح دُرِّ مختار کتاب الاثر بہ میں ہے: صَخْ يَبِعُ الْخَمْرَ مَامَرًا وَمَقَادَةً صَحَّةَ يَبِعُ الْحَشِيشَ وَالْأَفْيُونَ قُلْتُ وَقَدْ سَأَلَ ابْنُ نَجِيمٍ عَنْ يَبِعِ الْحَشِيشَةَ هَلْ يَجُوزُ؟ فَكُتِبَ لَا يَجُوزُ فَيَعْمَلُ عَلَى أَنْ مَرَادُهُ بَعْدُ الْجَوَازِ عَدَمُ الْحَلَالِ۔

ترجمہ: مذکورہ چیزوں میں سے غیر شرکی بیچ صحیح ہے، جس کا مفاد یہ ہے کہ حشیش اور افیون کی بیچ صحیح ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابنِ نجیم سے حشیش کی بیچ کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ جائز ہے؟ تو اُنہوں نے جواب میں لکھا لا یجوز۔ عدم جواز سے اُن کا مقصد عدم حل ہے، یعنی یہاں ”جائز نہیں ہے“ ”حلال نہیں ہے“ کے معنی میں ہے۔

اصطلاح محولہ بالا کا مسئلہ کفو پر انطباق

قارئینِ کرام! مندرجہ بالا کتب کے حوالے سے یہ مصرح ہوا کہ عقود میں یجوز بمعنی یصح اور لا یجوز بمعنی لا یصح ہے اور افعال میں یجوز بمعنی یحل اور لا یجوز بمعنی لا یحل غالب طور پر استعمال ہوتا ہے۔ تو اب جہاں غیر کفو میں بعدم جوازہ آیا ہے۔ اگر اس جگہ لا یجوز بمعنی لا یصح ان کاں حلالاً والا معنی

لیا جائے کہ بقول مخالفین غیر کفو میں نکاح جائز نہیں یعنی صحیح نہیں، اگرچہ حلال ہے، تو پھر ان حضرات کے فتاویٰ کے یہ الفاظ کہ ایسا نکاح حرام ہے، فحبت، فحبت زنا ہے، اولاد اولاد زنا ہے، کس کھاتے میں جائیں گے؟ یہی بات تو باعث زنا ہے کہ غیر کفو میں نکاح کو مطلقاً حرام، ممنوع اور زنا کہنا شرعی احکام میں دخل اندازی ہے۔ اگرچہ غیر کفو میں بھی بغیر رضائے اولیاء ایسا نکاح روایتِ نادرہ کے مطابق بعدمِ جوازہ کے حکم میں آیا ہے، نہ تو ظاہر الزواہ میں ایسا نکاح عدمِ جواز کے دائرہ میں آتا ہے اور نہ ہی رضائے اولیاء کے ساتھ یہ نکاح دائرہ عدمِ جواز میں آتا ہے۔

تاریخین کرام! ”جواز“ کے یہ متذکرہ بالا دو اطلاق تو کتب میں زیادہ تر مستعمل اور عام ہیں۔ ان کے علاوہ اور اطلاقات بھی ہیں، وہ بھی ملاحظہ کر لیے جائیں، جیسا کہ دُرِّ مختار میں تنویر الابصار کی یہ عبارت قابلِ توجہ ہے: امرۃ بتزویج امرأۃ فزوجة أمة جاز۔ ترجمہ: اگر کسی نے دوسرے کو کہا کہ کسی عورت سے میرا نکاح کر دے اور اُس نے لونڈی سے نکاح کر دیا تو جائز ہے۔

حاشیہ کشف الاستار میں ہے: جاز وفي بعض النسخ نفذ وهي انصب لان الكلام في النفاذ لافي الجواز اور حاشیہ رد المحتار میں اسی مقام پر ہے (قوله جاز) في بعض النسخ نفذ وهي انصب لان الكلام في النفاذ لافي الجواز۔

ترجمہ: ماتن کا قول جاز یعنی جائز ہے، کا مطلب ہے نافذ ہے، کیوں کہ یہاں نفاذ میں بات ہو رہی ہے، جواز میں بحث نہیں ہو رہی۔ اسی بات کو حضرت مولانا احمد رضا خان

فاضل بریلوئی نے بھی نہایت تفصیل سے لکھا ہے، فرماتے ہیں: افادہ السادات الثلاثة المحسنون ح ط ش و هو اخص من وجه من الصحة والحل جميعاً فقد ينفذ عقد ولا يصح ولا يحل كالبيع عند اذان الجمعة الى اجل مجهول وقد يصح ويحل ولا ينفذ كبيع فضولي مستجمعا شرائط الصحة والحل قال في رد المحتار ظاهرة ان الموقوف من قسم الصحيح وهو احد طريقين للمشايخ وهو الحق ثم وقد يطلق بمعنى اللزوم قال في رهن الدر القبض شرط اللزوم كما في الهبة ثم قال الشامي قال في العناية وهو مخالف لرواية العامة قال محمد لا يجوز الرهن الا مقبرضاً ثم وفي السعدية انه عليه الصلوة والسلام قال لا تجوز الهبة الا مقبوضة والقبض ليس بشرط الجواز في الهبة فليكن هنا كذلك ثم وحاصلة ان يفسر هنا ايضاً الجواز باللزوم لا بالصحة كما فعلوا في الهبة ثم مختصراً وفي مداينات غمز العيون لو جاز أي لزومنا حيلة لزوم ان يمنع المقرض عن مطالبة قبل الاجل ولا جبر على المتبرع ثم وهو اخص مطلقاً من الصحة والنفاد فقد يصح الشيء وينفذ ولا لزوم كتزويج العم من كفو بهر المثل ولا لزوم لموقوف فهو ظاهر ولا لفايده لانه واجب الفسخ ومن وجه من الحل فقد يلزم ولا يحل كالباعات المكروهة والله تعالى اعلم۔

ترجمہ: اس مسئلہ کی توضیح میں بیان کردہ اس فائدے کو تین بزرگوار محشی حضرات یعنی حلبی، طحاوی اور شامی نے بیان کیا اور یہ معنی پہلے دو معنی (حلال اور صحیح ہونے)

سے خاص من وجہ ہے 'کیوں کہ عقد صحیح اور حلال نہ ہونے کے باوجود نافذ ہوتا ہے' جیسے جمعہ کی اذان کے بعد بیچ مجہول مدت کے ادھار پر ہو اور کبھی عقد حلال اور صحیح ہوتا ہے 'لیکن نافذ نہیں ہوتا' جیسے کہ فضولی کی وہ بیچ 'جو حلال اور صحیح ہونے کی شرائط کی جامع ہو۔ رد المحتار میں کہا کہ موقوف بیچ 'صحیح کی قسم ہے اور یہ مشائخ کے استعمال کے دو طریقوں میں سے ایک ہے اور یہی حق ہے (لے اور جواز بمعنی لزوم بھی استعمال ہوتا ہے۔ دُرِّ مختار کے مسئلہ رہن میں ہے کہ قبضہ لزوم کے لیے شرط ہے 'جیسا کہ ہبہ میں ہوتا ہے (لے اس پر علامہ شامی نے کہا کہ عنا یہ میں کہا ہے کہ یہ عام روایت کے خلاف ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ رہن 'قبضہ کے بغیر صحیح نہیں (لے اور سعدیہ میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہبہ قبضہ کے بغیر جائز نہیں 'جب کہ ہبہ کے جواز کے لیے قبضہ شرط نہیں ہے' مناسب ہے کہ یہاں بھی یونہی ہو۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں رہن کے معاملہ میں بھی امام محمدؒ کے قول میں جواز کی تفسیر لزوم کے ساتھ کی جائے نہ کہ صحت کے ساتھ 'جیسا کہ نقمآنہ ہبہ میں کیا یعنی لایعجز کا معنی یہی لایسزم ہو (یعنی قبضہ کے بغیر رہن جائز تو ہے لازم نہیں) (لے مختصرًا اور غمز العیون کے مداینات میں ہے 'لو جاز یعنی مصلحت لازم ہوگی تو لازم ہے کہ قرض خواہ کو مدت پوری ہونے سے قبل مطالبہ سے منع کیا جائے' جب کہ قرض کی نیکی کرنے والے پر جبر نہیں ہو سکتا (لے اور جواز بمعنی لزوم 'نفاذ اور صحت کے معنی سے خاص مطلق ہے' کیوں کہ کبھی چیز صحیح اور نافذ ہوتی ہے اور لازم نہیں ہوتی 'جیسا کہ چچا زاد کا مرثل کے ساتھ

کنو میں لڑکی کا نکاح کرنا صحیح اور نافذ ہے مگر لازم نہیں، کیوں کہ یہ موقوف ہے اور موقوف چیز لازم نہیں ہوتی اور یہ ظاہر ہے اور فاسد بھی لازم نہیں، کیوں کہ وہ واجب الفسخ ہے اور جواز بمعنی لزوم، جواز بمعنی حل سے خاص من وجہ ہے، کیوں کہ کبھی چیز لازم ہوتی ہے، مگر حلال نہیں ہوتی، جیسا کہ مکروہ بھج کا حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲

نتیجہ بیان اصطلاحات فقہیہ

تارمین کرام! لفظ جواز کے ان مؤخر الذکر اطلاقات کی روشنی میں بھی اگر دیکھا جائے تو مسئلہ مانعہ فیہ کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ وہ نکاح جو غیر کنو میں ہو اور بغیر رضائے اولیاء ہو تو ظاہر الزوا یہ میں لا یجوز بمعنی لا یلزم یعنی ایسا نکاح منعقد تو ہو جاتا ہے، لیکن لازم نہیں ہوتا اور نوادر کے مطابق لا یجوز بمعنی لا ینفذ یعنی نافذ ہی نہیں ہوتا۔ اگر اس تفصیل میں غور کیا جائے تو جھگڑا ہی ختم ہو جاتا ہے اور اگر مفتیان گولڑہ کی خود ساختہ فقہ و شریعت کی روشنی میں دیکھا جائے تو بہت گڑبڑ پیدا ہوتی ہے اور اگر ان تمام استعمالات و اطلاقات سے ہٹ کر جواز اور اباحت کی مقدم اندک تعریف اور حکم جو کہ بحوالہ قواعد الفقہ تحریر ہوا، پر غور کیا جائے تو بھی معاملہ واضح ہے کہ ویسفی فی غیر الکفو بعدم جوازہ کو جس طرح ہمارے مخالفین مطلقاً استعمال کرتے ہیں کہ ”غیر کنو میں با جازت ولی بھی نکاح جائز نہیں۔“ اگر ان کے مفید مطلب ہی بات چلائی جائے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ غیر کنو میں نکاح نا جائز ہے،

یعنی اگر کفو کا خیال رکھا جائے اور نکاح کفو میں کیا جائے تو جائز ہے، ضروری نہیں۔ اگر کفو میں نہ کیا جائے یعنی کفو کو ترک کیا جائے تو بھی کوئی گناہ نہیں ہے اور اگر مذہبِ احناف اور کتبِ فقہائے احناف کی روشنی میں اس کا معنی کیا جائے تو پھر پوری عبارت کا سیاق و سباق کے تناظر میں معنی کچھ یوں ہوگا کہ 'حزہ'، 'مکلفہ'، 'عاقلہ'، 'بالذکا' نکاح کفو میں ولی کی رضا کے بغیر بھی نافذ ہو جاتا ہے اور غیر کفو میں بغیر رضائے ولی کے ہو تو جائے گا، مگر ولی کو حقِ اعتراض حاصل ہوگا، ظاہر الزواہ کے مطابق اور نوادر کے مطابق غیر کفو میں بغیر رضائے ولی نکاح کے بالکل عدمِ جواز کا فتویٰ دیا جائے گا یعنی غیر کفو میں بھی اگر رضائے ولی ہو تو ایسا نکاح صحیح ہے اور اگر رضائے ولی نہ ہو تو یہ صحیح نہیں یعنی لازم نہیں۔ فافہم

لفظِ اصلاً کی وضاحت

قارئینِ باجمین! مفتیانِ گولڑہ کی پیش کردہ اور ان کے محسنین کی اعتماد یافتہ عبارتِ دُرِّ مختار کے ایک حصہ کی ہم نے جواز و عدمِ جواز کے ضمن میں وضاحت کر دی۔ اب اس عبارت میں موجود لفظِ اصلاً کی وضاحت بھی پیش خدمت ہے۔ ہمارے مخالفینِ موقف جنہیں علومِ شرعیہ میں نہ جانے کیا کیا ہونے کا زعم ہے، مگر علمِ فقہ میں ان کے رُسوخ کا یہ عالم ہے کہ وہ عبارتِ محلّہ بالا میں لفظِ اصلاً کا یہ معنی کرتے ہیں کہ غیر کفو میں نکاح جائز ہی نہیں یا منعقد ہی نہیں ہوتا، خواہ ولی کی اجازت و رضا سے ہو یا بغیر اجازت و رضائے ولی کے۔ یہ معنی صریحاً غلط ہے، کیوں کہ اگر کوئی لفظ ان کے

مزعومہ مطلب و مفہوم کی ترجمانی کر سکتا ہے تو وہ لفظ اصلاً نہیں، بلکہ لفظ مطلقاً ہے، یعنی بعدمِ جوازہ اصلاً کے بجائے بعدمِ جوازہ مطلقاً ہوتا، تو پھر غیر کفو میں رضا مندی ولی کے باوجود بھی لڑکی کا نکاح سرے سے منعقد ہی نہ ہو سکتا۔ اس صورت میں رشتوں کے آپس میں لین دین کا خاتمہ ہی ہو جاتا، مگر ایسی کوئی بات نہیں، لہذا دلائل سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ اگر قبض از عقد، ولی غیر کفو میں نکاح پر راضی ہو جائے تو نکاح صحیح و لازم ہے اور اس پر ظاہر التزوایہ اور غیر ظاہر التزوایہ (یعنی نوادر) کا اتفاق ہے، بلکہ لفظ اصلاً کا معنی یوں کر ناپڑے گا: لا یصح النکاح من غیر کفو اصلاً اى لازماً ولا موقوفاً علی الرضا بعد البلوغ یعنی جب لفظ اصلاً پر نفی آئے تو وہاں تعدد ہوتا ہے اور یہاں تعدد یہ ہے کہ غیر کفو میں نکاح بغیر رضائے ولی نہ لازم ہوتا ہے اور نہ موقوف۔

خلاصہ یہ ہے کہ عورت عاتکہ بالغہ اگر رضائے ولی کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرتی ہے، تو یہ نکاح مطابق روایتِ نادرہ نہ ہی لازم ہے اور نہ ہی رضائے ولی پر موقوف ہے، بلکہ یہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر ولی کی رضا قبل از عقد حاصل ہو تو یہ نکاح غیر کفو میں لازم ہو جاتا ہے، یعنی بعدمِ جوازہ اصلاً میں ضمیر کا مرجع مطلق نکاح نہیں، بلکہ وہ مخصوص نکاح ہے جو غیر کفو میں ہو اور قبل از عقد اُس پر ولی بھی راضی نہ ہو۔ لہذا حضرت گولڑوئیؒ کے فتویٰ ہذا کا تعلق بھی ایک ایسے ہی نکاح کے عدمِ جواز و عدمِ انعقاد کے ساتھ مخصوص ہے۔ گویا جس طرح دُورِ مختار

کی عبارت: وَيُفْتَى فِي غَيْرِ الْكُفْرِ بَعْدَ حَوَازِهِ اَصْلًا مِثْلُ زُمْرِ مَجْرُورِ كَا مَرَجِ اِيكٍ خَاصِ نِكَاحِ هِيَ اُيْ طَرَحَ حَضْرَتُ گَوْلَزِيّ كَيْ فُتُوِيْ هَذَا مِثْلِ مَوْجُوْدَا زَعْدَمِ اِيْنِ چَئِيْنِ نِكَاحِ كَيْ الْفَاظِ مِثْلِ اِسْمِ اِشَارَهْ اِيْنِ كَا مِشَارِ اِلَيْهِ بَهِ وَهِيَ اِيكٌ مَخْصُوْصِ نِكَاحِ هِيَ اَوْرُوْهْ اِيْسا هِيَ نِكَاحِ هِيَ جُوْغَيْرِ كُفْرٍ مِثْلِ رِضَايْ وَلِيْ اَقْرَبِ كَيْ بَغَيْرِ هُوَا هُوْ نَهْ كَيْ مَطْلُقِ نِكَاحِ۔

فَافْهَمْ وَتَدَبَّرْ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْمَمْتَرِيْنَ ع

اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض حضرات کا یہ کہنا کہ ”نکاحِ سیدہ باغیر سید بھی دیگر فروعی مسائل جیسے سیاہ خضاب‘ سماع بالمزامیر کی طرح ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ کچھ علماء اس کے جواز اور کچھ عدم جواز کے قائل ہیں، لہذا یہ اپنے اپنے مذاق کی بات ہے۔ یہ بات بھی بالکل غلط ہے۔ اس لیے کہ فروعی مسائل اور اس مسئلہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے، مثلاً جو لوگ اس کے عدم جواز کے قائل ہیں، وہ اسے فقط فروعی مسئلہ نہیں سمجھتے اور نہ کبھی ایسا کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ادبِ سادات کی وجہ سے ایسا رشتہ نہیں کرتا تو یہ اس کے ذوق اور ادب کا معاملہ ہے اور اگر کوئی شخص ایسا نکاح کر لیتا ہے تو اس میں شرعاً کوئی گناہ نہیں، بلکہ وہ تو بر ملا اسے شرعی ناجائز اور حرام کہتے ہیں، ایسے نکاح کو ٹھجبتِ زنا اور پیدا ہونے والی اولاد کو اولادِ زنا کہتے ہیں۔ جس کا واضح مطلب یہی ہے کہ آج سے چودہ سو سال کے طویل عرصے میں جتنے نکاحِ سیدات باغیر سادات ہوئے وہ سب

نا جائز تھے اور اُن نکاحوں سے پیدا ہونے والی اولاد معاذ اللہ ناجائز تھی۔

کیا چودہ سو سال کے اکابر اُمت جواز اور عدم جواز کے مفہوم سے ناواقف تھے؟ تو کیا جن اکابر اُمت نے چودہ سو سال میں ایسے جتنے نکاح کیے، وہ سب جواز اور عدم جواز کی فقہی اصطلاح اور اس کے مطلب و مفہوم سے ناواقف تھے اور بے علمی میں ایسے نکاح کرتے رہے؟ اس لیے یہ مسئلہ فروعی مسئلہ نہیں، بلکہ اُصول کا مسئلہ ہے، ایسا مسئلہ جو براہ راست حلت یا حرمت کے دلائل قطعیہ سے تعلق رکھتا ہو اسے حلال کہا جائے گا یا پھر حرام، کیوں کہ الحلال بین والحرام بین اور ان دونوں کے لیے قطعی دلائل درکار ہوتے ہیں؛ جب کہ فردی مسائل کی حیثیت مسائل احکام سے یکسر مختلف ہوا کرتی ہے۔ علاوہ ازیں عدم جواز والے پر ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ یہ ثابت کرے کہ یہ کام ناجائز ہے، تو پھر کس درجے میں ہے؟ مکرہ تحریمی ہے یا حرام ہے؟ جب کہ جواز کے قائلین سے تقاضا ہوتا ہے کہ وہ اسے مباح، حلال اور مستحب کے درجات میں سے کس درجے کا جائز سمجھتے ہیں؟ یہ کہاں کی منطق ہے کہ ایک کام شرعاً ناجائز بھی ہو اور چودہ سو سال میں پیدا ہونے والے بڑے بڑے علماء و فقہاء افراد المیہ بیت اور مشائخ عصر اُس شرعی ناجائز فعل پر کثرت سے عمل پیرا بھی رہے ہوں؟ جیسا کہ اس کتاب میں مع حوالہ جات دی جانے والی طویل فہرست سے واضح ہے۔ اگر اس مسئلے کو عدم جواز کے دائرے میں رکھتے ہوئے بھی سمجھنے کی سنجیدہ کوشش کی جائے، تو ہم یہاں فقہائے اُمت کی تصریحات کے تحت اس لفظ کے مختلف

مقامات پر استعمال کے مراتب و مطالب کا ذکر ابھی کر آئے ہیں اور کچھ مزید گفتگو بھی نذر قارئین کر رہے ہیں، تاکہ محض عدم جواز عدم جواز کی تہ لگانے والوں پر بھی واضح ہو جائے کہ اکابر فقہائے مذہب و مشائخ احناف کے نزدیک دیگر اصطلاحات فقہ کے مراتب استعمال کی طرح، اس لفظ کے مختلف مقامات پر استعمال کے ان کے نزدیک کیا کیا معانی و مطالب ہیں اور جواز و عدم جواز کو کس کس مقام پر کس مفہوم اور کس درجے میں رکھا جاتا ہے؟

لفظ جواز و عدم جواز کی ایک اور مثال سے توضیح

چوں کہ ہم اس وقت مسئلہ مانحن فیہ کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرتے ہوئے لفظ جواز و عدم جواز کی وضاحت کر رہے ہیں اور اس لفظ کے مختلف مطالب اور مراتب استعمال کو فقہی اصطلاحات کی روشنی میں پیش کر رہے ہیں، لہذا یہاں ایک اور مثال پیش کرنا بھی مناسب رہے گا، مثلاً داڑھی رکھنے کے سلسلہ میں احادیث و سنت کے علاوہ فقہائے کرام کے متعدد فتاویٰ و فرامین سے یہ بات ثابت ہے کہ قبضہ بھر (ٹٹھی بھر) داڑھی رکھنا واجب ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ متعدد کتابوں میں داڑھی کو سنت کہا گیا ہے، جیسا کہ فتح القدیر میں ہے: وهو القدر المسنون فی اللحية (القبضۃ) بضم الکاف یعنی اور داڑھی میں مسنون مقدار قبضہ ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں واجب پر لفظ سنت کا اطلاق بایں طور جائز ہے کہ اس کا اثبات سنت طریقہ سے ہوا ہے، جیسا کہ علامہ شامیؒ نے فتاویٰ شامی میں فرمایا: وإطلاق السنۃ علی الواجب

جائز لان السنۃ عبارة عن الطريقة المرضیة والسیرة الحسنۃ وکل واجب لهذا صفتہ۔
ترجمہ: سنت کا اطلاق واجب پر جائز ہے، کیوں کہ سنت طریقہ پسندیدہ اور
سیرت حسنہ سے عبارت ہے اور یہ صفت ہر واجب میں موجود ہوتی ہے، لہذا واجب
پر سنت کا اطلاق ثابت ہو گیا۔

اسی طرح صاحب جوہرہ نیزہ نے بیان کیا کہ سنت کا معنی طریقہ ہے، خواہ وہ
طریقہ حسنہ ہو یا سیئہ، مرضیہ ہو یا غیر مرضیہ۔ اس تفسیر کے مطابق بھی سنت کا اطلاق
واجب پر جائز ہے، کیوں کہ واجب بھی طریقہ حسنہ اور طریقہ مرضیہ ہے۔

واجب پر لفظ سنت کے اطلاق کی مثال

اسی طرح سنت کا اطلاق واجب پر بایں معنی بھی کیا جاتا ہے کہ اس کا وجوب
سنت سے ثابت ہے، قرآن سے ثابت نہیں۔ جیسا کہ امام محمدؒ نے اپنی کتاب جامع صغیر
میں نماز عید کو سنت لکھا ہے اور صاحب نافع الکبیر نے اس کے تحت تفریحا تحریر فرمایا
وانما سقاء سنۃ لانه ثبت وجوبها بالسنۃ یعنی اور نماز عید کو (امام محمدؒ نے)
جامع صغیر میں سنت کہا ہے (حالانکہ نماز عید واجب ہے، تو اس کا جواب یہ دیا) کہ
اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے، قرآن سے نہیں۔ لہذا ما وجب بالسنۃ پر سنت کا
اطلاق جائز ہو گا۔ پس ثابت ہوا کہ داڑھی (لحیہ) پر باوجود واجب ہونے کے
سنت کا اطلاق جائز ہے۔

اسی طرح علمائے کرام نے بہ صراحت لکھا ہے کہ لحیہ یک سنت (مٹھی بھر داڑھی)

واجب ہے اور واجب کا ترک مکروہ تحریمی اور حرام کہلاتا ہے۔ گویا جو لوگ تصریحات فقہاء کے مطابق قبضہ بھر داڑھی نہیں رکھتے، یقیناً وہ حرام کے مرتکب ہیں یا پھر کم از کم ایک شرعی ناجائز فعل کے مرتکب ہیں، مگر یہاں جو ناجائز کا لفظ ہم استعمال کر رہے ہیں وہ حرمت کے معنی میں ہے، کیوں کہ مباح کے مقابلے میں حرام آتا ہے۔ جب قبضہ سے کم لہجہ رکھنا ناجائز یعنی غیر مباح ہوا، جیسا کہ صاحب فتح القدیر علامہ ابن ہمام نے تحریر فرمایا، تو پھر لازماً یہ فعل حرام ٹھہرا۔ چنانچہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پٹیؒ نے اپنی مشہور کتاب مالا بد منہ میں یوں تحریر فرمایا: ”مسئلہ: تراشیدن ریش پیش از قبضہ حرام است۔“ یعنی داڑھی کا تراشنا اور کاٹنا قبضہ (ایک مشت کی حد میں پہنچنے) سے پہلے حرام ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ جو لوگ نکاح سیدہ یا غیر سیدہ کو ناجائز قرار دیتے ہیں کیا اُن کے نزدیک یہاں لفظ ناجائز حرمت کے معنی میں ہے؟ اگر ہے تو قرآن و سنت یا فقہائے کبار کے اقوال میں سے کوئی ایسا حوالہ پیش کریں، جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ ہو، کیوں کہ اثبات حرمت کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت ہوتی ہے اور اگر یہاں لفظ ناجائز بمعنی ممنوع ہے تو اس کی وضاحت کتب فقہ میں روایتِ نادرہ کے مطابق موجود ہے کہ غیر کفو میں ولی اقرب کی رضامندی کے بغیر کسی عورت کا از خود نکاح کر لینا ناجائز یعنی منع ہے، گویا یہاں ناجائز بمعنی ممنوع استعمال ہوا اور یہ ممنوعیت دفعِ فتنہ و فساد کے لیے ہے، ورنہ زوجین کی رضا، ایجاب و قبول اور شاہدین کے

موجودگی میں فی نفسہ نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ لہذا قبضہ سے کم داڑھی رکھنے پر لفظ ناجائز کے استعمال اور عدم رضائے اولیاء کی صورت میں لڑکی کے نکاح پر ناجائز کے لفظ کے استعمال میں زمین و آسمان کا فرق ہے، کیوں کہ ترک قبضہ کے لیے لفظ ناجائز کا استعمال تصریحات فقہاء کے مطابق بمعنی حرام ہے، جب کہ عدم رضائے ولی کی صورت میں لڑکی کے نکاح کا عدم جواز (ناجائز ہونا) محض منع کے لیے ہے، حرام کے معنی میں ہرگز نہیں۔

نکاحِ سیدہ یا غیر سید کے مسئلہ میں حضرت گولڑوئیؒ کا وہ فتویٰ جو ایک مخصوص صورتِ مسئلہ کا جواب تھا، اُسے تو قانون شرعی کا درجہ دے کر اور اُس کی من گھڑت تاویل کر کے آج پوری اُمتِ مسلمہ پر اُسے لاگو کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، خصوصاً مریدینِ گولڑہ شریف کو یہ کہا جاتا ہے کہ ہمارے لیے اعلیٰ حضرت گولڑوئیؒ کا فتویٰ ہی حجت کا درجہ رکھتا ہے، حالانکہ اُس فتویٰ کا مفہوم بھی غلط سمجھا گیا اور علمی دیانت و اخلاص سے کام لے کر اُس فتویٰ کی صحیح و مناسب تاویل بھی ہو سکتی ہے، لیکن آپ کی وہ وجہ صورت جس کو مہرِ منیر میں آپ کی کراؤمتِ جیلے میں شمار کیا گیا ہے اور جس کی شبیہ آج بھی مہرِ منیر میں موجود ہے، اُس شبیہ و تصویر میں آپ کے چہرے مبارک پر موجود آپ کی وہ داڑھی جو سنّتِ نبویہ کے عین مطابق ہے اور جس میں شک اور تاویل کی گنجائش بھی نہیں، کیا وہ بشمولِ بندہ، موجودہ پیرانِ گولڑہ اور مفتیانِ گولڑہ کے لیے حجت نہیں؟

حضرت گولڑوئی کے چہرہ انور پر ریش مسنونہ کی بہار

نکاحِ سیدہ کے مسئلہ میں حضرت گولڑوئی کے اس فتویٰ کو آخری حجت کا درجہ دینے والے آپ کے چہرہ انور پر موجود آپ کی داڑھی کی مقدار کو حجت کا درجہ دے کر اپنے چہروں پر نافذ کیوں نہیں کرتے؟ جب کہ دوسرے تمام معاملات میں خانوادہ مریدیہ کے تمام افراد بشمول بندہ حضرت گولڑوئی کے مسلک، مسلک کی رٹ لگاتے نہیں تھکتے اور ہر معاملہ میں (مقدارِ ریش کو چھوڑ کر) اُن کے طریقہ حیات کو واجب الاتباع سمجھتے ہیں۔ نکاحِ سیدہ کے سلسلہ میں حضرت گولڑوئی کے قلم سے نکلے ہوئے الفاظ بعدمِ جوازہ اصلاً تو ہم سب کے لیے حجت کا درجہ رکھتے ہیں، لیکن آپ کے چہرہ انور پر موجود داڑھی کی مقدارِ مسنونہ ہم سب کے لیے حجت کا درجہ کیوں نہیں رکھتی؟ یہی تو اہل کتاب کا طریقہ تھا، جیسا کہ قرآن شائدِ ناطق ہے: اَفْتُونَنی بِبعضِ الکتابِ وَتَکْفُرُونَ بِبعضٍ، نیز یہ بات بھی قابلِ صدا فوس ہے کہ آج ہمارے اکثر و بیشتر مریدین سُنّتِ مصطفیٰ علی صاحبہا التّحیۃ والفا جھوڑ کر ہماری سُنّت اپنانے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنی داڑھیوں کو کسی حالت میں بڑھنے نہیں دیتے، بلکہ اپنے اپنے پیر کی مقدارِ ریش کو حجت کا درجہ دیتے ہیں۔ اس کا گناہ کس کے سر پر ہے، مریدوں، پیروں یا اُن کے پالتو مفتیوں اور مولویوں کے سر؟ لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت گولڑوئی کے عرسِ مبارک کی مجلس اور درگاہِ گولڑہ شریف پر منعقد ہونے والی دیگر مجالس میں آپ کی شان میں پڑھی جانے والی ایک مشہور منقبت کا یہ شعر۔

محمی الدین، محسن الدین، قطب الدین، فرید الدین

روپ ہیں خاص انہاں داتوں صدقہ واری گھولی میں

میرے ذہن میں آیا تو معاً خیال پیدا ہوا کہ حضرت گولڑوئی کی شخصیت میں اپنے دیگر اسلاف و اکابر کے کمالات کا عکس تو بالعموم موجود تھا ہی مگر حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ساتھ آپ کا روحانی، شرعی، علمی اور نسبی رابطہ بھی ایک خاص نوعیت و اہمیت کا حامل تھا، جس پر متعدد واقعات شاہد عادل ہیں۔ لہذا حضرت گولڑوئیؒ نے اپنے مطالعہ، کشفِ صحیح اور پیران پیر کے ساتھ روحانی رابطہ کی روشنی میں اُن کی صورت دیکھ کر ہی اپنی داڑھی مبارک اتنی مقدار میں رکھتی ہوگی۔ اس سلسلہ میں بہ فیضانِ پیران پیر مندرجہ ذیل حوالہ دستیاب ہوا۔ امام موفق الدین ابنِ قدامہ حنبلیؒ قدس سرہ الشریف فرماتے ہیں: کان شیخنا شیخ الاسلام، محی الدین ابو محمد عبدالقادر الجیلانی نحیف البدن ریح القامت، عریض الصدر، عریض اللحیة وطویلها الخ اخرجہ الامام الثقة الفقیہ، امام القراء، سیدی ابوالحسن نور الدین علی الشطنوفی قدس سرہ۔ بهجة الاسرار

ترجمہ: ہمارے شیخ، شیخ الاسلام، محی الدین ابو محمد، عبدالقادر جیلانی کمزور بدن، موزوں قد، چوڑی چھاتی اور لمبی اور چوڑی داڑھی والے تھے۔

اسی طرح حضرت گولڑوئیؒ کی منقبت میں پڑھے جانے والے اس مصرع

حق کے ولی، شکل نبی، شان علی، مہر علی

کی روشنی میں جب ہم حضرت علی المرتضیٰ کا علیہ مبارک کتب میں دیکھتے ہیں اور حضرت گولڑوئی کی شیعہ دیکھتے ہیں، تو اس مصرع کی صداقت پر یقین کامل ہو جاتا ہے، کیوں کہ حضرت علی المرتضیٰ کی لمحہ شریف کے بارے کتب سے ثابت ہے کہ آپ کی داڑھی مبارک آپ کے سینہ پہ کینہ کو بھر دیتی تھی، چنانچہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوت میں فرماتے ہیں: اور وہ اند کہ لمحہ امیر المومنین علیؑ می کرد سینہ او را وہم چہیں عمرو عثمان رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین و نوشہ اند کان الشیخ محی الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ طویل اللحیہ و عریضہا۔

ترجمہ: منقول ہے کہ امیر المومنین حضرت علیؑ کی داڑھی اُن کے سینہ کو بھر دیتی تھی۔ اسی طرح حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت عثمانؓ کی مبارک داڑھیاں تھیں اور لکھتے ہیں کہ شیخ محی الدین سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ لمبی اور چوڑی داڑھی والے تھے۔

خلاصہ کلام

فقہائے کرام اور اکابر امت کے قبضہ پر تو اتر کی حد تک عمل نے یہ ثابت کر دیا کہ ہر مسلمان کے لیے ٹٹھی بھر داڑھی کا رکھنا واجب، جس کا ترک حرام اور جس کا درجہ سنت مؤکدہ سے بھی اونچا ہے۔ اس کے برعکس مروجہ بیعت طریقت واجب تو کجا سنت مؤکدہ بھی نہیں، بلکہ سنت زائدہ سے ہے۔ جیسا کہ ہم نے اپنے مقالہ آئینہ شریعت میں چیری مریدی کی حیثیت میں نہایت قوی دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بالخصوص وہ پیر حضرات جو مختلف خانقاہوں کے حوالوں سے

خود کو بیعت لینے کا مجاز سمجھتے ہیں اور زائرین کو اپنے حلقہ بیعت میں داخل ہونے سے مشرف فرماتے ہیں، اگر وہ قبضہ بھر داڑھی رکھنے کی فضیلت سے محرومی کے سبب خود ایک شرعی واجب کے مسلسل تارک ہوں، تو کیا ایسے حضرات از روئے شریعت و طریقت بیعت لینے کی اس سنتِ غیر مؤکدہ پر عمل کرنے کے مجاز اور منصبِ میثقت کے اہل ہو سکتے ہیں، نیز ایسے تارکین واجب اشخاص کے دائرہ مریدی میں آنے والوں پر بہ اعتبار شریعت و طریقت لفظ مرید کا اطلاق جائز ہے یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔

ہم نے یہ ساری بحث فقہ میں لفظ جواز و عدم جواز کے مراتب استعمال کے حوالوں اور مختلف مثالوں سے سمجھنے کی کوشش کی ہے، ضمناً چند دیگر امور کا ذکر بھی درمیان میں آگیا۔

من آں چہ شرط بلاغ است با تومی گویم

تو خواہ از خنم پند گیر خواہ ملال

آدم بر سر مطلب کہ نکاح میں کفایت کی شرط رکھی گئی ہے اور وہ چھ باتوں میں ہوتی ہے، جیسا کہ ماقبل گزر چکا اور ان میں جو شرط نسب ہے، یہ مستحب ہے اور علمائے کرام کی اکثریت اسی پر ہے پھر مستحب کی تعریف اور حکم بھی آپ نے پڑھا۔ اب آپ خود اندازہ فرمائیں کہ کفایتِ نسبی پر اس قدر زور دینے سے کیا حاصل ہوگا؟ یا تو ہمارے مخالفین یہ ثابت کریں کہ یہ شرط فرض ہے یا واجب ہے، کیا ہے؟ تاکہ اگر فرض ہے تو فرض کے اثبات کے لیے جو دلیل ضرورت ہوتی ہے، وہی اُن سے مانگی

جائے اور پھر اُسی دلیل سے حرام بمقابلہ فرض بھی ثابت ہوگا اور اگر یہ شرط کفایتِ نسبی واجب ہے تو واجب کے اثبات کے لیے اُسی درجہ کی دلیل بھی اُن سے طلب کی جائے اور پھر اُس کے مقابلے میں ویسی دلیل سے مکروہ تحریمی ثابت ہوگا، لیکن اِنْ شَاءَ اللہ اِنْ حضرات سے ایسا کبھی نہ ہو سکے گا۔ بقول غالب ع

صبح کرنا شام کا، لانا ہے جوئے شیر کا

تو پھر مان لینا ہی بہتر ہے کہ کفایتِ نسبی مستحب ہے، جس کے مقابلے میں مکروہِ حنزیابی ہے، جس کو حکمت و شفقت کی بنا پر ملحوظ رکھا گیا ہے۔ بس اب ہم ذیل میں چند ایسے نکاحوں کی مثال پیش کرتے ہیں، جن کا وجود با حوالہ ثابت ہے اور اگر بالفرض بقولِ مخالفین وہ سب غیر کفو میں ہونے کے سبب حرام اور ناجائز ہیں تو پھر اِنْ نکاحوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد کے متعلق حکم ہمارے مخالفین سے پوچھا جائے۔

بلسلۃ نکاح سیدہ باغیر سید چندا ہم رشتے

پہلا رشتہ: حضور علیہ السلام کی دو بیٹیاں حضرت رقیہؓ اور امّ کلثومؓ حضرت عثمان غنیؓ سے بیاہی گئیں، حالانکہ یہ دونوں شہزادیاں بنو ہاشم کے خاندان سے تعلق رکھنے کے سبب ہاشمیہ تھیں، جب کہ حضرت عثمانؓ بنو عبد شمس سے تھے، نہ کہ بنو ہاشم سے۔

دوسرا رشتہ: حضور علیہ السلام کی دختر حضرت زینبؓ کی شادی جناب ابوالعاص بن ربیع سے ہوئی، جو کہ بنو عبد شمس سے تھے۔

تیسرا رشتہ: حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی صاحبزادی حضرت اُمّ کلثومؓ کی شادی حضرت عمر فاروقؓ سے ہوئی، حالانکہ حضرت اُمّ کلثومؓ سیدہ ہاشمیہ فاطمیہ تھیں، جب کہ حضرت عمرؓ ہاشمی بھی نہیں تھے، بلکہ عدوی تھے۔

نوٹ: چوں کہ اس متذکرہ بالا رشتہ پر اعتراضات کثیرہ وارد ہوئے ہیں اور معترضین میں کچھ اہل سنت کھلانے والے مائل بہ تشیع لوگ بھی ہیں اور کچھ صریحاً اہل تشیع۔ اس لیے ہم اس پر کچھ تاریخی و علمی حوالہ جات فریقین کی مسلمہ کتب سے پیش کیے دیتے ہیں، تاکہ بات پختہ ہو جائے اور شکوک و شبہات کا گرد و غبار چھٹ جائے۔ اس نکاح کا ذکر حدیث اور تاریخ کی کتب میں بصراحت موجود ہے، لہذا پہلے محدثین اور مؤرخین کے قلم سے چند ایک حوالہ جات نذر قارئین کیے جاتے ہیں۔ اس کے بعد علمائے انساب و تراجم کی تصریحات پیش کی جائیں گی، جن میں اس رشتہ کو تفصیل اور وضاحت سے ذکر کیا گیا ہے۔

کتب حدیث و تاریخ سے اثبات نکاح سیدہ اُمّ کلثومؓ بہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ

1: کتاب السنن: عن جعفر بن محمد عن ایوب عن عمر بن الخطاب خطب

الی علی بن ابی طالب ابتداء اُمّ کلثوم فقال علی انما حبست بناتی علی بنی جعفر

فقال انکحنیہا فواللہ ما علی الارض رجل ارصد من حسن عشرتہا ما ارصدت

فقال علی فد انکحنیہا فجاء عمر الی مجلس المهاجرین بین القبر والمنبر وکان

المهاجرون یجلسون ثم وعلی وعبد الرحمن بن عوف والزبیر و عثمان و طلحة

وسعد وکان العشیٰ یأتی عمر الامر من الافاق ویقضی فیہ جاء ہم واخبر ہم ذلك واستشارهم کلہم فقال رفونی قالوا ہم یا امیر المؤمنین؟ قال بابتہ علی بن ابی طالب ثم انشا یحدثہم ان رسول اللہ ﷺ قال کل نسب و سبب منقطع یوم القیمۃ الانسی و سببی کنت صحبتہ فأحببت ان یكون هذا لی ایضاً۔

ترجمہ: حضرت جعفر صادقؑ اپنے والد حضرت محمد باقرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت علی المرتضیٰؓ سے اُن کی لڑکی اُمّ کلثومؓ کا رشتہ طلب کیا۔ حضرت علیؓ نے کہا میں نے اپنی لڑکیاں اپنے بھائی جعفر کے بیٹوں کے لیے روک رکھی ہیں۔ اس کے بعد پھر حضرت عمرؓ نے اس رشتہ کی خواہش ظاہر کی اور کہا کہ آپ مجھ سے نکاح کر دیں، اللہ کی قسم میں اس رشتہ کے حسن معاشرت کو اس طرح نگاہ میں رکھوں گا کہ کوئی دوسرا شخص نہ رکھ سکے گا۔ پس حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے نکاح کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عمر بن خطابؓ مہاجرین حضرات کی مجلس میں (جو مسجد نبویؐ میں ہوا کرتی تھی) تشریف لائے۔ عبدالرحمن بن عوف، زبیر، عثمان، طلحہ، سعد، علیؓ یہ سب حضرات وہاں بیٹھتے تھے، جب حضرت عمرؓ کے پاس اطراف عالم سے کوئی معاملہ آیا کرتا اور اُس کے متعلق فیصلہ کرنا ہوتا، تو اُس کے لیے ان حضرات کو اطلاع کرتے اور ان سب سے مشورہ لیتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے مبارکباد دیجیے۔ انہوں نے کہا کس بات کی؟ عمر بن خطابؓ نے کہا: علی بن ابی طالب کی لڑکی اُمّ کلثومؓ سے میرا نکاح ہوا ہے۔ پھر اُن کو نبی کریم ﷺ کی حدیث سنائی کہ آپ نے

۱۔ کتاب السنن لمسعود بن منصور الخراسانی المعنی، الترمذی 227، "تم اول باب النظر الی المرأة اذا اراد ان یتزوجها"

فرمایا کہ ہر سب اور سب قیامت کے روز منقطع ہو جائے گا، مگر میرا نسب اور انتساب نہیں ٹوٹے گا (فائدہ مند ہوگا) حضرت عمرؓ نے کہا میں نبی کریم ﷺ کا مصاحب اور ہم نشین تو رہا ہوں اور میں پسند کرتا ہوں کہ آپ سے تعلق بھی ہو جائے، تو اب وہ حاصل ہو گیا ہے۔

2: المسد رک: امام حاکم میثا پوری نے المسد رک میں یہ واقعہ صرف ایک دو کلمات کے فرق سے بیان فرمایا اور یہ واقعہ لکھ کر آگے تحریر فرمایا: هذا الحديث صحيح الاسناد ولم يخز حجة۔

3: كنز العمال: علامہ علی متقی ہندیؒ نے كنز العمال میں اُمّ کلثوم کے نکاح کا واقعہ اسی طرح بالتفصیل بیان فرمایا، جس طرح مذکورہ بالا دو کتابوں کے حوالے سے لکھا گیا۔

4: سنن نسائی: حدیث پاک کی مشہور کتاب نسائی شریف صحاح ستہ میں سے ہے۔ اس میں اس رشتہ کا حوالہ ملاحظہ کر لیں، ووضعت جنازة اُمّ کلثوم بنت علی امرأة عمر بن الخطاب وابن لها يقال له زيد وضعا جيعا والامام يومئذ سعيد بن العاص وفي الناس ابن عمر وابو هريرة وابو سعيد وابو قتاده فوضع الغلام معايلي الامام فقال رجل فانكرت ذلك فنظرت الي ابن عباس وابي هريرة وابي سعيد وابي قتاده فقالوا هي السنة۔

ترجمہ: اور اُمّ کلثوم بنت علی جو حضرت عمرؓ کی بیوی تھیں، اُن کے جنازہ کے ساتھ

۱۔ المستدرک للحاکم الترمذی 405، فتاویٰ علی ج 3، ص 142

۲۔ کنز العمال، روایت نمبر 825، ج 7، ص 98، طبع قدیم

۳۔ سنن نسائی، ج 1، ص 280

اُن کے بیٹے کا جنازہ بھی رکھا گیا، جن کا نام زید تھا اور اُس دن امامت کے فرائض حضرت سعید بن العاص ادا کر رہے تھے اور لوگوں میں ابن عمر اور ابو ہریرہ اور ابوسعید اور ابوقادہ حاضر تھے، پس لڑکے کا جنازہ امام کے متصل رکھا گیا (اور سیدہ اُمّ کلثوم بنت علیؓ کا جنازہ اُس کے ساتھ قبلہ کی طرف رکھا گیا) پس ایک مرد نے کہا (میں نے اِس وضع کو اچھا نہ جانا اور) میں نے انکار کیا، پس میں نے ابن عباسؓ ابو ہریرہؓ ابوسعید اور ابوقادہ کی طرف دیکھا (استفسار کہ جنازہ کی یہ صورت کیا جائز ہے؟) تو سب نے کہا ہی السنۃ کہ یہ (جنازہ پڑھنا اور اِس ترتیب سے مذکور مؤنث کا جنازہ رکھنا) سنت ہے۔

5: صحیح بخاری: کی کتاب الجہاد میں حضرت عمرؓ کا حضرت علیؓ کو پیغام نکاح دینے اور حضرت علیؓ کا قبول کر کے اپنی بیٹی حضرت اُمّ کلثومؓ کا نکاح کر دینے اور اُن سے بیٹا ہونے کا ذکر موجود ہے۔

6: کتاب الاصابہ: میں علامہ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ نے اِس نکاح کا ذکر کیا ہے۔

7: کتاب الاستیعاب: میں علامہ ابن عبد البر مالکیؒ نے اِس نکاح کا ذکر کیا ہے۔

8: تاریخ طبری: میں مشہور مورخ علامہ طبریؒ نے لکھا کہ سیدہ اُمّ کلثومؓ بنت علیؓ

کا نکاح حضرت عمرؓ سے ہوا اور حضرت اُمّ کلثومؓ کے بطن سے حضرت عمرؓ کے دو بچے ہوئے۔ حضرت علیؓ نے بیٹے کا نام زید اور بیٹی کا نام رقیہ رکھا۔

9: اُسد الغابہ: میں علامہ ابن اثیرؒ نے نکاح سیدہ اُمّ کلثومؓ با حضرت عمرؓ کا ذکر کیا ہے۔

10: کتاب النکاح: میں علامہ ابن حبان نے اس نکاح اور اس سے پیدا ہونے والی اولاد کا ذکر کیا۔

11: البدایہ والنبایہ: میں علامہ حافظ عماد الدین ابن کثیر نے لکھا کہ حضرت فاروق اعظم کی دو بیویاں تھیں، پہلی کا نام اُمّ کلثومؓ ملکہ بنت جردل خزاعی تھا، جب کہ دوسری بیوی کا نام سیدہ اُمّ کلثومؓ صغریٰ بنت علیؓ و فاطمہؓ اترہرا تھا۔ اُن کے بطن سے دو بچے تھے، بیٹے کا نام زید اور بیٹی کا نام رقیہؓ تھا۔

12: مدارج النبوت: میں محقق علی الاطلاق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے حضرت عمرؓ کے اس نکاح کی طلب اور حضرت علیؓ کے قبول کرنے کو لکھا۔

13: تحقیق الحق فی کلمۃ الحق: حضرت پیر مرعلی شاہ گولڑویؒ نے اپنی اس مشہور زمانہ کتاب میں تحقیق کے ساتھ لکھا ”اُمّ کلثومؓ را بکاح آورد امیر المومنین عمرؓ پس پسرے زید نام برائے اُو بزاؤ۔“

مذکورہ بالا کتب حدیث و تاریخ کے علاوہ شامی، بدائع الصنائع اور فقہ و فتاویٰ کی بہت سی دیگر کتب میں اس نکاح کا ذکر اور اس سے استدلال و استنباط مسئلہ کی تحقیق موجود ہے۔

تاریخین محترم! یہ تو سنی علماء و محدثین و مؤرخین کی کتب سے اس نکاح کا اثبات کیا گیا۔ اب کتب انساب سے اس تاریخی و تحقیقی مسئلہ کے متعلق تسلی بخش اور سیر حاصل مواد پیش کیا جاتا ہے۔

کتب انساب سے اثبات نکاح سیدہ اُم کلثومؓ بہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ
 اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ علم انساب، فنِ تاریخ کا ایک مستقل شعبہ ہے اور
 انساب کی کتب علمائے فن نے الگ تدوین کی ہیں۔ ان میں خاندانوں کے نسب،
 شجرہ ہائے مختلفہ اور دیگر کوائف ذکر کیے جاتے ہیں۔ مختلف خاندانوں کی باہمی
 رشتہ داریاں بھی ذکر کی جاتی ہیں، یہ امر بھی تسلیم شدہ ہے کہ علم انساب میں تحریر کردہ
 کتب مذہبی عقائد یا مذہبی رجحانات کے اثبات یا تردید کے لیے نہیں لکھی جاتیں،
 بلکہ وہ صرف قوموں کے تاریخی وقائع اور احوال کے پیش نظر لکھی جاتی ہیں۔ لہذا
 ایک واقعہ یا ایک رشتہ اگر انساب کی متعدد کتب میں متواتر تحریر میں لایا جاتا ہے تو یہ
 اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہ واقعہ یا رشتہ ایک تاریخی حقیقت ہے، خود ساختہ قطعہ
 یا فرضی افسانہ نہیں۔ اسی لیے ہم اس مشہور و مبارک نکاح کا واقعہ علمائے انساب
 کے بیانات کی روشنی میں بغیر کسی تبصرہ و تشریح کے تحریر کرتے ہیں، تاکہ قارئین کے لیے
 یہ بات کسی شک و شبہ کی گنجائش سے بالاتر ہو جائے کہ اس رشتہ کا وجود ہے اور اس سے
 مستنبط ہونے والے تمام مسائل بھی صحیح اور درست ہیں۔

۱: نسب قریش: میں حضرت علی بن ابی طالبؓ کی اولاد کے ذکر و شمار کے تحت لکھا

ہے کہ

و زینب ابنة علیؓ الکبریٰ ولدت لعبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب

ترجمہ: اور حضرت علیؓ کی لڑکی زینب کبریٰ کے بطن سے عبد اللہ بن جعفر کی اولاد ہوئی۔

۱۰: وَاُمُّ كَلْثُومِ الْكُبَرَى وَلَدَتْ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَانْهَمَا فَاطِمَةُ بِنْتُ النَّبِيِّ ﷺ
ترجمہ: اور اُم کلثوم کبریٰ کے بطن سے حضرت عمر بن خطاب کا بچہ پیدا ہوا۔
ان ہر دو صاحبزادیوں کی ماں سیدہ فاطمہ بنتی کریم علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں۔

2: کتاب المحبر: میں یہ رشتہ مندرجہ ذیل عبارات میں منقول ہے۔
اصہار علی بن ابی طالب کے تحت نمبر دوم پر مرقوم ہے: و عمر بن الخطاب
كانت عنده أم كلثوم بنت علي ثم خلف عليها عون ثم محمد ثم عبد الله
بنو جعفر بن ابی طالب۔

خلاصہ کلام: حضرت علیؑ کے دامادوں کے شمار میں دوسرے نمبر پر عمر بن خطاب
کو شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان کے نکاح میں اُم کلثوم بنت علی تھیں۔ حضرت عمرؓ کی
شہادت کے بعد پہلے اُن سے عون بن جعفر نے نکاح فرمایا، پھر محمد بن جعفر کے نکاح
میں آئیں، اس کے بعد عبد اللہ بن جعفر کے نکاح میں آئیں۔

اسی طرح حضرت عمر بن خطابؓ کے اصہار کے تحت تیسرے نمبر پر لکھا ہے: ابراہیم
بن نعيم التخام العدوي كانت عنده رقية بنت عمر و أمها أم كلثوم بنت علي۔

خلاصہ کلام: حضرت عمرؓ کے دامادوں کا شمار کرتے ہوئے تیسرے نمبر پر ذکر کیا ہے:
ابراہیم بن نعیم کے نکاح میں رقیہ بنت عمر بن خطاب تھیں اور اس کی ماں اُم کلثوم
بنت علی المرتضیٰ تھیں۔

3: کتاب المعارف: میں حضرت علی المرتضیٰؑ کی صاحبزادیوں کی تعداد کے تحت

۱۔ نسب قریش: تحت ولد علی بن ابی طالب لابی عبد اللہ المصعب بن عبد اللہ الزہری، التوثیق 236ھ، ص 14، طبع مصر

۲۔ کتاب المحبر لابی جعفر محمد بن حبیب بن أمية بن عمر والهاشمی الغدائی، التوثیق 245ھ، ص 56

۳۔ کتاب المحبر: تحت اصہار عمر، ص 101، 54، طبع حیدرآباد دکن

مذکور ہے کہ

❖ واما ام کلثوم الكبرى وهى بنت فاطمة فكانت عند عمر بن الخطاب ولدت له ولذا قد ذكرناهم۔

ترجمہ: حضرت علیؑ کی لڑکی ام کلثوم کبریٰ یہ حضرت فاطمہؑ کی لڑکی تھی۔ عمر بن خطاب کے نکاح میں تھی۔ عمر بن خطاب کی اس سے اولاد بھی ہوئی۔ اس کو ہم نے ذکر کیا ہے۔
❖ حضرت عمرؓ کی اولاد کے تذکرے میں تحریر ہے: فاطمة وزيدا واقهما ام كلثوم

بنت علي بن ابي طالب من فاطمة بنت رسول الله ﷺ۔

ترجمہ: حضرت عمرؓ کی اولاد میں فاطمہ اور زید ہیں۔ ان دونوں کی ماں حضرت علیؑ کی لڑکی ام کلثوم ہیں جو فاطمہ الزہراءؑ کی صاحبزادی تھیں۔
ابن قتیبہ نے حضرت ام کلثوم کی بیٹی فاطمہ بنت عمر کا نام رقیۃ بنت عمر بھی لکھا ہے کہ انہیں رقیۃ بنت عمر بھی کہا جاتا ہے۔

4: انساب الاشراف: میں احمد بن یحییٰ البلاذری، المتوفی 277/279ھ نے

تحریر کیا: وابراهيم بن نعيم النخام بن عبد الله العدوي..... كانت عنده رقية بنت عمر أخت حفصة لایہا وأُمُّها ام كلثوم بنت عليؑ یعنی ابراہیم بن نعیم کے نکاح میں حضرت عمرؓ کی لڑکی رقیۃ تھیں جو حضرت ام المؤمنین حفصہ کی بہن تھیں اور ان کی ماں ام کلثوم دختر علیؑ ہیں۔

۱۔ المعارف لابن قتیبة الذہیری تحت عنوان بنات علی المرتضیٰ ص 92 طبع مصر

۲۔ المعارف لابن قتیبة الذہیری تحت اولاد عمر بن الخطاب ص 80، 79 طبع مصر

۳۔ انساب الاشراف لاحمد بن یحییٰ البلاذری، المتوفی 279، 277ھ ج 1 ص 428، طبع مصر طبع جدید

5: جمہور الانساب: میں حضرت علیؑ کی اولاد کے تحت لکھا ہے: وتزوج
 اُم کلثوم بنت علی المرتضیٰ و بنت بنت رسول ﷺ عمر بن الخطاب فولدت لہ
 زیذا لم یعقب و رقیة ثم خلف علیہا بعد عمر عون بن جعفر بن ابی طالب (لغ)
 اس عبارت کا ترجمہ کتاب المعجز کے تحت پہلے ہو چکا۔

قارئین کرام! ابھی ہم نے کتب احادیث و تاریخ اور علم انساب کی کتب کے پختہ
 حوالوں سے سیدہ اُم کلثوم بنت علیؑ و زہرا کا نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ ثابت کیا۔
 اب ہم اسی رشتہ ازدواج کو مسلک شیعہ کی معتبر کتب کے حوالے سے معرض تحریر میں
 لا رہے ہیں، تاکہ اہل سنت کے علاوہ شیعہ حضرات کو بھی اس سلسلے میں تسلی و اطمینان
 حاصل ہو جائے اور ان کی طرف سے اس مسئلہ پر اٹھائے جانے والے آئے و ن کے
 اعتراضات کا بھی قلع قمع ہو جائے۔

نوٹ: شیعہ حضرات کے نزدیک چار کتب (جنہیں اصول اربعہ کے نام سے یاد
 کیا جاتا ہے) تمام کتب سے زیادہ معتمد و معتبر اور انتہائی مستند و ثقہ تصور کی جاتی ہیں۔
 ”الکافی“ از محمد بن یعقوب الکلینی الرازی المتوفی 329ھ

”من لا یحضرہ الفقیہ“ الشیخ الصدوق ابو جعفر محمد بن علی
 بن بابویہ الفقی المتوفی 381ھ

”الاستبصار“ از ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی ”شیخ الطائفہ“

المتوفی 460ھ

”تہذیب الاحکام“

ان چار کتب اصول اربعہ میں سے سوائے من لا یحضرہ الفقیہ کے باقی ہر سہ کتب امامیہ میں ام کلثوم بنت علی کے نکاح کا مسئلہ مندرج و مذکور ہے اور لطف یہ ہے کہ ائمہ معصومین کے باسناد اقوال و ارشادات کے ساتھ منقول ہے۔ لہذا ہم تفصیل کے ساتھ اگر اس مسئلہ کو نقل کریں تو ایک الگ ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے، لیکن قدرے اختصار کے ساتھ ان کتب اصول کے علاوہ دیگر شیعہ محققین و علماء کے اقوال و حوالہ جات کے ساتھ اس مسئلہ کو مبرہن کرتے ہیں۔

نکاح سیدہ ام کلثوم بہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق کا اثبات اہل تشیع کی کتب سے

1: کتاب الکافی

پہلی روایت: عن هشام بن سالم عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لما خطب الیہ قال لہ امیر المؤمنین انہا صبیۃ قال فلقی العباس فقال لہ الی باس ؟ فقال ماذا ؟ قال خطبت الی ابن اخیک فردی اما واللہ لا عودن زمر ولا ادع لکم مکرمۃ الا ہدمتہا ولا قبمن علیہ شاہدین بانۃ سرق ولا نطعن بعیۃ فأتاہ العباس فآخبرہ وسألہ ان یجعل الامر الیہ فجعلہ الیہ۔

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطاب نے حضرت علیؑ کی طرف اُن کی لڑکی کا خطبہ کیا (رشتہ طلب کیا) تو امیر المؤمنین (حضرت علیؑ) نے کہا یہ ابھی چھوٹی بچی ہے، پھر عمر بن خطاب عباس بن عبد المطلب

کو ملے، اُن کو کہا، کیا مجھ میں کوئی عیب ہے؟ انہوں نے کہا کہ کیا بات ہے؟ تو عمر بن خطاب نے کہا کہ میں نے تیرے بھتیجے سے اُس کی لڑکی کا رشتہ طلب کیا ہے۔ اُس نے میری بات کو رد کر دیا ہے۔ خبردار! بطور قسم کہتا ہوں کہ ماہِ زمزم کا عمدہ تم سے لے لوں گا۔ تمہاری ہر عزت و احترام کو گرا دوں گا اور چوری پر دو گواہ قائم کر کے اُن کے ہاتھ کٹوا دوں گا۔ پھر عباس حضرت علیؑ کے پاس آئے اور اُن کو تمام ماجرا بیان کیا اور حضرت علیؑ سے کہا کہ اِس عزیزہ کے نکاح کی اجازت کا معاملہ آپ میرے سپرد کر دیں۔ پس حضرت علیؑ نے یہ کام حضرت عباسؓ کے حوالے کر دیا (تاکہ وہ یہ کام سرانجام دیں)

توجہ طلب تبصرہ

پہلے خیال تھا کہ شیعہ کتب سے اِس نکاح کے اثبات میں تمام روایات ترجمہ اور تبصرے کے بغیر لکھ دی جائیں، کیوں کہ ہماری یہ کتاب اِس موضوع و مسئلہ پر دفعِ مطاعن و اعتراضات کے لیے نہیں لکھی جا رہی، لیکن پھر خیال آیا کہ ہماری اِس کتاب کے قارئین میں سے شاید کسی کا ذہن یہ شیعہ روایات پڑھ کر بھٹک نہ جائے اور حضرت عمرؓ کے متعلق ناجائز شکوک و شبہات کا شکار نہ ہو جائے۔ اِس لیے ہم ایسی تمام روایات کی توجیہ و تنقید کیے دیتے ہیں۔

قارئینِ کرام! اِس رشتہ کے اثبات پر مندرجہ بالا روایت اور مزید آنے والی روایات کثیرہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شیعہ علماء و مجتہدین نکاحِ اُمّ کلثوم کے واقعہ کو تسلیم

تو کرتے ہیں، لیکن ساتھ ساتھ اس واقعہ کو جبر و اکراہ اور قہر و اضطراب کا رنگ دے کر بیان کرتے ہیں گویا کہ

- حضرت علیؓ میر خدا اس رشتہ کے دینے میں مجبور و مقہور تھے۔
- حضرت حیدر کزار کرم اللہ وجہہ سے یہ رشتہ چھین لیا گیا۔
- قتل کی دھمکیاں، چوری کے الزام کا ڈر اور ماعزم کا منصب چھیننے کا خوف دلا کر حضرت مولا علیؓ کی بیٹی کے ساتھ زبردستی نکاح کیا گیا۔
- حضرت علیؓ نے بادلِ نخواستہ بہ عالمِ مجبوری دے بسی اس رشتہ کے لیے حضرت عباسؓ کو اختیار دیا اور یوں انہوں نے حضرت عمرؓ کو یہ رشتہ دے دیا۔
- علامہ باقر مجلسی کی روایت و تحریر کے مطابق یہ رشتہ تقیہ کی بنیاد پر قائم کیا گیا۔
- جس طرح کہ رسول کریم ﷺ نے عثمان غنیؓ کو اپنی دو بیٹیوں کا رشتہ تقیہ کی بنا پر دیا تھا۔
- ان تمام اخذ شدہ نتائج کے جواب میں عرض ہے کہ شیعہ حضرات نے تو یہ روایات اس قصد اور پروگرام کے تحت وضع کیں کہ کسی طریقے سے حضرت عمرؓ کو ظالم، جابر اور غاصب ثابت کیا جائے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ المیہ یہ ہوا کہ ان روایات سے جو نقشہ سامنے آیا، وہ حضرت علیؓ کے شایانِ شان بھی نہیں۔ اس وجہ سے کہ
- یہ صورتِ شجاعتِ حیدری کے خلاف ہے کہ ایسا شجاع و دلیر شخص یوں کسی کو رشتہ دے دے۔

➤ یہ چیز عزتِ نفس کو مجروح کرنے والی ہے۔

- یہ طریقہ خاندانی وقار کو تسہل کر دینے والا ہے۔
 - یہ روش غیرتِ ایمانی اور نسبی شرافت کے لیے چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔
 - یہ حالت قبیلہ بنو ہاشم کی خاندانی روایات اور موروئی اقدار کے خلاف ہے۔
- فاعتبروا یا اولی الابصار

قارئین کرام! آپ نے دیکھا کہ شیعہ احباب نے حضرت عمرؓ کی شہرت و عزت کو نقصان پہنچانے کے لیے جس طریقے سے یہ روایات وضع کیں اُس سے وہ اس مقصد مذموم میں کامیاب ہوئے ہیں یا نہیں ہوئے یہ تو الگ بات ہے، لیکن اتنا ضرور ہوا ہے کہ اُن کی حضرت علیؓ کے ساتھ جس عقیدت و نیاز مندی کو شرعاً آفاق سمجھا جاتا ہے، اُس کی حقیقت بھی کھل کر سامنے آگئی کہ یہ لوگ بُنصرِ عمرؓ میں حضرت علیؓ کی عزت پر بھی ہاتھ صاف کر سکتے ہیں اور اُن کے لیے یہ بات کوئی مشکل بھی نہیں۔

العباد باللہ۔ بقول بندہ۔

ایک ہیں اُن کو اپنے بیگانے

جو ملا اُس پہ ہاتھ صاف کیا

بہر حال یہ پہلو اپنی جگہ قابلِ صدا فوس ہے، لیکن مندرجہ بالا روایت اور آنے والی روایاتِ بلا تبصرہ میں سے کم از کم اس بات کی بلا خوفِ تردید وضاحت ہو گئی کہ یہ رشتہ ہوا اور حضرت علیؓ کی نورِ نظر، سیدہ فاطمہ زہراؓ کی لختِ جگر، سیدہ اُمّ کلثومؓ حضرت عمرؓ کے گھر رہیں اور اُن کی اولاد بھی ہوئی۔ اب آپ اس مسئلہ پر مزید حوالہ جات

ملاحظہ فرمائیں۔

دوسری روایت: حماد عن زرارة عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی تزویج اُم کلثوم

فقال ان ذلك۔

تیسری روایت: عن عبد اللہ بن سنان و معاویہ بن عمار عن ابی عبد اللہ

علیہ السلام قال سألتہ عن المرأة المنوفی عنها زوجها تعتذفی بیتها؟ أو حیث

شأت؟ قال بل حیث شأت، ان علیا صلوات اللہ علیہ لما توفی عمرائی

اُم کلثوم فانطلق بها الی بیتہ۔

ترجمہ: راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق سے دریافت کیا کہ

شادی شدہ عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ عورت عدت کے ایام کہاں

گزارے؟ فوت شدہ خاوند کے گھریا جہاں چاہے؟ تو امام علیہ السلام نے جواب دیا کہ

جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے۔ (متوفی خاوند کے گھر تیمم رہنا ضروری نہیں ہے)

اس لیے کہ عمر بن خطاب جب فوت ہو گئے، تو حضرت علی المرتضیٰ اپنی دختر اُم کلثومؓ

کے پاس تشریف لائے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے۔

چوتھی روایت: عن سلیمان بن خالد قال سألت ابا عبد اللہ علیہ السلام

عن امرأة توفی عنها زوجها این تعتذ؟ فی بیت زوجها أو حیث شأت؟ قال

بل حیث شأت ثم قال ان علیا صلوة اللہ علیہ لما مات عمرائی اُم کلثوم فاخذ

بیدها فانطلق بها الی بیتہ۔ ترجمہ: وہی ترجمہ جو تیسری روایت کا ہے

۱. نروع کافی، کتاب النکاح، باب تزویج اُم کلثوم، ج 2، ص 141، طبع نول شریکستو

۲. نروع کافی، باب المتوفی عنها زوجها، ج 2، ص 311، طبع نول شریکستو

۳. نروع کافی، باب المتوفی عنها زوجها المدخول بها این تعتذ وما یحب علیہا، ج 2، ص 311، نول شریکستو

2: کتاب الاستبصار

پہلی روایت: عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سألتہ عن المرأة المتوفی علیہا زوجها تعتد فی بیئہا أو حیث شاءت؟ قال بل حیث شاءت ان علینا علیہ السلام لما توفی عمرائی ام کلثوم فانطلق بها الی بیئہ۔

دوسری روایت: عن سلیمان بن خالد قال سألت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن امرأة توفی عنها زوجها ابن نعت فی بیت زوجها أو حیث شاءت؟ قال بل حیث شاءت ثم قال ان علینا علیہ السلام لما مات عمرائی ام کلثوم فاحل بیئہا فانطلق بها الی بیئہ۔

ترجمہ: استبصار کی ہر دو روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ امام جعفر صادقؑ سے اُن کے شاگردوں (عبد اللہ بن سنان، معاویہ بن عمار، سلیمان بن خالد) نے دریافت کیا کہ جس شادی شدہ عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ بیوہ عدت کے ایام کہاں گزارے؟ متوفی خاوند کے گھر میں یا کسی اور جگہ اقامت رکھے؟ تو امام صاحب نے جواب میں فرمایا کہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے، اس لیے کہ جس وقت عمر بن خطابؓ فوت ہو گئے، تو حضرت علیؓ المرتضیٰؓ اپنی لڑکی ام کلثوم کے پاس تشریف لائے اور اُن کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اپنے گھر لے گئے۔

3: تہذیب الاحکام

پہلی روایت: عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سألتہ عن المرأة المتوفی

۱۔ الاستبصار، ابواب العدة، الجزء الثالث، ص 185، مطبع جعفریہ نقاس مدینہ کعبہ۔ طبع قدیم

۲۔ الاستبصار، ابواب العدة، الجزء الثالث، ص 186، مطبع جعفریہ نقاس مدینہ کعبہ۔ طبع قدیم

عنها زوجها تعتد فی بیتها الی آخرہ۔

دوسری روایت: سألت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن امرأة توفي عنها زوجها ابن
تعتد الی آخرہ۔

نوٹ: ہر دو روایتوں کا مفہوم واضح اور الفاظ کثرت ہیں۔

تیسری روایت: عن جعفر عن ابيه قال ماتت أم كلثوم بنت علي وابنها زيد
بن عمر بن الخطاب في ساعة واحدة لا يدري أيهما هلك قبل فلم يورث
احدهما من الآخر وصلى عليهما جميعاً۔

ترجمہ: امام جعفر صادق نے امام محمد باقر سے نقل کیا ہے کہ علی المرتضیٰ کی دختر
اُم کلثومؑ اور اُن کے لڑکے زید بن عمر بن خطابؑ ایک ہی وقت میں فوت ہوئے اور
یہ پتہ نہ چل سکا کہ اُن میں سے کون پہلے فوت ہوا؟ تو اس صورت میں ایک کو دوسرے
کا وارث نہ بنایا جاسکا اور اُن دونوں پر نماز جنازہ بیک وقت ایک ہی ادا کی گئی۔
مسکب شیعہ کے اصول اربعہ کی ان تین کتب کی روایات و عبارات سے مندرجہ ذیل
اُمور ثابت ہوتے ہیں۔

- سیدہ اُم کلثوم بنت علیؑ حضرت عمرؓ کے نکاح میں تھیں۔
- حضرت علیؑ نے حضرت عباسؓ کی وساطت سے یہ نکاح کر دیا تھا۔
- سیدہ اُم کلثومؑ سے حضرت عمر فاروقؓ کی اولاد بھی ہوئی۔
- جب حضرت عمرؓ کا انتقال ہوا تو حضرت علیؑ اپنی دختر نیک اختر سیدہ اُم کلثومؑ

۱۔ تہذیب الاحکام، کتاب الطلاق، باب عتۃ النساء، ص 238، طبع ایرانی قدیم، مطبعۃ 1316ھ

۲۔ تہذیب الاحکام، کتاب العرائن، جلد آخری، ص 380، طبع قدیم ایرانی

کو عدت گزارنے کے لیے اپنے گھر لے آئے۔

• جس دن حضرت اُمّ کلثوم کا انتقال ہوا اسی دن اُن کے بیٹے زید بن عمر فاروق بھی فوت ہوئے اور ماں بیٹے کا جنازہ اکٹھے اُٹھا اور اکٹھے ہی نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔

نتیجہ نقل عبارات

یہ ہے کہ شیعہ کے اصولِ اربعہ کی ان ہر سہ کتب سے یہ مسئلہ ثابت کر دیا گیا ہے۔ اب کچھ دیگر شیعہ علماء و محققین کے قلم سے حوالہ جات ملاحظہ ہوں، تاکہ اہل تشیع اور ماہل بہ تشیع احباب کی تسلی ہو جائے کہ یہ نکاح تاریخ کی کتنی بڑی ناقابلِ تردید حقیقت ہے۔ چوتھی صدی ہجری کے مشہور عالم و مجتہد سید مرتضیٰ علم الہدی المتوفی 406ھ کی تصنیفات سے اس مسئلہ پر حوالہ جات نقل کیے جاتے ہیں۔ شیعہ علماء کے نزدیک سید مرتضیٰ علم الہدی متقدمین اور متاخرین علماء کے درمیان حدِ فاصل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

متقدمین اور متاخرین کی تحدید

اہل سنت و جماعت کے نزدیک متقدمین اور متاخرین کی حد بندی کے سلسلے میں بھی ایک حوالہ ملاحظہ کر لیں، تاکہ حترفا قارئین کے کام آسکے۔ علامہ ذہبیؒ نے تیسری صدی کے اختتام کو متقدمین اور متاخرین کے درمیان حدِ فاصل قرار دیا ہے۔ علامہ شامیؒ شفاء العلیل میں لکھتے ہیں: فائدة: قال الذہبی: الحد الفاصل بین العلماء

المتقدمين والمتأخرين رأس القرن الثالث وهو الثلاثمائة فالمتقدمون من قبلهم
والتأخرون من بعدهم۔

اب سید مرتضیٰ علم الہدی شیعہ عالم و مجتہد کے حوالے ما حظہ فرمائیں۔

4: کتاب الثانی

(جو عہد البیاری کی کتاب المغنی کے جواب میں تصنیف کی گئی تھی) میں سید مرتضیٰ
علم الہدی لکھتے ہیں: فاما تزويجه بنته فلم يكن ذلك عن اختيار والخلاف فيه
مشهور فان الرواية وردت بان عمر بن الخطاب خطبها الى امير المؤمنين فدافعه
وماطله فاستدعى عمر العباس فقال ما لي باس؟ فقال ما حملك على هذا الكلام
فقال خطبت الى ابن اخيك فمنعني..... فقال العباس رد امرها الى ففعل فزوجها
العباس ايها..... الخ

خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ عمر بن خطاب نے حضرت علیؑ سے اُن کی لڑکی کا رشتہ طلب
کیا۔ حضرت علیؑ نے ٹال دیا اور ڈھیل کی، تو حضرت عمر بن خطاب نے حضرت عباسؓ
بن عبدالمطلب سے کہا کہ مجھ میں کیا عیب ہے؟ اُنہوں نے کہا، کیا بات ہے؟ عمر نے
کہا میں نے تمہارے بھتیجے سے اُس کی بیٹی کا رشتہ طلب کیا ہے۔ اُس نے مجھے منع
کر دیا ہے..... آخر کار عباس نے علیؑ بن ابی طالب سے کہا کہ آپ اس لڑکی کے نکاح
کا اختیار مجھے سپرد کرویں۔ حضرت علیؑ نے اُن کو یہ اختیار روے دیا۔ یوں حضرت عباسؓ
نے عمر بن خطاب سے یہ رشتہ کر دیا۔

5: کتاب تنزیہ الانبیاء

میں انہی سید مرتضیٰ علم الہدی نے نکاح اُم کلثوم بنت علیؑ کے معاملہ کو درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے: فاما انکاحہ علیہ السلام فقد ذکرنا فی کتاب الشافی الجواب عن هذا الباب مشروحاً وینتائہ علیہ السلام ما اجاب عمر الی انکاح بنتہ علیہا السلام الا بعد توعد و تہذد و مراجعة و منازعة۔ (الخ)

ترجمہ: پس حضرت علیؑ کا عمر کو اپنی لڑکی کا نکاح کر دینا، اس مسئلہ کا جواب ہم نے کتاب الشافی میں پوری تفصیل سے تحریر کر دیا ہے اور ہم نے وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ حضرت علیؑ المرتضیٰ نے اپنی لڑکی کا رشتہ عمر بن خطابؓ کے ڈرانے، دھمکانے اور بار بار مراجعت اور منازعت کے بعد کیا تھا۔

6: شرح حدیدی

شارح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی شیعہ المتوفی 656ھ نے اپنی شرح حدیدی میں نعم الطیب المسک خفیف محملہ عطر ربیعہ متن کے تحت ایک واقعہ نقل کیا ہے، اس میں حضرت علیؑ کی صاحبزادی کا حضرت عمرؓ کے نکاح میں ہونا آقاؐ نیم روز سے زیادہ ظاہر و واضح ہے۔

عربی عبارت: وجہ عمر الی ملک الزوم ہریداً فاشتريت اُم کلثوم امراة عمر طیباً بدنانیر وجعلته فی قارورتین واهدتهما الی امراة ملک الزوم فرجع البرید

الیہا ومعة ملاء القارورتین جواهر فدخل علیہا عمر وقد صبت الجواهر فیحجرها فقال من این لك هذا..... قال بینی بینک ابوک فقال علی علیہ السلام لك منه بقبعة دینارک والباقی للمسلمین جملة لان بريد المسلمین جملة۔

ترجمہ: عمر بن خطاب ایک دفعہ روم کے بادشاہ کی طرف ایچی روانہ کرنے لگے تو اُن کی بیوی اُمّ کلثوم نے چند دینار کی خوشبو خرید کر دوشیشیوں میں ڈالی اور بادشاہ روم کی بیوی کی طرف (پیغام رساں کے ہاتھ) تحفہ ارسال کر دیں، جب وہ ایچی واپس آیا تو اُس خوشبو کے عوض دونوں شیشیاں جواہر سے بھری ہوئی لا کر حضرت عمرؓ کے گھر پہنچا دیں۔ جب عمر بن خطاب گھر داخل ہوئے، تو اُن کی زوجہ (اُمّ کلثوم) اُن جواہر کو گود میں لیے بیٹھی تھی۔ عمر نے کہا یہ جواہر کہاں سے حاصل کیے ہیں؟ اُمّ کلثوم نے تمام قصہ بیان کر دیا۔ عمر بن خطاب نے جواہر اپنے قبضے میں لے لیے اور فرمایا کہ یہ تو تمام مسلمانوں کا حق ہے۔ اُمّ کلثوم نے کہا کہ وہ کس طرح؟ یہ تو میرے ہدیہ کے عوض آئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میرے اور تیرے درمیان تیرا باپ (حضرت علیؓ) جو فیصلہ کر دے، وہ معتبر ہوگا۔ پھر حضرت علیؓ نے (تمام واقعہ سن کر) یہ فیصلہ دیا کہ اے اُمّ کلثوم! اس تحفہ کی خریداری میں جس قدر تیرے دینار و درہم خرچ ہوئے ہیں، تو ان جواہر سے اتنی مقدار تو لے سکتی ہے، تمام جواہر نہیں۔ باقی جواہر تمام مسلمانوں (یعنی بیت المال) کے لیے ہیں، اس لیے کہ عامۃ المسلمین کا ایچی ان کو اٹھا کر لایا ہے۔

اس واقعہ سے اخذ شدہ فوائد مندرجہ ذیل ہیں۔

• حضرت اُمّ کلثومؓ بنتِ علیؓ کا حضرت عمرؓ کے نکاح میں ہونا ثابت ہے۔

• حضرت علیؓ اس رشتہ داری پر راضی تھے، ناراض نہیں تھے۔

• حضرت علیؓ اپنی لختِ جگر سیدہ اُمّ کلثومؓ کے گھر تشریف لایا کرتے تھے۔

• حضرت عمرؓ کے خانگی معاملات و واقعات میں حضرت علیؓ شامل رہتے تھے۔

لہذا اس واقعہ سے ان دونوں بزرگ شخصیات کے باہمی تعلقات و حسنِ معاشرت پر روشنی پڑتی ہے۔

7: شرائع الاسلام

شیعہ احباب کے مشہور و معروف محقق الحلیؒ المتوفی 676ھ نے فقہ جعفری کے لیے ایک متن شرائع الاسلام کے نام سے مدون کیا تھا۔ اس متن کی کتاب النکاح، لوائح العبد میں لکھا ہے: ویجوز نکاح الحرة العبد والعریة العجمی والهاشمیة غیر الهاشمی۔

ترجمہ: آزاد عورت کا مرد غلام کے ساتھ اور عربیہ کا عجمی مرد کے ساتھ اور ہاشمیہ کا غیر ہاشمی مرد کے ساتھ نکاح جائز و صحیح ہے۔

شیعہ احباب کے شیخ زین الدین احمد العالمی المعروف الشہید الثانی نے 964ھ میں مذکورہ متن شرائع الاسلام کی مسالک الافہام کے نام سے نہایت معتبر شرح لکھی۔ اس شرح میں محولہ بالا عبارت کے تحت اُمّ کلثومؓ بنتِ علیؓ کے نکاح کا مسئلہ صراحتاً

درج کیا گیا ہے۔ یہ فقہ جعفری کا متفقہ و مجمع علیہا مسئلہ ہے، کوئی اختلافی مسئلہ نہیں۔ ہم اپنے قارئین کی تسکینِ طبعِ تحقیقی کے لیے اس مقام کی عربی عبارت و ترجمہ پیش کر رہے ہیں، تاکہ متن و شرح دونوں کا مطالعہ و ملاحظہ کر کے ایک تو ہمارے قارئین اس تاریخی نکاح کے متعلق فیصلہ کر سکیں، دوسرا ہماری کتاب کے موضوع نکاحِ سیدہ باغیر سید کے حوالے سے بھی شیعہ مسلک کی رائے معلوم کر سکیں۔ اب اس سطح کے متن و شرح کے بعد کسی نچلے طبقہ کے علماء و قارئین کی رائے کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔

علامہ محقق الحلی کے متن شرایع الاسلام کے مذکورہ جزئیہ کی دلیل بیان کرتے ہوئے الشہید الثانی تحریر کر رہے ہیں: وزوج الثبی ابنتہ عثمان وزوج ابنتہ زینب بائی العاص بن الزبیع ولیسا من بنی ہاشم وکلک زوج علی ابنتہ أم کلثوم من عمر وتزوج عبد اللہ بن عمرو بن عثمان فاطمة بنت الحسین وتزوج مصعب بن الزبیر اخنھا سکینہ وکلھم من غیر بنی ہاشم۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح عثمان بن عفان سے کر دیا تھا اور اپنی دختر زینب کا نکاح ابو العاص بن ربیع سے کر دیا تھا، حالانکہ یہ دونوں بنی ہاشم نہ تھے۔ اسی طرح حضرت علیؑ نے اپنی دختر أم کلثوم کا نکاح عمر بن خطاب سے کر دیا تھا اور عبد اللہ بن عمرو بن عثمان کے ساتھ فاطمہ بنت حسین کی شادی ہوئی اور مصعب بن زبیر نے ان (فاطمہ بنت حسین) کی بہن سکینہ بنت حسین سے شادی کی۔ بنی ہاشم کے یہ سب رشتے غیر بنی ہاشم کے ساتھ ہوئے۔

اس محلہ بالا اقتباس سے مقصود تو نکاحِ اُمّ کلثوم با عمر فاروقؓ کا اثبات ہے، مگر اُس کے علاوہ چار اور رشتے بھی بطور حوالہ فقہ معلوم ہو گئے اور کچھ دیگر امور بھی بحمد اللہ تعالیٰ منکشف ہوئے، جن کا ذکر کرنا نہایت مفید اور ذکر نہ کرنا بخلِ مزید ہوگا۔

➤ شارح نے متن کے اس جزئیہ پر دلائل دیئے کہ ہاشمیہ کا غیر ہاشمی سے نکاح صحیح اور درست ہے۔

➤ حضرت علیؓ و فاطمہؓ کی بیٹی اُمّ کلثومؓ اور حضرت امام حسینؓ کی دو بیٹیوں فاطمہ بنتِ حسینؓ اور سکینہ بنتِ حسینؓ کے لیے نساہاشمیات کے حوالے سے ذکر کیا گیا، الگ سیدات وغیرہ کی اصطلاح استعمال نہیں کی گئی۔ معلوم ہوا کہ ان کے لیے نساہاصل لفظ یہی ہے، باقی اعزازاً و تکریماً سیدہ فاطمہؓ، آلِ رسول اور اہل بیت کے الفاظ اُن کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، جنہیں ہم بھی جائز سمجھتے ہیں۔

➤ معلوم ہوا کہ سیدات کو ہاشمیات کے لفظ سے یاد کر کے اُن کے ساتھ غیر ہاشمیوں کا نکاح جائز قرار دیا گیا تو ہمارے عُرف میں گویا سیدہ کا نکاح غیر سید کے ساتھ جائز ثابت ہوا، جو ہماری اس کتاب کا موضوع اور ہماری اس ساری علمی و تحقیقی کوشش کا اصل مقصود ہے۔

➤ جہاں بطور قاعدہ و ضابطہ سیدہ کا نکاح غیر سید سے جائز و صحیح ثابت ہو گیا، وہاں بطور ثبوتِ نقلی بھی مزید دو رشتے سامنے آ گئے یعنی فاطمہ بنتِ حسینؓ اور سکینہ بنتِ حسینؓ کے رشتے غیر سادات کے ساتھ ہو گئے۔

➤ اولاد حضرت علی المرتضیٰ اور اولاد صحابہ کرام کی باہم رشتہ داریاں بھی ثابت ہو گئیں۔

➤ حضرت سکینہ بنت حسینؑ کی واقعہ کربلا کے بعد اسی سفرِ شام میں دمشق کے قید خانہ میں جو وفات اور شہادت مشہور کی گئی ہے، اُس کی افسانوی حیثیت بھی واضح ہو گئی کہ دراصل وہ مدینہ طیبہ واپس تشریف لائیں، عمر بلوغ کو پہنچیں اور اسی طرح اُن کا حضرت مصعب بن زبیرؓ سے نکاح بھی ہوا۔ اگرچہ یہ دو رشتے اور یہ مسئلہ کتبِ اہل سنت سے عیاں ہے، مگر یہاں اس کا استنباط و توضیح کُلف سے خالی نہیں ہے مدعی! لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

8: مجالس المؤمنین و مصائب التواصب

شیعہ صاحبان کے مشہور و معروف مجتہد قاضی نور اللہ شومتری شہید ثالث المتوفی 1019ھ نے مسئلہ نکاح اُمّ کلثوم کو اپنی متعدد تصانیف میں درج کیا ہے، اس کی تصریحات ملاحظہ ہوں

1: کتاب مجالس المؤمنین میں تذکرہ عباس بن عبدالمطلب کے تحت لکھا ہے: چوں عمر بن الخطاب جہت تزویج خلافت فاسدہ خود داعیہ تزویج اُمّ کلثوم دختر حضرت امیر نمود آں حضرت جہت اقامت حج مکرزا اظہارِ ابا و امتناع نمود آخر عمر عباس رانزد خود طلبید و سوگند خوردہ گفت اگر علی را بدامادی من راضی نمی سازی آنچه در دفع او ممکن باشد خواہم کرد..... چوں مبالغہ عباس در آں باب از حد گشت حضور

از روئے اکراہ ساکت شدند تا آنکہ عباس از پیش خود ارتکاب تزویج اؤمؤد“
 نوٹ: اس عبارت کا ترجمہ خلاصہ مفہوم گزشتہ صفحات پر الکافی کی عبارات کے ذیل
 میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، البتہ الفاظ ”تا آنکہ عباس از پیش خود ارتکاب تزویج اؤمؤد“
 قابل غور ہیں۔ اگر ہم ان کی فقہی و فنی تشریح میں جائیں گے، تو بہت طبعیتیں ہر ملال
 ہوں گی۔ الکناية ابلغ من النصريح کافی ہے، کیوں کہ۔

یاروں کو تجھ سے حالی اب سرگرنیاں ہیں

نیندیں اچاٹ کرتی تیری کہانیاں ہیں

2: محمد بن جعفر طیار کے تذکرہ میں تحریر کیا ”محمد بن جعفر طیار بعد از وفات عمر بن
 الخطاب بشرف مصاہرت حضرت امیر المؤمنین مشرف گشتہ، اُم کلثوم را کہ با عدم کفایت
 از روئے اکراہ در حبالہ عمر بود تزویج نمود۔“

ترجمہ: عمر بن خطاب کی وفات کے بعد محمد بن جعفر طیار حضرت علی کی مصاہرت
 کے شرف سے مشرف ہوئے اور اُس اُم کلثوم کے ساتھ اُن کی شادی ہوئی جو پہلے
 باوجود عدم کفایت کے از روئے جبر و اکراہ عمر کی زوجیت میں تھی۔

3: پھر اسی کتاب میں مقداد بن اسود کے تذکرہ میں بالفاظ ذیل اس مسئلہ کو
 رقم کیا ہے: ”..... اگر نبی دختر عثمان داد، ولی دختر خود بمعر فرستاد۔“

ترجمہ: اگر نبی علیہ السلام نے اپنی لڑکی عثمان کے ساتھ نکاح کر دی، تو ولی
 (حضرت علی المرتضیٰ) نے اپنی لڑکی عمر کی طرف بھیج دی۔

۱۔ مجالس المؤمنین، تذکرہ عباس بن عبدالمطلب، ص 76، طبع قدیم ایرانی، قحی کلان

۲۔ مجالس المؤمنین، تذکرہ محمّد بن جعفر طیار، ص 82، طبع قدیم ایرانی

۳۔ مجالس المؤمنین، تذکرہ مقداد بن اسود، ص 85، طبع قدیم ایرانی، قحی کلان

4: قاضی نور اللہ شومتری نے اپنی تصنیف مصائب النواصب میں نکاح اُمّ کلثوم بنت علی المرتضیٰ پر تفصیل سے بحث کی اور اس نکاح کو بالاصالة تسلیم کرنے کے بعد اس کی متعدد ترجیحات کی ہیں اور تحریر کیا ہے: ”تزوجت اُمّ کلثوم باعمر در مقام ضرورت و ناچاری از راہ رخصت است۔“

ترجمہ: عمر کے ساتھ اُمّ کلثوم کی شادی و نکاح ضرورت و بے چارگی کی صورت میں ہوا جو رخصت کے ضمن میں آتا ہے۔

9: مرآة العقول

گیارہویں صدی ہجری کے مشہور مجتہد ملا باقر مجلسی نے بھی اُمّ کلثوم بنت علی کے نکاح کے مسئلہ کو اپنی کئی ایک تصانیف میں لکھا ہے چنانچہ اصول کافی و فروع کافی کی شرح مرآة العقول میں اس پر مفصل بحث کی ہے اور مسئلہ لہذا کے منکرین کے جوابات دیئے۔ آخر بحث میں چل کر اس نکاح کو تسلیم کرتے ہوئے لکھ ہی دیا: والاصل فی الجواب انّ ذالک وقع علی سبیل التقیّة والاضطرار۔

ترجمہ: اس نکاح کے سلسلے میں اصل جواب یہ ہے کہ یہ نکاح تقیہ اور مجبوری کی بنا پر واقع ہوا تھا۔

10: تاریخ طراز مذہب مظہری

تیرہویں صدی کے مشہور شیعہ مؤرخ مرزا عباس علی قلی خان نے (جو دولت ایران

۱۔ ترجمہ مصائب النواصب قاری ازاد قاسم علی مدرس ثقفی چارہویں جلد، ص 165 تا 170، تحتی خورد مطبوعہ تہران،

سیدہ طاعت 1369ھ

۲۔ مرآة العقول، باب تزویج ائم کلاہم، ج 3، ص 449، 448، طبع قدیم ایرانی

کے بادشاہ قاچار کا وزیر اعظم تھا) اپنی تصنیف تاریخ طراز مذہب مظفری میں ایک مستقل باب (حکایت تزویج اُمّ کلثوم با عمر بن الخطاب) مفصل قائم کیا ہے۔ وہاں لکھتے ہیں کہ ”جناب اُمّ کلثوم کبریٰ دختر فاطمہ الزہراء در سرائے عمر بن الخطاب بود و ازوے فرزند پیاورد چنانچہ مذکور گشت و بچوں عمر مقتول شد محمد بن جعفر بن ابی طالب اُورادر حبالہ نکاح در آرد“

ترجمہ: حضرت فاطمہ زہرا کی صاحبزادی اُمّ کلثوم عمر بن خطاب کے گھر تھیں، اُن سے ایک فرزند بھی پیدا ہوا، جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ جب عمر قتل کر دیا گیا تو محمد بن جعفر بن ابی طالب اُمّ کلثوم کو نکاح میں لائے۔

11: منتهی الامال

چودھویں صدی کے مشہور شیعی فاضل و مجتہد شیخ عباس قمی نے اپنی تصنیف منتهی الامال (مؤلفہ در 1350ھ) میں درج کیا کہ ”واما کلثوم حکایت تزویج اُوبا عمر بن الخطاب در کتب مسطور است و بعد از توضیح عون بن جعفر و از پس او زوجہ محمد بن جعفر گشت۔“

ترجمہ: عمر بن خطاب کے ساتھ اُمّ کلثوم کا نکاح کتابوں میں لکھا ہے اور اس کے بعد عون بن جعفر کے نکاح میں آئی اور اُس کے بعد اُس کے بھائی محمد بن جعفر کے نکاح میں آئی۔

نوٹ: کتب اہل تشیع سے اثبات نکاح اُمّ کلثوم با عمر فاروق کی تمام تر تفصیل

۱۔ تاریخ طراز مذہب مظفری، باب حکایت تزویج اُمّ کلثوم با عمر بن الخطاب، ص ۱۸۶

۲۔ منتهی الامال، فصل ششم در ذکر اولاد امیر المؤمنین علیہ السلام، جلد اول ص ۱۸۶، طبع ایران محنتی خود

کتاب رُحَمَاءِ بَيْنِهِمْ، مؤلف مولوی محمد نافع مرحوم سے ماخوذ ہے۔

اب مزید رشتوں کی فہرست نذیر قارئین کی جا رہی ہے۔

چوتھا رشتہ: حضرت سیدہ فاطمہ بنتِ حسین رضی اللہ عنہا کا نکاح اول حضرت حسن بن حسنؓ بن علیؓ سے ہوا پھر اُن کے بعد اُن کا نکاح حضرت عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا۔

❖ فَاَمَّا فَاطِمَةُ فَانْهَآ كَانَتْ عِنْدَ الْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ثُمَّ خَلَفَ عَلَيْهَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانٍ۔

❖ وَتَزَوَّجَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو بْنِ عُثْمَانَ فَاطِمَةَ بِنْتَ الْحُسَيْنِ۔

ترجمہ: حضرت فاطمہ بنتِ حسین کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عثمان نے شادی کی۔

پانچواں رشتہ: حضرت سیکنہ بنتِ حسین کا نکاح مصعب بن زبیر کے ساتھ ہوا، پھر...

❖ وَامَّا السَّكِينَةُ فَتَزَوَّجَهَا مَصْعَبُ بْنُ الزَّبِيرِ فَهَلَكَ عَنْهَا فَتَزَوَّجَهَا عَبْدُ اللَّهِ

بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَكِيمٍ بْنِ حِرَامٍ۔ (الرح)

ترجمہ: حضرت سیکنہ بنتِ حسین سے حضرت مصعب بن زبیر نے نکاح کیا، پس جب اُن کا وصال ہوا تو پھر آپ سے عبداللہ بن عثمان بن حکیم بن حرام نے شادی کی.....

حضرت سیکنہ کے نکاحوں کے حوالے سے کچھ اور اقوال بھی بیان ہوئے، لیکن

۱۔ المعارف از امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم ابنِ قُتَيْبَةَ، التَّوْقُ 476، ص 94-93، مطبوعہ نور محمد صالح الطالع کراچی

۲۔ مسائلک الافہام، شرح شرایع الاسلام، کتاب النکاح، باب لواحق العِدَّة، ج 1، مطبوعہ ایران

۳۔ المعارف از امام ابنِ عُثَيْمَةَ الدِّیْنَوْرِي، ص 194-193، مطبوعہ کراچی

بات یہ ہے کہ وہ نکاح بھی غیر ہاشمیوں یا غیر سادات کے ساتھ ہوئے، لہذا ہمارا موقف ثابت ہو گیا۔

نزوجھا (فاطمہ) ابن عتھا حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب فولدت لہ عبداللہ (المحض) و ابراہیم و حسن و زینب ثم مات عنها فخلع علیھا عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان زوجھا ایماہ ابنھا عبداللہ بن حسن با مرھا فولدت لہ القاسم و محمّد و هو الذی یاج سقی بذلك لجمالہ و رقیۃ بنی عبداللہ بن عمرو۔

ترجمہ: حضرت سیدہ فاطمہ بنت حسین کا نکاح اُن کے عم زاد حضرت حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب سے ہوا۔ اُن سے عبداللہ المحض، ابراہیم، حسن اور زینب پیدا ہوئے پھر وہ فوت ہو گئے۔ پس حضرت فاطمہ بنت حسین کے حکم سے اُن کے صاحبزادے عبداللہ بن حسن نے اُن کا نکاح عبداللہ بن عمرو بن عثمان سے کر دیا اور اُن سے قاسم اور محمد پیدا ہوئے اور یہ محمد اتنے نرم و نازک اور خوبصورت تھے کہ انہیں دیباچ (ریشم) کہا جاتا تھا اور رقیہ اولاد عبداللہ بن عمرو ہیں۔

۱۔ جو شیخ کہتے ہیں کہ امام حسنؑ کے صاحبزادے حسنؑ قحطی واقعہ کربلا میں شہید ہو گئے، فلذا اُن کی نسل ہی نہ چلی سکی تاکہ شہادت کی روایت کھڑ کر حضرت زینا علیہا السلام کی ہجویری، مصر کے جملہ علمائے حنفی سادات اور حضرت عزالہ حریرؑ سیدہ عبدالقادر جیلانیؒ جو اعلیٰ عبداللہ الحسنؑ کی اولاد سے ہیں، ان سب کو اُن کی نسل سے خارج کر دیا جائے۔ مگر یہ بات مذکورہ کئی کتب کے حوالے سے ثابت ہے اور پھر براہ راست اکابر شیخ کی اپنی تصانیف سے ثابت ہے کہ حضرت حسنؑ کی اولاد چلی اور اُن کے بڑے صاحبزادے حضرت عبداللہ المحضؑ تھے۔ ہم ان شاء اللہ کسی اور مقام پر امام حسنؑ کی اولاد چلنے اور واقعہ کربلا میں شہادت کے باوجود اُن کے بیٹے پر شیخ کی کتابوں سے حوالے مع عبارات تحریر کریں گے تاکہ یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ جائے کہ حضرت عزالہ حریر عبدالقادر جیلانیؒ حضرت علیؑ کی ہجویری اور جملہ علمائے حنفی سادات مع بشمول شاوہر امیر امیر حسنؑ کی اولاد سے ہیں۔ ۱۲۔ طبقات کبیری للامام محمّد بن سعد، الترتیب 230، ج 8، ص 473، مطبوعہ بیروت 1388ھ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

شیعہ علماء کی کتب سے مزید حوالہ جات

اس رشتہ کے لیے اہل سنت کی کتب کے علاوہ شیعہ علماء کی تصانیف سے بھی حوالے حوالہ قارئین کیے جا رہے ہیں، جو باعث اطمینان خاطر اور وجہ تسلی طبع ثابت ہوں گے۔

• ابوالفرج اصفہانی نے اپنی کتاب مقاتل الطالبین میں محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان کے تذکرہ میں لکھا ہے: و امۃ فاطمة بنت الحسین کان عبد اللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان تزوجھا بعد وفات الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب۔

ترجمہ: فاطمہ دختر حسین، حسن مثنیٰ کی وفات کے بعد حضرت عثمان کے پوتے عبد اللہ بن عمرو کے نکاح میں آئیں۔

• ناسخ التواریخ میں مسطور ہے: وبعد از حسن مثنیٰ فاطمہ بحالہ نکاح عبد اللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان درآمد۔

ترجمہ: حضرت حسن مثنیٰ کے بعد فاطمہ بنت حسین حضرت عثمان کے پوتے عبد اللہ کے نکاح میں آئیں۔

چھٹا رشتہ: سیدنا امام حسنؑ کی پوتیوں کے رشتے فاطمی سید زادوں کے علاوہ ہوئے

گزشتہ سے پیوستہ: اور کتاب نسب قریش لمصعب زبیری، ج 4، ص 114 اور کتاب المحبر لابی جعفر محمد بن امینہ بغدادی، ص 404، طبع حیدرآباد دکن اور کتاب الجرح والتعديہل لابی حاتم الزاری، ج 3، القسم الثانی، ص 301، طبع حیدرآباد دکن و فیات الاعیان، ج 2، ص 394 مطبوعہ بیروت۔ ۱۔ مقاتل الطالبین، تذکرہ محمدمحمد کور ص 72، طبع ایران اور التبیہ والاشراف للمسعودی، تحت ذکر خلافت عثمان بن عفان، ص 255 اور شرح نہج البلاغہ لابن ابی العلیہ، مطبوعہ بیروت، تحت عبارة نکحنا وانکحنا فعل الکفہ الخ، حواشی عمدة الطالب فی انساب آل ابی طالب المقصد الثانی فی عقب حسن المثنی، ص 675، مطبوعہ بیروت ۲۔ ناسخ التواریخ، ج 6، ص 534، طبع قدیم

جن میں سے ایک رشتہ اُم القاسم بنت حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کا ہے جسے فاضل مصعب زبیری نے اپنی کتاب نسب قریش میں ابن حزم نے اپنی مشہور زمانہ کتاب جمہرة انساب العرب میں اور ابو جعفر بغدادی نے اپنی کتاب المحیتر میں ذکر کیا۔ ملاحظہ ہو: وكانت اُم القاسم بنت الحسن بن الحسن عند مروان بن ابان بن عثمان بن عفان فولدت له محمداً بن مروان ثم خلف عليها الحسين بن عبد الله بن عبيد الله بن العباس بن عبد المطلب فتوفيت عنده وليس له منه ولد۔

ترجمہ: سیدنا امام حسنؑ کی پوتی اُم القاسم بنت حسن بن حسن کا نکاح حضرت عثمان غنیؓ کے پوتے مسٹمی مروان بن ابان بن عثمان بن عفان کے ساتھ ہوا۔ اُن سے ایک لڑکا محمد پیدا ہوا۔ اس کے بعد اُم القاسم کا نکاح حسین بن عبد اللہ بن عبيد اللہ بن عباس بن عبد المطلب سے ہوا، اُن سے کوئی اولاد نہ ہوئی اور اُم القاسم کا انتقال حسین بن عبد اللہ کے ہاں ہی ہوا۔

اسی طرح اس نکاح کا تذکرہ بحوالہ بالا دو اور کتابوں میں بھی موجود ہے، البتہ حضرت مروان بن ابان کی وفات کے بعد سیدہ اُم القاسم کے نکاح کے بارے جمہرة انساب العرب میں قدرے مختلف صورت تحریر ہے۔ ملاحظہ ہو: وأُم القاسم بنت الحسن بن الحسن شقيقة مليكة تزوجها مروان بن ابان بن عثمان فولدت له محمداً، ثم خلف عليها ابن عمها علي بن الحسين۔

ترجمہ: اور سیدہ اُم القاسم بنت حسن بن حسن ہیں، یہ سیدہ ملیکہ کی بہن ہیں ان کا

نکاح مروان بن ابان بن عثمان سے ہوا اور ان سے محمد پیدا ہوئے اس کے بعد ان کا نکاح ان کے عم زاد علی بن حسین سے ہوا۔

ساتواں رشتہ: امام حسنؑ کی پوتی سیدہ زینب بنت حسن بن حسن کا نکاح ولید بن عبد الملک بن مروان سے ہوا ملاحظہ ہو: وكان للحسن بن الحسن من البنات زینب شقیقة عبد الله و ابراهيم و حسن تزوجها الوليد بن عبد الملك بن مروان۔

ترجمہ: حضرت حسنؑ بن حسنؑ کی متعدد صاحبزادیاں تھیں جن میں سے ایک سیدہ زینب تھیں یہ عبد اللہؑ، ابراہیمؑ اور حسنؑ کی بہن تھیں۔ ان کا نکاح ولید بن عبد الملک بن مروان سے ہوا۔

آٹھواں رشتہ: سیدہ فاطمہ بنت حسن بن حسن کا نکاح ایوب بن مسلمہ بن عبد اللہ بن ولید بن مغیرہ سے ہوا ملاحظہ ہو: و فاطمة بنت الحسن بن الحسن تزوجها معاوية بن عبد الله بن جعفر بن ابی طالب فولدت له الحسن و صالحا و یزید و كانت فاطمة هذم لام و ولد ثم خلف علی فاطمة هذم ایوب بن مسلمة بن عبد الله بن الوليد بن مغيرة۔

ترجمہ: اور سیدہ فاطمہ بنت حسن بن حسن، ان کا نکاح معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب سے ہوا اور ان سے حسنؑ، صالحؑ اور یزیدؑ پیدا ہوئے۔ یہ فاطمہ ام ولد کی لڑکی تھیں اس کے بعد ان کا نکاح ایوب بن مسلمہ بن عبد اللہ بن ولید بن مغیرہ سے ہوا۔
نواں رشتہ: ملکہ بنت حسن بن حسن کا نکاح جعفر بن مصعب بن زبیر سے ہوا

۱۔ جمهرة انساب العرب للشيخ ابو محمد علي بن احمد بن سعيد بن حزم المتوفى 456ھ 42م

۲۔ جمهرة انساب العرب للشيخ ابو محمد علي بن احمد بن سعيد بن حزم المتوفى 456ھ 42م

ملاحظہ ہو: ومليكه بنت الحسن بن الحسن شقيقه جعفر و داود تزوجها جعفر بن المصعب بن الزبير فولدت له ابنته۔

ترجمہ: اور سیدہ ملیکہ بنت حسن بن حسن ہیں۔ یہ جعفر اور داؤد کی بہن ہیں۔ اُن کا نکاح جعفر بن مصعب بن زبیر سے ہوا۔ اُن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔

وسواں رشتہ: سیدنا امام حسینؑ کی پوتی، حضرت امام زین العابدینؑ کی صاحبزادی سیدہ عہرہؓ کا نکاح اول محمد بن معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب (ہاشمی، لیکن غیر فاطمی، غیر سید) سے ہوا۔ پھر دوسرا نکاح بوجہ بیوگی، علی بن حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم (ہاشمی، فاطمی سید) سے ہوا، پھر اُن کے بعد آپ کا نکاح نوح بن ابراہیم بن محمد بن طلحہ بن عبید اللہ (غیر فاطمی، غیر سید) سے ہوا۔ حوالہ ملاحظہ ہو: وہن..... وعبرة تزوجها محمد بن معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب ثم خلف علیها بعدہ علی بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب ثم خلف علیها بعدہ نوح بن ابراہیم بن محمد بن طلحہ بن عبید اللہ..... (۱)

گیارہواں رشتہ: سیدہ اُمّ حسنؓ بن علیؑ (زین العابدین) بن حسینؑ بن علیؑ کا نکاح داؤد بن علی بن عبید اللہ بن عباس بن عبد المطلب (غیر فاطمی، غیر سید) سے ہوا، حوالہ ملاحظہ ہو:

وام الحسن تزوجها داود بن علی بن عبید اللہ بن العباس بن عبد المطلب فولدت له موسى۔

۱۔ جمہور انساب العرب، للشیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم، المتوفی 456ھ، ص 59-60

۲۔ جمہور انساب العرب، للشیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم، المتوفی 456ھ، ص 52

۳۔ جمہور انساب العرب، للشیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم، المتوفی 456ھ، ص 52

بارہواں رشتہ: سیدہ امّ الحسین..... بنت علیؑ کا نکاح ابراہیم بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس (ہاشمی، عباسی، غیر فاطمی، غیر سیدی) سے ہوا، ملاحظہ ہو: وام الحسین تزوجہا ابراہیم الامام بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن العباسؑ۔

تیرہواں رشتہ: سیدہ فاطمہ بنت محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کا نکاح عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب سے ہوا۔

چودھواں رشتہ: غیر ترشی السب امام محمدؑ کا نکاح سیدہ فاطمہ سے ہوا۔ چنانچہ صاحب دُرِّ مختار لکھتے ہیں: وقد ظهر علمہ بتصانیفہ کالجامعین والمبسوط والزیادات والتوارد حتی قبل انہ صنف فی العلوم الدینیۃ تسعمائة وتسعة وتسعين کتابا ومن تلامذتہ الشافعی وتزوج بامّ الشافعی وفوض الیہ کتبہ ومالہ فسیبہ صار الشافعی فقیہاً۔

ترجمہ: امام محمدؑ کا علم اُن کی تصانیف سے ظاہر ہوا جیسا کہ جامعین (جامع صغیر وکبیر) مبسوط، زیادات اور نوادر (ہیں)۔ یہاں تک کہا گیا کہ اُنہوں نے علوم دینیہ میں نو سو ننانوے (999) کتابیں لکھیں۔ اُن کے شاگردوں میں سے امام شافعیؒ جیسی شخصیت ہیں۔ آپ نے امام شافعیؒ کی والدہ سے نکاح کیا اور اپنی کتابیں اور مال امام شافعیؒ کو سونپ دیا، پس اسی سبب سے امام شافعیؒ اتنے بڑے فقیہ بن گئے۔

خلاصہ کلام: یہ کہ امام ابو حنیفہؒ کے تلمیذ رشید اور مذہب احناف کے سردار

حضرت امام محمد بن حسن شیبانی غیر قرشی النسب کا نکاح حضرت امام شافعیؒ کی والدہ ماجدہ دختر حضرت عبداللہ المحض سے اُن کے بیوہ ہونے کے بعد ہوا۔ آپ نجیب الطرفین اور قطعی النسب سید زادی تھیں۔

غیر کفو میں سیدات کے نکاحوں کی توجیہ کا تذکرہ اور اُس کا ابطال

ایک اور مدعی علم مفتی و مولوی صاحب نے اسی سلسلہ میں گوہر افشانی فرماتے ہوئے لکھا ”جو نکاح کسی دینی مصلحت کی بنا پر غیر کفو میں ہو، وہ اصل کفایت کی نفی نہیں کرتا“ (حسب و نسب، ص 46) مفتی کی یہ توجیہ قطعاً باطل اور مردود ہے، کیوں کہ جس سے نکاح کرنا حرام ہو، اُس سے نکاح کرنا کسی بھی دور اور کسی بھی صورت میں جائز و حلال نہیں ہو سکتا، کیا کسی مصلحت کی بنا پر کافر و مشرک سے نکاح حلال ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر یہ کہ ان لوگوں کے نزدیک یہ صرف فقہی مسئلہ نہیں ہے، بلکہ اُن کے خود ساختہ عقیدے کا مسئلہ ہے، لکھتے ہیں: ”یہ فتویٰ دینا کہ ایک عجمی مرد کے لئے جائز ہے کہ وہ سید زادی سے نکاح کر لے۔ اس فتویٰ سے فتویٰ دینے والا حضور ﷺ کے نسب اور حضور ﷺ کی اولاد کی بے ادبی کا مرتکب ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کے نسب اور حضور ﷺ کی اولاد کی بے ادبی کرنا اور توہین کرنا یہ اُس بے ادبی اور توہین سے زیادہ سنگین جرم ہے، جو شیطان سے سرزد ہوئی تھی۔“ (حسب و نسب، ص 48)

مستند تاریخی شواہد سے ثابت ہے کہ فی الواقع حضرت علیؑ نے اپنی صاحبزادی سیدہ اُمّ کلثومؓ کا حضرت عمر فاروقؓ سے نکاح کیا تھا، جس کی تصدیق حضرت پیر مر علی شاہ

گولڑویؑ نے بھی فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں حضرت سیدہ فاطمہ بنتِ حسین بن علی بن ابی طالب اور حضرت سیکہ بنتِ حسین بن علی بن ابی طالب کا نکاح غیر سیدوں سے ہوا۔ حضرت حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کی چار صاحبزادیوں کا اور حضرت علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کی پانچ صاحبزادیوں کا نکاح غیر سیدوں میں ہوا۔ ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

اے امتِ مسلمہ! بتائیے کہ بقول مصنفِ حسب ولب معاذ اللہ ان مذکورہ بالا صحیح القلب سادات اور محترم سیدزادیوں نے کیا شیطان سے بڑا کفر کیا ہے؟ غور کیجئے کہ آیا ان محترم سیدزادیوں کے ایسے مقدس نکاحوں کو جائز کہنا بے ادبی ہے یا ناجائز اور حرام کہنا؟ اور پھر اُن کے بطنِ اطہر سے پیدا ہونے والی مقدس اولاد کو معاذ اللہ ولدِ اقرنا ٹھہرانا اور اس سارے عمل کو شیطان کے کفر سے بڑا کفر قرار دینا کیا ناقابلِ درگزر گستاخی اور ایک قابلِ مواخذہ جرم نہیں ہے؟ مع

ہمیں نقادیت رہ از گجا ست تا گجا

کیا ایسی تحریروں سے حضور ﷺ کو اذیت نہیں پہنچی ہوگی؟ جس میں آپ کی ستودہ صفات ذریت اور قدسی نہادِ عترت کو ایک فعلِ حرام کا مرتکب قرار دیا گیا اور ان تمام پاکیزہ نکاحوں کو نہ صرف ناجائز و حرام کہا، بلکہ شیطان کے کفر سے بڑا کفر بھی قرار دیا۔ میں یہ ایں تردامنی اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ ایسے عاقبت نااندیش مفتیوں کو مرنے سے پہلے توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ وما ذالك على الله بعزيز۔

اسی طرح ایک اور مفتی ملت کی گل نشانی ملاحظہ فرمائیے: ”ابتداء میں چوں کہ اولیاء کے اعتراض کو موثر کرنے ہی سے غیر کفو کا نکاح منسوخ ہوتا تھا اور حضرت مائی صاحبہ کے واقعہ پر کسی کو یہ فرصت ہی نہ تھی، لہذا جو کچھ ہوا، ہو گیا۔ مگر اب صورت شرعی یہ ہے کہ غیر کفو میں نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔“

مفتی مرحوم کی مندرجہ بالا عبارت کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب شریعت بدل گئی ہے، حضرت سیدہ فاطمہ بنت حسینؑ اور حضرت سیدہ سکینہ بنت حسینؑ نے اپنے زمانے میں جس شریعت پر عمل کیا تھا، وہ اب ناند نہیں رہی۔ ماشاء اللہ مفتی مرحوم نے فقہات کا حق ادا کر دیا، انسوس یہ ہے کہ ان کی یہ دلیل، ان کے شیخ حضرت پیر مرعلی شاہ گولڑوئیؒ کی نظر سے نہیں گزری یا پھر انہوں نے اسے لائقِ اعتناء ہی نہیں سمجھا، ورنہ آپ بھی مفتی مذکور کے اس نقطہ نظر کو اپنے فتویٰ کی نہنت بناتے۔ کاش ان لوگوں کو علم ہوتا کہ آج بھی شریعت کا وہی مفہوم حجت ہے جس کو چودہ سو سال پہلے سیدہ فاطمہؑ اور سکینہؑ نے سمجھ کر اُس پر عمل کیا تھا، نیز مفتی عبدالحی چشتی مرحوم نے اسی اپنی کتاب میں مزید یہ بھی بطور فتویٰ تحریر فرمایا کہ ”رسول اللہ ﷺ نے یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیوں کا نکاح حضرت عثمانؓ سے اس لئے کیا تھا کہ اس سلسلہ میں آپ پر وحی نازل ہوئی تھی۔“

کسی بھی مومنہ کا غیر کفو میں جوازِ نکاح کا وحی الہی سے ثبوت

میں اس کے دو جواب پیش کر رہا ہوں۔ اگر اس حدیث کی صحت ثابت بھی ہو جائے تو اس سے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ کسی بھی مومنہ خاتون کا

نکاح غیر کفو میں کر دینے کا جواز وحی الہیہ سے ثابت ہو گیا۔ دوم یہ کہ ولی اقرب کی رضا مندی سے غیر کفو میں نکاح نہ صرف جائز بلکہ نافذ و لازم ہو جاتا ہے، کیوں کہ حضرت عثمان کے نکاح میں آنے والی دو صاحبزادیوں کے ولی اقرب خود حضور ﷺ تھے اس لئے آپ نے اپنی اور اپنی صاحبزادیوں کی رضا مندی کی صورت میں ایک غیر سید قوم کے فرد یعنی حضرت عثمان سے ان کا نکاح کر دیا اور یہی میرا موقف ہے۔

مفتی عبدالحی مرحوم بہاولپوری کے درجات اللہ تعالیٰ بلند فرمائے کہ آپ نے یہ حدیث لکھ کر ہمیں ائمہ اربعہ کے باہمی اختلافات اور ظاہر الروایہ و نوادر کے خلاصوں کو بہ طور سند پیش کرنے سے بے نیاز کر دیا، کیوں کہ امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر، امام حسن بن زیاد، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور دیگر تمام فقہائے اُمت رضوان اللہ علیہم اجمعین علم و فضل میں نقطۂ عروج پر سہی اور ان کے متبعین کے لئے ان کے اقوال حجت سہی، مگر ان کا مسائل شرعیہ میں ذاتی ایسا عمل جس کی پشت پر قرآن و سنت کی کوئی دلیل نہ ہو، بے کار اور ناقابل قبول ہے۔ ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنی اپنی فقہ قرآن و سنت سے دلائل لے کر مرتب کی تھی اور ظاہر الروایہ اور نوادر ان کے علاوہ دیگر کئی اصطلاحات فقہ بھی وضع کی تھیں۔ یہ سارے ائمہ فقہ قرآن و سنت کی روشنی میں مسئلہ کا حل نکالنے والے تھے ان میں سے کوئی بھی شارح علیہ السلام کے رتبہ کا حامل نہیں تھا، نہ ہو سکتا تھا۔ لہذا قرآن و سنت کے حتمی دلائل سے ہٹ کر محض کسی کی ذاتی رائے نہ حجت ہے اور نہ قابل عمل ہے۔

مفتی عبدالحی مرحوم کی اس پیش کردہ حدیث نے ہمیں یہ سلسلہ نکاح سیدہ باغیر سید تمام ائمہ فقہ کے اقوال سے بے نیاز کر دیا، کیوں کہ ان میں سے کسی کا قول شارع علیہ السلام کے ذاتی عمل سے مستند تر اور قابل تقلید نہیں ہو سکتا۔ خلاصہ بحث یہ نکلا کہ مفتی عبدالحی مرحوم کی اس پیش کردہ حدیث نے ثابت کر دیا کہ ولی اقرب جب اپنی بیٹی، اپنی مرضی سے غیر کفو میں نکاح کر دے تو وہ نکاح شرعاً نافذ و لازم ہو جاتا ہے، جیسا کہ حضور علیہ السلام کے عمل سے ثابت ہوا اور اتفاق کی بات ہے کہ فقہائے احناف کی ظاہر الزواہیہ اور نوادر کا ما حاصل بھی کتب احناف میں یہی تحریر ہے۔

غیر کفو میں نکاح کے بارے میں شارع علیہ السلام کا عمل

خلاصہ کلام یہ کہ برضائے ولی اقرب لڑکی کا نکاح غیر کفو میں نہ صرف جائز بلکہ نافذ و لازم ہو جاتا ہے، جیسا کہ حضور علیہ السلام کی رضا مندی سے آپ کی دو صاحبزادیوں کا نکاح حضرت عثمان بن عفان سے ہوا تھا، جو کہ نہ ہاشمی تھے اور نہ سید تھے، نیز اس حدیث کے مطابق غیر کفو میں لڑکیوں کے نکاح کر دینے کو وحی الہیہ کی تائید بھی حاصل ہے۔ بحمد اللہ یہ بات تو اپنے منطقی نتیجہ تک پہنچ ہی گئی۔ بقول شاعر

لِّلہِ الْحَمْدُ ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

ایک اور سوال کا جواب

مفتیان گوئزہ کے رسالچوں میں مندرج ہے کہ آج کی سیدہ کے غیر سید سے

نکاح کرنے میں دنیا بھر کے سادات کی رضا مندی لازمی ہے، ورنہ نکاح نہیں ہوگا۔ چوں کہ عہد رسالت کے قریب تر کے سادات کی تعداد محدود تھی، اسی لیے وہ رضا مند ہو سکتے تھے اور ہو گئے۔ مگر اب ساری دنیا کے سادات کی رضا مندی ضروری ہے، ورنہ نکاح نہیں ہوگا۔

جو ابنا عرض ہے کہ جن حضرات نے یہ اٹکل پچھو قسم کا کتہہ اٹھایا ہے، اُن پر لازم ہے کہ وہ اسے حضور علیہ السلام کے قول و فعل سے ثابت کریں یا صاحب مذہب ائمہ فقہ کے کسی مستند قول سے ثابت کریں۔ دوم یہ کہ پھر دنیا بھر کے سادات کا سیدہ کے غیر سید سے نکاح پر ہی اجماع کیوں کر موقوف ہے، طلاق کی صورت کے لیے بھی تو شریعت سے کوئی قاعدہ نکالے، جس میں سادات اور غیر سادات اقوام کی تفریق یا ترجیح ثابت ہو۔ احکام طلاق میں تو سادات بنو قاطمہ اُمت کے دیگر افراد کے ساتھ برابر کے شریک ہیں، لیکن نکاح ہی ایک ایسا عمل ہے کہ سادات اور غیر سادات میں اس کا حکم مختلف ہے۔ ہمیں یہ بھی تسلیم ہوگا، مگر اسے کسی آیت کریمہ یا حدیث شریف کی قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ دلیل سے ثابت کر کے دکھائیے۔ اُمت کو خواہ مخواہ اس مسئلہ میں نہ الجھائیے اور سادات کی بیٹیوں کی زندگیاں برباد نہ کیجئے اور اُن کو اپنی مرضی سے اپنے فیصلے کرنے کا حق دیجئے اور اُن کو اُن کے کیے پر ملامت نہ کیجئے۔

ایک اور اہم نکتہ کی طرف دعوتِ توجہ

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ حضور علیہ السلام کے دورِ مقدس اور اُس سے متصل ادوار میں جن سیدات کے غیر سادات سے نکاح ہوئے، اُن کی فرست معتبر کتب تاریخ میں موجود ہے، اگر کوئی شخص محض عنادِ ضد اور جہالت کے سبب اُن کی ثقاہت کا انکار کرے گا تو پھر اُس پر لازم ہوگا کہ وہ اُن کتب کے نام کو کسی اور مسئلہ میں بہ طورِ حجت پیش نہ کرے اور نہ اُن کتب کے دیگر مندرجات کو تسلیم کرے اور نہ بطورِ حجت پیش کرے تو اگر عہدِ رسالت اور اُس سے متصل ادوار میں سیداتِ مسلمہ کے غیر سادات سے نکاحوں کو وہ پیش کردہ معتبر تاریخی حوالوں سے تسلیم کرتا ہے تو بعد میں ہونے والے نکاحوں کو بہ طورِ سند کیوں نہیں مانتا، جن میں بڑے بڑے اولیاء اللہ اور علماء و سادات کے نام شامل ہیں۔ ہم نے عہدِ رسالت سے آج تک ہونے والے ایسے نکاحوں کی ایک طویل فہرست اس کتاب میں مع حوالہ جات درج کر دی ہے، تاکہ اُمتِ مسلمہ پر واضح ہو جائے کہ جن نکاحوں کو آج کے یہ بعض انتہا پسند مفتی قطعاً حرام کہنے کی رٹ لگائے ہوئے ہیں اور جو مدعیانِ سیادت اسے اپنی توہین سمجھتے ہیں، اُن کے اکابر جو بہر طور اُن سے ہر معاملہ میں برتر اور قابلِ تعظیم و تقلید ہیں، نے اپنی لڑکیوں کے غیر اکفاء میں نکاح کیوں کئے تھے؟ کیا معاذ اللہ وہ سب شیطانی فعل کے مرتکب تھے، وہ عالم اور فقیہ نہ تھے؟ آج کے ان نام نہاد ناقلِ مفتیوں کا مرتبہ تفقہ فی الدین کیا اُن سے زیادہ بلند ہے؟ اب ان سب مفتیوں پر لازم ہے کہ وہ اُن

اکابر پر بھی کوئی فتویٰ داعی کی جسارت کریں۔ میں نے تو صرف اتنا جرم کیا کہ اپنے دادا حضرت پیر مرعلی شاہ گولڑوئی کے منشاء فتویٰ کو فقہ حنفی اور قرآن و سنت کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کی۔ جس پر میرے بعض کرم فرماؤں اور اُن کے زیر اثر کچھ تملق شعار مفتیوں نے اُن کے مزاج کا لحاظ رکھتے ہوئے احکام شرعیہ کو پس پشت ڈال کر اور نقضائے احناف کے اقوالِ مخارہ کو بالائے طاق رکھ کر چند ایسے رسالے تحریر کر دیئے کہ جن میں فضائلِ اہل بیت کے سوا کچھ نہ تھا اور خدا شاہد ہے کہ اگر قرآن و سنت کی ایک بھی دلیل ان کے کسی بھی رسالے میں پائی جاتی تو ہم اُسے شرعی حکم سمجھ کر نظر انداز کرنے کی کبھی جسارت نہیں کر سکتے تھے۔ پیر مرعلی شاہ گولڑوئی کے اُس فتویٰ کی میں نے سب سے پہلے جب اپنی کتاب نام و نسب میں وضاحت کی، تو گولڑہ شریف کی درگاہ میں اُس کے خلاف اعلان کنندہ نے اور بہت کچھ کہنے کے ساتھ یہ بھی کہا تھا کہ سیدہ کا ہاشمی اور قریشی اور اعوان اور دوسری کوئی عربی النسل قوم کفو نہیں، لہذا ان میں ہونے والا نکاح زنا ہوگا، کیوں کہ نکاح ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کی ویڈیو اور آڈیو موجود ہے اور کچھ دوسرے کرم فرماؤں نے بھی یہ بات پھیلائی کہ راقم الحروف نے اپنے دادا پیر مرعلی شاہ گولڑوئی کے فتویٰ کو رد کیا اور لکھا کہ معاذ اللہ اُن کا یہ فتویٰ خلافِ شریعت ہے، تاکہ حضرت پیر صاحب کے عقیدت مندوں کے دلوں میں میری طرف سے نفرت پیدا ہو، مگر بھلا اللہ ایسا نہ ہو سکا۔ چند کا سہ لیس اور مفاد پرست لوگوں کے سوا آج بھی ہر عقیدت مند میرے ساتھ محبت کرتا ہے۔

چوں کہ مجھ پر حضرت گولڑویؒ کی گستاخی کا الزام لگایا گیا ہے، اب میں اس کیس کو پاکستان کی عدالتِ عالیہ میں پیش کروں گا اور ضرورت پڑنے پر ایسے تمام مفتیوں اور اُن کے پشت پناہوں کو بھی عدالتِ عالیہ میں طلب کر کے عدالت سے فیصلہ لوں گا کہ کون حق پر اور کون باطل پر ہے؟ جو حق پر ہے، اُس کی کتاب ماریٹ میں فروخت ہو اور جو باطل پر ہیں اُن کی کتب کی اشاعت و فروخت پر قانوناً اور حکماً پابندی لگائی جائے۔ کیوں کہ اب یہ مسئلہ اُمت میں فتنہ و فساد پھیلانے کا سبب بن رہا ہے، لہذا اس پر عدالتِ عالیہ جاٹین کے دلائل سن کر کوئی حتیٰ فیصلہ دے، پھر پتہ چلے گا کہ پیر مرعلیٰ شاہؒ کی عزت و ناموس کا محافظ کون ہے؟ میں یا کوئی اور۔ بھلا میں حضرت پیر مرعلیٰ شاہؒ کے فتویٰ کو رد کرنے والا کون ہوں؟ میں تو تشریح کرنے والا ہوں۔ وہ بھی اپنی رائے سے نہیں، بلکہ کتاب و سنت اور پھر اکابر فقہائے احناف کے دلائل کی روشنی میں۔

اگر میرے خاندان کے کچھ افراد کو میری اس تشریح پر اعتراض ہے تو اب عدالت سے یہ فیصلہ کراؤں گا کہ کس کی تشریح کتاب و سنت کے مطابق ہے؟ عدالت میں مفتیان گولڑہ سے بحث کرنے کے لئے میری طرف سے علماء پیش ہوں گے۔ میں ضرور ان مفتیوں کے ساتھ دود و ہاتھ کرنے کے لئے پیش ہوتا، مگر کیا کیا جائے میرے اہل خانوادہ کفایت (براہری) کے بہت قائل ہیں، اس لئے میں اگر عدالت میں بحث کے لیے پیش ہوں گا تو صرف اُسی صورت میں کہ میرے اہل خانوادہ ہی سے کوئی معتبر و مستند فرد میرے ساتھ براہِ راست بحث کے لئے تیار ہوگا، تو ان شاء اللہ

میں تیار ہوں، لیکن اگر ان میں سے کسی نے اس علمی و فقہی بحث میں شرکت کی پوزیشن میں خود کو نہ سمجھا، تو میں بھی اپنے غیر کفو کے ان مفتیوں سے بحث کرنا اپنی توہین سمجھتا ہوں، کیوں کہ اگر میرے افرادِ خانوادہ کے نزدیک غیر کفو میں برائے انعقادِ نکاح، کفایت بالنسب شرطِ اولیں ہے، تو میرے نزدیک بھی غیر کفو والوں سے برائے بحث و مناظرہ، کفایت فی الحسب شرطِ اول ہے۔

لہذا اپنے افرادِ خانوادہ سے میری گزارش ہے کہ وہ اپنے ان پروردہ مفتیوں کے ساتھ فقہی مسائل پر بحث کرنے کے لئے تبادلہٴ خیالات کرنے یا پھر ان سے براہِ راست درس لینے کی زحمت فرمائیں، کیوں کہ یہ دورِ آج کا دور ہے، آج سے 12 سال پہلے والا آپ کی من مانی کا دور نہیں۔ بقولِ راقم الحروف۔

جو مجھ کو دیتے رہے دھمکیاں جلانے کی

منائیں خیر وہ آج اپنے آشیانے کی

یہ اشعار کا موقع تو نہیں، مگر عہدِ ماضی کے چند مناظر کو سامنے رکھ کر انہیں پڑھ لیجئے۔

نہ پوچھ مجھ سے بُرے وقت کے نشیب و فراز

مری نگاہ میں ہیں کروٹیں زمانے کی

مرا کہا جو نہیں مانتے، نہ مانو تم

سبق پڑھائیں گی خود ٹھو کریں زمانے کی

خدا بچائے سرِ بزم آج واعظ سے
اسے ہے مفت میں عادتِ زباں چلانے کی
چمن کی سوچ یہاں تک بھی آگئی تھی نصیر
کہ شاخ ہی نہ رہے میرے آشیانے کی

بہر حال وہ بھی وہ تو ، میں بھی میں
ہوگا آج تماشا کچھ

(نصیر)

قارئینِ کرام! ہمارے اکثر مفتیان و مدعیانِ علم اپنے مطالعاتی فقدان کے باعث قریش کو اولادِ فاطمہؑ کا کفو نہیں مانتے، بلکہ بعض تشددِ دین تو بنو ہاشم کو بھی بنو فاطمہؑ کا کفو قرار نہیں دیتے، حالانکہ کتبِ فقہ میں اولادِ فاطمہؑ کے لیے لفظِ سید یا بنو فاطمہؑ کا استعمال کم ہوا ہے، بلکہ اُن کے لیے ہاشمی، ہاشمیہ یا علوی، علویہ کے الفاظ بولے اور لکھے جاتے ہیں۔ فقہاء کے نزدیک سید ہاشمی اور قریشی یہ ایک دوسرے کے کفو ہیں، کیوں کہ ہر سید ہاشمی اور قریشی بھی ہے۔ اگرچہ ہر قریشی ہاشمی اور ہر ہاشمی سید نہیں ہے، لیکن ہاشمیوں میں سے اولادِ فاطمہؑ زہراؑ کو سید و سیداتِ تعظیما تو کہا جاتا ہے، مگر اس لفظ سے اُن کے لیے الگ تھلگ کفو ثابت نہیں ہو جاتی۔ اس لیے تقریباً تمام فقہاء نے اُن کو ہاشمی اور علوی وغیرہ ہی کہا ہے اور تمام قریشی بشمول بنو ہاشم و بنو فاطمہ

ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ تو اب بنو ہاشم یا ساداتِ حسنی و حسینی اپنی لڑکیاں اگر خانوادہ قریش کے کسی فرد کو دیں تو وہ نکاحِ غیر کفو میں نہیں، بلکہ کفو میں متصور ہوگا۔ اسی پر احادیثِ نبویہ، کتبِ فقہ اور انساب و تاریخ کے معتبر و معتد بہ حوالوں سے متقدّر رشتے ثابت کر دیئے گئے ہیں۔

پندرہواں رشتہ: یہاں ہم اس دعویٰ کی دلیل کے طور پر حضرت پیرانِ پیر، قطبِ الاقطاب، حضرت سید عبدالقادر گیلانی کا عمل بہ طورِ سند پیش کرتے ہیں، جو ہم سب سے زیادہ عالم، غیرت مند، فقیہ، مفتی و مجتہد اور خدا رسیدہ تھے۔ اُن کے حالات و سیرت پر لکھی ہوئی ایک نہایت ہی مستند کتاب، جو علامہ تادفی جنبلی کی شہرہ آفاق تصنیف ہے اور قلامِ الجواہر کے نام سے کتب خانوں اور لائبریریوں میں موجود ہے، کے اندر حضرت شیخ عبدالرحمن طفسونجیؒ اسدی قریشی کے حالات میں لکھا ہے:

ولمّا حضرته الوفاة قال لہ ولدۃ أوصنی! فقال: أوصیک بحفظ حرمة الشیخ عبد القادر والوقوف عند أمرہ ولزوم خدمتہ فلما توفی جاء ابنہ عند الشیخ عبد القادر فاکرمہ والبسۃ خرقۃ وزوجۃ ابتغیٰ۔

ترجمہ: جب حضرت شیخ عبدالرحمن طفسونجیؒ اسدی قریشی کی وفات کا وقت قریب آیا تو اُن کے صاحبزادے نے اُن سے کہا کہ مجھے کوئی وصیت فرمائیں۔ اُنہوں نے فرمایا: میں تمہیں حضرت شیخ عبدالقادرؒ کی تعمیلِ حکم، اُن کی حرمت و عزّت لازم سمجھنے اور

اُن کی خدمت پر کمر بستہ رہنے کی وصیت کرتا ہوں، چنانچہ جب حضرت عبدالرحمنؓ وفات پا گئے، تو اُن کے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالقادرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اُن کی عزت کی۔ اپنا خرقہ خلافت عطا فرمانے کے ساتھ اپنی صاحبزادی کا نکاح اُن سے کر دیا۔

حضرت عبدالرحمنؓ طفسونجیؒ کے اسدی یعنی قریشی الثقب ہونے کا ذکر اسی کتاب کے ص 102 پر ملاحظہ کیا سکتا ہے۔

اسی طرح حضرت غوثِ پاکؒ کے حالات و سوانح کا مُستند اور محقق تذکرہ بہجۃ الاسرار مؤلفہ حضرت علامہ امام ابوالحسن الشطنوفی الشافعی بھی اِس رشتے کے ثبوت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ اُس کے ص 540 اور 541 پر اِس رشتہ کا ثبوت ملاحظہ فرمائیں، روایت لکھتے ہیں:

”ہمارے شیخ عبدالرحمنؓ طفسونجیؒ پر جب وقتِ نزع آیا تو آپ کے بیٹے نے آپ سے کہا کہ مجھے کچھ وصیت کیجئے۔ اُنہوں نے فرمایا: میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ التورانی کی عزت کرنا، آپ کے حکم کو بجالانا، آپ کی خدمت کو لازم سمجھنا۔“ جب شیخ عبدالرحمنؓ نے انتقال کیا تو آپ کے بیٹے حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ التورانی کی خدمت میں بغداد گئے، چنانچہ آپ نے اِن کی بہت عزت کی اور اِن کو اپنا خرقہ پہنایا اور اپنی صاحبزادی کا اِن سے نکاح کر دیا۔

اسی طرح شیخ عبدالرحمن طفسونجی کے اُسدی قریشی ہونے کے لیے اسی کتاب کے ص 539 کا ملاحظہ کیجئے، لکھتے ہیں: آپ قبیلہ اسد سے تھے، جہاں تک میں جانتا ہوں، آپ کا نام حبیب تھا، لیکن آپ کو باطن میں کہا گیا مرحبا عبدالرحمن! تب سے آپ کا نام عبدالرحمن پڑ گیا، آپ طفسونج میں رہتے تھے، جو عراق میں ایک شہر ہے۔

مقام غور ہے کہ اگر قریش، ساداتِ حسنیہ و حسینیہ کے کفو نہ ہوتے تو پیرانہ پیر جیسی جامع الکملات شخصیت اپنی صاحبزادی ایک قریشی کے عقد میں کیوں دیتے؟ کیا انہیں حسنی و حسینی سادات کے الگ تھلگ کفو ہونے اور کسی دیگر مسلمان کے بشمول بنو ہاشم و قریش سادات کا کفو نہ ہونے کا علم نہیں تھا؟ کیا مسئلہ کفو پر ان کے پاس ان مفتیان سے بھی کم ذخیرہ دلائل تھا؟ اگر کوئی اس رشتہ سے انکار کرنا چاہے تو مندرجہ بالا حوالہ جات کے علاوہ ایک اور حوالہ بھی ملاحظہ ہو، جو پیرانہ گولڑہ کا تصدیق شدہ حوالہ ہے۔ میری مراد ہے کتاب احقاق الحق والایضاح فی شرطیۃ الکفو للنکاح مؤلفہ نیاز مند بارگاہِ مہریتہ غوثیہ گولڑہ شریف، ابن شیخ القرآن مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی وزیر آباد، مقام اشاعت گولڑہ شریف ضلع اسلام آباد، تاریخ اشاعت یکم صفر المظفر 1414ھ مطبوعہ نئی پرنٹنگ پریس ملتان، اندرون ص 1 پر کتب خانہ لنگر غوثیہ گولڑہ شریف، اسلام آباد کی مہر تصدیق و تصویب بھی ثبت ہے۔ اس کتاب محولہ و مذکورہ بالا کے ص 59 پر ایک سوال از خود درج کر کے اس کا جواب دیا گیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے اور لطف اٹھائیے۔

”سوال نمبر 9: کچھ مشائخ جن میں سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ بھی موجود ہیں، نے اپنی بیٹیوں کا نکاح غیر کفو میں کیا ہے تو ثابت ہوا کہ نکاح فی غیر الکفو مع اجازۃ ولی جائز ہے۔

جواب: وہ زمانہ چوں کہ خیر القرون کا تھا مطابق خیر القرون قرنی کے یہ افعال اُس پر محمول ہوں گے، آج چوں کہ فسادِ زمانہ ہے، لہذا غیر کفو میں نکاح اگر بہ اجازتِ ولی بھی ہو تو باطل ہوگا“ الخ

استخراجِ فوائد از حوالہ بالا

- کچھ مشائخ نے اپنی بیٹیوں کے نکاح غیر کفو میں کیے ہیں۔
- سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی بیٹی کا نکاح غیر کفو میں کر دیا تھا۔
- مشائخ کا زمانہ خیر القرون کا تھا مطابق خیر القرون قرنی۔
- آج چوں کہ فسادِ زمانہ ہے، لہذا غیر کفو میں نکاح با اجازتِ ولی بھی ہو تو باطل ہوگا۔

ان مندرجہ بالا مستخرجہ فوائد میں سے دوسرے فائدے سے ہمارا استدلال تھا اور اُس کو بطور حوالہ ثابت کرنا مقصود تھا۔ باقی فوائد یا مسئلہ کفو کو ہم اس کتاب میں تفصیلاً بیان کر چکے ہیں، مثلاً

- قریش کا سادات بنو فاطمہ کا کفو ہونا۔
- غیر کفو میں نکاح کا با اجازتِ ولی منعقد و لازم ہونا۔

ناطقہ سرگرمیاں ہے، اسے کیا کہیے

مندرجہ بالا نکاح خود حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنے اختیار و اجازت اور اپنی بیٹی کی رضا کے ساتھ قریشی اسدی سے کر دیا تھا جو ائمہ اربعہ کے نزدیک لازم و منعقد ہو گیا۔ خود حضرت پیران پیر جو کہ مذہب حنبلی اور امام احمد بن حنبلؒ کے مقلد تھے، اُن کے مذہب میں بھی یہ نکاح صحیح و لازم ہو گیا، جیسا کہ مذہب حنبلیؒ کی معتبر کتاب مُغنی ابن قدامہ سے ظاہر ہے، ملاحظہ فرمائیے: اختلف الزواۃ عن احمد فی اشتراط الکفاءة لصحة النکاح فروی عنه انها شرط لہ یعنی صحت نکاح کے لیے کفو شرط ہے، اس کے متعلق امام احمدؒ سے روایات مختلف ہیں۔ پہلی روایت یہ ہے کہ صحت نکاح کے لیے کفو ہونا شرط ہے۔ اس روایت کے مطابق غیر کفو میں نکاح صحیح نہیں والزواۃ الثانیۃ عن احمد انها لیست شرط فی النکاح ولهذا قول اکثر اہل العلم۔

یعنی کفو کے متعلق امام احمدؒ سے دوسری روایت یہ ہے کہ نکاح میں کفو شرط نہیں ہے اور یہ دوسری روایت ہی اکثر اہل علم کا قول ہے کہ ہر مسلمان مرد کا نکاح ہر مسلمان عورت سے ہو سکتا ہے (ماسوا اُن محرمات کے جن کو قرآن و حدیث میں بیان کر دیا گیا ہے مثلاً ماں، بیٹی، بہن، چچو بھئی وغیرہن) خواہ مرد کسی دوسرے خاندان سے ہو اور عورت سیدہ ہو، اولاد حضرت فاطمہ زہراؑ سے ہو۔

امام احمد بن حنبلؒ سے مروی ہر دور روایات اور حضرت غوث اعظمؒ کے اپنی بیٹی کے ایک اسدی قریشی شخص سے نکاح کرنے کو ایک طرف رکھیے اور نیاز مند بارگاہِ غوثیہ

مفتی صاحب قبلہ کے فتویٰ کو دوسری طرف رکھیے اور پھر بھیا نک نتائج خود ملاحظہ کر لیجئے۔
 1: پہلی روایت کے مطابق جب نکاح میں کفو شرط ہے اور اشتراط کفو کا یہی معنی ہے جو مفتیانِ گولڑہ مراد لیتے ہیں تو پھر حضرت پیران پیرؒ نے اپنے مذہبِ حنبلی کی خلاف ورزی کی اور یوں بھی یہ نکاح صحیح نہ ہوا، غلط نکاح کر دینے پر حضرت پیران پیرؒ نے معاذ اللہ جرمِ شرعی کا ارتکاب کیا اور وہ نکاح بھی ناجائز اور باطل تھا۔ اب اس کے بعد میرے پاس وہ الفاظ نہیں کہ جن سے ایسی صورت حال سے پیدا ہونے والے بھیا نک نتائج کی مزید تفصیل بیان کر سکوں۔ فافہم و تدبر

انوکھی عقیدت، نرالی محبت

ہمارے اکثر خطباء جوشِ بیان میں آ کر ایک طرف تو اظہارِ عقیدت کے طور پر بہت کچھ کہہ جاتے ہیں، مگر دوسری طرف اپنے ہی بعض اقوال سے اپنے اُسی ممدوح کی انتہائی توہین بھی کر گزرتے ہیں۔ مثلاً دورانِ اعلان یہ کہنا کہ کوئی ہاشمی اور قریشی بھی سیدہ فاطمہؑ کا کفو نہیں، جبکہ حضرت پیران پیرؒ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح حضرت عبدالرحمن طفسونجیؒ کے قریشی السب صاحبزادے کے ساتھ خود کیا تھا، نیز اعلان میں یہ کہنا کہ غیر کفو میں سیدہ کا نکاح برضائے ولی اقرب بھی سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتا، جبکہ اپنی اسی صاحبزادی کے ولی اقرب بھی خود حضرت پیران پیرؒ ہی تھے، مگر اس اعلان شریف کے مطابق حضرت پیران پیرؒ کی رضامندی کے باوجود آپ کی صاحبزادی کا اُس قریشی السب صاحبزادے کے ساتھ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا۔

تو اب میں مزید کیا کہہ سکتا ہوں؟ نتیجہ اعلان آپ کے سامنے ہے۔ لہذا اب بقول بندہ

حقیقت دیکھ لیں خود جوڑ کر تصویر کے ککڑے

یہ میرے دل کے ککڑے ہیں، یہ اُن کے تیر کے ککڑے

مطالعائی فقدان اور پھر سوچے سمجھے بغیر شریعت میں دخل اندازی کرتے ہوئے

ایسے اعلانات کے نتائج بھی ایسے ہی بھیانک ہوا کرتے ہیں۔

تاریخین یا محکمین اب فرمائیے کہ ایسے غیر شرعی اور خلاف فقہ حنفی اعلان اور ایسے

کتا بچوں کا جواب دینا مجھ پر ضروری تھا یا نہیں؟ لہذا ایسے خطباء کا برسرِ منبر عقیدت کی

رو میں بہہ کر یہ کہہ دینا کہ میں ادنیٰ غلامِ غوثِ پاک ہوں، میرا سارا مال و متاع

اور عزت و ناموس لنگرِ غوثیہ کا صدقہ ہے، میں لنگرِ غوثیہ کا ادنیٰ خادم ہوں، اُٹھتے بیٹھتے

یا غوثِ اعظم و سنگیر المدد کے نعرے، صبح و شام یا شیخ عبدالقادر جیلانی شبِ قائلہ کا ورد

گیارہویں شریف کے غُرس اور ختم شریف کو واجباتِ شرعیہ کی طرح منعقد کرنے کرانے

کی تلقین، حضرت غوثِ پاک کے چاہنے والوں کی خدمات حاصل کرنا اور پھر ایسے

بھیانک نتائج پر مبنی اعلانات کرنا؟ واللہ عجیب

آدی کو کچھ نہ کچھ تو شرم آنی چاہیے

یہی حال درگاہِ مرید گولڑہ شریف کے اندر مفتیانِ گولڑہ کے فروخت ہونے والے

تمام رسالچوں کا ہے۔ مجھے لنگرِ غوثیہ کی طرف سے اُن کی اشاعت و فروخت پر

کوئی اعتراض نہیں، لیکن اُن رسالچوں میں بھیانک نتائج برآمد کرنے والے اُس

غیر فقہی مواد پر اعتراض ضرور ہے جس کی زد میں حضرت غوث پاک کی صاحبزادی کی طرح دیگر لاکھوں عظیم المرتبت سیدات آتی ہیں۔ چنانچہ میری یہ تصنیف مفتیانِ گولڑہ کے رسالچوں میں موجود ایسے مواد اور اعلانِ گولڑہ کے بعض غیر فقہی و شرعی جملوں اور مطالب کا جواب ہے۔ یہاں لکھتے لکھتے مجھے حضرت فاضل بریلویؒ کا درج ذیل شعر اچانک یاد آ گیا۔ اس شعر کے خطاب میں کھلے دشمنوں کے ساتھ شاید ایسے درپردہ دشمن بھی شامل ہوں۔

ابنِ زہرا سے ترے دل میں ہیں پید زہرِ بھرے

تل بے او مگر بے باک یہ زہرا تیرا

مُغنی ابنِ قدامہؒ تلمیذِ پیرانِ پیر کے نزدیک نکاح میں کفو شرط نہیں

2: دوسری روایت مُغنی ابنِ قدامہ کے مطابق (وہ ابنِ قدامہ جو حضرت پیرانِ پیرؒ

کا شاگرد ہے) نکاح میں کفو شرط نہیں، تو بہت پیرانِ پیر کا نکاح منعقد و لازم ہو گیا۔

اب مفتیانِ گولڑہ کا یہ موقف و نظریہ کفو کہ اولاً و فاطمہ زہراؑ کا غیر سیدِ مرد، خواہ قریشی

یا ہاشمی ہو کفو نہیں اور اُن کے درمیان نکاح ناجائز ہے اگرچہ ولی اقرب بھی راضی ہو،

جس طرح امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نظریات کے خلاف ہے، اُسی طرح

امام احمد بن حنبلؒ اور حضرت پیرانِ پیر کے عملی اقدام اور موقف کے صریحاً خلاف ہے۔

قارئینِ کرام! حضرت پیرانِ پیرؒ کا اپنی دخترِ نیک اختر کا نکاح ایک قریشی اسدی سے

کر دینا، اس سلسلے میں ہماری ایک اہم اور حتمی دلیل ہے اور رسالہ احقاقِ الحق والایضاح

اس دلیل کا ایک اہم ترین حوالہ ہے۔ ابھی تو اس رسالہ احقاق الحق والايضاح کے مؤلف قبلہ مفتی ہزاروی وزیر آبادی صاحب سے دیگر بہت سے سوال قرض رہ گئے ہیں کہ خیر القرون کن زمانوں کو کہا جاتا ہے؟ فساد زمانہ کا مفہوم کیا ہے؟ دلی اقرب کی رضامندی کے بعد فساد زمانہ کس معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کسی عورت کے دلی اقرب کی رضامندی کے بعد دوسرے اولیاء کا کیا حق باقی رہتا ہے؟ یہ حق تو دلی اقرب کا ہے اور اسی کی رضامندی ہے جیسا کہ علامہ سرخسیؒ نے لکھا ہے: *وإذا تزوجت المرأة غیر کفو فرضی بہ احد الاولیاء جاز ذالک ولا یکون لمن ہو مثله فی الولاية أو بعد منہ ان بنقصہ الا ان یکون اقرب منہ فحينئذ المطالبة بالتفريق*۔

ترجمہ: اور جب کوئی عورت غیر کفو میں نکاح کرے اور اس کے اولیاء میں سے ایک شخص بھی اس نکاح پر راضی ہو جائے تو یہ نکاح جائز ہے اور جو شخص اس ولی کے برابر ہو یا بعید ہو، اس کو کوئی اعتراض کا حق نہیں، ہاں اگر کوئی دوسرا ولی اجازت دینے والے سے زیادہ قریب ہو تو وہ نکاح کی تفریق کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

ایک فیصلہ طلب مرحلہ

اگرچہ اکابر علماء و محدثین کے نزدیک خیر القرون کا آخری دور تبع تابعین پر ختم ہو جاتا ہے، لیکن چلئے ہم مفتی عبدالشکور ہزاروی صاحب کے ارشاد کے مطابق پیران پیر حضرت شیخ عبدالقدور جیلانیؒ کا دور بھی اس میں شامل کر لیتے ہیں اور اس طرح اکابر علماء اور محدثین کی تبع تابعین تک اس حد بندی کو توڑ دیتے ہیں، تاکہ نکاح سیدہ باغیر سیدہ

کے جواز کو خیر القرون سے وابستہ کر کے مشروط و محدود کر لیں۔ مگر مفتی ہزاروی صاحب اور ان کے دیگر جملہ ہموا حضرت مولانا فخر جہاں دہلویؒ کے والد ماجد حضرت نظام الدین اورنگ آبادیؒ، استاذ الکُل، مفتی ہند حضرت مولانا لطف اللہ علیگڑھیؒ، حضرت مولانا احمد حسن محدث کانپوریؒ، حضرت مولانا طیب سورتیؒ، بحر العلوم حضرت مولانا وصی احمد سورتیؒ، خاتم المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز اور شاہ اسحاق محدث دہلوی کے تلمیذ رشید اور سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم شیخ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن کنج مراد آبادیؒ اور خاندان ولی اللہی کے دور کو بھی کیا خیر القرون میں شامل کریں گے؟ اگر شامل کرتے ہیں تو اس پر کوئی ٹھوس دلیل اور اگر نہیں کرتے تو پھر ان جلیل القدر اور عظیم المرتبت نفوس قدسیہ کے متعلق آپ کا تازہ فتویٰ کیا ہوگا؟ کیونکہ محولہ بالا یہ تمام اکابر اُمتِ نبی غیر فاطمی سید تھے، جبکہ ان میں سے بعض کی مائیں سیدانیاں اور بعض کی بیویاں سیدانیاں تھیں (ان تمام رشتوں کی تفصیل مع اسماء اس کتاب میں پیش کردہ فہرست میں دیکھی جاسکتی ہے) اگر ان مذکورہ بالا ہستیوں کے نکاح باعتبار شرع و فقہ حرام نہ سمجھا جائے تو آپ کے نزدیک مقام تقویٰ و طہارت اور علم و فضل کے نقطہ عروج پر پہنچی ہوئی یہ سب عظیم شخصیات کیا ایک شرعی و فقہی ناجائز فعل کی مرتکب رہیں؟ جب کہ یہ طبقہ متقین اپنے لیے ترکِ اولیٰ تک کو گوارا کرنے کے حق میں نہیں تھا۔

نا قابلِ تردید حوالہ

اسی ”مسئلہ ولی اقرب کے لیے حق تزویج و اعتراض“ پر ایک اور حوالہ بھی

نذر قارئین ہے۔ حضرت پیر مر علی شاہ گولڑویؒ نے اپنی مشہور کتاب اعلاء کلمۃ اللہ میں ایک مقام پر فرمایا ”تزوج بنات وغیرہ آنست کہ ایں شخص ولی یا مالک امر زن باشد اور ابا کسے نکاح کردہ و ہدوا اگر ایں شخص ولی آں زن نیست و نہ مالک امر اوست، بلکہ آں زن از اقارب اوست مثل بنت العمت کہ پدرش زندہ باشد یا بنت العم یا بنت الخال کہ اولیائے و گردارد و جبر و ولایت ایں شخص بر آں زن و اولیائے آں زن نمی رسد، پس نسبت تزوج آن زن بایں شخص خطائے ظاہر است“ ولہذا قال قائل العرب شعر

بنونا بنوا بنائنا و بناتنا بنوہن ابناہ الرجال الاباعد

ترجمہ: تزوج اور نکاح کر دینا اس کو کہتے ہیں کہ یہ شخص ولی یا عورت کے امور کا مالک ہو اور کسی شخص کے ساتھ اُس عورت کا نکاح کر دے اور اگر یہ شخص اُس عورت کا ولی نہیں، بلکہ صرف قرابت دار ہے مثلاً بیٹی کی بیٹی جس کا والد زندہ ہو یا چچا کی لڑکی یا ماموں کی لڑکی، جس کے ولی اور آدمی ہیں اور شخص مذکور کو اُس عورت پر اور اُن اولیاء پر کسی قسم کے جبر کا حق نہیں، پس ایسے شخص کی طرف نکاح کر دینے کی نسبت کر دینا بالکل غلط ہے۔ اس لیے کسی عرب شاعر کا قول ہے ”ہمارے بیٹوں کے بیٹے ہمارے بیٹے ہیں اور ہماری بیٹیوں کی اولاد دوسرے مردوں کی اولاد ہے۔“ لہذا حضرت گولڑویؒ کی محولہ بالا عبارت سے یہ بات طے ہو گئی کہ بسلسلہ نکاح صرف ولی اقرب کی رضا مندی کافی ہے، نہ کہ لڑکی کے دوسرے تمام اولیاء کی۔

سیدزادیوں کے ساتھ خاندان ولی اللہی کے چار اہم ترین رشتے

قارئین کرام! سرزمین ہندوستان کے علمی و روحانی تاجور، محنت فی الحدیث، درجہ اجتہاد پر فائز شخصیت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے نام سے کون واقف نہیں۔ اُن کے اور اُن کی اولاد کے ناموں کے ساتھ لفظ شاہ کا سابقہ دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ شاید وہ سادات بنو قاطمہ سے ہوں، لیکن تجسس و تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ سید فاطمی نہیں ہیں، بلکہ فاروقی النسب یعنی حضرت عمر فاروقؓ کی اولاد سے ہیں، لیکن اُن کی علمی بزرگی اور منصبی برتری کے باعث احتراماً انہیں شاہ کہا جاتا ہے، جو ہندی عرف میں بزرگوں یا بڑے آدمی اور انگریزی میں Sir (سر) کے طور پر استعمال ہوتا ہے، نتیجتاً یہ بات سامنے آئی کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ہاشمی، فاطمی اور سید نہیں تھے، بلکہ قریشی فاروقی تھے۔ اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ کے زیرِ اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور ایک انسائیکلو پیڈیا ہے، جسے اہل علم و تحقیق سند مانتے اور محنت کے طور پر پیش کرتے ہیں، میں لکھتا ہے کہ ”(شاہ ولی اللہ دہلویؒ) ولی اللہ ابوالفیاض قطب الدین احمد بن ابوالفیض شاہ عبدالرحیم بن شاہ وجیہ الدین بن معظم الدین اللہ دہلوی، نسب والد کی طرف سے 29 واسطوں سے حضرت عمر فاروقؓ تک پہنچتا ہے۔“

جب کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ تھیں۔ کتاب مذکور میں لکھا ہے۔ ”والدہ کی طرف سے (شاہ ولی اللہ کا نسب) حضرت مرثیٰ کاظمؒ سے ملتا ہے۔“

اس طرح اُن (شاہ ولی اللہ دہلوی) کی اپنی دو شادیاں ہوئیں اور دونوں سادات خاندان میں ہوئیں۔ کتاب مذکور کے حوالے سے لکھا ہے۔ ”شاہ صاحب کی پہلی شادی اُن کے ماموں شاہ عبید اللہ کی صاحبزادی سے اور دوسری شادی 1157ھ میں مولوی سید حامد سو فی پتی کی صاحبزادی سے ہوئی۔ دوسری اہلیہ کے بطن سے چار صاحبزادے پیدا ہوئے۔ شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالغنی“ (مختصر حالات شاہ ولی اللہ صاحب ملاحظہ تاویل الاحادیث)

تاریخ کرام! شاہ ولی اللہ دہلوی جن کی والدہ اور دو بیویاں سیدات فاطمیات تھیں (اس طرح یہ تین رشتے ثابت ہوئے) کیا اُن کے والد اور خود اُن کے محلہ بالا لکاحوں کو بوجہ غیر کفو میں ہونے کے ناجائز، باطل اور ضحبت اور اولاد کو اولاد کہنے کی جرأت اور جسارت کی جائے گی؟ اور کیا مفتیان گولڑہ اور دوسرے بعض غلو پسند مدعیان سیادت اپنے ان تابوتوں حملوں کا رخ اُس شخصیت کی طرف کریں گے؟ جن کے متعلق حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے خیالات و جذبات مندرجہ ذیل ہیں۔

”ملفوظ نمبر ۱۴۴: مشائخ کا ذکر خیر ہو رہا تھا فرمایا ”شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کے کمالات بے حد ہیں اور علم ظاہر و باطن میں اپنی مثال آپ تھے۔“ پھر قدرے ہتیم کر کے فرمایا: ”حضرت شیخ اکبر اور شاہ ولی اللہ کے مکشوفات اور علامہ فخر الدین رازی کے معلومات کی وسعت کی کوئی حد نہیں ہے۔ علوم ظاہری میں فخر الدین رازی کمال کو پہنچے ہوئے ہیں۔“

ایسی طرح کیا مفتیانِ گوڑہ اور اُن کے ہم مسلک بہ سلسلہ نکاحِ ہذا اپنے ایسے تمام کتابچوں میں موجود انتہائی بازاری اور رکیک لب و لہجہ کا رخ ایک ایسی جلیل القدر ہستی کی طرف موڑنے کی ناپاک جہارت کر سکتے ہیں جس کا نام نامی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ہے جنہیں بقلم خود حضرت گوڑویؒ نے خاتم المحدثینؒ تحریر فرمایا۔ اس کے باوجود کہ غیر سید ہوتے ہوئے ان کے نکاح میں ایک سیدہ فاطمیہ خاتون تھیں۔ جس کا تذکرہ ہم ابھی کچھ پہلے صفحات میں خاندانِ ولی اللہی کے سیدات سے ہونے والے رشتوں کے ضمن میں مع حوالہ کتاب کر چکے ہیں۔ فافہم

دو اور اہم رشتے

میرے جدِ اعلیٰ حضرت پیر مرعلی شاہؒ کے اُستادِ محترم، اُستادِ الکُل حضرت مولانا مفتی لطف اللہ علیگڑھیؒ کا نسب والد کی طرف سے مشہور صحابی رسول، امین الامت حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ سے جا ملتا ہے۔ مفتی صاحبؒ کے والد اسد اللہ صاحب وکالت کرتے تھے اور مفتی صاحبؒ کی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمیہ حبیبہ تھیں۔ لکھا ہے ”والدہ سید غلام علی حبیبی النسب ساکن جلیسر کی دخترِ نیک اختر تھیں۔“

ایسی طرح اُستادِ الکُل حضرت مفتی صاحبؒ کی اپنی شادی بھی آپ کے نہال میں ہوئی، گویا آپ کی اہلیہ محترمہ بھی سیدہ فاطمیہ تھیں۔ لکھا ہے ”بعض فارسی کی کتاب میں مثلاً بہارِ دانش اپنے خسر سید رونق علی سے بھی پڑھیں۔“ (اس طرح یہ

۱۔ اعلام کلمۃ اللہ فی بیانِ و ما اعلیٰ بہ لغیر اللہ بطور سند ص 19 اور 16 عاودہ ازین مقامات متعده و صفحات مختلفہ مطبوعہ گوڑہ شریف تاریخ اشاعت رجب الثانی 1405ھ / جنوری 1985ء ع اُستادِ العلماء مقتصد مولانا حبیب الرحمن شیروانی ص 2، مطبوعہ شیروانی پریس علی گڑھ اطریا ع اُستادِ العلماء ص 3

ع اُستادِ العلماء ص 5 نیز بہ سلسلہ حالات مولانا لطف اللہ اس کتاب کا ذکر ملاحظہ ہو: مہرِ مہربان پادوم ص 75 طبع سوم سن 1376ھ مطبوعہ لاہور

اکیس رشتے ہو گئے)

ستم بالائے ستم

ہم نے حضرت پیر مرعلی شاہ گولڑوئیؒ کے اُستاد حضرت مولانا مفتی لطف اللہ علی گڑھی کے نسب کے متعلق یہاں بحوالہ لکھ دیا ہے کہ اُن کے والد حضرت ابو عبیدہ بن جراحؒ کی اولاد سے تھے، جو فاطمی سید نہیں، بلکہ قرشی، قرنی تھے اور لطف اللہ صاحب کی والدہ ماجدہ سیدہ ہیں، مفتیانِ گولڑہ کے فتاویٰ اور اعلانِ گولڑہ کے مطابق یہ نکاح غیر کفو میں ہوا اور بالخصوص کسی سیدہ کا نکاح غیر کفو میں برضائے ولی بھی بقول ان حضرات کے سرے سے باطل اور کالعدم ہے تو پھر مفتیانِ گولڑہ بتائیں کہ حضرت پیر مرعلی شاہؒ کے اُستاد محترم حضرت مفتی لطف اللہ استاذ الکمل صاحب کی ان کے فتاویٰ اور اعلان کے مطابق نسبی حیثیت کیا متعین ہوئی؟ جب کہ اُن کے ہاتھ کی تحریر کردہ وہ سند جو اُنہوں نے اپنے شاگرد پیر مرعلی شاہ گولڑوئیؒ کو عطا فرمائی تھی، آج بھی آپ کی سوانح حیات مہرِ میر کی زینت ہے۔ اگر حضرت گولڑوئیؒ کے فتاویٰ اور ملفوظ کا وہی مفہوم درست ہے، جو مفتیانِ گولڑہ اور پیرانِ گولڑہ نے آج تک سمجھا ہوا ہے اور آپ کے فتاویٰ اور ملفوظ کی جو تشریح میں نے کی ہے، وہ سراسر باطل ہے، تو پھر عام قارئین بالعموم اور مریدینِ گولڑہ شریف بالخصوص اللہ کو حاضر و ناظر جان کر فیصلہ کریں کہ حق پر کون ہے؟ کیوں کہ میری تشریح کے مطابق تو مفتی لطف اللہ صاحب علی گڑھی کی والدہ ماجدہ کا نکاح اگرچہ سیدہ تھیں اور اُن کے خاوند غیر سید تھے،

دُست تھا اور اُن کا نسب ہر طرح سے پاک صاف اور ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا تھا اور مفتی صاحب قبلہ اپنے والد کے صحیح النسب بیٹے تھے۔

اب قارئین اور متوسلین درگاہ گولڑہ شریف پر واجب ہے کہ وہ موجودہ پیران گولڑہ اور بالخصوص اعلان کنندہ جناب مفتی عبدالشکور صاحب ہزاروی سے پیر مرعلی شاہ گولڑوی کے استاد مہترم مفتی لطف اللہ صاحب علی گڑھی کی نسبی حیثیت متعین کرنے کے متعلق فتویٰ طلب کریں۔ اس کے ساتھ یہ بھی سوال کریں کہ کیا پیر مرعلی شاہ گولڑوی عمر بھر ایسے اُستاد کی شاگردی پر فخر فرماتے رہے جس کی نسبی حالت یہ ہے۔
نوٹ: یہاں تک اکیس اہم رشتے ثابت ہو گئے ہیں۔

بائیسواں رشتہ: حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں دہلوی سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے مشہور بزرگ اور ذات و صفات کے اعتبار سے یگانہ روزگار شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کے مرید اور حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کے صاحبزادے اور خلیفہ ہیں۔ اشاعت اسلام کے سلسلہ میں پنجاب میں آپ کے عظیم مرید و خلیفہ حضرت قبلہ عالم نور محمد مہاروی ہیں، جو حضرت شاہ سلیمان تونسوی اور حضرت حافظ جمال اللہ ملتانی ایسے اکابر مشائخ کے شیخ ہیں۔ شاہ سلیمان تونسوی کے خلفاء میں حضرت شمس الدین سیالوی، حضرت مولانا محمد علی مکھڑوی اور حضرت مولانا سید محمد علی خیر آبادی (انڈیا) ایسے اکابر داخل ہیں اور حضرت پیر مرعلی شاہ گولڑوی بھی حضرت شمس الدین سیالوی کے خلیفہ ہیں۔

اس تفصیل کا مقصد یہ تھا کہ قرین کو پتہ چلے کہ حضرت مولنا فخر جہاں دہلویؒ کی شخصیت کس مرتبہ بلند کی حامل ہے کہ جس کے خلفاء و درخلاء اپنے اپنے دور کے عظیم مشائخ ہو گزرے ہیں۔ اب ذرا مفتیان گولڑہ اور ان کے سرپرستوں کی تحقیق و موقف کو نظر میں رکھتے ہوئے حضرت فخر جہاں دہلویؒ کے پدری و مادری سلسلہ نسب اور اس نکاح کی نوعیت کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔ مفتی غلام سرور لاہوری اپنی مشہور کتاب خزینۃ الاصفیاء میں مولنا فخر جہاں دہلویؒ کے نسب پر لکھتے ہیں:

”نسب آبائے کرام دے از جانب پدر عالی قدر بہ شیخ شہاب الدین سروردی داز جانب مادر بہ سید السادات بندہ نواز گیسو درازی رسد۔“

ترجمہ: فخر جہاں کا والد ماجد کی طرف سے نسب حضرت شیخ شہاب الدین سروردیؒ اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حضرت بندہ نواز گیسو درازؒ (گلبرگہ شریف انڈیا) سے جاملتا ہے۔

شیخ شہاب الدین سروردیؒ کے نسب کے بارے میں لکھتے ہیں: ”بہ دوازده پشت نسبت آبائے دے یار غار پیغمبر حضرت صدیق اکبر منتہی می گردود۔“

ترجمہ: بارہ پشت اوپر حضرت شیخ شہاب الدین سروردیؒ کا سلسلہ نسب حضور علیہ السلام کے یار غار حضرت صدیق اکبرؓ سے جاملتا ہے۔

محولہ بالا حوالے سے طے ہو گیا کہ مولنا فخر جہاںؒ کے والدہ ماجدہ نسباً صدیقی تھے اور ستم یہ ہے کہ مفتیان گولڑہ و اعلان گولڑہ کے مطابق صدیقی، قریشی، ہاشمی، اعوان،

حلیٰ کہ کوئی بھی عربی النسل قوم ساداتِ فاطمیہ کا کھو نہیں بن سکتی اور سیدہ کا نکاح غیر سید اقوام سے جن میں صدیقی وغیرہم سب شامل ہیں، ناجائز اور کالعدم ہے، چاہے سیدہ کا ولی اقرب بھی راضی ہو اور ایسی صحبت، صحبتِ زنا ہوگی اور سیدہ کے بطن سے پیدا ہونے والی یہ اولاد ولد الزنا قرار پائے گی۔ اب ذرا گولڑے والے پیروں اور اُن کے مفتی مُعلین عبدالغفور ہزاروی صاحب سے کوئی پوچھے کہ پھر آپ کے چار درجہ اوپر یہ شیخ آپ ہی کے نافذ کردہ اعلان اور فتاویٰ جات کے مطابق نسبی طور پر کیا ٹھہرے اور کیا آپ کے پیرانِ عظام کی گدلی اور بیعت ایسے انسان کی مریدی میں چل رہی ہے، جس کی والدہ سیدہ اور باپ غیر سید تھا اور ایسا نکاح آپ کے نزدیک ناجائز اور کالعدم ہوتا ہے؟ کالعدم کا معنی نہ ہونے کے برابر، یعنی ہوتا ہی نہیں، تو پھر بتائیے کہ حضرت نظام الدین اورنگ آبادی قدس سرہ اور آپ کی زوجہ محترمہ جو حضرت گیسو دراز کی دخترِ نیک اختر ہونے کے سبب ایک صحیح النسب سیدہ، متقیہ، طاہرہ، عارفہ پاک باز اور عفت مآب خاتون تھیں، کے مابین ہونے والا یہ نکاح آپ کے نزدیک منعقد ہوا یا نہیں؟ اگر ہو گیا تو گویا آپ نے ہمارے موقف اور تحقیق کو تسلیم کر لیا اور یہ بھی سمجھ لیا کہ حضرت پیر مر علی شاہ گولڑوی کے فتویٰ کا منشا وہی تھا، جس کی تشریح میں نے اپنی کتاب نام و نسب اور پھر کتابِ ہذا میں کر دی ہے اور اگر اب بھی آپ اپنی ضد پر قائم ہیں کہ محولہ بالا نکاح بھی باطل ہے اور اس طرح آپ کے نزدیک ان غیر سید نظام الدین اورنگ آبادی کا ایک سیدہ فاطمیہ

سے ہونے والا وہ نکاح، اگر آج بھی اعلان گولڑہ اور پھر مفتیان گولڑہ کے اُن سارے کتابچوں کی زد میں بدستور آتا ہے، جو آج بھی درگاہ گولڑہ شریف میں سرعام فروخت ہو رہے ہیں تو پھر چشتیاں شریف سے لے کر سیال شریف، گولڑہ شریف اور دیگر اُن تمام صوفیائے کرام کے سلسلہ پیری مریدی کا کیا بنے گا؟ جو حضرت مولانا فخر جہاں دہلوی کے خلفاء کی صف میں آتے ہیں اور آج تک کروڑوں سے بھی کہیں زیادہ خلقِ خدا اُن کے مقدس ہاتھوں پر بیعت کر چکی ہے، ایسی صورت میں مذکورہ بالا اور اُن ایسے تمام مشائخ اور اُن کی پیری مریدی کی بہ اعتبارِ شریعت کوئی حقیقت رد جاتی ہے، نہ بلحاظِ طریقت، کیوں کہ جن جن مشائخ کا نسب آپ کے اعلان اور فتوؤں کی زد میں آتا جائے گا، وہ عند الشرح باطل ہوتا جائے گا۔ تو کیا معاذ اللہ یہ سمجھا جائے کہ مولانا فخر پاک کے تحت آنے والی جملہ خانقاہوں کے اکابر مشائخ پیری مریدی کا یہ سارا ڈھونگ رچا کر خلقِ خدا کو اتنا طویل عرصہ محض لُٹنے اور اُسے بیوقوف بنائے رکھنے میں گزارتے رہے؟ تو پھر ان سب کو عند اللہ کیا اجر و ثواب ملا ہوگا، نیز پھر انہوں نے دین و ملت کی کیا خدمت کی ہوگی؟ (بینوا و تو جروا)

حضرت مولانا وصی احمد محدثِ سورتی کا رشتہ: آپ نسباً علوی یعنی اعوان تھے۔ حضرت گولڑوی اور محدثِ سورتی نے 1295ھ میں شیخ الحدیث مولانا احمد علی سہارنپوری سے دورہ حدیث کی تکمیل کی، لہذا یہ دونوں استاد بھائی تھے۔ انجمنِ نعمانیہ لاہور کے سالانہ جلسہ منعقدہ 1331ھ مطابق 1912ء میں جب حضرت گولڑوی نے فضیلتِ علم

اور دیگر مضامین تصوف پر خطاب فرمایا، تو اُس محفل میں حضرت محدثِ سورتیؒ بھی تشریف فرما تھے۔ آپ کے خطاب کے بعد انہوں نے فرمایا کہ حضرت گولڑوئیؒ کے اس فاضلانہ خطاب کے بعد اس موضوع پر مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں رہی، نیز فرمایا کہ سبحان اللہ! حضرت نے اس مختصر وقت میں ابتدائی خطبہ میں تصوف و حقیقت کے وہ باریک اسرار و رموز بیان فرمائے، جو خواص اور علماء کے فہم سے بالاتر ہیں اور آخر میں فقہ و شریعت کے وہ عام فہم مسائل بیان کیے، جو عوام کے بھی ذہن نشین ہو گئے ہیں۔ بلا ریب یہ علوم و ہدیہ کی شان ہے، جو کالمین اولیائے کرام کو بارگاہِ ایزدی سے عطا ہوئے ہیں۔

محدثِ سورتیؒ کا علمی مقام بہت بلند تھا، چنانچہ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلویؒ ہمیشہ آپ کو مجلس میں آگے بٹھایا کرتے، اُن کا انتہائی ادب و احترام کیا کرتے اور انہیں الاسد یعنی اہلِ سنت و جماعت کا شیر فرمایا کرتے تھے۔ محدثِ سورتیؒ عمر میں حضرت گولڑوئیؒ اور حضرت فاضل بریلویؒ سے بڑے تھے۔ 1296ھ مطابق 1878ء میں حضرت مولانا لطف اللہ علیگزہمیؒ نے آپ کا نکاح حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادیؒ کے ایک مرید سید عنایت حسین شاہ کی صاحبزادی لطیف النساء سے پڑھایا، حالانکہ محدثِ سورتیؒ نہایت سادات بنو فاطمہ سے نہیں تھے، بلکہ علوی (اعوان) تھے۔

حضرت مولانا احمد حسن محدثِ کانپوریؒ کا رشتہ: آپ نسباً صدیقی تھے۔ یہ وہی ہستی

ہیں جن کا تذکرہ مہرِ منیر میں تفصیلاً مذکور ہے۔ حضرت گولڑوئیؒ موضع اٹک ضلع سرگودھا میں سلطان محمود انگوئی کے درس میں زیرِ تعلیم رہنے کے بعد انہی محدث احمد حسن کانپوریؒ کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہ کرنے کی خاطر کانپور حاضر ہوئے تھے۔ غالباً یہ 1890ء کا زمانہ تھا، چوں کہ حضرت کانپوریؒ حج کے لیے جا رہے تھے اس لیے انہوں نے معذرت کر لی۔

حضرت بابو جیؒ سے بندہ نے خود سنا کہ بہت عرصہ بعد جب حضرت کانپوریؒ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے عرس میں پاکپتن شریف حاضر ہوئے تو حضرت کانپوریؒ حضرت گولڑوئیؒ کے قدموں میں جھک گئے۔ ہجوم کے سبب حضرت گولڑوئیؒ انہیں نہ پہچان سکے، تو ساتھ کھڑے ہوئے مولانا غلام محمد گھوٹوئیؒ نے آپ کی خدمت میں جلدی سے عرض کی کہ حضرت! یہ مولانا احمد حسن کانپوریؒ ہیں۔ اس پر حضرت گولڑوئیؒ چونکے اور جھک کر حضرت کانپوریؒ کو اٹھا کر گلے سے لگایا۔ بابو جیؒ فرماتے تھے کہ اُس وقت میں بھی وہیں تھا۔ مولانا کانپوریؒ روتے جا رہے تھے۔ سفید گھنی داڑھی اور ایسا نورانی چہرہ پایا تھا کہ دیا چہرہ میں نے زندگی میں دوبارہ نہ دیکھا۔ آپ کی ریش مبارک پر قطراتِ اشک یوں ٹپک رہے تھے، جیسے موتی برس رہے ہوں۔

حضرت کانپوریؒ نے وہاں حضرت گولڑوئیؒ سے کہا کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ علم و فقر کی اس بلندی پر فائز ہونے والے ہیں، تو جب آپ میرے پاس کانپور پڑھنے کے لیے آئے تھے تو میں سفرِ حج ملتوی کر دیتا، مگر آپ کو کم از کم ایک سبق ہی پڑھا دیتا۔

اس لیے نہیں کہ آپ کے اساتذہ میں شمار ہوتا، بلکہ اس لیے کہ آپ کی دعاؤں میں شمولیت سے مشرف ہو جاتا جو میری بخشش کا سبب بنتا۔ اس پر حضرت گولڑوئی نے جواباً عرض کیا کہ حضرت! چوں کہ میں آپ سے تعلیم حاصل کرنے کی نیت سے کانپور حاضر ہوا تھا، اسی لیے میں خود کو آج بھی آپ کا شاگرد اور آپ کو اپنا استاد کامل ہی سمجھتا ہوں۔

یہاں تک تو حضرت کانپوروی کی علمی وجاہت، تقویٰ اور حضرت گولڑوئی سے آپ کے باہمی تعلق کا تذکرہ ہوا۔ اب ذرا حضرت کانپوروی کی ازدواجی زندگی کی طرف آئیے۔ جیسا کہ مذکور ہوا کہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ فاطمی سیدہ تھے، مگر آپ کی زوجہ انیس النساء نبی سیدہ تھیں، جو انہی میر سید عنایت حسین شاہ کی دوسری صاحبزادی تھیں، جن کی ایک صاحبزادی مولانا وصی احمد محدث سورتی کے حوالہ عقد میں تھیں۔ حضرت کانپوروی کا نکاح بھی مولانا لطف اللہ علی گڑھی نے پڑھایا۔ (بحوالہ خواجہ رضی حیدر) مولانا محمد طیب سورتی کا رشتہ: آپ حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی کے والد ماجد ہیں۔ آپ نبی علوی (اعوان) تھے۔ آپ کے گھر سید محمد میاں سورتی کی صاحبزادی تھیں، جو کہ نبی فاطمی سیدہ تھیں۔

حضرت شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی کا رشتہ: آپ سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور شیخ عالم دین اور بزرگ ہستی ہیں، آپ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور غیر فاطمی (غیر سید) تھے۔ مگر آپ کی زوجہ محترمہ سیدہ فاطمیہ تھیں۔

۱۔ تذکرہ محدث سورتی، ص 299 ۲۔ بحوالہ خاندانی روایت خواجہ رضی حیدر، نمبر۱ حضرت محدث سورتی

۳۔ آپ کے والد شاہ اہل اللہ حضرت مولانا عبدالرحمن لکھنوی (صاحب کلمۃ الحق) کے مرید تھے، آپ کی نہ صرف زوجہ سیدہ فاطمیہ تھیں، بلکہ آپ کی والدہ ماجدہ بھی گیلانی سیدہ تھیں۔ بحوالہ خاندانی روایت خواجہ رضی حیدر، نمبر۲ محدث سورتی، مولفہ تذکرہ محدث سورتی،

قابل غور امر: یہ ہے کہ استاذ الکُل مولانا لطف اللہ علیگزہریؒ المتوفی 1434ھ جن کا تذکرہ ابھی تھوڑی دیر پہلے گزرا، وہ خود بھی غیر سید تھے اور اُن کے والد ماجد بھی یقیناً غیر سید تھے، لیکن نہ صرف اُن کی زوجہ محترمہ سیدہ فاطمہ تھیں، بلکہ اُن کی والدہ ماجدہ بھی سیدہ فاطمہ تھیں۔

مزید برآں یہ کہ مولانا احمد حسن کانپوریؒ ایسے فاضلِ علوم دینیہ کا نکاح بھی استاذ الکُل مولانا لطف اللہ علیگزہریؒ نے ایک سیدہ فاطمہ کے ساتھ پڑھایا تھا، حالانکہ مولانا احمد حسن کانپوریؒ نہایت صدیقی تھے، فاطمی سید قطعا نہ تھے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر بقول مفتیان و اعلان گولڑہ حضرت گولڑویؒ کے مذکورہ متنازعہ فتویٰ کا منشا یہی ہے کہ کسی سیدہ اور اس کے ولی اقرب کی رضا مندی کے باوجود بھی سیدہ کا نکاح کسی غیر سید سے (چاہے وہ غیر سید ہاشمی، صدیقی، عباسی، علوی، فاروقی یا کوئی قریشی بھی ہو) بوجہ غیر کفو ہونے کے ناجائز ہے، تو پھر حضرت گولڑویؒ استاذ الکُل حضرت مولانا لطف اللہ علیگزہریؒ سے تعلیم حاصل کرنے علیگزہ گئے ہی کیوں تھے؟ جب کہ آپ اداکل عمر سے صاحب کشف و کرامت اور ماورِ زاد ولی تھے، جیسا کہ مہرِ منیر میں درج ہے اور بھد اللہ ہم بھی بزرگانِ دین کے کشف و کرامات کے بڑی حد تک قائل ہیں، بلکہ ایسے منزل آشنا مسافر تو ہمارے نزدیک اس شعر کے مصداقِ اتم ہوتے ہیں۔

نظر والے نہیں کرتے ہیں تکلیفِ جہاں گردی

اُٹھا کر ایک ذرہ، نبضِ دنیا دیکھ لیتے ہیں

مؤلف مہرِ میر لکھتے ہیں ”ایک مرتبہ جب آپ مولوی غلام محی الدین صاحب کے زیرِ تعلیم تھے تو اُنہوں نے زیرِ سبق کتاب قطر اللہی کے ایک ایسے حصہ کی عبارت یاد کرنے کی ہدایت کی جو کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے پڑھی نہیں جاسکتی تھی، جب آپ نے غُذر کیا کہ جو مضمون کتاب میں موجود ہی نہیں اُسے کیسے یاد کیا جاسکتا ہے، تو مولوی صاحب نے غالباً آپ کے مادرِ زاد ولی ہونے کی شہرت کی تصدیق کی غرض سے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ اگر کل یہ عبارت یاد نہ ہوئی تو سزا ملے گی۔

حضرت فرماتے تھے کہ میں آبادی سے باہر ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر مطالعہ وغیرہ کیا کرتا تھا، میں نے وہاں بیٹھ کر کتاب کے کرم خوردہ حصہ کو سمجھنے کی بہت کوشش کی، مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ آخر سر اٹھا کر کہا ”یا اللہ! تجھے تو معلوم ہے کہ یہ عبارت کیا ہے؟ اگر تو مجھے بتا دے تو میں اُستاد کی سزا سے بچ جاؤں گا، یہ کہنا تھا کہ اچانک درخت کے پتوں میں ایک سبزی مائل عبارت نمودار ہوئی، جسے میں نے حفظ کر لیا تو وہ عائب ہو گئی۔ میں نے اگلے دن وہ عبارت اُستاد صاحب کو بتا دی۔ اُنہوں نے کچھ شبہ کا اظہار کیا تو میں نے کچھ افشا کیے بغیر کہا کہ مجھے اس کے صحیح ہونے پر اس قدر یقین ہے کہ اگر اس کتاب کا مصنف بھی قبر سے نکل کر آجائے اور کہے کہ یہ غلط ہے تو میں نہ مانوں گا۔ چنانچہ اُستاد صاحب اُس کی صحت معلوم کرنے کے لیے اُسی روز راولپنڈی گئے اور ایک مکمل نسخہ سے میری بتلائی ہوئی عبارت کو صحیح پا کر واپس آ کر بھد حیرانی اُس کی صحت کا اعتراف کیا۔“

ایک اور اہم اور لائیکل سوال

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ کے بچپن کا زمانہ تھا اور آپ ابھی گولڑہ شریف میں زیرِ تعلیم تھے اور ابتدائی کتابیں پڑھ رہے تھے، اُس وقت غیب سے آپ کو کتاب کی ہٹی ہوئی عبارت کا حال معلوم کرا دیا گیا، مگر جب جوانی کے عالم میں علومِ دینیہ کی تکمیل کرنے کی غرض سے مولانا احمد حسن کانپوریؒ اور مولانا لطف اللہ علیگڑھیؒ کی خدمت میں حاضری کے لیے رخصت سفر باندھا، تو اُس وقت آپ کو بذریعہ کشف یہ کیوں نہ بتایا گیا کہ جن دو آدمیوں کے پاس تم پڑھنے کے لیے جا رہے ہو، وہ دونوں غیر سید ہیں، مگر اُنہوں نے اِس کے باوجود سید زادیوں سے نکاح کر رکھے ہیں۔ حتیٰ کہ مولانا لطف اللہ کی والدہ بھی سیدہ ہیں، جب کہ اُن کے والد غیر سید ہیں۔ کل تمہیں یہ فتویٰ دینا ہے کہ غیر سید کا سیدہ سے نکاح ناجائز ہے اور ایسا کرنے والوں کے لئے تم نے اپنے فتویٰ اور ملفوظ میں ایسے سخت الفاظ کہنا ہیں کہ جن کی زد میں سب سے پہلے تمہارے یہی استاد آئیں گے۔ لہذا اہل بیت کے ایسے مقام نا آشنا اور مرتبین تو ہیں اساتذہ کے مدرسوں میں پڑھنے کے لیے مت جاؤ۔

مرمرنیر کی محولہ بالا مصدقہ روایت سے یہ امر روزِ روشن کی طرح مبرہن ہو گیا کہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوئیؒ کے حصولِ علم کی خاطر کانپور اور علی گڑھ جانے پر آپ کو کسی قسم کی ممانعت کا کوئی اشارہ فیہی نہ ملنا، آپ کا وہاں پوری دل جمعی سے جانا اور پھر تحصیلِ علم کرنا اِس بات پر دلائلِ شرعیہ کے علاوہ ایک قوی روحانی دلیل

بھی ہے کہ آپ کے اساتذہ کرام نے غیر سید ہو کر سیداتِ فاطمیہ سے جو نکاح برضائے اولیائے اقارب کیے تھے، وہ شرعاً ناجائز یا ممنوع ہرگز نہ تھے اور نہ ان حضرات نے ایسا کر کے کسی شرعی و فتعی ناجائز فعل و عمل کا ارتکاب کیا تھا۔

اسی طرح آپ کا یہ سلسلہ حصولِ تعلیم موضعِ بھوئی، درس میں جانا بھی گویا کہ آپ کے خاص ذوق اور قدرت کی طرف سے آپ کی رہنمائی کے تحت تھا۔ چنانچہ مہرِ نیر ص 66 پر ملاحظہ کیجئے۔ مؤلفِ مہرِ نیر لکھتے ہیں: ”لذا گولڑہ شریف میں نحو پڑھ کر اُسی کم سنی کی حالت میں موضعِ بھوئی علاقہ حسن ابدال جا کر فاضل اجل جناب مولانا محمد شفیع قریشی کے درس میں داخل ہو گئے۔ اس عمر میں بھی طبیعت کا رنگ یہ تھا کہ فرماتے ہیں، اُس نواح میں تین مشہور درس جاری تھے۔ جب میں اُن میں سے کسی ایک درس کو پسند کرنے کے خیال سے اُدھر جا رہا تھا، تو راستہ میں ایک ٹیلہ کے پاس سے تینوں طرف راستے پھوٹتے تھے۔ میں نے اُس ٹیلہ پر چڑھ کر دیکھا تو ہر سہ جوانب عورتوں نے کپڑے دھو کر دُھوپ میں ڈالے ہوئے تھے۔ دو جانب کے کپڑوں کے رنگ مختلف تھے، مگر بھوئی کی سمت والے کپڑے تمام کے تمام سفید تھے، جس سے میں نے یہ تاثر لیا کہ ادھر اُجلا پن اور نورانیت زیادہ ہے، چنانچہ بھوئی کے درس میں آپ نے دواڑھائی سال میں رسائلِ منطق قطبی تک اور نحو اور اصول کے درمیانہ اسباق کی تعلیم حاصل کی۔“ ۱۔

طبعِ سلیم فضل است، ارثِ پدر نہ باشد

بچپن میں جس شخصیت کے مزاج کی لطافت اور قدرت کی طرف سے اُس کی رہنمائی کا یہ عالم ہو کہ قدرت اُسے اُسی مدرسہ کی طرف لے جائے، جہاں نورانیت زیادہ ہو، یعنی علمی نورانیت اور ہدایت کی نورانیت، تو کیا وجہ ہے کہ اُسے جوانی میں انتہائی تعلیم اور تکمیل درسیات کے لیے اُن اساتذہ کے پاس قدرت لے گئی، جو غیر سید ہوتے ہوئے سیداتِ فاطمیہ سے شادیاں رچائے ہوئے تھے اور خود بھی غیر سید باپ اور سیدہ ماں کی اولاد ہوتے ہوئے مفتیانِ گولڑہ کے فتوؤں کی زد میں تھے۔ لہذا یہ سب خرافات و ہذیانات اُن پاکیزہ ہستیوں کی طرف اُس وقت منسوب ہوں گے، جب حضرت گولڑوئی کے فتویٰ کا وہ مفہوم لیا جائے جو ہمارے مخالفین حضرات لے رہے ہیں، ورنہ اُن نفوسِ قدسیہ کا نسب اور اُن کے نکاح بالکل شرعاً، حلال اور پاکیزہ تھے، کیوں کہ وہ غیر سید اور غیر ہاشمی ہوتے ہوئے بھی یا تو قریشی یا پھر علوی تھے اور یوں فقہ حنفی کے مطابق وہ سیدات کے کفو تھے، یا پھر عالم باعمل ہونے کے سبب سیدات کے کفو تھے، گویا اُن کے نسب کی کمی کو اُن کے وصفِ علم نے پورا کر کے انہیں سادات و سیدات کا کفو بنادیا تھا۔ جیسا کہ مذہبِ احناف کا معیار فتویٰ ہے، جس پر پاک و ہند کے بریلوی و دیوبندی (حنفی) دونوں مکاتب فکر متفق ہیں، جیسا کہ فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کے حوالے گواہ ہیں، جنہیں ہم نے اسی کتاب

۱۔ کفو ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ ایسے نکاح میں ولی اقرب کی رضا مندی شرط نہیں بخلاف غیر کفو کے کہ اس میں رد و منعِ نادرہ کے مطابق رضا و ولی اقرب تحتِ نکاح کے لیے شرط ہے، عدم رضا کی صورت میں ہونے والا ایسا نکاح سرے سے منقطع ہی نہ ہوگا جب کہ ظاہر الزواہیہ کے مطابق نکاح منقطع تو ہو جائے گا مگر لازم نہ ہوگا جس کی بنا پر ولی کے ولی اقرب کو عند التامی دعویٰ قطع کا حق حاصل ہوگا۔ قلم ۱۲ ص ۱۲

کے آخر میں درج کر دیا ہے۔

نیز حضرت گولڑوئیؒ جس معتدل مزاج کے مالک اور معتدل مسلک پر کاربند تھے، اُس سے یہ بات کوسوں دُور ہے کہ آپ حنفی ہوتے ہوئے اپنے ہی مذہب کے خلاف فتویٰ دیں اور اُس فتویٰ میں اپنے ہی مذہب حنفی کے پیش روؤں کو گستاخ، ازلی بد بخت اور فعلِ زنا کا مرتکب لکھیں۔ حاشا وکلا آپ ایسا کبھی نہیں کر سکتے۔ آپ کا تو مولنا لطف اللہ علیگزہیؒ کے پاس جانا ہی آپ کے معتدل مسلک کی دلیل ہے، جیسا کہ مہرِ منیر میں تحریر ہے۔

”بہر حال ہندوستان کے مدارسِ علمیہ میں سے علی گڑھ کا انتخاب حضرت قبلہؒ عالم کے مسلکِ اعتدال کا مظہر ہے، حضرت مولنا لطف اللہ علمائے ربانین کا نمونہ اور دُہوتقویٰ اور خدا پرستی کا مجسمہ تھے۔“

غیر سید ہو کر مولنا لطف اللہ علیگزہیؒ کا فاطمیہ سیدہ سے نکاح کرنا اور اپنے دونوں مورثا گرووں مولنا احمد حسن کانپوریؒ اور مولنا محدث دہلی احمد سورتیؒ کا نکاح اُن کے غیر فاطمی سید ہونے کے باوجود فاطمیہ سیدات سے خود پڑھانا، اگر یہ سب کچھ شریعتِ مطہرہ کے کسی حکم کی خلاف ورزی کے زمرے میں آتا تو قدرتِ حضرت گولڑوئیؒ کو تحصیلِ علومِ دینیہ کے لیے کم از کم ان کے پاس نہ جانے دیتی۔

قارئینِ باجمین! ایک ادنیٰ سی بصیرت کا مالک بھی یہ بات اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ حضرت گولڑوئیؒ بھلا ایسا فتویٰ کیوں کر دے سکتے تھے، جس کی زد میں امتِ مسلمہ کی ایسی جلیل القدر ہستیاں بھی آتی ہوں، جن کے علم و تقویٰ اور فضل و کمال کا ایک زمانہ

معترف رہا ہو۔ کیا آپ اپنے نابغہ روزگار استاذ ان گرامی اور دیگر اکابر اُمت کو اپنے فتویٰ اور ملفوظ میں آنے والے ایسے سخت الفاظ کا مستحق قرار دے سکتے تھے؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ لہذا یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مفتیان گولڑہ نے آپ کے فتویٰ کو سمجھنے اور اس کی وضاحت کرنے میں سخت ٹھوکر کھائی ہے، جس کے مسر اثرات اور مسلک نتائج ایک عرصہ تک دیندار طبقہ کو پریشان کیے رکھیں گے۔ حضرت گولڑوئی کے فتویٰ کے تناظر میں بندہ کے نزدیک متذکرہ بالانکاح ہر چند غیر سادات کے ساداتِ فاطمیہ کے ساتھ ہوئے، مگر چوں کہ اولیائے اقارب کی رضا مندی سے ہوئے تھے، اس لیے ظاہر الزواہ اور نوادر ہر دو روایات کے مطابق صحیح، نافذ اور لازم ٹھہرے۔ زوجین کے مابین عملِ زوجیت حلال اور پیدا ہونے والی تمام اولاد حلالی ٹھہری اور یہی امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمدؒ اور دیگر جملہ فقہائے اسلام کا تحقیق اور متفق علیہ فیصلہ ہے، مگر حضرت گولڑوئی کے فتویٰ سے مفتیان گولڑہ نے جو خطرناک مفہوم اخذ کیا ہے، اُس کے مطابق وہ ایسے نکاح کو سرے سے ناجائز قرار دینے پر تئیلے ہوئے ہیں، خواہ اس میں دلی اقرب کی رضا مندی بھی شامل ہو۔ یہ اندازِ فکر تصریحاتِ فقہائے احناف کے سراسر خلاف ہے۔

ستم بالائے ستم یہ کہ وہ اپنے اس خود ساختہ نقطہ نظر کے ثبوت میں حضرت گولڑوئی کے فتویٰ کو پیش کرتے ہیں۔ انہیں اتنی بھی سمجھ نہیں کہ ان کے اس غلط استدلال سے کہاں کہاں زد پڑتی ہے اور اس حوالے سے خود حضرت گولڑوئی کی ثقاہتِ علمی کس قدر

متاثر ہوتی ہے، میں اُن سے پوچھتا ہوں کہ اگر حضرت گولڑویؒ کے فتویٰ کا منشا وہی ہے جو آپ لوگ سمجھتے، لکھتے اور بیان کرتے ہیں تو حضرت مولانا لطف اللہ علیگزہریؒ، مولانا محمد طیبؒ سورتی، مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادیؒ، مولانا احمد حسن کانپوریؒ اور مولانا وصی احمدؒ محدث سورتی کے مقلد بالانکاحوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو تمام کے تمام غیر سید تھے، مگر اُن کے نکاح سیداتِ فاطمیہ سے ہوئے تھے۔ اب آپ کو ان مذکورہ تمام نکاحوں کے جائز یا ناجائز اور حلال یا حرام ہونے کے متعلق اپنا حتمی فیصلہ شائع کرنا ہوگا اور ان تمام مذکورہ نفوسِ قدسیہ کے نسب کو حلال یا حرام کے کھاتے میں ڈالنا ہوگا اور اس کے ساتھ آپ نے یہ فیصلہ بھی کرنا ہوگا کہ حضرت گولڑوی کے اس فتویٰ سے جو نتیجہ آپ سب نے اخذ کیا اور آج تک جس کا پرچار بھی کرتے رہے کہ فاطمی سید نہ ہو کر جو لوگ فاطمی سیدات سے نکاح کرتے ہیں، وہ فتویٰ مہریت کی عبارت ”پس در صورتِ مسطورہ صحبت، صحبتِ زنا خواہد بود“ (یعنی ایسی صورت میں زوجین کی صحبت، صحبتِ زنا ہوگی) اور ملفوظاتِ مہریت، ملفوظ 181، ص 134 پر موجود ”ایسے گستاخ و بے ادب اور ازلی بد بخت“ کے الفاظ کی زد میں آتے ہیں، تو اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ آپ لوگ ان الفاظ کا اطلاق حضرت گولڑویؒ کے اساتذہ اور دیگر اکابرِ اُمت پر بھی کرنے کے قائل ہیں، کیوں کہ ان سب نے بھی نہایت غیر فاطمی سید ہو کر سیداتِ فاطمیہ سے نکاح کرنے کی گستاخی کی تھی، اگر واقعاً آپ کے نزدیک یہ سب حضرات بھی حضرت گولڑویؒ کے ملفوظ میں موجود

بددعا سیہ کلمات اور آپ کی عبارتِ فتویٰ میں وارد الفاظ کے مستحق ٹھہرتے ہیں، تو یہ حوصلہ آپ کو مبارک ہو، اس لیے کہ حضرت گولڑوئیؒ کے اس فتویٰ سے کم از کم ایسے بھیانک نتائج اخذ کرنے کا ہم حوصلہ نہیں رکھتے، جن سے تمام اکابرِ فتنائے اُمت کے حتمی فیصلوں اور خود حضرت گولڑوئیؒ کے منشائے فتویٰ کی صریح مخالفت ثابت ہو رہی ہو اور جن کی براہِ راست زد میں حضرت گولڑوئیؒ ہی کے اپنے استادانِ گرامی، استاد بھائی اور دیگر اکابرِ اُمت بھی آرہے ہوں۔ اب آپ کے لیے دو ہی راستے ہیں یا تو آپ تسلیم کر لیں کہ حضرت گولڑوئیؒ کے فتویٰ کو سمجھنے میں آپ نے شدید ٹھوکر کھائی ہے اور مذکورہ تمام نکاح شرعاً حلال اور جائز ہیں اور اگر یہ تسلیم نہیں کرتے تو پھر کم از کم حضرت گولڑوئیؒ کے استاد بھائی حضرت وصی احمد محدثِ سورتیؒ کا تذکرہ مہرِ میر اور ملفوظاتِ مہریہ سے نکال دیں۔ اسی طرح حضرت احمد حسن کانپوریؒ کا ذکرِ خیر بھی مہرِ میر سے خارج کر دیں۔ بطورِ خاص استاذِ اُلکَل حضرت مولانا لطف اللہ علیگزہٹیؒ کے ہاتھ کی لکھی وہ تمام سندات، جو انہوں نے اپنے ہونہار شاگرد حضرت پیر مرعلی شاہ گولڑوئیؒ کو عطا فرمائی تھیں، جن کے اصل مسودات حضرت گولڑوئیؒ کے تبرکات میں آج بھی موجود ہیں، حتیٰ کہ ایک سند کا عکس آج بھی حضرت کی سوانحِ حیات مہرِ میر کی زینت بنا ہوا ہے۔ ان سب کو اصل سمیت تلف کر دیں۔

ایک طرف تو آپ ان صاحبانِ فضل و کمال سے حضرت گولڑوئیؒ کی نسبتِ تلمذ کو باعثِ شرف گردانتے ہوئے درگاہِ گولڑوئیہ سے شائع ہونے والی کتابوں میں سجا بنا کر

پیش بھی کرتے ہیں اور دوسری طرف یہ حال ہے کہ آپ کے اپنے اختراعی عقیدہ اور نظریہ کے مطابق یہ لوگ غیر سید ہوتے ہوئے سیدات سے نکاح کرنے کی وجہ سے گستاخانِ اہل بیت اور ازلی بد بختوں کے ڈمرہ میں بھی آتے ہیں، مگر اس کے باوجود آپ محض حضرت اعلیٰ گولڑوئیؑ کی علمی حیثیت کو ثقاہت کا درجہ دینے کے لیے ان شخصیات سے اُن کی نسبتِ تلمذ کا سرِ مجالس پر چار کرنے اور اُن کی نسبتِ علمی کی بیساکھیوں کا سہارا لینا بھی ضروری سمجھتے ہیں، آخر اس ساری تضاد بیانی اور تضادِ عملی کا آپ سب کو کیا ثواب ملے گا اور حضرت گولڑوئیؑ کو کل کیا منہ دکھائیں گے؟ یہ شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ بقولِ بندہ۔

قربِ شاہی کی ہوس میں ایسے فتوے داغ کر

جاؤ گے کس منہ سے تم میری علیؑ کے سامنے

قارئینِ محترم! بندہ کی تحقیق کے مطابق فقہائے احناف کے نزدیک روایتِ نادرہ کی رو سے اگر بشمولِ سیداتِ فاطمیہ کسی بھی خاندان کی لڑکی کا نکاح اُس کے ولیِ اقرب کی رضا کے بغیر غیر کفو میں ہو جائے تو ایسا نکاح سرے سے (اصلاً) منعقد ہی نہیں ہوتا۔ لہذا ایسے زوجین کی صحبت، صحبتِ زنا اور پیدا ہونے والی اولاد، نتیجہٴ زنا ٹھہرتی ہے، جب کہ ظاہرِ الزواہیہ کے مطابق ولیِ اقرب کی رضا کے بغیر غیر کفو میں ہونے والا نکاح منعقد تو ہو جاتا ہے، مگر لازم نہیں ہوتا، چنانچہ اُس لڑکی کا ولیِ اقرب قاضی کے پاس جا کر ایسے نکاح کو فسخ کرانے کا حق رکھتا ہے، یعنی اُسے حقِ اعتراض حاصل ہے،

لیکن آگے قاضی کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ حالات و واقعات کے تناظر میں ایسے نکاح کو برقرار رکھے یا کالعدم قرار دے دے۔

حضرت گولڑویؒ کے فتویٰ کا پس منظر

حضرت گولڑویؒ نے جس نکاح کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا تھا، وہ نکاح چوں کہ سائل کی بیان کردہ صورتِ مسئلہ کے مطابق غیر کفو میں ہوا تھا، لہذا حضرت گولڑویؒ نے نوادر کی روایت کے تحت فتویٰ صادر فرما کر اُس نکاح کو باطل قرار دیا تھا اور چوں کہ وہ سوال ایک سیدہ فاطمیہ کے ایسے نکاح کے متعلق تھا، جو ایک عجمی شخص نے مقامی مولوی کی اجازت سے سیدہ کے اولیاء کی رضا مندی اور اجازت کے بغیر کر لیا تھا، اسی لیے حضرت گولڑویؒ نے نوادر کی روایت کے مطابق لفظ ایں چیں استعمال کر کے اس مخصوص نکاح کو ناجائز قرار دیا تھا اور اگر اُسی عجمی کے ساتھ یہی نکاح سیدہ اُس کے ولی اقرب کی رضا مندی سے کر دیا جاتا تو ظاہر الزواہیہ اور نوادر ہر دو روایات کے مطابق منعقد اور لازم ہو جاتا، جس پر جملہ اکابر فقہائے احناف متفق ہیں۔ جب کہ ہمارے موجودہ پیران و مفتیان گولڑہ کے فہم و ادراک کی سُوئی اب تک اُسی نقطہ پر اٹکی ہوئی ہے کہ حضرت گولڑویؒ نے مطلقاً سیدہ کا نکاح غیر سیدہ سے ناجائز قرار دیا تھا، کیا یہ ایک خاص واقعہ کو عام قاعدہ بنا کر پھر اُسے شریعتِ مصطفیٰ کا حکم بنا دینے کی کھلی جہارت نہیں ہے؟ مگر اس کے خلاف آواز کون بلند کرے؟ سر مجلس ایسے کلماتِ حق کہنے کی توقع بھلا اُن خوشامدی اور مفاد پرست مفتیان و خطباء سے کیسے کی جاسکتی

ہے، جن میں سے اکثر کے ضمیر ترکِ حق گوئی کے سبب مردہ ہو چکے ہوں۔ جو معاشی سہولتیں پانے، ہم ایسے پیروں کا قرب حاصل کرنے، منظورِ نظر بننے اور دیگر فوائدِ دنیوی کے حصول کی خاطر سرِ محفل ہمارے نام کی گردان کے ساتھ ہماری غیر ضروری تعریفات کرنے میں تو زمین و آسمان کے فُلاپے ملا تے اور نہایت چرب زبانی دکھاتے ہوں، جیسے اُن کے اور زائرین کے لیے ہم ایسے مدوح ہی قاضی الحاجات ہوں۔ مگر انوس کو آج صوفیائے کرام کی درگاہوں کے اسٹیجوں اور منبروں پر اس قماش کے اکثر تملق شعار خطباء و علماء ہم ایسے پیروں کو ترکِ سنت پر ہلکی پھلکی شرم تک دلانے میں صاف گونگے..... اور ہماری تمام دینی و دنیوی کوتاہیوں اور صریح لغزشوں سے مکمل باخبر ہوتے ہوئے بھی بے خبر بیٹھے نظر آتے ہیں۔ جیسے ج

کوئی دیکھے تو یہ سمجھے کہ چپے بیٹھے ہیں

خامہ اٹھا تھا کہاں سے تو کہاں تک پہنچا

ان چند قابلِ افسوس امور کے ضمنی تذکرہ کے بعد ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں۔ اس سلسلے میں فقیر عرض کرتا ہے کہ اگر لڑکی سیدہ نہ بھی ہوتی کسی اور قوم ہی کی کیوں نہ ہوتی، ولیِ اقرب کی رضا مندی کے بغیر غیر کفو میں روایتِ نادرہ کے مطابق اُس کا نکاح بھی باطل ہی قرار پاتا، البتہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت گولڑوئیؒ نے اپنے فتویٰ میں اہل بیتِ کرام اور ساداتِ عظام کی عظمت اور احترام کا اس تفصیل

سے ذکر آخر کیوں کیا تھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح مذکورہ چوں کہ ولی اقرب کی رضا کے بغیر جزا غیر کفو میں کیا گیا تھا اور یہ ظلم کسی عام لڑکی یا عام خاندان پر روا نہیں رکھا گیا تھا، بلکہ ایک سید زادی اور سادات کرام کے باعظمت خاندان پر یہ ظلم کیا گیا تھا، لہذا سادات کرام کی عظمت اور احترام کا حوالہ بھی نکاح مذکورہ کو باطل قرار دیتے ہوئے دیگر دلائل کے ساتھ اپنے فتویٰ میں تحریر کر دینا موقع اور محل کے عین مطابق اور ضروری تھا، تاکہ فتویٰ مذکورہ کا غیر منعقد ہونا بدرجہ اتم ثابت ہو جائے، نیز یہ بھی حقیقت ہے کہ جس دور میں یہ فتویٰ دیا گیا، اُس دور میں شرعی عدالتیں نہ تھیں، جن کے باعث کسی غریب آدمی کے لیے ایسے معاملات میں شرعی انصاف کا حصول بہت مشکل تھا۔ حضرت گولڑ دئی نے سائل، جو کہ مظلوم تھا، پھر خاندان رسالت سے تعلق بھی رکھتا تھا، کی اشک شونی اور داد رسی کے لیے، نیز ایک فتنہ کو فرو کرنے کی غرض سے فتویٰ دیتے ہوئے ظاہر الزواہ پر نوادر کی روایت کو ترجیح دی اور نکاح مذکورہ کو ناجائز قرار دیا، ایسے حالات اور ایسے واقعات کے تناظر میں چوں کہ ایسا فتویٰ دینے کا حق ایک انبیائی بالغ نظر قاضی اور مفتی مجتہد ہی کو حاصل ہوتا ہے، سو حضرت گولڑ دئی نے بھی فتویٰ دیتے وقت اپنا یہی حق استعمال فرمایا اور سادات کی عزت و حرمت کے تحفظ اور ایک مظلوم سید خاندان کے ساتھ اظہار ہمدردی کے لیے آپ نے وہ الفاظ بھی استعمال فرمائے کہ یہ ظلم ہوا ہے اور ایک مقام پر ایسے ہی فتویٰ کے لیے آپ نے سادات کی ہتک عزت کرنے والوں کے لیے ازلی بد بخت اور گستاخ کے الفاظ

بھی استعمال فرمائے۔

لہذا اُن الفاظ اور اِس فتویٰ کو استفتاء میں مسئلہ مخصوص صورت تک ہی محدود رکھا جائے، ورنہ پھر یہ سوال پیدا ہوگا کہ حضرت گولڑوئیؒ نے کیا چودہ سو سال کے دور پر محیط اُن تمام مقتدر شخصیات کے متعلق بھی یہ الفاظ استعمال فرمائے ہیں، جنہوں نے غیر سید ہونے کے باوصف سیدائے فاطمیہ کے ساتھ شادیاں کی تھیں، جن میں بڑے بڑے اولیاء، محدثین، فقہائے عصر اور صوفیائے سلف شامل ہیں، حتیٰ کہ حضرت گولڑوئیؒ کے اپنے اساتذہ مولانا لطف اللہ علیگزہویؒ اور مولانا احمد حسن کانپوریؒ ایسی شخصیات بھی نظر آتی ہیں، جن سے حضرت گولڑوئیؒ نے نہ صرف اکتساب فیض کیا، بلکہ عمر بھر اُن کے حق میں رطب اللسان بھی رہے۔ چنانچہ آپ کے حالات پر لکھی ہوئی کتاب مہرِ منیر میں آج تک اُن کا تذکرہ اور اُن سے عطا شدہ اسناد جلی قلم سے کتاب کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ حضرت گولڑوئیؒ کے فتویٰ کا مطلب ہرگز وہ نہیں، جو ان سب نے سمجھ رکھا ہے۔

لہذا یہ سخت الفاظ جن میں ظلم، ازلی بد بخت، صُحبتِ زنا، اولادِ زنا وغیرہ وغیرہ کے تند و تیز کلمات شامل ہیں، یہ اُن بزرگوں کے لیے حضرت گولڑوئیؒ نے قطعاً استعمال نہیں کیے، جن کے رشتوں اور اسماء کی تفصیل اِس کتاب میں ہم نے لکھی ہے، بلکہ مفتیانِ گولڑہ اگر ان سب کے حق میں یہ سخت الفاظ استعمال کرنا چاہیں تو یہ اُن کی مرضی اور اُنہیں ایسا کرنے سے روک بھی کون سکتا ہے؟ مگر افسوس اِس کا ہے کہ یہ

لوگ درنگی چال چلتے ہوئے ایک طرف تو حضرت گولڑوئیؒ کے اساتذہ کو تحریراً و تقریراً عزت و تکریم کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور دوسری طرف حضرت گولڑوئیؒ کے فتویٰ کی غلط تشریحات کر کے آپ کے نوکِ قلم اور زبان سے نکلے ہوئے چند مُند و تیز کلمات کا رُخ حضرت گولڑوئیؒ کے اساتذہ کرام اور دیگر اکابر اُمت کی طرف پھر سکنے کی گنجائش بھی پیدا کر چکے ہیں۔ اب اس ذہری پالیسی اور متضاد طریقِ عمل کو کیا نام دیا جائے؟ بقولِ راقم الحروف۔

اظہار یہ پندار کی دارائی کا یہ رنگِ منہاخانہ دانائی کا
خود جھوٹ سے بات بات میں لینا کام دینا اوروں کو درسِ سچائی کا

نکاحِ حلال کو حرام کے بجائے ناجائز کہنے والوں کے لیے لمحہ فکریہ

اگر ایسے نکاح کی حرمتِ قطعیہ پر کوئی شرعی دلیل نہ ملنے کی صورت میں (جو ان شاء اللہ قیامت تک ملے گی بھی نہیں) کہا جائے کہ ہم تو ایسے نکاح کے عدمِ جواز کے قائل ہیں، نہ کہ اس کی حرمت کے، تو بندہ اُن کو اس کا جواب دیتے ہوئے کہتا ہے کہ ”چلئے آپ اسے حرامِ قطعی نہیں کہتے، اگرچہ آج تک آپ اور آپ کے زبیر اثر مفتیان و مولویان اور دیگر بعض ملکی و غیر ملکی مدعیانِ سیادت علماء اسی بات کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں تو پھر فرمائیے! اگر آپ کے نزدیک غیر سید کا سیدہ سے نکاح شرعاً ناجائز ہے، تو ہم نے اس کتاب میں کم و بیش چالیس کے قریب جن رشتوں کا مع حوالہ جات

تذکرہ کیا ہے، وہ آپ کے نزدیک کیا ہیں؟ اگر حرام نہیں ہیں تو کم از کم آپ کے نزدیک شرعاً ناجائز تو ضرور ہیں۔ تو کیا پھر چشتیوں کے شیخ حضرت نظام الدین اورنگ آبادی، شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ عبدالقادر محدث دہلوی، اُستاذ العلماء مولانا لطف اللہ علیگزہری، مولانا احمد حسن محدث کانپوری اور مولانا وصی احمد محدث سورتی ایسی اور ان سے بھی بڑی بڑی شخصیات (جن کے رشتوں کا تذکرہ اسی کتاب میں ہوا) غیر سید ہوتے ہوئے سیدات سے نکاح کر کے معاذ اللہ شرعاً ایک فعل ناجائز کا ارتکاب کرتی رہیں، وہ شخصیات جو باعتبار علم و تقویٰ شریعت کے کسی ترکِ اولیٰ سے بھی اجتناب میں حتیٰ المقدور کوشاں رہیں۔ آج ہم اور ہمارے مخالفین بھی اُن ہستیوں کو اللہ کے ولی مانتے ہیں، بلکہ اُن کی ولایت ایک زمانے کے نزدیک تسلیم شدہ ہے اور ولی کی تعریف کتبِ کلام اور عقائد میں دیکھئے: عند اہلِ التصوف والسلوک هو العارف باللہ تعالیٰ وصفاته حسب ما يمكن المواظب على الطاعات، المجتنب عن المعاصي، المعرض عن الانهماك في اللذات والشهوات على ما ذكر المحقق التفتازاني في شرح العقائد۔

ترجمہ: اہلِ تصوف و سلوک کے نزدیک (ولی) وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کی صفات کی حسبِ مقدور معرفت رکھے والا طاعات پر بیہنگی اختیار کرنے والا، گناہوں سے اجتناب کرنے والا، لذتوں اور شہوتوں میں منہمک ہونے سے منہ پھرنے والا ہو۔ اسی چیز کو حضرت گولڑویؒ نے بھی بیان فرمایا ہے، فرماتے ہیں ”بیعت کرنے کے

قابل وہ شخص ہوتا ہے کہ ضروری علم دینی کے علاوہ اوصاف ذیل بھی رکھتا ہو۔ ثقی، کبار سے مجتنب، صغائر پر غیر مبصر، زاہد، عابد، اشتغال و اذکار پر مداومت کرنے والا، آمر بالمعروف، ناہی عن المنکر، ذوقم، مستقل رائے، شیخ کی صحبت سے فیض یافتہ۔“

نکاح سیدہ باغیر سید کے معاملے میں ساداتِ مدینہ شریف کا تعامل

ایک خاص رشتہ: حضرت سید احمد بن محضار العطاس صاحب مدینہ عالیہ کے ممتاز حسینی ساداتِ کرام میں سے تھے۔ اپنی زندگی میں حرمِ نبوی کی مجلسِ انتظامیہ کے نائب صدر رہے۔ آپ کے والد بزرگوار ترکوں کے وقت میں حرمِ النبی علی صاحبہما السلام کے نوادرات کے خازنِ اعلیٰ تھے۔ ترکوں کے چلے جانے کے بعد آپ کچھ عرصہ حالاتِ زمانہ کی ناسازگاری کی وجہ سے ملک سے باہر رہے اور ہندوستان میں بھی کچھ عرصہ قیام فرمایا۔ حضرت پیر مہر علی شاہ کے زمانہ استغراق میں گولڑہ آئے اور پھر آپ کے وصال کی اطلاع خواب میں حضرت رسولِ کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس کے ذریعے ملی، گولڑہ آکر حضرت بابو جی سے تعزیت کی، بعد ازاں عقیدت و محبت کی وجہ سے حضرت بابو جی کے ساتھ بست گرا تعلق رہا۔ بڑے مدنی صاحب کے مٹھلے صاحبزادے سل صاحب ایک مرتبہ گولڑہ تشریف لائے، باہمی رشتوں کے قرب کے باوجود خانوادہِ مہریہ کی باہمی کشیدگی دیکھ کر مجھے صلح کر لینے پر مجبور کرنے لگے۔ میں نے کہا کہ میرا ان سے ذاتی کوئی جھگڑا نہیں ہے اور اگر ہے بھی تو وہ دنیا کا ہے، جس سے میں نمٹ لوں گا۔ سردست ان سے میرا اختلاف اس وجہ سے ہے کہ یہ ایک

شرعی جائز کو مطلقاً ناجائز کہنے کے ساتھ اس کی تشہیر بھی کر رہے ہیں۔ کہا وہ کیسے؟ میں نے کہا کہ یہ حضرات سیدہ کے غیر سید سے نکاح کو واپس اقرب کی رضا مندی کے باوجود بھی ناجائز اور شرعاً قطعی ممنوع کہتے ہیں اور عمل زوجیت کو زنا اور اولاد کو نتیجہ زنا قرار دیتے ہیں۔ یہ سنتے ہی سہل صاحب تڑپ اٹھے اور استغفر اللہ استغفر اللہ کہنے لگے اور بولے: پھر میری اُس بیٹی کا کیا بنے گا، جو میں نے انڈیا کے ایک نیک اور صالح، مگر غیر سید شخص کے عقد میں دے دی ہے۔ اُس کے بطن سے پیدا ہونے والے میرے نواسوں اور نواسیوں کے نسب کی کیا حیثیت متعین ہوگی؟ میں نے عرض کی کہ حضرت! یہ اُن سے جا کر پوچھئے جن کا یہ عقیدہ اور تحقیق ہے۔ اس پر سہل صاحب فرمانے لگے کہ آئندہ میں تمہیں اس بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔ میں نے کہا پھر آپ مجھے ساداتِ مدینہ کے بسلسلہ ازدواجِ تعامل سے آگاہ کیجئے۔ اس پر اُنہوں نے درج ذیل تحریر عربی میں لکھوا کر مدینہ شریف میں میری ماضی کے دوران مجھے دی، جو نذرِ قارئین ہے۔

میرے نام سید سہل بن احمد العطاس مدنی کی تحریر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت الفاضل الاخ العزیز السید/نصیر الدین ابن سید معین الدین جیلانی

حفظہ اللہ و امد ظلہ

وبعد

السلام علیکم ورحمة وبرکاتہ

۱۔ مجوں کو موصوف عرصہ دراز سے ناواقف ہو چکے ہیں۔

لقد سألتني رأي من زواج السيدة بغير السيد واستحلفتني بالله أن أقول رأي الصريح الحث في هذا الموضوع وأنت تسألني بذلك أمام الله يوم القيامة ولهذا أقول أن رأي هو جواز ذلك معتمداً على ما جاءت به التعاليم الإسلامية وما حله على لسان سيد البشر نبينا ورسول الله سيدنا محمد ﷺ الذي قال في هذا الشأن "من جاءكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه"

أي أن الحديث الشريف يحثنا على زواج بناتنا على صاحب الدين والخلق دون النظر إلى مقومات أخرى وقد جاء في الحديث النبوي الشريف عن رسول الله ﷺ أنه قال: "تنكح المرأة لأربع: لجمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاطفر بذات الدين تربت يداك" متفق عليه -

ومن هذا الحديث الشريف نستنتج أن الشريعة الإسلامية السمحة وقول الرسول العظيم ﷺ على التركيز على الدين والتدين في الزواج وتفضيل المرأة ذات الدين والتدين على أي مقومات أخرى للمرأة -

ومن الحديثين السابقين نجد أن الرسول ﷺ فضل الدين والتدين على جميع المقومات الأخرى -

كما أفيدك أن اكتمال عقد النكاح يعتمد على أركان وشروط فالأركان هي حسب تعاليم الشرع هي الزوجان الخاليان من العوانع والایجاب والقبول والشروط وهي نعتن الزوجان ورضاها والولي والشهود وبهذه الأركان

والشروط يكتمل عقد النكاح الشرعى فى الدين الاسلامى الحنيف والله أعلم
أخى العزيز بعد هذا التوضيح يكون قد أدليت برأى فى موضوع زواج
السيدة بالسيد وزواج السيدة بغير السيد-

أخى العزيز وقد ذكر على ما أعتقد وما أطلعت عليه وما وصل الى من علم
أن بعض المذاهب الأربع تذكر أن عامل التكافر الاجتماعى بين الزوجين
ضرورى لنجاح واستمرارية النكاح والله أعلم-

أخى الحبيب أتلك تعلم أن نسيى والحمد لله موصول بالحسين بن على
بن السيدة فاطمة الزهراء رضى الله عنها ابنة رسول الله ﷺ زوجة على بن
أبى طالب رضى الله عنه وقد وهب الله لى ستاً من البنات أنكحت خمسة منهن
أربعة منهن تزوجن من أبناء عمومتى من السادة والخامسة منهن زوجها شخصاً
صاحب دين وخلق من غير السادة رضيت به زوجاً لابنتى لأنة صاحب دين
وخلق وذلك حسب التعاليم الاسلامية وما جاءت به الأحاديث النبوية الشريفة
وقد أعلم أن كثير من أسر السادة الكريمة وأولياء الأمور فى مجتمعنا قد تزوجوا
بناتهم على أشخاص من غير السادة-

وخاتماً أخى العزيز دعنى ودعك من شريحة بسيطة جداً جداً من المجتمع الاسلامى
تتمسك بعادات وتقاليد فى مجتمعها ليس لها تأثير سوى فى مجتمعها وأطلب
منك لما عرفتة فيك من علم أن تتوجه فى ارشاد شباب المسلمين بالتمسك

بعماد النّدين الاساسی وهی الصّلاة وقد طلبت منك هذا الطلب لماعرفته فبك
ولما وصل الی مسامعی من مجهودات والدک ووجدک ووالد جدک من لقامة والحق
على الشعائر الذّبیة الّتی جاء بها دیننا الحنیف۔
والسلام علیکم ورحمة اللّٰه وبرکاته

آخرک المخلص

ترجمہ تحریر

بسم اللّٰه الرّحمن الرّحیم

اللّٰه کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم کرنے والا

حضرت فاضل پیارے بھائی سید نصیر الدین بن سید معین الدین جیلانی

اللّٰه اُس کی حفاظت فرمائے اور اُس کا سایہ (باقی رہنا اور فیض دینا) دراز کرے۔

السلام علیکم ورحمة اللّٰه وبرکاته اور اس تسمیہ دُعا اور سلام کے بعد

تحقیق آپ نے مجھ سے سوال کیا تھا، غیر سید کے ساتھ سیدہ کی شادی (نکاح)

کے متعلق اور مجھے اللّٰه کی قسم دی تھی کہ میں اس بارے میں اپنی واضح رائے بیان کروں

اور یہ کہ آپ (صریح رائے نہ دینے کی صورت میں) قیامت کے دن اللّٰه کے سامنے

مجھ سے پوچھیں گے (میرے خلاف تالش کریں گے) تو اسی لیے میں (بر ملا) کہتا ہوں

کہ اس بارے میں میری رائے یہی ہے کہ ایسا نکاح جائز ہے۔ تعلیمات اسلامیہ

جو اس بارے میں آئیں اور جو کچھ سید البشر ہمارے نبی رسول اللّٰه ﷺ نے اس سلسلے

میں اپنی زبان (حق ترجمان) سے بیان فرمایا، پر اعتماد و بھروسہ کرتے ہوئے (میں نے اپنی رائے صریح کہہ دی ہے) آپ ﷺ نے فرمایا ”تمہارے پاس وہ شخص (رشتہ طلب کرنے کے لیے) آئے کہ جس کے دین اور خلق تمہیں پسند آئیں، تو اُس سے (اپنی بیٹی کی) شادی کر دو“، یعنی حدیث شریف ہمیں اس کی رغبت دلاتی ہے کہ ہم اپنی بیٹیاں دیندار اور صاحبِ خلق (تقویٰ) لوگوں کو دیں، قطع نظر دوسرے اقدار و معیار سے۔

اور تحقیق رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث پاک آئی کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورت کا نکاح چار چیزوں کی بنیادوں پر کیا جاتا ہے، اُس کے مال کی بنیاد پر، اُس کے منصب و عزت کے سبب، اُس کے خُسن و جمال کے باعث یا اُس کی دینداری کی وجہ سے، پس تو دیندار کو اختیار کر تیرے ہاتھ خاک آلودہ ہوں۔ (مشفق علیہ) اس حدیث شریف سے ہم یہی نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ بے شک شریعتِ مبارکہ اسلامیت اور رسولِ عظیم ﷺ کے فرمودات شادی کے سلسلے میں دین اور تقویٰ کو مرکزی حیثیت دیتے ہیں اور دین و تقویٰ کو باقی تمام معیاروں پر فضیلت دیتے ہیں، عورت کے لیے اور گزشتہ دونوں حدیثوں سے ہم یہی نتیجہ حاصل کر سکتے ہیں کہ بے شک رسولِ اکرم ﷺ نے دین اور تدبیر (تقویٰ و صبر) کو دوسری تمام صفات (اقدار) پر فضیلت دی ہے۔ جیسا کہ میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ بے شک عقدِ نکاح کی تکمیل، ارکان اور شروط پر مبنی ہے۔ پس یہ ارکان شرعی تعلیمات کے مطابق یہ ہیں کہ (زوجین) مرد اور

عورت کا موافق نکاح (رکاوٹوں) سے خالی ہونا اور ایجاب و قبول اور شروط عقد نکاح یہ ہیں کہ مرد اور عورت کا تعین، اُن دونوں کی رضا مندی اور ولی کا ہونا اور گواہوں کا ہونا، پس اِن ارکان اور شروط کے ساتھ دین حنیف اسلام میں شرعی عقد نکاح کی تکمیل ہو جاتی ہے اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے۔

معزز بھائی! اس وضاحت کے بعد میں آپ کو سیدہ کے سید مرد کے ساتھ اور سیدہ کے غیر سید مرد کے ساتھ نکاح کے بارے میں اپنی رائے سے مطلع کرتا ہوں۔

معزز بھائی! جو کچھ میرا اعتقاد ہے اور جو کچھ میں جانتا ہوں، وہ واضح ہے کہ مذاہب اربعہ کے بعض لوگوں کے متعلق یہی ذکر کیا جاتا ہے، کہ ان کا اجتماع (کفو) پر عمل کرنا، زوجین کے درمیان نکاح کی کامیابی، آسانی اور مضبوطی کے لئے ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے۔

پیارے بھائی! آپ جانتے ہیں کہ الحمد للہ میرا نسب حضرت حسین بن علی و سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہم تک موصول ہے، وہ سیدہ فاطمہ جو رسول اللہ ﷺ کی دختر اور حضرت علیؑ کی زوجہ محترمہ ہیں اور مجھے اللہ نے چھ بیٹیوں سے نوازا، جن میں سے پانچ کی میں نے شادیاں کر دی ہیں۔ اُن میں سے چار بیٹیوں کی تو میرے عم زادگان اور ابن عم زادگان سادات کے ساتھ شادیاں ہوئی ہیں، جب کہ پانچویں بیٹی کو میں نے ایسے شخص سے بیاہ دیا ہے، جو سید تو نہیں، لیکن دین اور اخلاق کے لحاظ سے بہتر انسان ہے اور اُس سے اپنی بیٹی کی شادی کو میں نے پسند کیا ہے، کیوں کہ وہ شخص

صاحب دین و عقل ہے اور یہ بات تعلیمات اسلامیہ اور احادیث نبویہ شریفہ کی رو سے ہے اور میں تحقیق کے ساتھ جانتا ہوں کہ بہت سے سادات خاندان والوں نے بحیثیت اولیائے امور ہونے کے ہمارے معاشرے (مدینہ طیبہ اور عرب شریف کے ماحول) میں اپنی بیٹیوں کے نکاح غیر سادات میں کر دیئے ہیں۔

اے معزز بھائی! آخر میں آپ مجھے اور اپنے آپ کو اسلام کی اجتماعی اور بالکل واضح تشریح کے حوالے کیجئے۔ آپ اسلام کی اجتماعیت کی تقلید اور اُس کی من حیث المجموع عادات و شعائر کے ساتھ تمسک کی کوشش کریں، کیوں کہ اسلام کی تائید اُس کی اجتماعیت کے بغیر کچھ نہیں۔ میں نے چوں کہ آپ میں علمی لیاقت محسوس کی ہے، اسی لیے میں آپ کی توجہ اُمت مسلمہ کے نوجوانوں کی رہنمائی و ہدایت کی طرف مبذول کراتا ہوں کہ آپ انہیں دین کے اہم ستون کے ساتھ وابستہ ہونے کی تلقین کریں اور وہ اہم ستون اسلامی، نماز ہے اور میں نے آپ سے یہ مطالبہ اس لئے کیا ہے کہ میں نے آپ میں یہ صلاحیت و استعداد جان اور پہچان لی ہے اور مجھ تک آپ کے والدِ گرامی، جدِ امجد اور جدِ اعلیٰ (پردادا جان حضرت پیر مر علی شاہ) کی اُن مساعی جلیلہ کا علم پہنچا ہے، جو انہوں نے اقامتِ دین متین اور شعائرِ دینیہ کی طرف لوگوں کو راغب کرنے کے لئے کیں، جن کو لے کر یہ دین حنیف ہمارے پاس آیا ہے۔

اور آپ سب پر سلامتی اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔

آپ کا مخلص بھائی



باب پنجم

مفتیانِ گولڑہ کے فتوے

اور

اُن کے بھیا نک نتائج



اعلیٰ حضرت گولڑوی کے فتویٰ کی غلط تعبیرات و تشریحات

جن لوگوں کو بالخصوص فقہ حنفی سے قدرے مَس ہے، وہ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ نکاحِ سیدہ باغیر سید سے متعلق جو فتویٰ حضرت پیر مہر علی شاہؒ نے دیا ہے وہ فقہ حنفی کے عین مطابق ہے۔ مگر آپ کے بعد جن لوگوں نے اس مسئلہ میں اپنے ذاتی نقطہ نظر کو سہارا دینے کے لئے حضرت پیر صاحبؒ کے فتویٰ کی غلط تسلط تشریحات کر کے جو گل کھلائے ہیں، وہ اہل علم پر مخفی نہیں ہیں۔ مثلاً سوال یہ کیا گیا تھا کہ ایک سیدہ جس کا نکاح غیر کفو میں اُس کے قریبی یا بعیدی اولیاء کی رضا مندی کے بغیر کر دیا گیا، کیا ایسا نکاح منعقد ہو گیا؟ آپ نے جواب دیا کہ اس طرح کا نکاح جو غیر کفو میں ہو اور اولیاء کی رضا مندی کے خلاف کیا جائے، وہ فقہ حنفی کے مطابق منعقد نہیں ہوتا ایسے نکاح کے منعقد نہ ہونے پر فقہ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ آپ کا یہ جواب فقہ حنفی کے عین مطابق تھا، جس پر کوئی حنفی المذہب عالم یا مفتی کوئی اعتراض وارد نہیں کر سکتا۔ مگر بعض دوست نما دشمنوں نے آپ کی مذکورہ عبارت سے یہ مفہوم باور کرانے کی سعی لا حاصل کی کہ اولیاء کی رضا مندی کے ہوتے ہوئے بھی یہ نکاح منعقد نہیں ہوتا، حالانکہ حضرت پیر صاحبؒ کی عبارت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی، یہ آپ کی ذات پر کھلا ہتھان ہے۔ ہم کب کہتے ہیں کہ عجمی اقوام سادات کی کفو ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ مطلقاً کفو نہیں ہیں۔ مگر کوئی بڑے سے بڑا مفتی فقہ حنفی سے یہ ثابت کر کے

دکھا دے کہ اولیاء کی رضا کے باوجود بھی کسی بھی مومنہ خاتون کا نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتا، تو میں اپنا موقف سرعام بدل کر رجوع کر لوں گا، ستم یہ ہے کہ ایسے مفتیوں کے رسائل (جن سے درگاہ گولڑہ شریف کے بک سٹال بھرے پڑے ہیں) سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف اور صرف سادات کا ایسا گھرانہ ہے کہ جن کی خواتین کا نکاح غیر کفو میں منعقد ہی نہیں ہوتا، حالانکہ فقہائے اسلام نے شریعت کے مسائل کو کسی مخصوص خاندان کے لئے بطور خاص وضع نہیں کیا تھا، بلکہ اگر سیدہ کا نکاح غیر کفو میں رضائے اولیاء کے بغیر منعقد نہیں ہوتا، تو کسی دوسرے خاندان کی کسی خاتون کا نکاح بھی اولیاء کی رضامندی کے بغیر کسی غیر کفو مرد سے منعقد نہیں ہوتا، کیوں کہ مسائلِ فقہ عام ہیں، جو تمام اُمتِ مسلمہ کو شامل ہیں اور اگر سیدہ کے لیے کوئی الگ حکم (پرنسپل) شریعت میں وضع کیا گیا ہے تو پھر کسی بھی مفتی یا عالم پر ضروری ہے کہ وہ اُس کا ایسا ثبوت احناف کی معتبر کتب سے پیش کرے، جس کی روایت کو خود صاحبِ مذہب امام ابو حنیفہؒ یا پھر صاحبینؒ کی تائید حاصل ہو تو ہم تسلیم کرنے میں ذرا دیر نہ کریں گے۔

مفتیانِ گولڑہ شریف کے فتوؤں کے بھیا نک نتائج

جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے کہ اگر مفتیانِ گولڑہ کے اس فیصلہ کو آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لیا جائے کہ رضائے اولیاء کے باوجود بھی سیدہ کا نکاح غیر سید سے منعقد نہیں ہوتا، تو غور فرمائیے کہ آج سے لے کر چودہ سو سال تک کے اس طویل عرصے

میں جن لاکھوں سیدات کے نکاح غیر سید مردوں سے ہوئے ہیں جن کے ثبوت سے تاریخ بھری پڑی ہے، تو وہ سب کے سب نکاح نہ ہوئے اور نتیجتاً اتنی مخلوق جن میں لاکھوں صلحاء، علماء، فقہاء اور اولیاء شامل ہیں، معاذ اللہ ایک فعل قبیح کے مرتکب رہے اور اور نتیجتاً اُن کی اولاد بھی اُسی کھاتے میں گئی۔ علاوہ ازیں وہ سید زادیاں جو ایسے تمام غیر سادات افراد کے حوالہ عقد میں آئیں، عمر بھر اُن کے ازدواجی تعلقات معاذ اللہ ناجائز رہے اور اُن کی اولادیں بھی اسی عمل کا نتیجہ تھیں۔ خدا را انصاف کیجیے کیا حضرت گولڑوئی جیسی عظیم علمی و روحانی ہستی کے فتویٰ کا ایسا مفہوم یا مقصد ہو سکتا ہے کہ جس سے چودہ سو سال میں ہونے والے کرڈوں نکاح کا عدم ہوتے ہوں، عملِ زوجیت زنا اور پیدا ہونے والی اولاد نتیجہ زنا قرار پاتی ہو؟ ایسا ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ سارا کیا دھرا بعد کے ایسے تمام نام نہاد مفتیانِ مفترین کا ہے جنہوں نے کتاب و سنت اور اُکبیر اربعہ کی فقہ کے تمام اُصولوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے دولت مند، بااثر پیروں اور سادات کا قرب حاصل کرنے اور دُنیوی منفعت کے حصول کی خاطر اللہ کے ایک حلال کو حرام ثابت کرنے کی جھک ماری۔ شاعر نے ایسے ہی فتویٰ فروش مفتیوں، خطیبوں اور نام نہاد علماء کے لئے کہا تھا۔

مفتی شہر بھی انساں ہیں بہک سکتے ہیں

نقد پائیں تو یہ موقف سے کھسک سکتے ہیں

اگر یہ سب اپنی حد تک فتویٰ دیتے اور حسبِ عادت فقہی عبارات کے مفاہیم و مطالب

تو مروڑ کر اپنا نامہ اعمال سیاہ کرتے، تو ہم شاید اسے چند جملہ کی حماقتوں کا عنوان دے کر گزر جاتے، مگر ان کم نصیبوں نے حضرت پیر مرعلی شاہ گولڑوی ایسی عظیم علمی شخصیت کو اپنے ان مزموعات باطلہ کو منوانے کے لئے بہ طور ثبوت پیش کیا اور ہر جگہ اُن کی ذات کو نشانہ بنوانے کی کوشش کی، تاکہ علماء اور نقمائے عصر کے سامنے اُن کا علمی مرتبہ گھٹے اور لوگ اُن کے خلاف زبان کھولتے ہوئے کہنے لگیں کہ یہ کیسے عالم دین اور شیخ وقت تھے، جو خود کو حنفی المذہب تو لکھتے ہیں مگر فتویٰ فقہ حنفی کے کھلا مخالف دے رہے ہیں اور یہ ثابت کر رہے ہیں کہ سیدات کے لیے فقہ حنفی میں کوئی الگ تھلگ قانون ہے، جس کا عامۃ المسلمین سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لیے مجھ پر واجب تھا کہ میں اپنے اس جلیل القدر اور فقیہ المثل بیہی زماں دادا پر باندھے جانے والے اس عظیم بہتان کا ازالہ کروں اور علمائے اسلام کو بتاؤں کہ میرے جدِ امجد کا فتویٰ فقہ حنفی کے عین مطابق ہے، جس کی رُوسے بہ صورتِ رضائے اولیاء کسی بھی خاتون کا بشمول سیدہ وغیر سیدہ نکاح جائز و نافذ و لازم ہے۔

چوں کہ فتاویٰ مریدیہ میں شائع ہونے والا یہ فتویٰ ایسے استثناء کے جواب میں تھا کہ سیدہ کے اولیاء میں کوئی اس نکاح پر راضی نہ تھا، اس لیے حضرت پیر صاحب نے فقہ حنفی کے مطابق فتویٰ دیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ ایسا نکاح، جس میں اولیائے قریب و بعید راضی نہ ہوں، منعقد نہیں ہوتا اور اس کی علتِ فسادِ زمان ہے۔ لہذا مذہبِ حنفیہ میں ہر دور روایات پر عمل کرنا جائز ہے۔ ایک مفتی مجتہد حالات و واقعات کے مطابق

دفعِ فسادِ زمانہ کے پیشِ نظر ظاہرِ الزواہ کو چھوڑ کر نوادر پر بھی نٹوی صادر کر سکتا ہے، جیسا کہ نقویؒ مذکورہ میں حضرت گولڑوئیؒ نے کیا، کیوں کہ الحمد للہ آپ صرف ایک رسمی مفتی نہیں، بلکہ مفتی مجتہد تھے اور بلاشبہ یہ منصب آپ کے شایانِ شان تھا۔

نتیجہ بحث

ظاہرِ الزواہ اور نوادر کے اختلاف سے مخالفین کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، کیوں کہ یہ حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ غیر کفو میں سادات لڑکیوں کا نکاح ناجائز ہے، خواہ لڑکی اور اُس کا ولی راضی بھی ہو اور یہ بات نوادر سے بھی ثابت نہیں ہوتی، کیوں کہ ظاہرِ الزواہ کا مفاد یہ ہے کہ نکاح ولی کی رضا کے بغیر ہو تو جاتا ہے، مگر لازم نہیں ہوتا۔ ولی چاہے تو اُسے فسخ کر سکتا ہے اور حسن بن زیادؒ کی روایت کا حاصل یہ ہے کہ ولی کی رضا کے بغیر نکاح نائز و منعقد ہی نہیں ہوتا اور اُسے قاضی کے پاس فسخ کرانے کی ضرورت ہی نہیں، کیوں کہ ایسا نکاح (رضائے ولی کے بغیر) خود بخود باطل ہو جائے گا، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر ولی راضی ہو تو حسن بن زیادؒ (یعنی نوادر) کی روایت کے مطابق بھی وہ نکاح صحیح اور لازم ہوگا۔ (انتہی)

آپ نے غور کیا کہ مفتیانِ گولڑہ اور چند دیگر حنفی المذہب کلمانے والے علماء نے ائمہ احناف کے فیصلوں کا کس قدر حلیہ بگاڑ کر غلط سلط تاویلات کر کے اصل بات کو چھپا دیا اور یوں یہ سب وتکتمون الحق وانتہم تعلمون کی آئیے مبارکہ کا صحیح مصداق بنے۔

دعوتِ قبولِ حق و رجوع الی الحق

راقم الحروف ایسے تمام نام نہاد مفتیوں کو چیلنج کرتا ہے کہ وہ حنفی المذہب ہونے کے ناتے فقہ حنفی سے کسی امام مجتہد کا کوئی ایسا قول نکال کر سامنے لائیں، چاہے وہ ظاہر التزوایہ سے ہو یا نوادر سے کہ ولی کی رضا مندی کے باوجود بھی سیدہ یا غیر سیدہ کا نکاح غیر کفو میں منعقد ہی نہیں ہوتا۔ تو بندہ سرِ عام اپنے موقف سے رجوع کر لینے پر تیار ہے۔ ان شاء اللہ ایسی صورت میں مسلمانوں کے ایک جم غفیر، علماء اور مفتیانِ عظام کے جھگڑے میں اپنے سابقہ موقف سے رجوع کرنے میں ذرا تاہل نہیں کرے گا، مگر یہ بات ثابت نہ کر سکنے کی صورت میں ان سب پر بھی لازم ہوگا کہ وہ علماء و مفتیانِ اُمت اور دیگر مسلمانوں کی موجودگی میں سرِ عام رجوع کریں اور اللہ سے توبہ کریں کہ وہ آج تک محض دُنیوی لالچ اور جلبِ منفعت کی خاطر ناحق اللہ کے حلال کردہ نکاح کو حرام کہتے آئے ہیں۔ بندہ اس سلسلے میں ان سب حضرات کی اس دلیل کا شدت سے انتظار کرے گا، جب کہ بندہ نے اس کتاب میں اپنے موقف کے اثبات میں فقہ حنفی کی کُتب سے صریح جزئیات پیش کر دیے ہیں۔ مزید برآں یہ کہ اگر ان مفتیان کے نزدیک نکاحِ سیدہ یا غیر سیدہ حرام قطعی ہے تو وہ اس پر کوئی قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ دلیل پیش کریں۔ قرآن مجید یا خبر متواتر سے سیدہ کے غیر کفو میں نکاح کی حرمت پر کوئی نص صریح لائیں، تو چشمِ مارِ روشن دلی ماہاد و بدو نہ غسوط القناد۔ یاد رہے کہ بغیر کسی شرعی دلیل کے کسی چیز کو حرام قطعی

قرار دینا خود شریعت بنانے کے مترادف ہے اور اللہ کے حلال کو حرام کرنا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے، جیسے مشرکین نے سائبہؓ، بحیرہ اور وصیلہ وغیرہ حلال جانوروں کو از خود حرام کر لیا تھا اور اس کی مذمت میں آیات نازل ہوئیں۔ اللہ حق کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بقول جگر مراد آبادی۔

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضانِ محبت عام تو ہے عرفانِ محبت عام نہیں

سادات برادری سے میری ایک مخلصانہ التماس

آپ سب جانتے ہیں کہ ہم سب کی عزت محض اس لئے نہیں کی جاتی کہ ہم سیدہ فاطمہؓ زہراؓ کے نسب سے تعلق رکھتے ہیں، اگر ہم آج ہندو، سکھ، عیسائی، یہودی یا مرزائی مذہب اختیار کر لیں تو ہمارا یہ سارا نسب شرف دھرے کا دھارا رہ جائے گا اور حکومت پاکستان اور جملہ اہل اسلام ہمیں مشرکوں اور کافروں میں شمار کریں گے۔ معلوم ہوا کہ نسب سے زیادہ اہم چیز ایمان باللہ والرسول ہے۔ قرآن مجید کے احکام اور احادیث پر ایمان رکھنا لوازم ایمان سے ہے۔ لہذا جو سادات یہ کہتے ہیں کہ سیدہ کا نکاح غیر سید سے مطلقاً حرام ہے، یعنی ہو ہی نہیں سکتا۔ میں اُن سے یہ کہتا ہوں کہ آپ سب عام مسلمانوں کی لڑکیوں سے نکاح کرنا تو جائز سمجھتے ہیں اور کرتے بھی ہیں اور عام مسلمانوں سے اپنی لڑکیوں کا نکاح کرنا حرام و ناجائز کہتے ہیں، اس طرح تو آپ نے بے چارے عام مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کے حکم میں

کر دیا ہے، یعنی جس طرح یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے اسلام میں نکاح کرنا تو جائز ہے، لیکن یہود و نصاریٰ کو مسلمان لڑکیاں نکاح میں دینا حرام و ناجائز ہے۔ اسی طرح آپ لوگ بھی عام مسلمانوں کی لڑکیوں سے نکاح کرنا جائز اور عام مسلمانوں سے اپنی لڑکیوں کے نکاح کرنا جائز کہتے ہیں۔ اس طرح آپ نے بغیر کسی شرعی دلیل کے رسول اللہ ﷺ کی اُمت کی عظیم اکثریت اور تمام غیر سادات مسلمانوں کو یہودیوں اور عیسائیوں کے حکم میں کر ڈالا۔ اللہ سے ڈریے اور اپنی طرف سے کوئی نئی شریعت بنانے کی کوشش نہ کیجئے اور یوں بے چارے غیر سادات مسلمانوں کو کفار و مشرکین کی صف میں کھڑا نہ کیجئے۔ خدا را اپنے نانا جان کی اس اُمت کو، جس میں غیر سادات مگر بڑے مٹقی، علماء، مشائخ، زُہاد اور نجانے کس کس مقام کے لوگ شامل ہیں، مشرکوں اور کافروں کے حکم میں نہ رکھیے۔ اپنی بیٹیوں کا رشتہ بے شک انہیں نہ دیجئے، مگر دینے کو حرام تو نہ کہیے۔ اس سلسلے میں میری ذاتی رائے یہ ہے کہ آپ لوگ بھی غیر سادات کی لڑکیوں سے بلسلہ نکاح گریز کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے اس غیر اسلامی عمل سے جھگ آ کر کسی غیر سید قوم کا فرد آپ کو اپنی لڑکی نکاح میں دینے سے صاف انکار کر دے، کیوں کہ سب لوگ یکساں نہیں ہوتے، کچھ لوگوں میں غیرت و حمیت کا مادہ بھی ہوتا ہے۔ آپ اور آپ کے نسب کا احترام صرف اسی ایک صورت میں برقرار رہ سکتا ہے کہ اپنے جدِ امجد سید الساجدین حضرت امام زین العابدینؑ کی سنت مساوات پر عمل فرمائیں، خود کو عامۃ المسلمین کے ساتھ شرعی احکام میں

برابر تصور کریں، تو اس طرح آپ کی نسبی عزت غیر سادات اقوام میں بلند تر ہو جائے گی۔ کوئی غیر سید آپ سے رشتہ لینے آئے تو یہ کہتے ہوئے معذرت کر لیں کہ جس طرح تم سب اپنے اپنے خاندانوں میں رشتہ دینے کو ترجیح دیتے ہو، ہم بھی اپنے افراد خاندان یا اپنے ہم قوم افراد میں رشتہ دینے کو ترجیح دیتے ہیں۔ لہذا ہم معذرت خواہ ہیں۔

فضیلتِ نسبی پر حضرت عبداللہ المحضؓ کا مُسکِت جواب

جس طرح امام صن کے پوتے عبداللہ المحضؓ سے سوال ہوا تھا کہ آپ خود کو کیوں غیر فاطمی خاندانوں سے افضل سمجھتے ہیں، حالانکہ شریعت کے جملہ احکام کے اطلاق میں آپ ہمارے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ اس پر آپ نے جواب دیا تھا کہ ہم نے تو کبھی اپنے منہ سے یہ نہیں کہا کہ ہم غیر فاطمی خاندانوں سے افضل و برتر ہیں اور دوسرے سب ہم سے کم تر ہیں، تم یہ بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں اختیار دیتا تو تم کس خاندان میں پیدا ہونے کو ترجیح دیتے؟ اُس نے کہا کہ خاندانِ رسالت کو، فرمایا: تو پھر تم اس خاندان کو خود ہی با فضیلت سمجھ کر اس میں پیدا ہونے کو اختیار کرتے تو اس خاندان کو خود تم نے افضل سمجھا، یا ہم نے اپنے منہ سے اسے افضل و برتر کہا۔ اس پر وہ شرمندہ ہو گیا۔ آپ نے دیکھا کہ اپنے منہ میاں مٹھو بننے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ کمال یہ ہے کہ دوسرے آپ کی فضیلت کو خود تسلیم کریں اور یہ صورت اُسی وقت پیدا ہو سکتی ہے، جب آپ غیر سید افراد امت کو اُفتن جعل المسلمین کا المجرمین مالکم کیف تحکمون کے سلوک سے بچائیں۔ اللہ کریم ان امور کو

سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین
حقوقِ عزّت سب کے لیے برابر ہیں

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ (یعنی صاحبین) کے نزدیک کفایت دونوں جانب سے معتبر ہے، یعنی لڑکی اور لڑکا ہم کفو ہوں تو نکاح منعقد ہوتا ہے، مگر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کفایت کا اعتبار صرف لڑکی کی طرف سے ہے کہ اُس کے اولیاء اگر اُس کے نکاح کو اپنے لیے عار سمجھیں تو فسخ کر سکتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک گویا تنگ و عار عدم نکاح کی علت ٹھہرا، تو اس طرح اگر سیدہ خاندان کا کوئی فرد اولیاء کی رضامندی کے بغیر کسی ادنیٰ خاندان کی لڑکی سے نکاح کر لے، حالانکہ وہ لڑکی ایک اُونچے خاندان میں بیاہی گئی ہے، مگر بچوں کے اسفل خاندان والوں کی اس میں بے عزتی ہوئی ہے کہ لڑکی کے ولی کی رضا کے بغیر سید صاحب نے نکاح کر لیا ہے، تو ایسا نکاح بھی اُسی طرح منعقد نہیں ہوگا، جس طرح ایک سیدہ کے اولیاء کی رضامندی کے بغیر کوئی غیر سید ایک سیدہ سے نکاح پڑھوا لے۔ گویا شریعتِ مطہرہ میں حقوقِ عزّت سب کو برابر دیئے گئے ہیں۔ یہ نہیں کہ یہ حکم صرف سادات کے خاندان ہی سے مخصوص ہے اور باقی مسلمانوں کے لیے نہیں ہے۔ مفتیانِ گولڑہ نے اپنی تمام تحریرات میں ہر جگہ سادات کی ہتکِ عزّت کے ساتھ اس حکم کو مخصوص کرنے کی کوشش کی ہے، جو کہ تمام جلیل القدر فقہائے اُمت کے آفاقی منشائے اجتہاد کے سراسر خلاف ہے۔

علاوہ ازیں یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ نکاحِ سیدہ کا مسئلہ جہاں دوسری تمام مسلمان عورتوں کے ساتھ قوانینِ شرعیہ کے مساویانہ اطلاق کے ضمن میں شمار ہوتا ہے، وہاں اس کا حقوقِ نسواں سے بھی براہِ راست تعلق بنتا ہے کیوں کہ قوانینِ شرعیہ میں دخل اندازی کے عمل سے برآمد ہونے والے خطرناک نتائج سے جہاں ایک طرف شرعی حلال کو حرام قرار دینے کا گناہ لازم آتا ہے، وہاں ایک عورت کی حیثیت سے سیدہ خاتون کا ایک ایسا حق تلف ہوتا ہے جو اُسے اللہ اور رسول نے عطا کر رکھا ہے۔

آج دُنیا بھر میں بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص جو ادارے اور تنظیمیں عورتوں کے تحفظِ حقوق کے لیے اور اُن پر جبر و ستم کے خلاف آواز اُٹھا رہی ہیں، انہیں بشمول سیدات اُن تمام مجبور و مقہور ہو بیٹیوں کو اُن کے حقوق و لانے کے سلسلے میں فراموش نہیں کرنا چاہیے، جو آئے دن معاشرے کے بعض غیر شرعی رسم و رواج کی بھینت چڑھ رہی ہیں اور یوں ایک طرف جہاں عورت کی تذلیل ہو رہی ہے وہاں دوسری طرف تعلیماتِ اسلامیہ کی بدنامی بھی ہو رہی ہے۔ کچھ بھی کہا جائے، مگر حقیقت یہ ہے کہ دُنوی طبقاتی تقسیم کے باوجود تمام عورتیں بنیادی حقوق کے اعتبار سے شرعاً، اخلاقاً اور عقلاً برابر ہیں۔

حضرتِ اعلیٰ گولڑویؒ کا گستاخ اور دشمن کون ہے؟

میرے متعلق تو میرے قریبی کرم فرما اور مفتیانِ گولڑہ ایک عرصے سے مخلوقِ خدا

کو یہ باور کرانے کی کوشش میں مصروف و مبتلا ہیں کہ نصیر الدینؒ اپنے پردادا حضرت پیر مرعلی شاہ گولڑوئیؒ کا گستاخ ہو گیا، یہ اُن کے علمی مقام کی نفی کرتا اور اُن کے مسلک و مذہب کی تردید کرتا ہے، حالانکہ بفضلہ تعالیٰ میں اس الزام غلط سے بری ہوں۔ میں حضرت گولڑوئیؒ ایسی نابغہ عصر اور فاضل روزگار ہستی کے علمی مقام کو فقط تسلیم ہی نہیں کرتا، بلکہ اُس کے دفاع و تحفظ میں بھی شب و روز حسبِ مقدور مصروفِ عمل ہوں۔ اسی لیے میں نے نکاحِ سیدہ باغیر سید کے موضوع پر آج سے تقریباً بیس سال قبل قلم اٹھایا تھا اور ایک بار پھر اُسی مسئلہ و موضوع کی تشریح و تفہیم مزید کے لیے بساط بھر کوشش کر رہا ہوں۔ کیوں کہ میرے پردادا حضرت گولڑوئیؒ ایک محققِ فقیہ اور حنفی المذہب مفتی مجتہد تھے، انہوں نے عمر بھر حنفی مذہب پر عمل کیا، حنفی ہونے پر فخر کیا اور حنفی مذہب کے مطابق فتوے تحریر فرمائے۔ جب کہ ہمارے مفتیانِ گولڑہ اور کچھ دیگر کرم فرما آپ کے ایک صحیح محقق، مصوّب اور فقہ حنفی کے مطابق لکھتے ہوئے فتویٰ کی غلط تشریح و توجیہ کر کے اور اُس کا نہایت ہی غلط استعمال کر کے اربابِ علم اور اصحابِ بصیرت کی نظروں میں حضرت گولڑوئیؒ کو امامِ اعظم ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمد بن حسن شیبائیؒ اور دیگر ائمہ و فقہائے احناف کا مقابل و مخالف ثابت کرنے کی مذموم کوشش کر رہے ہیں اور یوں حضرت گولڑوئیؒ کو اُن مقتدر ہستیوں کے بالعموم اور امامِ اعظم ابو حنیفہؒ کے بالخصوص مقابل کھڑا کر رہے ہیں۔ جس امامِ اعظم کے بارے میں امام شافعیؒ جیسا مجتہد و فقیہ کہے کہ ”فقہ میں پوری انسانیت امام ابو حنیفہؒ کا کُنبہ

ہے۔ اب ان دوست نما دشمنوں کا حضرت گولڑوئیؒ کو امام ابو حنیفہؒ کے مقابلے میں کھڑا کرنا، اسی طرح ایک بر ملا گستاخی ہے، جس طرح کسی شاگرد کو اُس کے اُستاد کے مقابلے میں کھڑا کر دیا جائے۔ یہی توحفہ مراتب ہے جو شریعت و طریقت میں نسخہ اکسیر کا درجہ رکھتا ہے۔ ع

گر فرق مراتب نہ کئی زندیقی

مثلاً حضرت گولڑوئیؒ کے مشہور فتویٰ کے مطابق اگر کوئی لڑکی کسی غیر کفو میں اپنا نکاح اپنے اولیائے اقارب (قریبی در ثاء) کی رضا و اجازت کے بغیر خود بخود کرے، تو ایسا نکاح نہ منعقد ہوتا ہے اور نہ ہی لازم، یعنی اصلاً جائز ہی نہیں، جب کہ امام حسن بن زیادؒ کی ایک روایتِ نادرہ (جو امام ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب ہے) کے مطابق ہی یہ فتویٰ صادر کیا گیا ہے اور عمائے احناف کے نزدیک بھی مختار للفتویٰ یہی روایت ہے۔ البتہ ظاہر الزدایہ کے مطابق ایسا نکاح منعقد تو ہے، مگر لازم نہیں، یعنی لڑکی کے اولیاء قاضی کے پاس جا کر اس نکاح کو فسخ کرنے کا مطالبہ بھی کر سکتے ہیں۔ یہ دونوں روایتیں حنفی مذہب کی ہیں، ایک مجتہد مفتی حالات و واقعات کی نزاکت کے پیش نظر جس روایت پر فتویٰ صادر کرے، دُرست ہے۔ حضرت گولڑوئیؒ نے صورتِ مسئلہ اور جغرافیائی حالات و واقعات کو ملحوظِ نظر رکھ کر روایتِ نادرہ پر فتویٰ دیا، جو بالکل دُرست اور صحیح ہے، لیکن ان دوست نما دشمنوں نے آپ کے فتویٰ کا یہ غلط مطلب اخذ کیا، اُسے شائع کیا اور پوری اُمتِ مسلمہ کو اُس پر کاربند

کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ کسی لڑکی کا غیر کفو میں نکاح بالکل جائز ہی نہیں، بلکہ حرام اور زنا ہے، چاہے وہ نکاح لڑکی کے ولی اقرب کی اجازت و رضا سے ہو اور وہ اپنی لڑکی کا نکاح خود خوشی سے کر دے، تو اس طرح ان مہربانوں نے حضرت گولڑوئیؒ کو امام ابوحنیفہؒ کے مقابلے میں کھڑا کر کے، انہیں اپنے ائمہ و اسلاف سے نکرا دیا۔ جس سے علمی دنیا میں حضرت گولڑوئیؒ کے متعلق غلط فہمیوں اور شکوک و شبہات کے خدشات پیدا ہو گئے، جنہیں رفع کرنے کے لیے اس عاجز نے یہ قلمی کاوش کی۔ اب انصاف آپ لوگوں پر ہے کہ حضرت گولڑوئیؒ کا گستاخ اور دشمن میں ہوں، جس نے اُن کے نام اور کام پر پڑنے والی شکوک و اعتراضات کی گرد و غبار صاف کی اور انہیں امام اعظمؒ کا مقلد اور مذہبِ حنفی کا ایک سچا پیرو ثابت کیا یا وہ لوگ اُن کے دشمن و گستاخ ہیں، جنہوں نے حضرت گولڑویؒ کی مذہبی حیثیت ہی مشکوک کر کے رکھ دی اور انہیں مذہبِ حنفی کا مقلد ہوتے، کہلاتے ہوئے بھی اُسی مذہب کا مخالف ثابت کر دیا۔

ایک حدیث شریف کے تناظر میں مفتیانِ گولڑہ کا حضرت گولڑوئیؒ سے حسن سلوک قارئینِ کرام! یقیناً حضرت گولڑوئیؒ کے مخالف، دشمن، گستاخ اور اُن کی روح کو اذیت دینے والے یہی لوگ ہیں، جنہوں نے اُن کے فتویٰ کا غلط مطلب اخذ کیا، اُس کی غلط توجہ کی اور حضرت گولڑوئیؒ کی طرف ایسی بات منسوب کی، جو نہ انہوں نے لکھی، نہ سوچی اور نہ عمر بھر اُس پر راضی ہوئے۔ یہی توجیۃ القول بما لا یرضی بہ القائل

یہی گستاخی اور یہی کسی کو اذیت دینا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث شریف میں ایسی ہی حقیقت آشکار کی گئی ہے۔ حدیث شریف یہ ہے:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ قال اللہ تعالیٰ کذبنی ابنُ ادمَ ولم یکن لہ ذلکَ وشنمنی ولم یکن لہ ذلکَ فاما تکذیبہ ایتای فقولہ لن یعیدنی کما بدانی ولبس اول الخلق باہون علی من عادتم واما شتمہ ایتای فقولہ اتخذ اللہ ولدا وانا الاخذ الضمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لی کفوا احد وفی رواۃ ابن عباس واما شتمہ ایتای فقولہ لی ولد و سبحانی ان اتخذ صاحبۃ او ولدا رواہ البخاری۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ابنِ آدم (انسان) نے مجھے جھٹلایا اور اُسے یہ مناسب نہ تھا اور اُس نے مجھے گالی دی، حالانکہ اُسے یہ مناسب نہ تھا۔ پس اُس کا مجھے جھٹلانا تو اُس کا یہ کہنا ہے کہ اللہ مجھے دوبارہ زندہ کر کے نہیں اٹھائے گا، جس طرح اُس نے مجھے ابتداء پیدا کیا، حالانکہ پہلی بار پیدا کرنا میری ذات کے لیے بہ نسبت دوبارہ اٹھانے کے زیادہ آسان نہیں (یعنی پہلی بار کسی چیز کو پیدا کرنا میرے لیے مشکل نہیں، تو دوبارہ لوٹانا کیوں کر مشکل ہو سکتا ہے؟) اور لیکن اُس کا مجھے گالی دینا اُس کا یہ کہنا ہے کہ اللہ نے بیٹا بنا لیا، حالانکہ میں یکتا اور ایسا بے نیاز ہوں کہ نہ میں نے کسی کو جتنا اور نہ میں خود جتنا گیا ہوں اور نہ کوئی میرا ہمسر ہے اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے اور بہر حال اُس (انسان) کا مجھے گالی دینا،

اُس کا میرے لیے بیٹا ثابت کرنا ہے، حالانکہ میں پاک تر ہوں اس بات سے کہ میں بیوی بناؤں یا بیٹا بناؤں۔

نقل حدیث کا نتیجہ یہ نکلا کہ جس طرح عیسائیوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف مُنَزَّہ عن الشَّرکاء ہونے کے باوجود اُبُوْت کی نسبت کرنا اور عیسیٰ علیہ السلام کو اُس کا بیٹا قرار دینا، اُسے گالی دینا ہے۔ بالکل اسی طرح حضرت گولڑوئیؒ کی ذاتِ گرامی کی طرف مفتیانِ گولڑہ کے فتویٰ ہذا سے اپنے اخذ کردہ نتائج کا منسوب کرنا آپ کو گالی دینا ہے، کیوں کہ حضرت گولڑوئیؒ کا ذہن مبارک ان سب مفتیوں کے اخذ کردہ غیر فقہی اور غیر شرعی نقطہ نظر سے پاک تھا۔

لہذا اپنے جدِ امجد کا گستاخ میں نہیں، بلکہ آپ کے گستاخ اور دوست نماؤِ ثمن وہ تملّق شعار مفتیان اور نام نہاد علماء و خطباء ہیں، جنہوں نے بعض سادات کی ناپسندی طبع کا رُخ دیکھ کر ایک شرعی مسئلہ کا رُخ ہی بدل دیا اور پھر اُسے شریعت کا فیصلہ قرار دے دیا، ایسا کرنا علمائے دین کی شان کے سراسر خلاف ہے اور پھر ستم بالائے ستم یہ کہ اپنے اخذ کردہ نتائج کو حضرت گولڑوئیؒ کا فیصلہ ٹھہرا کر آپ کو اکابر فقہائے احناف کا فریقِ مخالف بنا دیا۔ یعنی ایک طرف صاحبِ مذہب امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کے وہ دلائل جن پر تیرہ سو سال سے اُمتِ عمل کر رہی ہے اور جن کے فیصلوں اور دلائل کے سامنے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور حضرت معین الدین چشتیؒ ایسے اکابر اپنا سر تسلیم خم کیے ہوئے ہیں اور دوسری طرف ان تملّق شعار مفتیوں نے

حضرت گولڑوئی کے فتویٰ کا یہ معنی لے کر کہ غیر کفو میں ولی اقرب کی رضا کے باوجود بھی سیدہ کا نکاح منعقد نہیں ہوتا، گویا حضرت پیر صاحب کو براہ راست امام ابو حنیفہؒ صاحبینؒ اور دیگر اکابر فقہائے اُمت کے مقابلے میں لاکھڑا کیا۔ اب چوں کہ حضرت پیر صاحبؒ خود کو حنفی المذہب سمجھنے کے ساتھ امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کو حجت بھی سمجھتے تھے اور خود کو ان کا خوشہ چین بھی گردانتے تھے، جیسا کہ آپ کی بعض تحریرات سے واضح ہے، تو قارئینِ کرام! انصاف کیجئے کہ آپ کے بعد والے ان مفتیوں اور مولویوں نے حضرت گولڑوئیؒ کو امام اعظمؒ اور صاحبینؒ کے مقابلے میں لاکر آپ کی اور آپ کی خدماتِ علمیہ کی کتنی بڑی توہین کی ہے۔ کیا حضرت گولڑوئیؒ کل قیامت کے دن ان سب کو معاف کر دیں گے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ حضرت گولڑوئیؒ تو اپنے آپ کو مذہبِ حنفی کی تقلید پر اس قدر پختگی سے کاربند سمجھتے تھے کہ میں نے کچھ بزرگ علماء سے سنا کہ جب فقہ قادیانیت کے استیصال کے لیے حضرت گولڑوئیؒ میدانِ عمل میں آئے اور آپ کی علمی شخصیت کے چرچے ہر طرف ہونے لگے اور مختلف مکاتبِ فکر کے علمائے کرام نے آپ کی تحقیقات پر اعتماد و عقیدت کا اظہار کیا تو ایک غیر مقلد مشہور مناظر و عالمِ دین نے حضرت گولڑوئیؒ سے کہا کہ حضرت! آپ کا تو علمی مقام ایسا ہے کہ آپ خود مرتبہ اجتہاد پر فائز ہیں، پھر آپ کو امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت گولڑوئیؒ نے جواباً فرمایا: میں تو اس قابل نہیں ہوں، بس یہ آپ کی قدر افزائی ہے، لیکن یہ بات بھی سُن رکھیں کہ آپ کے بقول اگر میں واقعتاً ایسے علمی مقام کا حامل

ہوں، تو جب مجھ ایسے شخص کو بھی امام صاحب کی تقلید کے بغیر چارہ نہیں اور میں بھی اپنے لیے اُن کی تقلید ضروری سمجھتا ہوں، تو پھر آپ خود اندازہ فرمائیں کہ عوام الناس کے لیے اُن کی تقلید کتنی ضروری ہے اور امام اعظم کا علمی اور اجتہادی مرتبہ کتنا بلند ہوگا؟

امام اعظم سے حضرت گولڑوی کا اظہار عقیدت

اسی طرح حضرت گولڑوی نے اپنی تالیف تفسیر مابین سنی و شیعہ کے آخر میں امام ابو حنیفہ کی علمی شان بیان کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اقتباس میں اُن سے اپنی عقیدت کا اظہار کس خوبصورت پیرائے میں کیا ہے۔

”امام ابو حنیفہ کی علمی شان: امام ابو حنیفہ کوئی فقہ و حدیث لینے والوں کے نام بالتفصیل اگر یہاں پر لکھتے جائیں، تو ایک کتاب بن جائے جو مجمل اور مخل ہوگی۔ لہذا ہم صرف اُن شروں کے نام لکھ دیتے ہیں، جن کے اہلیان نے حدیث و فقہ امام صاحب سے لی ہے:

اہل مکہ، اہل مدینہ، اہل بصرہ، اہل واسطہ، اہل موصل، اہل الجزیرہ، اہل الزائف، اہل نصیبین، اہل دمشق، اہل الرملہ، اہل مصر، اہل الیمین، اہل یمامہ، اہل البحرین، اہل بغداد، اہل الہواز، اہل کرمان، اہل اصہبان، اہل حلوان، اہل استرآباد، اہل ہمدان، اہل نہاوند، اہل الرے، اہل قومن، والد امغان، اہل طبرستان، اہل جرجان، اہل نیشاپور، اہل سرخس، اہل مس، اہل مرو، اہل بخارا، اہل سمرقند، اہل کیش، اہل صنعان، اہل رند، اہل بلخ، اہل ہرات، اہل آستان، اہل بستان، اہل الروم، اہل خوارزم۔

علاوہ ان کے ایسے لوگ بھی ہیں جن کا نام نامی کتابوں میں درج ہے اور شہرنا معلوم ہے، اُنہی اربعہ کے بعد محدثین و فقہاء و عوام گزشتہ اور موجودہ زمانہ میں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو روئے زمین پر جتنے حنفی، مالکی، شوافع، حنبلی تھے اور ہیں، باستثناء اُن قلیل افراد کے جو بزرگم خلیش اپنے تئیں مستغنی از فقہ سمجھتے ہیں اور عند الحاجت واقعات کے پیش آنے پر کتب فقہ کی پناہ لیتے ہیں۔ علم تصوف کے حقائق و معارف ایسا ہی قال و مال سب کے لیے مستطبی الیہ آپ ہی ہیں۔“

تاریخ کرام! حضرت گولڑوئیؒ عمر بھر جس ہستی کے مذہب سے وابستہ رہے اور جن کی تقلید کا زریں قلابہ زیب گردن کیے رکھا، ان عاقبت نا اندیش مفتیان و مولویان نے محض پیران عظام کی شاہانہ طبیعت کو خوش رکھنے کے لیے حضرت گولڑوئیؒ کو اُسی امام کے بالقابل لاکھڑا کیا اور یوں حضرت گولڑوئیؒ کے مذکورہ فتویٰ کو احتاف کے درمیان بھی باعث نزاع بنادیا۔

اعترافِ حقیقت

یہ حقیقت بھی اپنے مقام پر تسلیم شدہ ہے کہ اس متنازعہ فتویٰ کی اُلجھی ہوئی گتھی کو آج تک نہ سلجھانے کے ذمہ دار خود ہم لوگ بھی ہیں، کیوں کہ ہم نے دینی علوم کی تحصیل میں اتنا وقت صرف نہیں کیا اور نہ ان علوم کو اتنا وقت دیا، جتنا ہمارے بزرگوں نے دیا تھا، جس کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے۔ ہماری زندگی کے اکثر لمحات

حکومتی دیسای رابطوں کی نذر ہو جاتے ہیں۔ پراپرٹی، بینک بیلنس، آمدنی، خرچہ مال کی تقسیم، پائی پائی کا حساب، چچے چچے کی پیالش اور دیگر ذنبوی اُمور ہماری طبعی دلچسپیوں کا مرکز ہیں۔ نہ ہمیں دینی علوم کی تحصیل کا شوق رہا، نہ ہمارے دلوں میں ان علوم کو حاصل کرنے والوں کی کوئی قدر و منزلت رہی، ہمارا نصب العین صرف دولتِ دنیا کا حصول رہ گیا، اگر رات دن کسی چیز کی ہمیں فکر ہے، تو یہی کہ مزید دولت کیسے ہاتھ لگے، ہمارے دلوں میں قریب ترین خونی رشتوں سے بھی بڑھ کر اگر آج کسی چیز کی عزت ہے تو وہ صرف روپے پیسے کی، گویا رشتوں اور قرابتوں کی جگہ مال و زر کی محبت نے لے لی، حالانکہ بردایتِ حضرت ابو ہریرہؓ حضور علیہ السلام نے دنیا کی محبت میں یوں کھو جانے والوں کے لیے یہ الفاظ فرمائے: قَالَ لَعَنَ عَبْدِذِیْنَارٍ وَ عَبْدِاللّٰہِ رَاہِمٌ (رواہ الترمذی) یعنی روپے پیسے کا غلام لعنتی ہے۔ ایثار و مؤاخات کے جذبات کا عدم ہو گئے، بڑے چھوٹے کی تمیز جاتی رہی، چاروں طرف سے ہمیں حرصِ دنیا نے بری طرح گھیر لیا، ذنبوی اُمور میں ایک دوسرے سے بڑھنے کے جنون نے ہماری رات کی نیندیں تک حرام کر دیں اور یوں ہم نیکانِ فی الاموال کے الفاظِ قرآنی کا مصداق بن کر رہ گئے، علماء و صلحاء اور غریب انسانوں کو ترجیح دینے کے بجائے ہم نے حکومتِ وقت کے اعلیٰ مناصب پر براجمان طبقہ، وڈیروں، جاگیرداروں اور امیر لوگوں سے تعلقات رکھنے کو ترجیح دے دی اور اپنے اس گھٹیا عمل لے چچے کے لفظ پر مجھے اپنی ایک رہائی یاد آگئی جو میں نے اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہی تھی مگر اس کے اطلاق میں تو ہر انسان آتا ہے۔ لہذا اسے بغور پڑھیں۔

یہ وسعتِ ماہ و طین دو گز ہی رہی کھل کر بھی بے کین دو گز ہی رہی

اتنی بڑی جاگیر نے کیا تجھ کو دیا جسے میں ترے زمین دو گز ہی رہی

کو اپنے لیے باعثِ فخر و مباہات سمجھا۔ جب کہ ہمارے درویش منش، فقرِ محمدی کے وارث، غیور اسلافِ ذی وقار ہمیشہ اِن مذکورہ صفاتِ قبیحہ سے طبعاً، قولاً اور عملاً متنفر رہے اور فقراء و غرباء اور غلٹیِ خدا میں سے غریب اور محتاج طبقہ کے ساتھ اپنی مقدس زندگیاں گزار گئے اور یہ طبقہ اختیار حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ السامی کی اُن وصایا پر ہمیشہ سختی سے کار بند رہا، جو آپ نے وفات سے کچھ قبل اپنے تمام بیٹوں کو طلب فرما کر ارشاد فرمائی تھیں۔ ہم یہاں اُن کو قارئین کی فیض یابی کے لیے مع ترجمہ نقل کر رہے ہیں۔

پیرانِ پیر کی اپنے بیٹوں کو قبل از وفات وصایا

أوصيك بتقوى الله وطاعته ولزوم ظاهر الشرع وسلامة الصدر
وسخاء النفس وبشاشة الوجه وبذل الثدى وكف الاذى وحمل الاذى والفقر
وحفظ حرمان المشايخ والعشرة مع الاخوان والتصحية للصاغر والاكابر
وترك الخصومة والارفاق وملازمة الايثار ومجانبة الادخار وترك صحبة من ليس
من طبقتهم والمعاونة في امر الدين والدنيا أوصيك ان تصحب الاغنياء بالتعزز
والفقراء بالقذل۔

ترجمہ: میں تمہیں خوفِ خدا، اُس کی اطاعت، ظاہرِ شرع کی پابندی، صفائیِ قلب، سخاوتِ نفس، کُشدہ روئی (خندہ پیشانی، خوش اخلاقی)، فضل و کرم، ایذا رسانی کے ترک، اذیت کی برداشت، تحملِ فقر (بھوک)، آدابِ مشائخ کی حفاظت، بھائیوں سے

۱۔ کتاب منظر لا ریب ترجمہ شرح نوح الغیب، مترجمین: علامہ محمد شافعی، شیخ قصوری مدظلہ، علامہ محمد طہین قادری شطاری مدظلہ

ص 510، طبع اول، سن طباعت فردی 2002ء۔ ناشر نورینہ رضویہ، جلی کیشنز 11۔ گنج بخش روڈ لاہور

حُسنِ سلوک، چھوٹوں اور بڑوں کی خیر خواہی، ترکِ خصوصیت، اختیارِ نرمی، ایثار پر کاربند رہنے، ذخیرہ اندوزی سے اجتناب، صالحین کے علاوہ سے ترکِ ہم نشینی، دین و دنیا کے امور میں باہمی تعاون کی وصیت کرتا ہوں۔ میں تمہیں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ دولت مندوں کے ساتھ خودداری اور وقار و استغناء سے پیش آؤ، جب کہ فقراء و غرباء کے ساتھ تواضع اختیار کرو (انتہی)۔

دنیا کے دامِ محبت میں شب و روز ہمارے اسیر رہنے کا بظاہر یہ خوش آئند نتیجہ تو ضرور نکلا کہ دنیا اور معاملاتِ دنیا کے ادراک میں بڑے سے بڑا خزانہ دنیا دار بھی آج ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتا، مگر افسوس کہ دین کے بارے میں ہماری معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔

کام کرنے کا یہی ہے ہمیں کرنا ہے یہی

اگر ہم نے دنیا کی طرف کی ہوئی رغبت کے برابر یا اُس سے بھی بہت کم کوشش دینِ مصطفیٰ کو پڑھ لینے کے لیے صرف کی ہوتی تو آج کسی ملاح اور مفتی کی مدد کے بغیر ہم حضرت گولڑوئیؒ کے اس فتویٰ کا منشاء فقہ حنفی کی روشنی میں براہِ راست خود سمجھ گئے ہوتے، مگر ہم نے ہمیشہ مولویوں اور مفتیوں کی علمی خدمات حاصل کرنے ہی پر اکتفا کیا اور یوں خطبہ دینے، امامت کرنے، فتویٰ لکھنے، سرِ منبر تبلیغِ دین کے عمل، درس و تدریس کی روایت اور تصنیف و تالیف ایسی اکابرِ اسلاف کی سنتوں کو اپنے شایانِ شان نہ سمجھتے ہوئے ازراہِ تحقیر اسے ملا ازم کے کھاتے میں ڈال دیا کہ ہم

تو مشائخ زادے ہیں، ہمارے شایانِ شان تو صرف مجلس آرا ہونا اور صرف اپنی میری مریدی پر توجہ رکھنا ہے۔ ہم اپنی شان کے خلاف ایسے اُمور کیوں سرانجام دیں، جب کہ ہمارے اسلاف کبار اور بزرگانِ ذی وقار مَحُولہ بالا سارے کام حسبِ ضرورت ہر دور میں خود کرتے آئے، جن کے ثبوت سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں، بلکہ ان میں سے اکثر اُمور حضور سید عالم ﷺ مگر بھر خود بھی سرانجام فرماتے رہے۔ صوفیاء میں سے اگر کوئی صوفی ان اُمور میں سے کسی ایک اُمر پر غلبہٴ حال یا کسی اور غدر کے سبب عمل نہ کر سکا ہو، تو اُس کا عمل نہ کرنا ہمارے لیے حُجّت کا وہ درجہ نہیں رکھتا، جس طرح سید عالم ﷺ کا ان میں سے کسی ایک بات پر عمل فرمانا حُجّت کا درجہ رکھتا ہے۔ نتیجتاً آج ہمارے اسلاف کے وہ تمام مقدس عہدے اُن علمائے خیر اور مفتیانِ حق پرست کے پاس چلے گئے، جنہیں ہم نے اپنے شایانِ شان نہیں سمجھا اور یوں ہماری بے توجہی کے سبب انہیں حاصل ہو گئے۔ اب ہم ہر طرح اہلِ علم کے محتاج ہو کر رہ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ایسے پیر صاحبانِ مُفتیوں، مولویوں اور خطیبوں کی آؤ بھگت زیادہ کرتے ہیں، کیوں کہ یہی لوگ مریدین کے ہجوم میں ہمارے نام کو چکانے کا واحد ذریعہ بنتے ہیں۔

درگاہوں سے وابستہ علماء و خطباء کی حالت زار

رہادرگاہوں سے وابستہ علماء و مفتیان و خطباء کا معاملہ، تو اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ ان میں سے اکثر حضرات نے اپنی قدر و منزلت بُری طرح کھودی ہے۔

مُنہ سے کہیں نہ کہیں، مگر ہم سب جانتے ہیں کہ یہ ہم پیر لوگوں کا مزاج دیکھ کر مجالس میں بولنے والا طبقہ ہے، جو ہم ایسے پیروں کو عوام الناس میں بہ طور خاصانِ حق متعارف کرانے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ دنیوی امور میں ہمارے تعاون کے بغیر یہ طبقہ نہیں چل سکتا، مصیبت پڑنے پر اس طبقہ کے مرجع و معاد ہم لوگ ہی ہوتے ہیں۔ مختلف مدارس میں درس و تدریس، دینی مجالس میں خطابات و تقاریر اور دارالافتاء میں فتاویٰ جات کی کمائی سے اپنے اہل و عیال کا پیٹ پالنے والا یہ طبقہ روحانی طور پر انتہائی انحطاط کا شکار ہو چکا ہے۔ اب درگاہوں کے پیر اس کی ضرورت بن چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری نظر میں بھی ایسے علماء کے علم کی کوئی قدر و منزلت رہی اور نہ خود اُن کی، ہم جانتے ہیں کہ انہیں ہر صورت ہمارے وضع کردہ نظریات یا نقطہ ہائے نظر کا ساتھ دینا ہی ہوتا ہے۔ ہم اپنے دل میں ان کی اوقاتِ خوب جان چکے ہیں۔ سو اُپر اُپر ہی سے ان کی آؤ بھگت کر کے اور کچھ تجھے تحائف دے کر انہیں خوش کیے رکھتے ہیں، تاکہ یہ کم بخت کہیں ہمارے ہی خلاف نہ ہو جائیں اور سرِ مجلس کی جانے والی تعریفات و توصیفات کا بنا بنایا سارا کھیل کہیں بگڑ نہ جائے۔ ہم لوگ بد قسمتی سے اپنی تعریفات سُنے کے بُری طرح عادی ہو چکے ہیں۔ اپنے خلاف کوئی ہلکا سا جملہ یا کسی خطیب کی طرف سے دورانِ خطاب اپنے خلاف اشارۃً بھی کوئی لفظ برداشت کرنے کا ہم میں حوصلہ نہیں رہا۔

لہذا اے علمائے اُمتِ مسلمہ! اگر واقعی آپ لوگ باضمیرِ عالمِ دین ہیں تو اپنے مشائخ

کے منہ پر ذرا کلمہ حق کہہ کر دیکھیں کہ کیا وہ اب بھی آپ کے ساتھ پہلے ہی والا برتاؤ کرتے ہیں یا نہیں؟ بات کھل کر سامنے آ جائے گی۔ معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ اگر آپ میں سے کچھ لوگ ذہنی طور پر نہایت پست اور گھنیا واقع ہوئے ہیں، تو کوئی بات نہیں، ایسا ہوتا آیا ہے، مگر ایسے افراد سے گزارش یہ ہے کہ بیشک وہ ذہنی طور پر گھنیا رہیں اور کھل کر ہم ایسے پیروں کی خلوت و جلوت میں جاوے جا تعریفات کے پل باندھ کر ہم سے اور ہمارے عقیدت مندوں سے دُنیوی مفادات حاصل کرنے میں کوشاں رہیں، لیکن خدا، قرآن و سنت اور علوم اسلامیہ کی یوں بے قدری و بے وقعتی کا سبب تو نہ بنیں۔ کیوں کہ آپ میں سے بعض لوگ ذہنی طور پر گھنیا تو ضرور ہو سکتے ہیں، مگر اُن بعض کے ذہن میں علوم اسلامیہ کی جو دولت موجود ہے، وہ تو کسی طرح گھنیا نہیں کہی جاسکتی۔

علمائے کرام کی خدمت میں ایک مخلصانہ مشورہ

لِذَا عُلَمَاءُ وَخُطَبَاءُ وَمُقْتَبَانِ وَالْأَتْبَارُ كُفْرًا قَصِصًا مَشُورًا یہی ہے کہ اگر آپ کچھ جانتے ہیں تو اُسے بزورِ علم منوائیں اور اگر کچھ نہیں جانتے تو خواہ مخواہ کی اس میں نہیں سے باز آجائیں۔ قرآن و سنت اور شرعی مسائل میں بے جا تاویلات پیش کر کے اپنے کم مطالعہ پیرانِ عظام کے ذہن میں اُبھرنے والے کسی کمزور نقطہ نظر کو محض اُن کی خوشنودی کے لئے شریعت کے مطابق قرار نہ دیں۔ دنیا کی یہ فانی زندگی تو ایک نہ ایک دن ختم ہو جائے گی اور پھر آپ سب کو اللہ ربُّ العزت اور

کملی والے آقا علیہ السلام کے سامنے حاضر ہو کر دنیا میں اپنے اس سارے کیے دھرے کا مکمل حساب دینا ہوگا۔ اُس وقت آپ کو کپڑوں کے جوڑے، مٹھائیوں کے ڈبے اور بند لفافے دینے والے ہم ایسے پیر آپ کے کچھ بھی کام نہ آسکیں گے۔ خدارا ہمارے غلط جھانسون میں نہ آئیں۔ ہم صرف گرجتے ہیں، مگر برستے بہت کم ہیں، دکھاتے سب کچھ دینے کی طرح ہیں لیکن دیتے کچھ نہ دینے کی طرح، سنتے پوری توجہ سے ہیں مگر کرتے کراتے کچھ بھی نہیں، آپ کی طرف دیکھ کر مسکراتے ضرور ہیں، مگر وہ بھی بہت گھرے اور دُور رس مقاصد کے پیش نظر، کبھی کبھی آپ سے تھوڑا بہت مالی تعاون بھی کر دیتے ہیں، تاکہ آپ کو اس کی لت پڑی رہے۔ آپ کے ساتھ ہم نہایت حُسنِ اخلاق کے ساتھ پیش آتے ہیں، مگر محض آپ کے قلم اور آپ کی زبان کے شر سے بچنے کے لیے۔ جب آپ سرِ مجلس ہماری بے جا تعریف کرتے ہیں تو ہم اپنے دل میں کہہ رہے ہوتے ہیں، شاباش! ہمارے پڑھائے ہوئے طوطے! بولے جا، تو بہت اچھی بولیاں بولتا ہے۔ اللہ تجھے جزائے خیر دے، اس دعا کے علاوہ ہمارے پاس تجھے دینے کو رکھا ہی کیا ہے۔

لذا اے مفتیو! مولویو! خطیبو! ہم ایسے پیروں کا آپ سے تو یہ برتاؤ اور آپ ہیں کہ ہمارے لیے شریعتِ مصطفیٰ تک کو داؤ پر لگائے بیٹھے ہیں۔ خدارا جاگئے، اپنی آخرت کی فکر کیجئے، اپنے ایمان بچائیے، اپنے علم اور اپنے آپ کو یوں بے توقیر نہ ہونے دیجئے۔ جہاں تک بندہ کی ذات کا تعلق ہے تو مجھے آپ کی

تعریف و توصیف کی مطلقاً احتیاج نہیں، بلکہ آپ کا مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا ہی میرے لیے کافی ہے۔ ویسے میں تو سر مجلس اپنے خلاف سخت سے سخت جملے سننے کا پرانا عادی بھی ہوں۔ چوں کہ میں خود بھی اس میدان کا آدمی ہوں، لہذا میرے لیے یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں، جس سے مجھے کسی قسم کا خوف ہو، مگر شرط یہ ہے کہ مجھ پر تنقید کرنے کے بعد اسی مجلس میں مجھے بھی جواب دینے کا موقع دیا جاتا اور اسی مجلس میں میرے جواب بھی سنے جاتے، لطف تو پھر آتا۔ بقول بندہ۔

حضرت زاہد بھی ساقی سے ملا لیتے جو آنکھ

ڈگمگاتا زُہد، توبہ نذرِ ساغر دیکھتے

دور سے کیا ہو سکے گا ان کو اندازہ نصیر

میرا عالم وہ مرے نزدیک آ کر دیکھتے

لہذا ایسے خطباء پر واضح ہو کہ اگر ان کے نزدیک مجھ میں کچھ نقائص ہیں تو میرے ہم پیشہ دوسرے افراد کو تمام نقائص و معائب سے بالائے تر کیوں کر سمجھا جائے۔ کیا وہ سب فرشتے ہیں؟ انصاف کا تقاضا تو یہی ہے کہ اگر تنقید کرنا ہے تو پھر اجتماعی تنقید کی جائے، جس میں بندہ کے ساتھ دوسرے ہم پیشہ بھی شریک ہوں۔ اگر ان پر تنقید کا مواد خطبائے کرام کے پاس موجود نہ ہو تو بندہ یہ خدمت سرانجام دینے کے لیے تیار ہے اور سارے مواد کی فراہمی کی ذمہ داری اپنے سر لیتا ہے۔ نشانِ دہی بندہ کرے گا، بولے آپ۔ پھر دیکھئے کہ آپ کو مجالس میں یوں کرسی پر بٹھا کر بولنے کی

اجازت کون دیتا ہے اور آپ کے ایسے نشتر دں بھرے خطاب سننے کا ہم میں سے حوصلہ کون رکھتا ہے؟ معلوم ہوا کہ درگاہوں میں آپ کی یہ ساری آؤ بھگت اور آپ ہی سے مخصوص اس حق خطابت کا مرکزی مقصد صرف ہمارا اپنے لیے تعریفی کلمات سننا ہوتا ہے۔ بزرگوں کے تذکرے کی آڑ میں یہ سارا کھیل کمال ہوشیاری سے کھیلا جاتا ہے، تاکہ حاضرین مجلس کے دلوں میں ہماری عقیدت راسخ ہو جانے کے ساتھ رُوبہ ترقی بھی رہے۔ اگرچہ مجالس اعراس کے انعقاد سے ہمارے ذی وقار اسلاف کا واحد مقصد قرآن و سنت اور اکابر علماء و اولیاء کی تعلیمات کو عام کرنا اور صاحب مزار کی علمی، دینی اور ملی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرنا مقصود ہوتا تھا، مگر افسوس کہ اب معاملہ اس کے بالکل برعکس ہو گیا ہے، چنانچہ اب ایسی روحانی مجالس کا اہتمام محض اپنی تعریف و توصیف بیان کرانے کی غرض سے کیا جاتا ہے۔ ہماری خود غرضی کا عالم یہ ہو چکا ہے کہ ہمیں اپنے بزرگوں کے علم و فضل اور اُن کے دیگر کمالات کے تذکرے سننا اس لیے بھی مرغوب ہوتے ہیں کہ سامعین پر اُن کے نہایت مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں، جن کا ریٹرن اضافہ عقیدت، نذر و نثوح اور دیگر دنیوی فوائد کی صورت میں ہمیں کو ملتا ہے۔ مگر جب انہی کمالات و فضائل کی نسبت کسی دیگر صاحب کمال کی طرف ہو جائے تو ہم اُس میں چنداں دلچسپی نہیں لیتے، بلکہ کئی طرح کی خامیاں بھی نکال لیتے ہیں، کیوں کہ اس کا ریٹرن ہمیں نہیں مل رہا ہوتا۔ گویا بزرگوں اور اہل کمال کی تعریف و توصیف پسند کرنے اور سننے میں بھی ہمارے

ذاتی لالچ کا دخل ہوتا ہے اور یوں ہم اس کا رخیہ تک میں مخلص نہیں ہوتے۔

فریاد از درازی خوابِ گرانی ما

سواے مفتیو! مولویو! اور خلیبو! یہ ہے آپ کی ساری آؤ بھگت اور آپ کو درگا ہوں میں منصبِ خطابت پر فائز کرنے کا مختصر خاکہ اور فلسفہ۔ اب آئیے دوبارہ اپنے موضوع کی طرف۔

کفایت کا اعتبار درجہ استہاب کے سوا کچھ نہیں

جیسا کہ کفایت کے سلسلے میں ہم اپنے مقام پر اُبھیرا ربیعہ کے مواقف لکھ چکے ہیں۔ یہاں بطور خاص ایک اہم بات کی طرف اپنے قارئینِ کرام کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مسئلہ کفایت نکاح کے لیے فرض یا واجب کا درجہ رکھتا ہے، ایسی کوئی بات نہیں۔ جن احادیث میں کفایت کا مسئلہ ملتا ہے وہ صرف معاشرتی نظام میں جنگ و فساد کے بجائے امن و مصالحت کی فضا قائم رکھنے کے لیے مذکور ہوا۔ جہاں یہ اندیشہ نہ ہو، وہاں نکاح کے لیے مومن اور مومنہ کا ایمان ہی کفایت کے لیے کافی ہے، جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ایسے نکاح اپنے حکم سے کروائے، جہاں نسبی قرابت نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ امام مالکؒ کفایت کے سرے سے قائل ہی نہیں۔ اُن کے نزدیک زوجین کے درمیان نکاح کے لیے کفایتِ ایمانی کافی ہے۔ اگر ہر حالت میں کفایتِ نسبی کا اعتبار فرض یا واجب کا درجہ رکھتا تو امام مالکؒ جیسے عظیم فقیہ سے یہ توقع کیسے ممکن تھی کہ وہ فرض یا واجب

کو ترک فرماتے ہوئے صرف کفائتِ ایمانی کو نکاح کے منعقد ہو جانے کے لیے کافی سمجھتے۔ ہم اس کے باوجود اپنے امام حضرت ابو حنیفہؒ کے اعتبارِ کفائت کے نہ صرف قائل ہیں، بلکہ اس پر زور دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ کفائت کا اعتبار ضروری ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ رضائے اولیاء کی صورت میں غیر کفو میں نکاح جائز اور نافذ و لازم ہو جاتا ہے، چاہے وہ سیدہ کا ہو یا غیر سیدہ کا، کیونکہ حقِ کفائت اور حقِ اعتراض یہ دونوں لڑکی کے اولیاء کا حق سے جیسا کہ کتب فقہ حنفی سے ثابت ہے۔ کفائت کے سلسلے میں ایک نکتہ ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ کتب فقہ میں جہاں بھی یہ جملہ آئے کہ فلاں خاندان فلاں خاندان کا کفو ہے یا نہیں ہے، تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ خاندان جو آپس میں کفو قرار دیئے گئے ہیں، اگر ان میں سے کسی لڑکی اور لڑکے کا نکاح آپس میں ہو جائے یعنی وہ بغیر رضائے اولیاء کے خود کریں، تو اولیاء کو ایسا نکاح منع کرانے کا کوئی حق نہیں یعنی وہ نکاح منعقد بھی ہو گیا اور لازم بھی، کیوں کہ یہ نکاح کفو میں ہے اور اگر کوئی لڑکی اپنے کفو والے خاندان کے علاوہ کسی ایسے خاندان کے لڑکے سے ولّی اقرب کی رضا کے بغیر نکاح کرتی ہے جو خاندان لڑکی کے خاندان کا کفو نہیں سمجھا جاتا، تو لڑکی کا ولی قاضی کے پاس جا کر یہ نکاح تڑوانے کا حق رکھتا ہے۔ چاہے لڑکی سیدہ ہاشمیہ ہو یا کسی بھی دوسرے خاندان کی ہو۔ فقہ کا علم کم ہونے کے سبب جب لوگ یہ سنتے ہیں کہ فلاں خاندان فلاں خاندان کا کفو نہیں تو اس سے یہ غلط فہمی

اُن کے ذہن میں پیدا ہو جاتی ہے کہ چوں کہ یہ دونوں خاندان آپس میں ہم کفو نہیں تو شرعاً ان میں نکاح ہو ہی نہیں سکتا، چاہے لڑکی کا ولی اقرب اور لڑکی راضی بھی ہو۔ یہ بات قطعاً اور صریحاً غلط اور بے بنیاد ہے۔ گویا تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ نکاح کے لیے لڑکی اور لڑکے کا باایمان ہونا پہلی شرط ہے اور اس کے بعد اُن دونوں کی باہمی رضامندی اور محض جنگ و فساد سے بچنے کے لیے ولی اقرب کی رضا ضروری ہے، تاکہ کل کوئی مسئلہ کھڑا نہ ہو جائے۔ اس بیان کردہ اصول کو ہمیشہ ذہن میں رکھئے اور ایسے تمام مفتیوں کی غلط تاویلات اور شکوک و شبہات میں ڈالنے والی ہر منطق اور ذاتی نظریات کو ردی کی ٹوکری میں ڈالتے جائیے۔ شریعت نے کسی بھی مسئلے کو مبہم نہیں رکھا، بلکہ یہاں قَدَّ تَبَيَّنَ التَّرْشُدُ مِنَ الْغَيِّ کا معاملہ ہے۔ خواہ مخواہ اپنے ذہن کو ان کا سہ لیس مفتیوں کی کمزور فقہات کی بھیٹ نہ چڑھائیے۔ بقول راقم الحروف ہیں جاہ کے بُت، یہ مذہبی جاہ نما اب رہ گئے خود نما، نہ اللہ نما ہاتھوں میں اٹھائے رکھ شریعت کا چراغ گمراہ بھی کر دیتے ہیں یہ راہ نما

بلسلسلہ نکاح سیدہ باغیر سید، تین اہم فتوے

قارئین کرام! ہم نے اس کتاب میں بحمد اللہ تعالیٰ کتاب و سنت، ائمہ مجتہدین اور فقہائے اسلام کے ناقابل تردید دلائل و براہین کے ساتھ سیر حاصل گفتگو کر لی اور نکاح سیدہ باغیر سید کے تمام پہلوؤں کو دلائل کی روشنی میں اُجاگر کر دیا۔ اب آخر میں تین عدد فتاویٰ کو شامل کتاب کر کے اتمام حجت کر رہے ہیں۔ جن سے ہمارے

موقف کی مزید وضاحت و توثیق ہوگی۔

پہلا فتویٰ (حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی کی تحقیق)

مسئلہ نمبر 440: مرسلہ حاجی موسیٰ عربی 3 ذیقعدہ 1323ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ ساداتِ کرام بیبیوں سے غیر قوم غیر سید مثل شیخ، منغل، پٹھان وغیرہ کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: سید ہر قوم سے نکاح کر سکتے ہیں اور سیدانی کا نکاح قریش کے ہر قبیلہ سے ہو سکتا ہے، خواہ علوی ہو یا عباسی یا جعفری یا صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا اموی۔ رہے غیر قریش جیسے انصاری، یا منغل یا پٹھان ان میں جو عالم دین معظم مسلمین ہو، اُس سے مطلقاً نکاح ہو سکتا ہے، ورنہ اگر سیدانی نا بالغہ ہے اور اُس غیر قریش کے ساتھ اُس کا نکاح کرنے والا ولی باپ یا دادا نہیں تو نکاح باطل ہوگا، اگرچہ چچا یا سگ بھائی کرے اور اگر باپ دادا اپنی کسی لڑکی کا نکاح ایسے ہی پہلے کر چکے ہیں تو اب اُن کے کیے بھی نہ ہو سکے گا اور اگر بالغہ ہے اور اُس کا کوئی ولی نہیں تو وہ اپنی خوشی سے اُس غیر قریشی سے اپنا نکاح کر سکتی ہے اور اگر اُس کا کوئی ولی یعنی باپ، دادا، پردادا اُن کی اولاد و نسل سے کوئی مرد موجود ہے اور اُس نے پیش از نکاح اُس شخص کو غیر قریشی جان کر صراحۃً اُس نکاح کی اجازت دے دی، جب بھی جائز ہوگا، ورنہ بالغہ کا کیا ہوا بھی باطل محض ہوگا، ان تمام مسائل کی تفصیل دُرِّ مختار و رد المحتار وغیرہ ہا

کُتبِ معتمدہ مذہب اور فقیر کے فتاویٰ میں متعدد جگہ ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
(ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ ج 11، ص 716، ناشر رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور پاکستان)

دوسرا فتویٰ (از فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

سوال نمبر 1198: سیدزادی کے ساتھ غیر سید کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: دُرِّ مختار میں ہے: زَيْفَتِي فِي غَيْرِ الْكُفْرِ بَعْدَ جَوَازِهِ اصْلًا الرَّحْمَ

اگر سیدزادی بالغہ اپنا نکاح اپنی رضا و اجازت سے غیر کفو میں کرے،
بدون اجازت اپنے دلی کے تو یہ جائز نہیں ہے اور اس پر فتویٰ ہے اور اگر ولی کی
اجازت سے کرے تو وہ نکاح صحیح ہے۔ کذا فی الشامی، جلد 2 (یہ واضح رہے کہ غیر سید
سے مراد اگر شیخ، صدیقی، فاروقی، عثمانی ہے، تو یہ نکاح درست ہے، کیوں کہ یہ سید کے
ہم کفو ہیں۔ ہاں عجمی النسل ہو تو جائز نہ ہوگا۔ ظفیر)

(ملاحظہ ہو فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج 8، ص 205، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ بلتان پاکستان)

تیسرا فتویٰ (محررہ قاضی غلام گیلانی موضع شمس آباد ضلع کیمبل پور)

(مصدقہ مفتیان و علمائے کثیرہ)

سوال: سیدزادی بالغہ صحیح نسب والی کا نکاح کسی دوسرے شخص سے، جو کہ اس کا کفو نہیں
اور حسب و نسب میں اس کے برابر نہیں، بلا رضائے ولی کے درست ہے یا نہیں؟

بیتوا و توجروا

الجواب: ظاہر روایت میں تو نکاح درست ہے، مگر اس کے ولی کو اس کے توڑ و ادینے کا اختیار ہے اور نوادر کی روایت میں اول ہی سے نکاح باطل ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔
 دونوں روایتوں کو صاحب ہدایہ نے بیان کیا ہے: قال فی شرح الوقایہ وروی الحسن عن ابی حنیفۃ عدم جوازہ ای عدم جواز النکاح من غیر کفوہ وعلیہ فتویٰ قاضی خان قال فی الجہلی قولہ وفی روایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ لا ینعقد ای بجوز النکاح ان کان کفو او لا لا بجوز اصلاً وهو المختار للفتویٰ لفساد الزمان قال شمس الأئمة الشرخسی وروایۃ الحسن اقرب الی الاحتیاط اقول انسد علیہا باب التزويج من غیرہ کفوہ (الحج دُرِّ مختار کی طحاوی میں ہے (قولہ وهو المختار للفتویٰ) لانه لبس کُلِّ قاضٍ بعدلٍ ولا کُلِّ ولیٍّ یحسن المرافعة والجنوبین یدی القاضی مذلة فسد الباب بالقول بعدم الانعقاد اصلاً بحر ارایا ہی شامی وفتح القدیر وحموی و سعیدیات ودررِ غرر و عالمگیری و بنایہ وواقعات المفتین، فتاویٰ برہنہ، فتاویٰ کالمیہ، لسان المحکام، فتاویٰ غمیثیہ، فتاویٰ خلاصۃ ابو المکارم، جامع الرموز، عنایہ، فتاویٰ مدنیہ، شرح الیاس وغیرہا میں مذکور ہے من شاء الاطلاع فلیلا حظہا اور ظاہر روایت بہ سبب چند امور کے بہت جگہوں میں ترک ہو جاتی ہے۔

کما لا یخفی علی العالم الماہر علامہ شامی نے نشر العرف میں چالیس قدر مقام ایسے بیان کئے ہیں جن میں ظاہر روایت متروک ہے اور آخر میں فرمایا: فہذا کلمۃ وامثالہ دلائل واضحہ علی ان المفتی لیس له الجمود علی المنقول فی کتب

ظاہر الزواہ من غیر مراعاة الزمان واملہ والا یضیع حقوقاً کثیرہ ویکون ضررہ اعظم من نفعہم الف

یہ جواب اگر صحیح ہو، تو دستخط فرمادیے اور اگر غلط ہو، تو غلطی کی وجہ بیان فرمائیے۔

قاضی غلام گیلانی موضع شمس آباد ضلع کیمبل پور

(ملاحظہ ہو: رسالہ حق الايضاح فی شرطیۃ الکفو للنکاح مطبوعہ سن 1334ھ ص 57)

نوٹ: قارئین کرام! محولہ بالا تیسرے فتوے کی تصدیقات حاصل کرنے کے لئے محرر فتویٰ مفتی قاضی غلام گیلانی شمس آبادی نے اُس وقت کے ہندوستان بھر کے چیدہ چیدہ علمائے کرام و مفتیانِ عظام کی طرف اپنا نٹوی ارسال کیا، جیسا کہ محولہ بالا فتوے کے آخری الفاظ سے اندازہ ہو رہا ہے، تو بیسیوں علماء و مفتیان نے اس کی تصدیق کی، سب سے پہلے علمائے دیوبند کے سرخیل اور دارالعلوم دیوبند کے مفتی مولانا عزیز الرحمن صاحب دیوبندی نے جواباً تصدیق مندرجہ ذیل الفاظ میں فرمائی ”الجواب صحیح سیّدہ بالغہ نے اگر غیر کفو میں اپنا نکاح بلا رضائے ولی کیا ہے، تو بے شک موافق روایت مفتی بہا کے نکاح اوس کا صحیح نہیں ہے اور اگر برضائے ولی کیا ہے یا اوس کا ولی نہیں ہے یا کفوہ میں نکاح کیا ہے تو صحیح ہے کما فی الشامی واما اذا لم یکن لہا ولی فہو صحیح نافذ مطلقاً اتفاقاً کما یأتی فی (العم عزیز الرحمن مفتی مدرسہ دیوبند۔ اس کے بعد دیگر اہم ترین شخصیات نے اس جواب اور فتویٰ کی تصدیق کی، جن میں سے چند حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں اور عکس رسالہ و فتویٰ مع اسمای و مواہیر

بھی ہم نے اپنی کتاب کے آئندہ صفحات میں دے دیا ہے۔ ملاحظہ کر لیں۔

اسمائے گرامی مصدقین فتاویٰ مذکورہ بالا

- 1: مولانا مولوی فضل حق صاحب مدرس اول رام پور ریاست (انڈیا)
- 2: مولانا لطف اللہ صاحب (علیگڑھی)
- 3: مولوی عبدالعلی صاحب
- 4: حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی بریلی شریف
- 5: مولانا حامد رضا خان صاحب بریلوی بریلی شریف
- 6: مولانا امجد علی صاحب حکیم و مہتمم مطبع اہل سنت و جماعت بریلی شریف
- 7: مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب بریلی شریف
- 8: مولانا سید محمد ابراہیم صاحب دہلی
- 9: مولانا مولوی جناب مستطاب حضرت پیر مرعلی شاہ صاحب گوڑہ
- 10: مولوی غازی صاحب گوڑہ

نتیجہ نقل فتاویٰ

قارئین کرام! ان محلولہ بالاتین فتوؤں سے نکلنے والا نتیجہ بدیہی ہے۔ اگر سیدہ اپنے غیر کفو یعنی غیر قریشی و غیر عالم دین سے اپنا نکاح بغیر رضائے اولیاء کے کرتی ہے، تو وہ ظاہر روایت کے مطابق منعقد ہو جاتا ہے، مگر لازم نہیں ہوتا، جب کہ روایت نوادر کے مطابق ایسا نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا اور اگر کوئی سیدہ اپنے کفو یعنی

سید فاطمی، قریشی ہاشمی، قریشی صدیقی، فاروقی، عباسی، عثمانی، اموی یا کسی غیر قریشی عجمی
 مُغَل، پُٹھان، اراکین عالم دین کے ساتھ بہ رضائے اولیاء یا بغیر رضائے اولیاء کے اپنا
 نکاح کرتی ہے تو وہ بالکل منعقد صحیح اور لازم ہو جاتا ہے۔

رساله حق الايضاح فی شرطیۃ الکفو للزکاح کا عکس

مستوده



مواہیر علماء کے ابتدائی صفحے کا نقش

۵۸	مواہیر علمائے رامپور ریاست	الجواب صحیح
سوروی حبیب شاہ صاحب	افشاری	مواہیر سوروی حبیب شاہ صاحب
سوروی محمد علی صاحب	احمدی	سوروی احمدی صاحب
سوروی عبدالحق صاحب	محمود	سوروی محمود صاحب
سوروی فیض الدین صاحب	فیض الدین	سوروی فیض الدین صاحب
سوروی سید احمد صاحب	سید احمد	سوروی سید احمد صاحب
سوروی عبدالمطلب صاحب	افشاری	سوروی عبدالمطلب صاحب
سوروی عبدالمطلب صاحب	رشید الدین	سوروی رشید الدین صاحب
سوروی غلام علی صاحب	گل شاہ	سوروی گل شاہ صاحب
سوروی احمد صاحب	محمد نور	سوروی محمد نور صاحب
سوروی احمد صاحب	سید رسول	سوروی سید رسول صاحب
سوروی احمد صاحب	اشفاق	سوروی اشفاق صاحب
سوروی احمد صاحب	محمد علی	سوروی محمد علی صاحب
سوروی احمد صاحب	محمد علی	سوروی محمد علی صاحب
سوروی احمد صاحب	محمد علی	سوروی محمد علی صاحب

مواہر علماء کے اختتامی صبحے کا فکس

[illegible]

قارئین کرام! بندہ نے اپنی اس کتاب میں کچھ نام نہاد مفتیان کی سرکوبی کرتے ہوئے انہیں بار بار متنبہ کیا، تاکہ وہ اس ذمہ دارانہ اور حساس منصب کی نزاکتوں اور ذمہ داریوں کا احساس و ادراک کریں۔ اسی مقصد کے پیش نظر آخر میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کی چند وصایا بھی پیش کی جا رہی ہیں۔

امام ابو یوسفؒ کے لیے امام ابوحنیفہؒ کے وصایا

سرخیل مفتیان اُنت حضرت امام ابوحنیفہؒ نے یہ سلسلہ آداب فتویٰ اپنے شاگرد اور بغداد کے چیف جسٹس حضرت امام ابو یوسفؒ کو جو وصایا فرمائی تھیں، اُن کا تفصیلی ذکر کتب تاریخ میں موجود ہے۔ بندہ نے اُن وصایا سے استفادہ کرتے ہوئے کچھ آداب و قواعد کو آداب فتویٰ نویسی کے نام سے شائع کیا ہے۔ علامہ شامیؒ نے رسم المفتی میں بھی اصول فتویٰ نویسی پر تفصیلی بحث فرمائی ہے۔ امام صاحبؒ کی اُن وصایا سے چند امور یہاں بھی نقل کیے جاتے ہیں، تاکہ قارئین پر واضح ہو سکے کہ فتویٰ دینا کتنا مشکل کام ہے اور ایک مفتی کے لئے کن کن امور کو سامنے رکھ کر فتویٰ لکھنا چاہیے ورنہ نہیں۔

وصایا سے اقتباس

1: بادشاہ کے پاس بہت کم آمدورفت رکھنا، اُس سے ہر وقت اِسی طرح پُر خطر رہنا، جیسے انسان آگ سے احتیاط کرتا ہے۔ امام صاحبؒ کے اپنے الفاظ میں: ولا تظهر من نفسك التقرب الى السلطان وان اقربك فانه يرفع اليك الحوارج فان قمت

اھانك وان لم نعلم اعاہك (انتھى) معلوم ہوا کہ مفتی کا کسی وڈیرے جاگیردار اور با اثر انسان سے دُور رہنا ضروری ہے، ورنہ وہ کسی نہ کسی لالچ میں پھنسا کر کوئی غیر شرعی فتویٰ لکھوا سکتا ہے۔

2: واذا رأيت من سلطانك ما لا يوافق العلم فاذكر ذلك مع طاعتك إياه
یعنی بادشاہ یا کسی وڈیرے سے اگر کوئی نامناسب حرکت سرزد ہو، تو صاف کہہ دینا کہ گو میں عہدہ قضا کے لحاظ سے آپ کا مطیع ہوں، تاہم آپ کو آپ کی غلطی پر مطلع کرنا میرا فرض ہے، مزید عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر وہ پھر بھی نہ مانے تو تنہائی میں سمجھانا کہ آپ کا یہ فعل قرآن مجید اور احادیث نبویہ کے خلاف ہے۔ اگر سمجھ لے تو خیر، ورنہ خدا سے دعا کرنا کہ اُس کے شر سے تم کو محفوظ رکھے اور خبردار! اپنا گھر بھی بادشاہ کے گھر کے قریب نہ بنانا۔

3: معمولی رُتبہ کے لوگ مناظرہ کرنا چاہیں تو احتراز کرنا۔

4: کوئی شخص مسئلہ پوچھے تو صرف سوال کا جواب دینا اپنی طرف سے کچھ مت بڑھانا۔

5: نماز میں جب تک لوگ تمہیں خود امام نہ بنائیں، امام نہ بننا۔ وغیرہ۔

یہاں مختصرًا چند باتوں کا ذکر کیا گیا، ورنہ مصنف افتاء کے لئے ضروری امور کی فہرست بہت طویل ہے، جن کو رسم المفتی اور دیگر بڑی کتابوں میں تفصیلاً دیکھا جاسکتا ہے۔

آخری معروض مصنف بحضور اُمت مسلمہ

قارئین گرامی قدر! بندہ نے جن حالات اور محرکات کے تناظر میں یہ کتاب تصنیف کی، وہ امور اس کتاب کے مطالعہ کے بعد آپ پر واضح ہو چکے ہوں گے۔ میرے جدِ امجد حضرت پیر سید مہر علی شاہ قدس سرہ کو اُن کی خداداد صلاحیتوں اور شرفِ علم و فضل کے علاوہ دو مزید شرف بھی حاصل ہیں۔ ایک اولادِ رسول اور دوسرا آلِ رسول ہونے کا۔ اولادِ رسول ہونا تو اُن کا عمومی شرف ہے جب کہ آلِ رسول کا صحیح مصداق ہونا اُن کا خصوصی شرف ہے۔ بندہ بھی اسی خاندان کا ایک حقیر سا فرد ہے اور معاشرۂ انسانی میں اس خاندانِ ذی وقار کی عزت و احترام کا علم بھی رکھتا ہے اور احساس بھی، لہذا ساداتِ برادری میرے متعلق یہ بدگمانی نہ کرے کہ میں نے ایک شرعی مسئلہ کی تشریح و توضیح کرتے ہوئے معاذ اللہ اپنی برادری کی توہین کی ہے۔ میں نے اپنی اس تصنیف میں شرعی احکام کے اُمتِ مسلمہ پر مساویانہ اطلاقات اور فضیلتِ نسب پر شریعتِ مطہرہ کی بالادستی کا تذکرہ کیا ہے اور پھر یہ سب کچھ میں نے محض اپنی طرف سے تحریر نہیں کیا، بلکہ اس کے ثبوت میں قرآن و سنت، تعالیٰ اہل بیت و صحابہ، فقہائے اربعہ کے پیش کردہ دلائل اور ناقابلِ تردید تاریخی شواہد کا ایک دافر علمی ذخیرہ بھی مع حوالہ جات پیش کیا ہے، تاکہ شرعی احکام کے ابلاغ میں نیم خواندہ خطباء اور مختلف دنیوی مصالح اور فوائد کا شکار ہونے والے خود غرض علماء و مفتیان نے آج تک جن حقائق پر پردہ ڈالے رکھا ہے، اُن کو محض اللہ کی رضا اور خوشنودی مصطفیٰ

کی خاطر بے نقاب کر سکوں، نیز اپنے جد امجد، مجددِ دین و ملت حضرت گولڑویؒ کے سر پر نے والے اُن تمام علمی الزامات کو بھی دُور کر سکوں، جن سے اُن کا دامن پاک تھا۔ گویا میرا اس ساری جنگ لڑنے کا مقصد تو صرف اتنا تھا کہ اعلیٰ خاندانوں سے منسوب جو لوگ محض اپنے نسبی گھمنڈ کے سبب دوسری عجمی و عربی اقوام میں اپنی بیٹیوں کا رشتہ دینا شرعاً حرام اور ناجائز سمجھتے ہیں کہ یہ رشتہ ہو ہی نہیں سکتا اور جن خوشامدی مفتیوں اور خطیبوں نے سیدات کے رشتوں کو محض ساداتِ فاطمیہ تک محدود رکھنے کے فتوے جاری کیے کہ ان کے علاوہ وہ شرعاً کسی غیر قوم کے فرد کے نکاح میں آ ہی نہیں سکتیں اور اگر کسی سید نے اپنی کسی بیٹی کا رشتہ غیر کفو میں دیا تو اُس نے ایک فعلِ حرام کا ارتکاب کیا، ایسا نکاح منعقد نہ ہونے کے سبب وہ صحبت، صحبتِ زنا اور اُس سے ہونے والی اولاد معاذ اللہ حرام کی ہوگی۔ میں نے محض اس غیر شرعی نظریہ کے خلاف آواز اُٹھائی اور اس اندازِ فکر کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا کہ ایسا نقطہ نظر شریعتِ مصطفیٰ کے احکام کی سراسر خلاف ورزی ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایک اعلیٰ سے اعلیٰ خاندان کی لڑکی اپنے ولیِ اقرب کی رضامندی کے ساتھ ادنیٰ سے ادنیٰ خاندان کے کسی مسلمان فرد کے نکاح میں شرعاً آ سکتی ہے اور ایسا نکاح از روئے شریعت حلال، جائز اور نافذ و لازم ہے ایسے نکاح کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی اولاد شرعاً اولادِ حلال کہلائے گی اور یہ سب کچھ شریعت کے عین مطابق ہوگا۔

یہ بات عام مسلمانوں کو بالعموم اور صحیح الثب ساداتِ فاطمیہ کو بالخصوص ہمیشہ

ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ ہم سب کی عزت و منزلت کا واحد سبب ہمارا کلمہ گو ہونا قرآن و سنت کے احکام پر ایمان لانا اور انہیں اپنی زندگیوں کے لیے دستور العمل تسلیم کرنا ہے۔ ایمان باللہ والرسول کے بغیر اگر محض نسبی فضیلت یا حوالہ کام آسکتا تو ابولہب اور ابوجہل کا نام اس ضمن میں سرِ فرست ہوتا، مگر اہل علم جانتے ہیں کہ ابولہب کی مذمت میں پوری سورۃ لب اُتری اور ابوجہل کے لیے حضور علیہ السلام نے اس اُمت کا فرعون کے الفاظ استعمال فرمائے۔ معلوم ہوا کہ ایمان باللہ والرسول کے بغیر نسبی شرف کچھ معنی نہیں رکھتا، لہذا ہم سب کو جو کہ خاندان رسالت مآب سے تعلق رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرنا چاہیے کہ اُس نے ہمیں اپنے رسولِ ختمی مرتبت ﷺ کے خانوادے سے نسبت کا نسبی شرف عطا فرمانے کے ساتھ شرک جیسے بھاری گناہ سے بچالیا اور رسول کی ذات اور اُس کی شریعت پر ایمان لانے والوں میں سے پیدا فرمایا۔ شریعتِ مطہرہ کے احکام بشمولِ ساداتِ کرام تمام افرادِ اُمت کے لیے یکساں ہیں۔ اس حوالے سے ساداتِ کرام نہ تو کوئی الگ مخلوق ہیں اور نہ اُن کے لیے شریعت میں کوئی جداگانہ احکام ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر احکام کی طرح نکاح و طلاق کے احکام میں بھی ساداتِ کرام دوسرے تمام افرادِ اُمت کے ساتھ مساویانہ طور پر شریک ہیں، لہذا غیر کفو میں اُن کا اپنی کسی لڑکی کے رشتہ دینے کو شرعاً حرام یا ناجائز سمجھنا بالکل بے سند اور غلط اندازِ فکر کا نتیجہ ہے۔ ہاں اگر سادات میں سے کوئی شخص اپنی قوم یا خاندان کے علاوہ کسی دوسری قوم کے فرد

کو رشتہ نہیں دینا چاہتا تو نہ دے۔ یہ اُس کی مرضی ہے، جس پر شرعاً کوئی قدغن نہیں، مگر رشتہ دینے کو شرعاً حرام یا ناجائز نہ سمجھے اور جو سادات اپنے خاندان میں رشتہ نہ ہونے یا کسی اور وجہ سے غیر کفو میں رشتہ دے دیں یا دینا چاہیں، تو دیگر سادات اُن کو اس پر ملامت اور لعن طعن نہ کریں کہ انہوں نے کوئی غیر شرعی کام کر دیا ہے۔

بندہ اپنی اس تصنیف میں ہر قسم کی توضیحات کے باوجود سادات برادری کو یہی مشورہ دیتا ہے کہ آپ سب سے پہلے رشتہ کے سلسلے میں اپنے ہی خاندان کو ترجیح دیں۔ پھر اگر اپنے خاندان میں کوئی رشتہ نہیں ملتا تو عربی خاندانوں میں سے کسی ایک کو منتخب کریں، مثلاً قریشی، ہاشمی، صدیقی، عباسی، فاروقی، علوی (اعوان) وغیرہم، کیونکہ یہ سب بہ اعتبارِ شرع و فقہ ساداتِ فاطمیہ کے کفو ہیں۔ اگر ان خاندانوں میں بھی کوئی مناسب رشتہ میسر نہ آ سکے، تو پھر اُبّی، عجمی اقوام آپ کے سامنے ہیں، جیسے راجپوت، اراکین، گکھڑ، گجرج، شیخ، پٹھان، مغل، چغتائی، چوہان، جنجوعہ اور بھٹی وغیرہم۔ ان تمام خاندانوں میں نکاح شرعاً حلال و جائز ہے، بشرطیکہ لڑکی کا ولی اقرب اور وہ لڑکی خود اسے اپنے لیے عار نہ سمجھیں۔ فقہ میں یہ سب اقوام غیر عربی ہونے کے سبب ساداتِ فاطمیہ کی کفو نہیں، لیکن اگر کسی سیدہ کا ولی اقرب اُس کی رضا کے ساتھ غیر کفو میں اس کا نکاح کر دے تو شرعاً وہ نکاح نافذ، صحیح اور لازم ہو جائے گا۔ تاہم سادات کو بندہ کا مشورہ یہی ہے کہ بغیر کسی خاص عذر کے عربی اقوام ہی میں لڑکیوں کے رشتہ دینے کو ترجیح دیں، رہیں وہ اقوام جن کا مختلف پیشوں سے تعلق ہے، تو اگرچہ بہ اعتبارِ احکامِ شریعت وہ بھی کلمہ گو

اور مسلمان ہیں اور اُن سے بھی نکاح جائز و حلال ہے، لیکن بالخصوص ساداتِ فاطمیہ اور دیگر عربی اقوام عباسی، ہاشمی، علوی، قریشی وغیرہم کو اپنے مرتبے سے بغیر کسی عذرِ خاص کے، اتنا بھی نیچے نہیں گرنا چاہیے۔ ادھر عام مسلمانوں کو بھی ساداتِ کرام کے سیدہ فاطمہ زہرا اور پھر حضور علیہ السلام کی ذاتِ عالیہ سے نسبی تعلق کا بہر حال لحاظ رکھنا چاہیے اور فقیر کی اس تصنیف کو جواز بنا کر خواہ مخواہ ساداتِ کرام سے رشتے لینے کے درپے نہیں ہونا چاہیے۔ ساداتِ کرام سے بھی گزارش ہے کہ وہ بھی خود کو دوسرے مسلمانوں کی طرح اُمتِ مصطفیٰ میں شامل اور احکامِ شرعیہ کے اطلاقات میں دیگر افرادِ اُمت کے ساتھ برابر سمجھیں۔ چونکہ بعض مفتیوں نے اپنی کتابوں میں ضرورت سے زیادہ سادات کی وکالت اور انہیں کوئی الگ مخلوق ثابت کرنے کی کوشش کی، جب کہ ہمارے بعض کم تعلیم رکھنے والے شاہ صاحبان کی عادتیں اور دماغ ایسی ہی بے جا تعریفوں کے سبب بگڑ جاتے ہیں، چنانچہ وہ قرآن و سنت کے دلائل کو بھی رد کر دیتے ہیں اور خود کو احکامِ شریعت کے اطلاق اور گرفت سے بالاتر سمجھنے لگتے ہیں۔ مفتیوں نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں فضائلِ اہل بیت کا تذکرہ کیا اور آدابِ اہل بیت پر زور دیا، مگر جو افرادِ اہل بیت ان فضائل کے حامل اور ان آداب کے لائق تھے، اُن کا تو زمانہ ہی گزر گیا، اب تو ہم ایسے محض نسب پر گھمنڈ کرنے والے، علومِ شریعت سے بے بہرہ اور اسلامی مواخات اور مساوات کے شعور و احساس سے یکسر محروم سادات رہ گئے ہیں۔

میرے سید بھائیو! آہم سب سیادت کا اصلی مفہوم سمجھنے کے لیے اپنے بزرگوں

علی المرتضیٰ، حسن و حسین، حسن مثنیٰ، زین العابدین، عبداللہ المحض، نفس ذکیہ، امام محمد باقر، امام جعفر صادق، علی ہجویری، شیخ سید عبدالقادر جیلانی، خواجہ معین الدین اجمیری اور دیگر اکابر سادات کے حالات زندگی کا مطالعہ کریں، اُن کے کردار، اخلاق، اندازِ فکر اور انسانی معاشرے میں اُن کے مسایا نہ طرزِ عمل کی روایات کو پڑھیں۔ پھر مجھے اور آپ کو لفظ سید کے حقیقی معنی کی سمجھ آ سکے گی۔ آج میں اور آپ لفظ سید کے جس مفہوم کو اپنے دماغوں میں گھسیڑے ہوئے ہیں، اُس کا ہمارے اکابر اہل بیت کی مبارک زندگیوں سے دُور کا واسطہ بھی نہیں۔ ہم تو گمنامی دنیا کے لوگ ہو کر رہ گئے۔ ہمارے سروں پر نسی کبر کا بھوت یوں بُری طرح سوار ہو گیا کہ ہم دوسری مخلوق خدا کو اپنے مقابلے میں ایک کمتر اور ذلیل مخلوق سمجھنے لگے، حالانکہ یہ طرزِ فکر قرآن و سنت کی تعلیمات کے سراسر منافی ہے۔ میں کبر نسی میں مبتلا ایسے سادات کو اللہ کا خوف دلانا چاہتا ہوں، یقیناً جاپے میں اپنی غریب سادات برادری کا ایک ادنیٰ خادم ہوں، مگر اس شرط پر کہ وہ ہر معاملہ میں خود کو احکامِ شریعتِ مصطفیٰ کے دائرۃ اطلاق میں دیگر افرادِ امت کے ساتھ برابر کا شریک سمجھے، کیونکہ امام زین العابدینؑ، امام محمد باقرؑ، امام جعفر صادقؑ اور دیگر تمام ایسے اکابر ساداتِ فاطمیہ اپنی سیادتِ قطعی کے باوجود عمر بھر اپنے نانا جان کی شریعت کے سامنے خمیدہ سر رہے اور شریعت کے کسی حکم سے خود کو کبھی مستثنیٰ نہ سمجھا۔

آج چودہ سو سال بعد ہم ایسے مدعیانِ سیادت بھلا خود کو کسی شرعی حکم سے مستثنیٰ یا بالاتر سمجھنے میں کس طرح حق بجانب ہو سکتے ہیں، جب کہ ہماری سیادت اُن حضرات کی

سیادت کی طرح درجہ قطعیت کی حامل بھی نہیں، لہذا مجھے اور آپ سب کو ایسے خوشامدی اور مفاد پرست مفتیوں اور خطیبوں کی تحریروں اور تقریروں کے دام فریب میں نہیں آنا چاہیے اور اپنے ذی مرتبہ اکابر سادات کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خود کو اُن کی ذات و صفات کا حقیقی وارث و جانشین ثابت کرنا چاہیے۔ ہم اپنی سیادت و برتری کا اپنے منہ سے اظہار نہ کریں بلکہ ہمارا احد من الناس بن کر رہنا خود بولے کہ ہم کون ہیں؟ بقول اکبر الہ آبادی۔

نگاہیں کاٹلوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانے کی
کہیں چھپتا ہے اکبر پھول پتوں میں نہاں ہو کر

میرے جدِ امجد حضرت گولڑوئیؒ نے اپنے فرزند حضرت بابو جیؒ کو احد من الناس (عام لوگوں کی طرح) بن کر رہنے کی تلقین فرمائی تھی۔ جو حقیقتاً امام زین العابدینؑ ایسے اکابر سادات کی عالم گیر تعلیمات کا نچوڑ ہے۔

اہل تحقیق کے نزدیک وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ کی نص قرآنی کے مطابق بہ اعتبار تخلیق کسی بھی طبقے سے تعلق رکھنے والا انسان فطرتاً ہی گھٹیا نہیں ہوتا، بلکہ اُس کا ماحول اور رہن سہن اُس کی عادات و خصائل کے حوالے سے اُسے گھٹیا بنا دیتا ہے۔ عادات و خصائل کے اس گھٹیا پن کا تعلق محض نچلے انسانی طبقات ہی سے مخصوص نہیں، بلکہ بعض اوقات بڑے بڑے عالی خاندانوں میں پیدا ہونے والے انسان بھی علم کی کمی اور گرد و پیش کی اخلاقی گراؤٹ میں پلنے بڑھنے کے سبب بہ اعتبار عادات و خصائل

انتہائی گھنیا ہوتے ہیں، جیسا کہ ایک عربی شاعر نے کہا۔

وما ينفع الاصل من هاشم اذا كانت النفس من باھلہ

ترجمہ: اگر کوئی انسان عادات و خصائل کے اعتبار سے باھلہ قوم کا فرد معلوم ہوتا ہو تو ایسے شخص کو بنو ہاشم کے اعلیٰ خاندان میں پیدا ہو جانا کچھ فائدہ نہیں دیتا۔

گویا انسان کی اصل پہچان اُس کی عادات و خصائل اور کردار ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث شریف میں حضور علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے: اِذَا خُطِبَ إِلَيْكُمْ مِنْ تَرْضَوْنَ

دِينَهُ وَخَلْقَهُ فَرَوْجُوهُ أَلَا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِضٌ۔

ترجمہ: جب تم کو ایسا شخص نکاح کا پیغام دے، جس کا دین اور خلق تم کو پسند ہو تو اُس سے نکاح کرو، اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں بہت بڑا فتنہ و فساد ہوگا۔

نیز قرآن کریم میں بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ یعنی تم میں سے اللہ کے نزدیک وہی زیادہ صاحبِ تکریم ہے جو زیادہ صاحبِ تقویٰ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت امام مالکؒ نکاح میں صرف کفایت ایمانی کے قائل تھے اور اس کے علاوہ دیگر امور میں کفایت کو ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ جن فقہائے کرام

نے نکاح کے لیے کفایت ایمانی کے علاوہ بھی کچھ شرائط کفایت بیان فرمائی ہیں، اُن کے نزدیک بھی یہ امر صرف مستحب کے درجے میں ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ نے جن جن

بافضیلت اقوام کو جن جن فضائل و تخصیصات سے تاریخی طور پر عزت دے رکھی ہے، اُن کا بھرم بھی قائم رہے اور یوں شرعی حلت و جواز کو بہانہ بنا کر کم پیشہ و کم تر

ماحول کا ہر فرد خواہ تخواہ ہر اعلیٰ خاندان والوں سے رشتے مانگنے کی جسارت بھی نہ کرنے لگے۔

خارجی ذہن اور درپردہ ذہن ملاؤں کو وارننگ

مجھے یہاں نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض مقامات سے مجھے ایسی اطلاعات بھی موصول ہوئی ہیں کہ نکاحِ سیدہ باغیر سید کے شرعی جواز کی آڑ میں کچھ خارجی ذہن کے متعصب و متشدد ملاں خانوادۃ اہل بیت کے بارے میں اپنے باطنی جُث و بغض کا یہاں تک بھی اظہار کرتے ہوئے سنے گئے کہ سیدات کا نکاح کسی بھی مسلمان نائی، موچی، مسلی سے بھی جائز ہے۔ ع

تمہیں کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے

جہاں تک شریعت میں ایک ادنیٰ و اعلیٰ خاندان کے درمیان علّتِ ایمان کے سبب جواز و انعقادِ نکاح کا تعلق ہے، وہ تو اپنی جگہ درست ہے، جس کا کتابِ ہذا میں بدلائلِ شرعیہ و فقہیہ ہم نے تفصیلاً تذکرہ کر دیا ہے۔ مگر صرف سیداتِ فاطمیہ کے جوازِ نکاح کو وہ بھی از روئے تحقیر و تذلیل موچیوں سیلیوں کی حد تک گھیٹ کر لے آنا کہاں کی انسانیت اور کیسی خدمتِ دین ہے؟ کیا نفسِ مسئلہ کو بیان کرنے کا مہذب طریقہ یہی ہے؟ کیا یہ خاندانِ رسالت مآب کی عزّت و حرمت کے ساتھ اُسی طرح کا سلوک نہیں ہے، جس طرح کہ زعمِ توحید میں مبتلا ہو کر ایک مدّعی توحید نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا حق ایسے نازیبا و جارحانہ الفاظ میں ادا کرنے کی کوشش کی، جن کا بدیہی مفہوم

یہی نکلتا ہے کہ ہر چھوٹی بڑی مخلوق (چاہے عام انسان مؤمن ہوں یا اولیاء و انبیاء) اللہ تعالیٰ کے سامنے چوہڑے چارے سے بھی کم تر اور ذلیل ہے۔

آخر جو دریدہ دہن، گستاخ، کمینہ فطرت اور دنیٰ التلب ملاں سیداتِ فاطمیہ کے لیے ایسے نازیبا کلمات استنبیوں پر آ کر نظریہ مساواتِ اسلامیہ کو اجاگر کرنے کے بہانے عوام کے سامنے بیان کرنا دینی فریضہ سمجھتے ہیں، کیا وجہ ہے کہ وہ اپنی کسی بھانجی، بھتیجی یا بہو بیٹی کا رشتہ کسی موچی، مسلی یا کسی مسلمان چوہڑے چمار کو نہ دیتے ہیں اور نہ اس کے جواز کا کسی اسٹیج پر اعلان کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

اسی طرح عربی اقوام مثلاً فاروقی، صدیقی، عباسی اور اعوان اگر صرف سیدہ فاطمیہ کے کسی کمتر قوم سے جوازِ نکاح کا قول از روہ تحقیر کریں تو پھر اُن پر بھی واضح ہو کہ یہ جواز شرعی صرف نکاحِ سیدہ فاطمیہ ہی سے مخصوص نہیں، بلکہ اسی قاعدہ مذکورہ کے تحت اُن کی اپنی بہو بیٹیاں بھی کسی کم سے کم تر مسلمان قوم کے کسی بھی فرد کے نکاح میں بطریقِ ادلی آسکتی ہیں، کیوں کہ مذکورہ بالا عربی اقوام علم الانساب کے مطابق شرفِ نسب میں دوسری عربی و عجمی اقوام سے برتر و بلند ہونے کے باوجود ساداتِ بنو فاطمہ سے درجہ و رتبہ میں کم اور پست ہیں۔ لہذا وہ لوگ ایسے الفاظِ سیدہ فاطمیہ کے علاوہ اپنی بہو بیٹیوں کے لیے بھی برملا استعمال کرنے کا شرف و ثواب حاصل کیا کریں۔ آج کے ایسے بازاری، زبانِ دراز اور گستاخِ خطباء اور گندہ ذہن ملاؤں کو سیدہ فاطمہؑ الٰہیہ السلام اللہ علیہا وعلیٰ ایہا

کی اولاد کے لیے ایسی گھنیا زبان اور ایسے چھپورے الفاظ بولنے میں کم از کم فخر کونین
آسودہ گنبدِ خطری ہستی ہی کا منہ رکھتے ہوئے کچھ نہ کچھ شرم سے کام لینا چاہیے۔
بقول بندہ۔

اللہ اہل بیتِ پیبر کے ساتھ ہے	اسلام کا وقار اسی گھر کے ساتھ ہے
آلِ نبی و ذاتِ نبی سے جدا نہ جان	ہر موج کا وجود سمندر کے ساتھ ہے
وہ اک مکاں کہ جس کا مکس بابِ علم تھا	اپنا تو رابطہ ہی اسی گھر کے ساتھ ہے
دشمن کی گفتگو میں کہاں خیر کی بھلک	جو بات ہے شریر کی اک شر کے ساتھ ہے
بھجوں یزیدیت یہ نہ کیوں لعنت اے نصیر	یہ دشمنی ہے اور مرے گھر کے ساتھ ہے

میں نے اپنی اس تصنیف میں جہاں کبرِ نسب میں مبتلا بعض گھمنڈی اور
ضدِ ساداتِ فاطمیہ کو دائرہ شریعت میں رہنے اور انہیں اپنے آپ کو اُمتِ مصطفیٰ
میں شامل سمجھنے کی تلقین کی ہے وہاں دیگر افرادِ اُمت کو بھی ساداتِ کرام کی
خصوصی نسبت اور حضور علیہ السلام کے ساتھ اُن کے شرفِ قرابت کا پاس رکھنے کی
تاکید بھی کرتا ہوں۔ لہذا اگر کوئی بے باک اور بے ادب ذہن ملاں اس ضمن میں
ساداتِ کرام کی عزت و ناموس کی نفی کرنے اور اُن کے خاندان کی بہو بیٹیاں،
ہر کہہ و بہ کے عقدِ نکاح میں دینے کا اعلان کرے گا تو پھر میں بھی اسی خاندان کا ایک
فرد ہونے کے ناتے اُس کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر بالفاظِ میرا نہیں یہ بھی پوچھ
سکتا ہوں۔

سمجھا ہے کیا امام عراق و حجاز کو
گڈی سے کھینچ لوں گا زبانِ دراز کو

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قوانینِ شریعت تمام مسلمان اقوام کے مرد و زن کے لیے بشمولِ سادات و سیدات برابر ہیں، جنہیں ہم نے کتابِ ہذا میں بلا افراط و تفریط تفصیلی دلائل کے ساتھ بیان کر دیا۔ لیکن جو نسبی رفعت و عظمت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولِ مکرم ﷺ اور اُن کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ الزہرا علیہما السلام کے مقدس خون کے حوالے سے سادات و سیداتِ فاطمیہ کو عطا کر رکھی ہے، وہ بشمولِ صدیقی و فاروقی و عثمانی و عباسی و اعوان و دیگر اقوامِ عالم اسلام کسی بھی قوم کے حصے میں نہ آسکتی، لہذا سیدہ فاطمیہ سے نکاح ہو سکنے کے جوازِ شرعی کے باوجود تمام مسلمان اقوامِ عالم پر اُن کا ہر طرح سے لحاظ کرنا اور اُن سے ترجیحی سلوک روا کرنا از روئے روایت و درایت ضروری ہے۔ میں نے پوری علمی دیانت سے مسئلہ نکاحِ سیدہ کی شرعی وضاحت کر دی ہے۔ اگر دورِ حاضر کے کچھ کورچشمِ ملاں میری اس تصنیف کے مندرجات کو ایک شرعی مسئلہ کی تحقیق و توضیح کے تناظر میں دیکھیں اور افراط و تفریط سے ہٹ کر ساداتِ کرام کا جائز احترام ملحوظ رکھیں تو انہیں اس کتاب میں حقائق و دلائل کی واضح نشانیاں ملیں گی، لیکن اگر وہ اس مسئلہ کی آڑ میں ساداتِ کرام کے نسبی شرف کی نفی اور اُن کی بے عزتی کرنے کی کئی مذموم کریں تو پھر بفضلہ تعالیٰ ایسے سر پھروں کے علاج کے لیے بھی فقیر کے پاس کافی و شافی علاج موجود ہے۔ پھر جو زبان وہ

سمجھیں گے اُسی زبان میں اُن سے بات کی جائے گی، کیوں کہ جس دروازے سے ہمیں شریعت ملی ہے اُس گھر سے نہی انتساب رکھنے والوں کے حقوقِ عزّت و ادب کو ملحوظ رکھنا بھی شریعتِ مصطفیٰ کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ گویا فقیر ہر معاملے میں خیر الامور اور مساطہا کی حدیث مبارکہ پر عمل پیرا ہونے کا قائل ہے اور افراط و تفریط کو کسی بھی حوالے سے صائب قرار نہیں دیتا، لہذا جملہ برادرانِ اسلام کو اعتدال کا راستہ اپنانے کا مشورہ دیتا ہے، کیونکہ اعتدال کا راستہ ہی دراصل مقبولانِ خدا کا راستہ ہے اور یہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس پر چلنے کا ہمیں مکلف بنایا گیا ہے۔

ذاتی ہے نصیر! صرف رب کی عزّت دولت کی نہ خون اور نسب کی عزّت
ہو پیر کہ مووی ہو یا کوئی ہو وابستہ شریعت سے ہے سب کی عزّت

تَمَّتْ بِالْخَيْرِ

اشاریہ

اسبابِ تالیف

- ☆ مآخذ و مراجع
- ☆ کتابیات
- ☆ آیاتِ مبارکہ
- ☆ احادیثِ طیبہ
- ☆ اعلام (شخصیات)
- ☆ اماکن
- ☆ اشعار و مصرع جات

ماخذ و مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	مطبوعہ
1	قرآن مجید		
2	کنز الایمان فی ترجمہ القرآن	امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ	نیاد القرآن، پبلی کیشنز لاہور
3	فتاویٰ مرثیہ	مترتب مولانا فیض احمد فیض (مرحوم)	مطبوعہ لاہور / مقام اشاعت گولڑہ شریف اسلام آباد
4	فتاویٰ رضویہ	امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
5	احیاء علوم الدین	چند الاسام امام محمد بن محمد غزالی متوفی 505ھ	دار المعرفہ بیروت

کتابیات (درجہ)

نمبر شمار	نام کتاب	صفحہ نمبر
1	فتاویٰ مرثیہ	ذو
2	فتاویٰ رضویہ	ب
3	قرآن مجید	الف، ج، ش، ض، ظ
4	میسوط	ت
5	نام و نسب	ت، ز، س

نمبر شمار	صفحہ نمبر
1	قل لا اسئلكم عليه اجراً الا المودة في القربى
2	لا يحب الله الجهر بالسوء من القول الا من ظلم وكان الله سميعاً عليماً
3	فى قلوبهم مرض
4	فان تنازعتم فى شى فردوه الى الله والرسول
5	ما يفتح الله للناس من رحمة فلا ممسك لها وما يمسك فلا مرسل له من بعده

نمبر شمار	صفحہ نمبر
1	لا يؤمن أحدكم حتى اكون احب اليه من والده
2	وولده والناس اجمعين
	التكبر مع المشكك صدقة
	ض

نمبر شمار	مؤلف
1	اللہ تعالیٰ ذ، ز، ش، ض، ط، ظ، ع، غ، ف، ق، ک، ل، ہ، و، ش
2	اکبر الہ آبادی (شاعر)
3	احمد رضا خان (امام فاضل بریلوی)
4	ابوصفیعہ (امام اعظم نعمان بن ثابت)
5	بہرائی پیر (شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، غوثِ علی)
6	عبدالحق (مولوی)
7	عبدالمکدر ہزاروی (مفتی)
8	عبدالقادر بیدل (مرزا ابوالمعالی)
9	محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضور، رسول، مصطفیٰ)
10	مرعلی شاہ (سید پیر حضرت گولڑوی)
11	محمد بن حسن شیبانی (سیدہ النعمہ، محترمہ مذہب)
12	محمد بن احمد سرخسی (امام شمس الانعمہ)
13	محمد خان
14	معاویہ بن سفیان (صحابی امیر)
15	محمد بن محمد بن غزالی (مجتہد الاسلام)
16	نصیر الدین نصیر (سید مصنف کتاب)
	س، ص، ع، ی

اماکن

نمبر شمار	مقام	صفحہ نمبر
1	اسلام آباد	ذ
2	بیروت	ع
3	پاکستان	ز، ن، ی
4	گولڑہ شریف	ز، ز، ص، ک، ل، ن، و
5	لاہور	ب، ت، و
6	لبنان	ع
7	لہموت	ذ

اشعار

نمبر شمار	شاعر کا نام	مصرع اول	مصرع مفرد	جنت نمبر	صفحہ نمبر
1	اکبر اللہ آبادی	برسوں فلاسفہ کی چٹاں و گنیں رہی		فرد	ش
2	نحیر الدین نصیر	تم نے دریا ہی کو دیکھا ہے اٹھاتے طوفاں		فرد	ض
3		اب بچاتے ہی پھریں اپنے گریبانوں کو		فرد	ع
4		جو گردن بچ نکلتی ہے تو پاؤں کاٹ لیتے ہیں		فرد	ف
5		تو قلع سے ترے لعل و کرم کو چھڑ دیکھا		فرد	ک
6		ہم اُن کے نوری ادنیٰ سی اک جلی ہیں		فرد	م
7		آخر آخرا ب ہوا ئیں ہی کریں گی فیصلہ		فرد	ی
8	مرزا بیگل	از مکافات عمل ایمن ہا یہ زیستن		فرد	ط
9	نامعلوم	کمل العلوة قد نزلہی امانتہا		فرد	ط
10	نامعلوم	شادیم کہ مستقیم میان دو کریم	ع		م

اشاريه

طَرِيقُ الْفَلَاحِ فِي مَسْئَلَةِ الْكُفْرِ لِلنِّكَاحِ

- ☆ آخذ ومراجع
- ☆ كتابات
- ☆ آيات مبارکه
- ☆ احاديث طيبه
- ☆ اعلام (شخصيات)
- ☆ اماکن
- ☆ اشعار و مصرع جات

مطبوعہ / ناشر	مصنف / مؤلف / محقق / مترجم	نام کتاب	نمبر شمار
		القرآن	1
فیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور	امام احمد رضا خاں بریلوی، متوفی 1340ھ	کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن	2
فیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور	جسٹس بی محمد کرم شاہ الازہری	تفسیر فیاء القرآن	3
سہیل اکیڈمی لاہور	علامہ ابوبکر احمد بن علی الرمادی، متوفی 370ھ	تفسیر احکام القرآن	4
قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی	علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی 911ھ	تفسیر ہلالین	5
انتشارات ناصر خسرو ایمان	علامہ ابوالعزیز محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی 668ھ	الجامع لاحکام القرآن	6
معمر دارالکتاب بیروت	علامہ محمد اسماعیل حقانی، متوفی 1137ھ	تفسیر روح البیان	7
	علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی حقانی، متوفی 1270ھ	تفسیر روح المعانی	8
نور محمد آج المطابع کراچی	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی 256ھ	صحیح بخاری	9
دارالکتب العلمیہ بیروت / مکتبہ رحمانیہ لاہور	شیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ خلیفہ تمیزی، متوفی 741ھ	مکتبۃ الصالح	10
نور محمد کارخانہ چھاپہ کتب کراچی	امام ابوموسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی 279ھ	جامع ترمذی / مشن ترمذی	11
قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی	امام احمد بن حنبل نسائی، متوفی 303ھ	مشن نسائی	12
دارالکتب العلمیہ بیروت / ادارۃ الطباعة المعمریہ مصر	علامہ یزید الدین ابو محمد محمود بن عمر حقانی، متوفی 855ھ	عمدة القاری	13
صح المطابع دہلی	نظامی بن سلطان محمد القاری، متوفی 1014ھ	مرآۃ المفاتیح	14
دارالکتب العلمیہ بیروت	حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی 458ھ	شعب الایمان	15

دارالہدایہ النشر والتوزیع مکہ مکرمہ بہروت	امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ	المستدرک	16
طبع قدیم ایران دارالکتب العلمیہ بہروت	علامہ علی بن شقی بن حسام الدین ہندی بہان پوری متوفی 975ھ	کنز الدین	17
ملتان / کراچی دارالکتب العلمیہ بہروت	امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن حارث متوفی 150ھ	المستدرک	18
مجلس علمی بہروت	امام احمد بن محمد بن حنبل متوفی 241ھ	المستدرک	19
	امام عبد الرزاق بن حرام بن ناخ متحانی متوفی 211ھ	المستدرک	20
فرید بک سٹال 38 اردو بازار لاہور	شیخ الحدیث علامہ قلام رسول سمیعی	شرح صحیح مسلم (اردو)	21
ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی	امام محمد بن حسن شیبانی متوفی 189ھ	الجامع الصغیر	22
ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی	علامہ ابو الحسنات عبدالحی ککھوی متوفی 1404ھ	الناصح الکبیر	23
شرکت علمیہ بیرون پور ہریت ملتان	علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر رقیانی متوفی 295ھ	المدایہ	24
مکتبہ رشیدیہ سرکاری روڈ کوئٹہ	امام علامہ کمال الدین بن حام متوفی 861ھ	فتح القدیر	25
مکتبہ امدادیہ ملتان	امام اکمل الدین محمد بن محمود بامتی متوفی 786ھ	عتابہ	26
مکتبہ نور بیہ ضویہ سکٹر	چٹس سید امیر علی	سین الہدایہ اردو	27
ادارۃ القرآن کراچی	امام محمد بن حسن شیبانی متوفی 189ھ	کتاب الآثار (اصل)	28
دارالعرفۃ بہروت	مفسر القرآن علامہ ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سل سرخسی متوفی 483ھ	المہبوط	29
دارالعرفۃ بہروت	علامہ شمس الدین محمد بن عبد اللہ بن احمد قرطبی متوفی 1004ھ	تنویر البصار	30
مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ	علامہ طلال الدین خواجہ کمرانی	الکفایہ طبع فتح القدیر علی المدایہ	31
ایچ ایم سعید کتب کراچی / ملتان	علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد جھکمی متوفی 1088ھ	اندر التار	32

دار احیاء التراث العربی بیروت	علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی	33	رد المحتار
مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ	متوفی 1252ھ		
ایچ ایم سعید کچی کراچی	شیخ فاضل نظام الدین	34	حاشیہ کشف الاستار
			علی الدین الحق
دار الفکر بیروت	الدکتور دعوہ الخلیلی	35	الفقه الاسلامی وادولہ
مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ/ایچ ایم سعید کچی	علامہ مدین الدین ابن نجم متوفی 970ھ	36	بحر الرائق
کراچی			
مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ	علامہ شیخ سید محمد امین ابن عابدین شامی	37	منہج الطالب
	متوفی 1252ھ		
مکتبہ امدادیہ ملتان	صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ	38	شرح الوکالیہ
مکتبہ امدادیہ ملتان	مولانا ابوالحسنات محمد الحی لکھنوی متوفی 1304ھ	39	عمدۃ الزعایہ
مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ	علامہ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ وجماعہ	40	الفتاویٰ السندیہ
	من علماء الهند		(فتاویٰ عالمگیریہ)
مکتبہ حقانیہ	علامہ قاضی حسن بن منصور اوزجہری متوفی 295ھ	41	فتاویٰ قاضی خان
مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ	امام علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی	42	بدائع الشرائع فی ترتیب الشرائع
	متوفی 587ھ		
رضا فاؤنڈیشن لاہور	امام احمد رضا خان فاضل بریلوی متوفی 1340ھ	43	فتاویٰ رضویہ
شرکت علیہ بیرون بوہرگیٹ	قاضی شامی اللہ پانی پتی	44	مالا پڑھ
ملتان			
الصدف پبلشرز مظفر وارثیٹ	مفتی سید عظیم الاحسان مجددی	45	قواعد الفقہ
ناظم آباد کراچی			
مکتبہ شرکت علیہ ملتان	شیخ احمد قلیچون متوفی 1130ھ	46	نور الافار شرح المنار
قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی	علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی	47	شرح فتاویٰ رحمہ اللہ
	متوفی 1252ھ		
قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی	الامام ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی	48	التطبیق المجتہد علی مؤطا امام محمد
مطبوعہ بیروت	ابوالخیر شمس الدین علامہ شیخ عبدالحی بن سادی	49	المقاصد الخیر
	متوفی 902ھ		

دارالمعرفۃ بیروت	امام محمد بن ادریس الشافعی حنفی 204ھ	کتاب الام	50
طبع قدیم ایران	شیخ الصدوق محمد بن علی ابن بابویہ قمی	کتاب الفضائل	51
	متوفی 381ھ		
دارالبحران بیروت لبنان	امام ابو سعید عبدالکریم بن محمد بن منصور قمی صفائی	الانساب	52
عبدالکتاب اکیڈمی ملتان	حافظ شهاب الدین احمد بن علی بن حجر اصطلاحی	تذیب التذیب	53
دارالعارف بیروت	متوفی 852ھ		
دارالفکر بیروت	علامہ یحییٰ بن شرف ذوی	شرح المہذب	54
مصر	حافظ ابو عمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر	کتاب الاستیعاب فی معرفۃ	55
	متوفی 463ھ	الاصحاب	
مصر	امام النافذ احمد بن علی بن حجر اصطلاحی	کتاب الاصابہ	56
	متوفی 852ھ		
دارالفکر بیروت	علامہ عزالدین ابوالحسن علی بن محمد الجوزی المعروف	أسد الغلابۃ فی تمییز الصحابہ	57
	بائن الاثیر، متوفی 630ھ		
نقص اکیڈمی اردو بازار کراچی	علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری	تاریخ الام و الملوک	58
	متوفی 310ھ	(تاریخ طبری)	
دارالفکر بیروت	حافظ محمد ابن حبان جمعی	کتاب الثقات	59
دارالفکر بیروت	حافظ محمد الدین ابوالفداء ابن کثیر	الہدایۃ والنسایہ	60
نور محمد السخ الطالیح کراچی	ابو محمد عبداللہ بن مسلم المعروف بابن قتیبہ	المعارف	61
	متوفی 276ھ		
ایران	شیخ زین الدین احمد عافی المعروف بشیخ الاثنی	مسائلک الافہام	62
دارصادر بیروت	امام محمد بن سعد	المطبوعات الکبیری	63
مصر	ابو عبداللہ المصعب بن عبداللہ بن مصعب التمیمی	نسب قریش	64
	متوفی 236ھ		
انتشارات کتاب فروشی اسلامیہ	مرزا محمد تقی لسان الملک مورخ شہر	تاریخ الخوارج	65
طبع قدیم ایران	متوفی 1497ھ		
دارالکتب العلمیہ بیروت	شیخ علی بن احمد سعید بن حزم	جمرة انساب العرب	66
	متوفی 456ھ		

67	کتاب البحر	ابو جعفر محمد بن حبیب بن امیہ بغدادی متوفی 245ھ	حیدر آباد دکن بھارت
68	کتاب البحر والقصیر	حافظ عبدالرحمن بن ابی حاتم رازی، متوفی 327ھ	حیدر آباد دکن بھارت
69	وفیات الاممیان	علامہ ابن خلکان	دار صادر بیروت
70	مقائل الطالبتین	ابو الفرج اسماعیل صاحب الاغانی، متوفی 354ھ	ایران
71	المفردات	علامہ حسین بن محمد رغبہ اصفہانی، متوفی 402ھ	دار الفکر دمشق
72	لسان العرب	علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی، متوفی 711ھ	دار صادر بیروت
73	کشاف اصطلاحات الفنون	شیخ قاضی محمد علی تھانوی، متوفی 1121ھ	سہیل اکیڈمی لاہور
74	مہر نیر	مولانا فیض احمد فیض مرحوم	پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لاہور
75	اعلام کلمۃ اللہ فی بیان دواعی	علامہ سید مرطلی شاہ	(مقام اشاعت گولڑہ شریف) مقام اشاعت گولڑہ شریف، اسلام آباد
76	ملفوظات مریہ	علامہ سید مرطلی شاہ	پرنٹنگ پریس لاہور
77	(مقالات مرثیہ) تحقیق الحق فی کلمۃ الحق	حضرت علامہ سید مرطلی شاہ، متوفی 1356ھ	(مقام اشاعت گولڑہ شریف) پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لاہور (مقام اشاعت گولڑہ شریف) پرنٹنگ پریس لاہور (مقام اشاعت گولڑہ شریف) گولڑہ شریف، اسلام آباد
78	فتاویٰ مریہ (الافاضات السنیہ)	حزرت مولانا فیض احمد فیض (مرحوم)	پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لاہور
79	تفسیر المبین مکی و مدنیہ	علامہ سید مرطلی شاہ	پرنٹنگ پریس لاہور
80	رنج الاستعاذہ عن قول سیدنا مرطلی شاہ	شیخ الحدیث مولانا مشتاق احمد چشتی	گولڑہ شریف، اسلام آباد
81	تحقیق الحق الفخریہ الجیدہ فی مدح نکاح الشریفہ السیدہ و الغیر الشریفہ السیدہ	مفتی حافظ عبدالحمید چشتی بہاولپوری	ملتان

82	احقاق الحق والايضاح فی شرطیہ الکفول للکراج	مفتی عبدالککور ہزاروی اور ذریعہ ہادی	مفتی پرچک پریس ملتان (مقام اشاعت گولڑہ شریف)
83	حق الدین علی شرطیہ الکفول للکراج	قاضی غلام گیلانی (مسودہ)	
84	سیف العطاء	استاذ العلماء علامہ عطاء محمد بندر یالوی چشتی	گراک پریس لاہور
85	نور الابصار فی مناقب آل بیت الخار	اشیخ مومن العلیی مصری	دارالسر لہ جہت لبنان
86	بجہ الاسرار (عربی)	علامہ نور الدین الخطوب فی 'متوفی 713ھ	
87	قلنا الجواہر	شیخ محمد بن یحییٰ آل دنی ضلی 'متوفی 963ھ	مطبعہ ممید مصر
88	بجہ الاسرار (اردو)	محمد شریف عارف نوری قادری	لاہور
89	النفی	علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن اسمعیل قدامہ طلی 'متوفی 620ھ	دارالفکر بیروت
90	شرح منج البلاغہ	شیخ عز الدین عبدالحمید بن ابی الحدید متوفی 656ھ	حیدر آباد دکن
91	عارض البتوۃ	شیخ عبدالحق مقدس دہلوی 'متوفی 1052ھ	کتبہ نوریہ رضویہ سکٹر
92	رسائل امین ہادین	علامہ سید اشرف الدین ہادین شانی 'متوفی 1252ھ	سمیل اکیڈمی لاہور
93	رجاء جم	حضرت مولیٰ محمد تاج (مرحوم)	دارالکتاب کتاب مارکیٹ غزنی
94	اردو دائرہ معارف اسلامیہ		مشریٹ اردو بازار لاہور
95	مجمع الصحایہ	امام حافظ ابو الحسن عبدالباقی تاج بغدادی	زیر اجتماع دانش گاہ پنجاب لاہور
96	استاذ العلماء	مولانا حبیب الرحمن شیروانی	دارالفکر لطیفہ والنشر والنوذج
97	تذکرہ مقدسہ سورتی	خواجہ رضی حیدر	بہرہ دت
98	قازن القسب	میر عبدالرحمن بن سیف الدین (علی نسخہ)	شیروانی پریس ملی گڑھاٹھ
99	غزنیہ الاصغیاء	مفتی غلام سرور لاہوری	سورتی اکیڈمی کراچی
100	مقبرہ لاریب (ترجمہ شرح فتوح الغیب)	علامہ محمد تائش قصوری 'علامہ محمد یاسین قادری	لاہور
		11 شیخ بخش رود لاہور	نور تہ رضویہ کٹیکیشور

کتبہ قادریہ لاہور	میر سید عبدالواحد بکمرای	سچ سنابل فارسی	101
کتبہ دار فہن رقیۃ بلذنگ	خلیق احمد کلاہی	تاریخ مشائخ چشت	102
پاکستان چوک کراچی			
رحمان پبلشرز لاہور	امام احمد رضا خان فاضل بریلوی متوفی 1340ھ	الامن والحق	103
مصر	شیخ اکبر حضرت محمد الدین ابن عربی	فتوحات مکیہ	104
قدیمی کتب خانہ آرامہ باغ کراچی	مولانا محمد یوسف	حاشیہ تلاسن	105

307	آئینہ شریعت میں بھڑی مریدی کی حیثیت
442	آداب فقہی نویسی
365	اعلاء کلمۃ اللہ
150	اثر شاہ الساری
366	اوردو و ترکہ معارف اسلامیت
193, 194	الاشیاء
210	اصول بی دوی
313	اُمنۃ الخلیفہ
317	انسائے الاشراف
318, 324	الاستبصار
335	اصول کافی
357, 362, 363	احقاق الحقی والایضاح فی شرطۃ الکفر للکفاح

8, 66, 108, 115, 117, 118, 119, 120, 131, 132, 203, 204, 314	بدائع الصغیر
47, 65, 77, 80, 85, 131, 155, 156, 158, 160, 161, 191, 192, 193, 194, 195, 196, 197, 198, 199, 201, 202, 203, 204, 210, 212, 217, 218, 219, 222, 223, 291, 434,	البحر الزائق (بحر التائق بحر)
201, 213, 220	برائزہ
93, 356	بہجۃ الاسرار
128	بدایۃ المبتدی
175	بہیۃ المسترشدين

314	البدایة والتهایة
434	البنایة (بنایة)
	ت

63,64,77,80,129,146,216,217, 219,220,221,222,289,293	تحریر الایصار
185,224,237,314	تحقیق الحق الطریف العتد (تحقیق الحق)
10,207	تفسیر روح البیان (روح البیان)
11,418	تفسیر مائتا شتی و شیعة
41	تفسیر نازن
207	تفسیر مقبری
246	تفسیر جلالین
285	تفسیر روح المعانی
313	تاریخ طبری
319,324	تہذیب الاحکام
328	تنزیہ الانبیاء
335,336	تاریخ طبرانی تہذیب مظہری
	ج

66,127,128,131,132,144,302, 343	الجایع الصغیر (جامع التفسیر جامع صغیر)
144,343	الجایع الکبیر (جامع الکبیر جامع کبیر)
280,434	جامع الرموز
183	جامع الفقہ
189,192,213,215,220	جامع الفتاوی (جامع قاضی خان)
318,340	جمہور الانساب
434	طبری

59,70	حاشیة نوح افندی علی الذکر (حاشیة نوح افندی)
335,338	حق الايضاح فی شریعة الکفول للکناح
268,344,345	حسب ولسب
434	حموی
154	خصائص کبری
371	خریئة الاصفياء

64,65,70,77,80,129,131,144,145, 146,147,212,216,217,218,219, 220,221,222,223,289,291,292, 293,294,295,297,298,343,432, 434, 59,79,80,213,220,434	الذکر المختار (الذکر المختار) دُرر الاحکام شرح غرر الاحکام (الذکر)
---	---

59,62,64,70,74,77,80,84,85,130 218,219,221,222,291,293,294, 295,301,314,432,433,434,435, 99,102,106,107,109,120,153, 154,155,159,160,161,162,171, 176,186,187,188,191,192,198 199,204,208,224,227 337	رد المحتار علی الذکر المختار (رد المحتار) تلاوی شایء، تلاوی شایء، حاشیة شایء شایء رفع الاشياء من قولی سیدنا مر علی شاه (رفع الاشياء) رحمة ربهم
--	---

16,17	سجستان
237,282	سیف چنای

کتابیات

151	سنن بیہقی
152	سنن الدارقطنی (در قطبی)
152	سنن ابی داؤد
1 53,312	سنن نسائی
153	سنن ابن ماجہ

س

271	سنن کبیر
294,295	اسعدیہ
434	سجیدیات

ش

79,80,86,140,210,211,434	شرح الوثائق
208,442,	شرح حدود رسم المفتی (رسم المفتی)
237	شمس البدریہ
258	شرح صحیح مسلم
326	شفاء العلیل
328	شرح حدیدی
330,331	شرائع الاسلام
392	شرح الحفائد
434	شرح الیاس

ص

33,35,150,175,313	صحیح بخاری (بخاری شریف)
109,152,153,154,237	صحیح مسلم
150,151	صحیحین
151	صحابہ سہ
175	الصدوقی المصروفہ

434

طحاوی شریف (شرح معانی الآثار)

66,131

طبریہ (کتاب طبریہ)

ع.ع

79,80,86

عمدة الزعامة (ماہیہ شرح الوقایہ)

88,118,123,179,294,295,434

حقایق

114

میرزا الہادیہ

171

الجلل المتناہیۃ

79,80

عُرر الاحکام

183,188

غایۃ الشرحی

294,295

غمر النعمان

ف

58,61,70,73,80,88,89,99,100,

فتح القدیر

109,110,111,113,114,118,124,

126,176,179,180,188,189,190,

191,192,195,197,215,216,301

303,434

176,177,179,182,183,185,186

فتاویٰ ہائیکبریہ (فتاویٰ عالمگیریہ فتاویٰ ہائیکبریہ)

187,188,189,191,192,273,434,

فتاویٰ الہندیہ

184,209,213,381,433

فتاویٰ رضویہ

46,49,58,70

الفتاویٰ الاسلامیہ والفتاویٰ

381,433

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

10,249

فتوحات مکیہ

184,274

فتاویٰ خانیہ (خانہ)

178

فتاویٰ کبریٰ

68,233,404	فتاویٰ مرینیہ
175	فتاویٰ ابن حجر عسقلانی
197,198	فتح اللہ الحسین
200,220	فتاویٰ خیرینہ
201,213,220	فیض
207,208,209,212,215,273	فتاویٰ قاضی خان
434	فتاویٰ برہنہ
434	فتاویٰ غیاثیہ
434	فتاویٰ کاملیہ
434	فتاویٰ خلاصۃ الاموال کا رم
434	فتاویٰ صمدیہ

355	قواعد الجواب
289,296	قواعد الفتن
2,3,4,5,8,10,13,14,15,17,20,24, 25,26,27,33,42,43,47,72,229, 236,247,248,262,266,278,286, 302,303,305,347,369,406,407 428,443,444,446,448,451	قرآن مجید (قرآن پاک، قرآن کریم، قرآن)

77,80,156,191,192,196,194	کنز اللغات
190,225	کفایہ
251,312,	کنز العمال
290	کشف المصطلحات
293	کشف الاستار (حاشیہ کشف الاستار)

کتابیات

318,319,334	الکافی
327,328	کتاب الغنائی
290	کتاب التخریفات
310	کتاب السنن
313	کتاب الاصابہ
313	کتاب الاستیعاب
314	کتاب النجاشی
318,340	کتاب المجمل
316	کتاب المعارف

لہجہ

13,38,43,	لسان العرب
170	لسان المیزان
434	لسان الاحکام
39	مکتوٰۃ المصانع (مکتوٰۃ)
39,98	مرقات (شرح مکتوٰۃ)
141	المناقب
152	مجموعہ وسط طبرانی
157	مناقب الشافعی
240	مستدرک امام اعظم
201,213,220	مجمع الفتاویٰ
152	مشیر یزاز
153	مستدرک امام احمد
128	مختصر القدوری (قدوری)
157	التقا صد الحسنہ
312	المصدر رک
338	منتقى التال

335	مرآة العقول
339	مقاتل الطالبيين
307,314	مدارج النبوة
302	مالا يدمنه
318,319	من لا يحضره الفقيه
333	مجالس المؤمنين
330	مدالك الافهام
333,335	معالم التواصيف
45,275,384,385	ملفوظات ميرزا
304,369,377,378,379,380,382	ميرزا
385,390	
89,92,162,164,327,362	مغني ابن قدامه (المغني)
66,131,132,189,192,201,202	المحيط (محيط)
213,220,223	
71,74,77,80,81,82,93,96,97,	المسوط (مسوط)
108,126,176,191,192,201,202,	
203,224,227,269,270,343	

3,136,351,372	نام نسب
86,131,132,202,216,223	نمر الخاق (النهر، نمر)
127,302	نافع الكبير
171	نصب الراس
328	نجم البلاد
339	نسخ التواريخ
315,340	نسب قریش
434	نشر العرف

143

وقیات الاعیان

434

واقعات المعینین

۱۴۳

47,57,75,76,77,80,83,94,96,97

احمدیہ (ہدایہ)

99,108,112,113,114,118,123,

128,152,179,225,434,

ک

176,183,185,186,187,188,189,

یناق المودۃ (یناق)

190,192,202,216,220

نمبر شمار	آيات مبارکه	صفحہ نمبر
1	وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ	1
2	وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا	1
3	يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاهُ شُعْبًا وَقَبَائِلَ لَتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ	1
4	يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِن كُنْتُمْ تُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا	3
3	وَأَذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ	3
4	وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ ابْدَأْ أَنْ ذَلِكَ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا	4
5	يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ خَلَابِيهِنَّ	5
12	وَانكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالضَّالِّحِينَ مِنْ جِبَادِكُمْ وَإِذَا كُنْتُمْ أَنْتُمْ أَهْلُ مَسَاكِينٍ فَاصْفُوا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُسْكِينٌ	12
14	فَلَا تَعْضُلُوهُمْ إِنْ بُكَيْنَ مِنْ أَزْوَاجِهِنَّ	14
18.19	وَقَوِّمِ هَٰلَکَ النَّاسِ وَالْحِجَارَةَ	18.19
21	الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ فِي أَعْيُ صُورَةٍ مِمَّا شَاءَ رُبُّكَ	21

صفحہ نمبر	آیات مبارکہ	نمبر شمار
21	خَلَقْتُ بِيَدِي	11
22	رَبِّ اَنْهَنُ اضِلُّنْ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ	12
32,33,206	وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ	13
33	وَاَزْوَاجَكُمْ وَ عَشِيْرَتَكُمْ	14
41,42	سَيِّدًا وَّ خَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ	15
42	اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً	16
43	وَقَالُوْا رَبَّنَا اِنَّا اٰطَعْنَا سَادَتَنَا وَكِبَرَاءَنَا فَاٰضِلُّوْنَا السَّبِيْلَ	17
47	وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ	18
50,71,72,167,451	اِنْ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ	19
50	وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا	20
51	وَ اللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ	21
51	يَرْفَعُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اٰتَوْا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ	22
125	اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِيْنَ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمَوْفِقَةُ قُلُوْبُهُمْ	23
36,409	اَفَنْجَعِلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ	24
207	وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰۤاَرَبِّ اِنْ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا	
229	وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَتَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ الْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلْتَنَّهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ	25

صفحہ نمبر	نمبر شمار
	بما کسب رہیں
235,237	26 قُلْ اِنْ كَانَ لِلزَّحْمَنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعَبْدِیْنَ
236	27 وَمَنْ كَانَ فِیْ هٰذَا اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا
237	28 لَوْ كَانَ فِیْهِمَا اِلٰهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا
239,241	29 اِنَّهُ لَیْسَ مِنْ اَهْلِکَ اِنَّهُ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ
241	30 وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا
241	31 فَطَرَهُ اللّٰهُ الَّذِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا
241	32 وَكَانَ اَبُوهُمَا صَالِحًا
247	33 الْاِخْلَآءُ یَوْمَئِذٍ بِعَعْضِهِمْ لَبِیْضٌ وَآلُ الْمُنٰفِقِیْنَ
248	34 یُوْذِ الْمَجْرِمِ الْمُوْثِقِیْنَ مِنْ عَذَابِ یَوْمَئِذٍ بَیْنِهِمْ وَصَاحِبَتِهِمْ
	وَاٰخِیْهِمْ وَفَصِیْلَتِهِ الَّذِیْ تُوْبِهِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ یُنْجِیْهِ
263	35 فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدِ حَتّٰی تَنْکَحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ
271	36 هُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهِنَّ
271	37 لَتَسْكُنُوْا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً
272	38 وَلِهِنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلزَّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ
280,281	39 فَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ
280	40 فَاِنْ تَنٰزَعْتُمْ فِی شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ
284	41 فَرَضْنَا عَلَیْهِمْ فِیْ اَزْوَاجِهِمْ
286	42 فَاِذَا وَجِبَتْ جُنُوْبُهَا فَکُلُوْا مِنْهَا وَاطْعَمُوْا الْقَانِعَ وَالْمَعْتَرَّ

صفحہ نمبر	نمبر شمار
305	43 اَفْتَوْا مَنْ يَسْعَى الْكِتَابَ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضِ
405	44 وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَانْتُمْ تَعْلَمُونَ
431	45 قَدْ ثَبَّيْنِ الرَّشْدَ مِنَ الْغَيِّ
450	وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ

صفحہ نمبر	نمبر شمار
1	1
9	2
11	3
4	4
23	5
31	6
39	7
39, 42	8
10, 11	9
47	10
48	11
50, 52, 70, 71	12

إِذَا آتَاكُمْ مِنْ تَرْضَوْنَ حُلَّةً وَدِينَةً فَانْكحُوهُ إِلَّا تَفْعَلُوا
 تَكُنْ فِتْنَةً فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيشٌ
 أَنَّ الشَّرِيفَةَ تَزُوجُ كُلَّ مُسْلِمٍ
 مَكْتُوبٌ فِي الثَّوْرَةِ مِنْ بَلَغَتْ لَهُ ابْنَةُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمْ
 يَزُوجْهَا فَرَكِبَتْ اثْمًا فَأُثِمَ ذَلِكَ عَلَيْهِ
 التَّكَاحُ مِنْ سَتَى فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سَتَى فَلَيْسَ مِنِّي
 مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ
 إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ اسْمَاعِيلَ وَاصْطَفَى قَرِيشًا
 مِنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفَى مِنْ قَرِيشَ بَنِي هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِي
 مِنْ بَنِي هَاشِمٍ
 قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ
 أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ
 ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ لَعَلَّ اللَّهَ يَصْلَحُ بِهِ بَيْنَ فِتْنَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ
 مِنَ الْمُسْلِمِينَ
 الْمُسْلِمُونَ مِثَالُ دِمَاءٍ هُمْ أَيْ مِثَالُ دِمَاءٍ فَيَكُونُ دِمُ الْوَضِيعِ
 مِنْهُمْ كَدِمِ الزَّفِيرِ
 إِلَّا لَا يَزُوجُ النِّسَاءَ إِلَّا الْأَوْلِيَاءُ وَلَا يَزُوجُنِ الْأَمَنَ إِلَّا الْكَفَاءَ
 النَّاسُ سِوَا سِيَةِ كَأَسْتَانَ الْمَشْطِ لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ
 أَنَّمَا الْفَضْلُ بِالتَّقْوَى

صفحہ نمبر	نمبر شمار
50	13 ليس لعربي على عجمي فضل الا بالتقوى
52	14 قل لهم ان رسول الله يأمركم ان تزوجوني
56	15 ثلاث لا توخر، الصلوة اذا اتت والجنابة اذا حضرت والايام اذا وجدت لها كفوا
56	16 لا تنكحوا النساء الا الاكفاء ولا يزوجوهن الا الاولياء ولا مهر دون عشرة دراهم
56	17 تخيروا لنطفكم وانكحوا الاكفاء
56	18 العرب بعضهم اكفاء لبعض، قبيلة بقبيلة ورجل برجل والموالي بعضهم اكفاء لبعض، قبيلة بقبيلة ورجل برجل الاحمالك او حجام
56	19 لا تمنعن تزوج ذوات الاحساب الا من الاكفاء
56	20 اذا اتاكم من ترضون دينه وخلقه فانكحوه، الا تفعلوه، تكن فتنة في الارض وفساد كبير
72	21 من ابطأ به عملة لا يسرع به نسبة
74,75,80,93,115,	22 قریش بعضهم اكفاء لبعض بطن بطن والعرب بعضهم
116,121	اكفاء لبعض قبيلة بقبيلة والموالي بعضهم اكفاء لبعض رجل برجل
78	23 لعن اخر الامة اولها
97	24 ان الله اوحى الي ان ازوج كريمتي يعني رقيةؓ وأم كلثوم

صفحة	نمبر شمار
	عن عثمان <small>رضي الله عنه</small>
98	25 ان رسول الله <small>ﷺ</small> قال ما زوجت عثمان بأثم كلثوم الا بوحى
116	26 قال النبي <small>ﷺ</small> الأئمة من قريش
116,204	27 ان رسول الله <small>ﷺ</small> زوج ابنة من عثمان وكان أمويًا لاها شميًا وزوج علي ابنة من عمر ولم يكن ها شميًا بل عدويًا
150	28 اجعله مكانة ولن تجزى عن احد بعدك
151	29 اما تحسن سورة من القرآن فأصدها السورة ولا يكون لاحد بعدك مهرًا
152	30 كله انت وعيالك فقد كفر الله عنك
152	31 كل انت وعيالك تجزئك ولا تجزى احدًا بعدك
153	32 ارضعه حتى يدخل عليك
167	33 وامر النبي <small>ﷺ</small> فاطمة بنت قيس ان تنكح اسامة بن زيد مولاه فنكحها بامرهم
169,170	34 العرب بعضهم لبعض اكفاء رجل برجل وحنى بحنى وقبيلة بقبيلة والموالي مثل ذلك الا حائك او حجام
171	35 الناس اكفاء قبيلة بقبيلة وعربى لعربى ومولى لمولى الا حائك او حجام
205	36 ان الله اصطفى كنانة من ولد اسماعيل واصطفى قريشًا

نمبر شمار	صق نمبر
	من كهانة واصطفي من قريش بنى هاشم واصطلفا نى من بنى هاشم
37	236 التاجر الصدوق الامين مع النبيين والصدّيقين والشهداء
38	236 انا وكافل اليتيم لى ولغيرم فى الجنة هكذا و اشار بالشباة والوسطى وفرج بينهما شيأ
39	236 من عال جاريتين حتى تبلغا جاء يوم القيمة انا وهؤ كذلك و ضم أصابعه
40	237 لو عاش لكان صديقا نبيا
41	240 كل مولود يولد على الفطرة فإواه يهودانه وينصرانه قيل فمن مات صغيرا يارسول الله قال الله اعلم بما كانوا عاملين
42	242 كل نسب وصهر ينقطع يوم القيامة إلا نسبى وصهرى
43	244 قال سمعت رسول الله ﷺ يقول ينقطع يوم القيامة كل سبب ونسب إلا سببى ونسبى
44	244,311 ائنى سمعت رسول الله ﷺ يقول كل نسب وسبب ينقطع يوم القيامة إلا ما كان من سببى ونسبى فأحييت أن يكون بينى وبين رسول الله ﷺ نسب وسبب
45	248 يا بنى هاشم لا يأتنى الناس بأعمالهم وتأتونى بأنسابكم 250 أن ربكم واحد وإن أباكم واحد فلا فضل لعربى

صحيح

نمبر شمار

- عَلَى عَجْمِي وَلَا لِعَجْمِي عَلَى عَرَبِي إِلَّا بِاتَّقْوَى فَإِنَّ اللَّهَ
يَقُولُ الْيَوْمَ أَرْفَعْ نَسَبِي وَاضْبِعْ نَسَبَكُمْ أَيْنَ الْمُتَّقُونَ
46 لَا يَسْأَلُكُمْ أَحْسَابُكُمْ وَأَنْسَابُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ
اتِّفَاقُكُمْ
250
47 إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ انْظُرْ فَإِنَّكَ لَيْسَ بِخَيْرٍ مِنْ أَحْمَرَ وَلَا أَسْوَدَ
إِلَّا أَنْ تَفْضُلَهُ بِاتَّقْوَى
251
48 إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمَرْتُكُمْ فَضَيْعَتُمْ
عَهْدَتِ الْيَوْمَ فِيهِ وَرَفَعْتُكُمْ أَنْسَابَكُمْ فَالْيَوْمَ أَرْفَعُ
نَسَبِي وَاضْبِعُ أَنْسَابَكُمْ أَيْنَ الْمُتَّقُونَ؟ أَيْنَ الْمُتَّقُونَ؟
إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتِّفَاقُكُمْ
251
49 إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنَّ فِي أَعْتَى أَرْبَعًا مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ
لَيُسَوُّوا بِتَارِكِينَ الْفَخْرِ فِي الْأَنْسَابِ وَالطَّعْنِ فِي
الْأَنْسَابِ وَالِاسْتِسْقَاءِ بِالنُّجُومِ وَالْتِيَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ
252
50 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا خُطِبَ إِلَيْكُمْ مِنْ تَرْضَوْنَ
دِينَهُ وَخَلْقَهُ فَزَوْجُوهُ إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةً فِي الْأَرْضِ
وَفُسَادٌ عَرِضٌ
256
51 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَا أَبَا إِمَامَةَ مَا أَنَا وَمَا سَفَهَاءُ الْخَلْدِينَ
شَفَعَاءُ الْمُعَصِّمِينَ أَمَنْتُ بِرَبِّي وَتَحَنَّنْتَ عَلَيَّ وَلَدَهَا إِلَّا
كَمَا تَيْنَ وَفَرَّقَ بَيْنَ السِّيَابَةِ وَالْوَسْطَى وَاللَّهُ أَذْهَبَ

مسلم

نمبر شمار

فخر الجاهلية وتكبرها يا بائها كلكم لأدم وحوًا كطف
القضاع بالقضاع وإن اكرمكم عند الله اتقاكم فمن اتاكم
ترضون دينه وامانة فزوجه.

52 ان النبي قال لى على ثلاث لا توخرها الصلوة اذا
اتت والجنابة اذا حضرت والايم اذا وجدت لها
كفوا

53 عليكم بسنى وشنة الخلفاء من بعدى وعصوا عليها
بالتواجد

54 خير القرون قرنى

55 من جاءكم من ترضون دينه وخلقه فزوجه

56 تنكح المرأة لأربع: لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها
فاظفر بذات الدين تربت يداك

57 قال رسول الله ﷺ قال الله تعالى كذبني ابن ادم ولم يكن
لئ ذلك وشتمنى ولم يكن لئ ذلك فاما تكذبية ايتى
فقوله لن يعيدنى كما بدانى وليس اول الخلق باهون
على من اعادته واما شتمه ايتى فقوله اتخذ الله ولدا
وانا لاخذ الضمء الذى لم آلد ولم أولد ولم يكن لى كفوا
احد وفى رواية ابن عباس واما شتمه ايتى فقوله لى ولد
وسبحانى ان اتخذ صاحبة أو ولدا

نمبر شمار	صالحه نمبر
58	قال لعن عبدالدينار وعبدالذرهم
59	اذا خطب اليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجهوا تفعلوا تكن فتنة في الارض وفساد عريض
60	خير الامور واساطها

420

451

456

47,89,90,164,165,168,173,251,347,359,362	احمد بن حنبل (امام)	6
31,34,109,205	اسامیل بن ابراہیم (نبی اللہ)	7
52,53,61,153,167,280	ابو حفصہ بن حبیب بن ربیعہ	8
53,61,62,153,167,168	اسامین زید	9
119,122,125,371	ابو بکر صدیق (صدیق اکبر امیر المؤمنین)	10
9,10	اسماعیل حقی مصری	11
	(علامہ صاحب فقیر روح البیان)	
89,90,309	ابو العاص بن ریح	12
56,57,259	ابو حاتم مزی	13
103,104	احمد سعید کاظمی	14
	(علامہ غزالی زمان)	
197,198,247	ابو مسعود ازہری	15
119,163,450	اکبر الہ آبادی	16
58,114	امیر علی (سید) جسٹس صاحب عین	17
	العدایہ شارح ہدایہ	
47	احمد بن شعیب نسائی	18
	(امام صاحب مشن نسائی)	
22	امراہیم (نبی اللہ)	19
250	آدم (نبی اللہ)	20
186	اسامیل (قاری)	21
151	ابو الحسن انزوی	22
252	امراہیم بن محمد	23
252	ابو مالک اشعری (صحابی رسول)	24
153	آئمہ سلمہ (آئمہ المؤمنین)	25
270	ابو طیبہ	26
39	ابن عسلی	27

39	ابو منصور	28
152,173	ابن شهاب زہری	29
53,54	ابو یونس	30
151	ابو یزید	31
141	ابو یکر محمد بن اسحاق بن حمزہ	32
170	اسماعیل بن مسعود	33
141	ابو نصر احمد بن حسین	34
251	ابو زہرہ عطاء بن	35
358	ابو الحسن قطوفی	36
105	احمد نواز (شاعر)	37
170	ابن عدی	38
98	آئمہ میاں	39
312,313	ابو سعید	40
312,313	ابو قتادہ	41
340	ام القاسم بنت حسن بن حسن	42
49,50,62,70,71,72,73,208,273	ابو الحسن کرشی (امام)	43
151,240,251,252,256,312,313,415,420	ابو ہریرہ (صحابی رسول)	44
157,251,252,256	احمد بن حسین بیہقی	45
71,72,73,265,273	ابو یکر احمد بن علی رازی جغتاس	46
	(امام علامہ)	
169,170	اسحاق بن ابراہیم بن علاؤ الدین بیدی	47
173	ابن جریر	48
256,257,448	ابو امامہ	49
176	اورنگ زیب عالمگیر	50
172	ابراہیم بن محمد بن طلحہ	51
209	ابو جعفر طوسی	52

54,445	ابو جمل	53
316,317,448	ابو لبیب	54
319,323,324,325	ابراہیم بن قسیم عہدی	55
328	ابو عبد اللہ	56
339	ابن ابی الحدید	57
338	ابو الفرج اسفہانی	58
340	ابراہیم بن حسن	59
317	ابو جعفر بغدادی	60
340	احمد بن یحییٰ ہلاذری	61
169,170,173,259,314	ابن حزم	62
230,240,256,258,259,260	ابن حبان	63
436	ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی	64
	(امام صاحب جامع ترمذی)	
436	امجد علی (مولانا)	65
440,441	ابراہیم (مولانا)	66
441	احمد امین (مولوی)	67
441	احمد شیر (مولوی)	68
441	استر علی مصین (مولوی)	69
341	احمد حسین (مولوی)	70
341	ابراہیم	71
343	اتوب بن مسلمہ بن عبد اللہ بن ولید بن مغیرہ	72
343	ابراہیم بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن	73
364,374,375,376,377,379,382,384,385,390,	عباس	
392	امام حسین بن علی	74
368,369	احمد حسن محدث کالجہدی (مولانا)	75

368	ابوصیدرہ بن جراح	76
368	اسد اللہ	77
393	احمد بن مختار اللہ خاں	78
	(سید یوسف مدنی صاحب)	
98,99,170,172,173,174,178,179,181,259,313	احمد علی بن محمد حسقلانی (امام ملام)	79
165	ابن سیرین	80
165	ابن عوف	81
169,171	ابن محمد جوہری	82
147	ابراہیم بن محمد	83
291	احمد مصری (سید)	84
373	احمد علی سہارنپوری (شیخ الحدیث)	85
376	انجمن النساء	86
98	انتم عباس	87
252	ابو مالک اشعری	88
376	ابن اللہ شاہ	89
ب، ت، ث		
52,53,54,61,270	جلال (صحابی رسول)	90
36,310,311,449	باتر (سید امام)	91
193,194,197,198	جہری (علامہ)	92
169,171	بقیہ	93
335	باتر مجلسی (ملا)	94
150	برہہ بن نزار	95
441	بشیر احمد (مولوی)	96
196	برہان اعجازی	97
216	بزاز	98
441	تفضل حسین (مولوی)	99

254	ثوبیہ (لوہڑی)	100
303	شاء اللہ پانی پتی	101
ج.ج.ع.ع		
154,153	جلال الدین سیوطی (امامِ علامہ)	102
57,56,33	چاہر بن سمرہ	103
42,41	جد بن قیس	104
36,310,311,319,323,324,325,449	جعفر صادق (امامِ سید)	105
225	جلال الدین خوارزمی کرلائی (علامہ)	106
341,342	جعفر بن مصعب بن زہیر	107
342	جعفر	108
270	جمال اللہ ملتانئی (حافظ)	109
407	جگر مراد آبادی	110
316	جعفر بن حسن طوسی	111
256,257	حوا (حضرت)	112
172	حمید بن ابی ثابت	113
32,99,183,184,185,186,189,190,193,207,208,	حسن بن منصور بن محمود از ہندی	114
209,210,211,212,213,214,215,273,431	(امامِ کاظمی، علامہ فقید النفس)	115
34,35,40,41,339,340,341,342,409,449	حسن بھٹی بن علی (امامِ سید)	116
34,42,91,92,142,342,362,396,399,449	حسین بن علی (امامِ سید ہدیہ زہرا)	117
142,339,449	حسن ثقی بن حسن بھٹی	118
81,82,83,317	حصہ وعت عمر (اتم المؤمنین)	119
128,129,210,211,347,405,413	حسن بن زیاد	120
337,338,339,345	حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب	121
92	حکیم بن حزام	122
29	حسین شاہ (سید)	123
170	حمزہ بن یوسف	124

170	حسن بن سفيان	125
294	حطبي (علامہ)	126
139	حسن (ابو محمد)	127
49,50,222	حسن بھری (امام)	128
208	حلواني (مفسر القرآن)	129
367	حامد سولتي پتي (مولوي سيد)	130
436	حامد رضا خان (مولانا)	131
440	حبيب شاہ (مولوي)	132
441	محمد حسن (مولوي حکيم)	133
340	حسين بن عبد اللہ بن عبيد اللہ بن عباس	134
	بن عبد المطلب	
341	حسن	135
341	حسن بن معاوية	136
252	حطبي (علامہ)	137
147,165,323	حماد بن ابی سليمان	138
330,331	الحلي (محقق)	139
200,202,213,220	خیر الدین رملی (علامہ)	140
208	خفافہ (امام)	141
440	خليل احمد (مولوي)	142
درود و غیرہ		
42	داؤد (نبي اللہ)	143
342	داؤد	144
342	داؤد بن علی بن عبيد اللہ بن عباس بن	145
	عبد المطلب	
53,169,171,230	دار قطنی	146
123	دارا (بادشاہ)	147

326	ذہبی (علامہ)	148
7,34,94,96,97,98,127,309	رقیہ بنت رسول اللہ (سیدہ)	149
313,314,316,317,318	رقیہ بنت عمر	150
338	رقیہ بنت عبداللہ	151
368	رواق علی (سید)	152
157	ربیع بن سلیمان	153
89,309,331	رعب بنت رسول اللہ (سیدہ)	154
128,129,281,347	زفر بن بزیل (امام)	155
192,193,194,195,196,197,198,199,292	زین الدین الشمر ہنی مجسم (امام علامہ)	156
171	زبلی (امام حافظ الحدیث)	157
153	نعب بنت ام سلمہ	158
153,168	نعب بنت جحش	159
323	زرارہ	160
338	نعب بن حسن	161
153,168	زید بن حارثہ	162
169	زرمذ بیدی	163
312,313,314,317,318,326	زید بن عمر	164
310,311	زہر (صحابی رسول)	165
315	نعب کبریٰ بنت قاطبہ علی	166
341	نعب بنت حسن بن حسن	167
330	زین الدین العالی	168
س، ش، ص، ض		
23	سلطان ابو سعید بن الخیر	169
39,311	سعد بن معاذ	170
47	سلمان بن احمد الیادود	171
	(امام صاحب سنن ابی داؤد)	

44,90,91,92,331,332,333,337,345,346	سکینہ بنت حبیب (سیدہ)	172
52,53,153,167,260	سکینہ بنت حبیب (سیدہ)	173
174	سلمان فارسی	174
312,313	سعد بن حاتم	175
393,394	سہیل بن احمد بن حفصہ والحطاس	176
68	سہیل شیرازی	177
49,50,62,70,71,73,172,225,226,227,268,270	سقیان ثوری (امام)	178
273	سید رسول (مولوی)	179
440	سید احمد (مولوی)	180
440	سلامت اللہ (مولوی)	181
441	سید احمد حسین (مولوی)	182
323,324	سلمان بن خالد	183
171	سویہ	184
375	سلطان محمود انکوی	185
259	سعید بن عبد اللہ بن جبر	186
370	سلیمان بن قیس (حضرت)	187
441	سیال محمد شاہ (مولوی)	188
290	سید شریف جرجانی	189
139	شیبان بن ذل	190
143	شیخ مصری (علامہ)	191
370	شمس الدین سیالوی	192
371	شہاب الدین سررودی (شیخ)	193
285	شہاب الدین سید محمود آلوی	194
	(ابو الفضل) صاحب تعمیر روح المعانی	
341	صالح بن معاویہ	195
52,53	ضحاك بن قیس	196

239	شہناک (امام)	197
392	سعد الدین گھلاڑی (امام)	198
123	سکندر (بادشاہ)	199
طء		
98	طبرانی	200
310,311	طلحہ (صحابی رسول)	201
364,376,384	طیب سورتی (مولانا)	202
294	طحاوی (امام)	203
440	ظہور الحسن (مولوی)	204
عء		
11,56,57,84,85,86,87,90,91,99,110,116,117, 119,122,125,127,128,156,163,172,173,174, 180,204,243,245,307,310,311,312,313,314, 315,316,317,318,319,320,321,323,325,326, 327,328,329,330,331,332,333,334,335,336, 344,366	عمر بن خطاب (امیر المومنین کا رواق اعظم)	205
7,18,20,28,29,30,31,35,37,40,47,56,84,85, 86,89,90,91,105,116,117,120,122,127,128, 152,156,160,203,204,243,245,257,258,306, 307,310,311,313,314,315,316,317,318,319, 320,322,323,324,325,327,328,329,330,332, 333,334,335,336,396,399,449	علی المرتضیٰ (امیر المومنین البتراء)	206
7,30,31,81,82,83,86,89,90,91,94,96,97,98,99, 107,110,116,117,119,122,127,153,154,156,159, 180,204,243,307,309,310,321,331,334,339, 340,347,348	عثمان غنی (امیر المومنین)	207

8,66,108,115,205	علامہ الدین ابو بکر مسعود کاسانی	208
	(علامہ صاحب بدائع الصنائع)	
16,17,28	عبدالواحد گلگرای	209
	(سید صاحب سچ سنابل)	
39	نکرمہ (صحافی)	210
151	عقبہ بن عمار	211
416	صیلی (نبی)	212
168	عبداللہ بن مسعود (حضرت)	213
15	عبدالوطن چانی	214
183,185,	عتابی	215
91	عبداللہ	216
143	عبد مناف	217
139,140	عبدان	218
82	عبد شمس	219
198	علی (سید)	220
56,57,90,152,169,170,171,173,312,313	عبدالطہ ابن عمر	221
93,335,356,359,360	عبدالوطن بلغوفی (شیخ)	222
435,439	عزیز الرحمن (مفتی)	223
240	عبدالرحمن بن عمر مزاحرج	224
42	عمر بن جموح	225
37,142	عبدالملک (مطلب)	226
196	علی مقدسی (شیخ اسلام)	227
32,96,112,185	علی بن ابی بکر مرثیانی	228
	(علامہ صاحب ہدایہ)	
35,341,342,345,408,449,450	علی بن حسین	229
	(سید امام زین العابدین)	

39,98	علی بن سلمان محمد القاری (ملا صاحب مرقات)	230
307,314	عبدالحق محدث دہلوی (شیخ)	231
53,61,310,311	عبدالحق بن عوف	232
90,92,337	عبدالله بن عثمان بن حکیم بن عثمان	233
56,57,81,82,83,152,153,167,216,217,220, 256,260	عائشہ بنت ابی بکر (ام المومنین)	234
69,132,137,211,357,363,364,370,372	عبدالحکیم بن زبیری (مفسر)	235
89,92,162,163,165,167,168,169,171,172, 174,175,306,359,362	عبدالله بن احمد بن قدامہ (صاحب المغنی)	236
89,92,93,168,306,307,355,356,357,358,359	عبدالحکیم بن حنیف	237
360,361,363,416,421,449	(شیخ سید علی بن محمد بن عظیم)	
97,273,312,313,325,327,415	عبدالله بن عباس	238
142,338,343,409,449	عبدالله بن عباس (سید)	239
216,217,222,223	علاء الدین جیسکی	240
	(علامہ صاحب درمختار)	
185,223,224,346,347,348	عبدالحی چشتی	241
335	عہد علی بن علی خان (مرزا مؤرخ)	242
336	عہد علی بن علی (شیخ)	243
104	عبدالحکیم بن عبدل (مرزا)	244
449	علی بھری	245
312	علی بن علی بن حسان الدین ہندی (صاحب کفر النعمان)	246
170	علی بن عروہ	247
170	عثمان بن عبدالحق	248
169,170	عمران بن ابی الفضل	249

147	عبداللہ بن مسعود	250
147	عائشہ	251
165	عمر بن مسعود	252
51	عمر بن عبدالعزیز	253
165	عبید بن عیسر	254
169,170	عبدالرحمن بن علی بن جوزی	255
175	عبدالرحمن بن عاتق بن معری	256
172,173	عبدالرزاق	257
230	عبداللہ بن عبدالرحمن بن داری	258
208,209,210	علی بن محمد بن دوی (فخر الاسلام)	259
327	عبدالہبیار	260
313	علی بن محمد بن ائیم	261
314	عماد الدین ابن کثیر	262
319,320,321,333,334	عباس بن عبدالمطلب	263
315	عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب	264
316,318,336	عون بن جعفر بن ابی طالب	265
323,324	عبداللہ بن سنان	266
331,337,338	عبداللہ بن عمرو بن عثمان	267
338	عبداللہ بن حسن	268
436	عبداللہ بن (مولانا)	269
440	عبداللہ بن (مولوی)	270
440	عبداللہ بن (مولوی)	271
440	عبداللہ بن (مولوی)	272
441	عبداللہ بن (مولوی)	273
441	عبداللہ بن (مولوی)	274
441	علی بن محمد بن (مولوی)	275

441	عبداللہ (مولوی)	276
341	عبداللہ	277
342	عبرہ (سید)	278
342	علی بن حسن بن حسن بن علی	279
343	عباس بن موسیٰ بن موسیٰ بن موسیٰ بن محمد	280
	بن علی بن عبداللہ بن عباس بن محمد اسطبل	
367	عبید اللہ (شاہ)	281
367,392	عبدالقادر (شاہ)	282
367	عبدالغنی (شاہ)	283
367	رفیع الدین (شاہ)	284
370	علی خیر خیر آبادی (سید)	285
366,392	عبدالرحیم بن شاہ و جہ الدین بن محترم	286
	الدین دہلوی (شاہ)	
374,376	عتایت حسین (سید)	287
364,367,388,392	عبدالعزیز (شاہ خاتم المحدثین)	288
104,375,393,450	غلام محی الدین بابوی (سید جلیل احمد)	289
375	غلام محمد گھوڑی (علامہ)	290
433,435,439	غلام گیلانی (قاضی)	291
169,237,259	غلام رسول سعیدی (شیخ الحدیث علامہ)	292
378,440	غلام محی الدین (مولوی)	293
371	غلام سرور لاہوری	294
368	غلام علی سید	295
171	حشامی	296
فہرست		
7,28,29,30,34,37,41,42,86,87,92,94,122,174, 216,217,220,221,316,332,336,354,359,396,	خاطرہ زہرا بیت رسول اللہ (سید)	297

399,407,448,453,455

90,91,92,331,332,337,338,339,345,346

141

106

139

367

142

22,375,306

52,53,61,153,167

343

364,370,371,373

438,440

441

341

341

364,374,376,384

317

446

306

336

139

139

123

196

39

298 قاطرہ بنت حسین بن علی (سیدہ)

299 قاطرہ بنت عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی

علی بن ابی طالب (آئمہ الثانی)

300 فیض احمد فیض مرحوم (علامہ)

301 فرقہ

302 فقر الدین رازی (صاحب تفسیر کبیر)

303 قاطرہ عتقی بنت سیدہ العمداء

304 فرید الدین مسعود گنج شکر (حضرت بابا)

305 قاطرہ بنت فیض

306 قاطرہ بنت محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب

307 فقر جہاں دلوئی

308 فضل حق (مولوی)

309 فضل حسین (مولوی)

310 قاطرہ بنت حسن بن حسن

311 قاطرہ آئمہ ولد

312 فضل الرحمن گنج مراد آبادی (شاہ)

313 قاطرہ بنت عمر

314 فرعون

315 قطب الدین

316 قاجار (بادشاہ دولت ایران)

317 قحطان

318 قصاصہ

319 قاضی شیرازی

320 قاسم (علامہ)

321 قتادہ (حضرت)

338	قاسم بن عبداللہ	322
306	قطب الدین مختیار کاکی	323
	ک، گ	
234	کھٹان بن لوح	324
32,58,86,99,100,109,113,114,121,123,124,	کمال الدین ابن ہمام	325
126,177,179,189,195,196,200,201,197,215,	(امام علامہ صاحب فتح القدیر)	326
216,223	کلیم اللہ چماں آبادی (شاہ)	327
371,372	گیسورد راز (بند نواز)	328
440	گل احمد (مولوی)	329
	ل، م	
364,368,369,370,374,377,379,382,384,385	لفظ اللہ علی لکھنوی (استاد الکلی مفتی ہند)	330
390,392		
374	لطیف القیام	331
1,3,5,7,8,9,10,11,12,14,15,16,20,30,31,32,	محمد (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)	332
33,35,37,39,40,41,42,43,44,48,50,52,53,56	حضور رسول اللہؐ، مہمیا پاک، پیغمبر خداؐ	
58,59,61,72,74,75,76,79,80,81,82,83,88,90,	سید عالمؑ رسالت کتاب، شارح، سید	
91,94,96,97,98,99,107,171,178,180,203,204,	البشر، افضل الانبیاء، ختمی مرحبت، سید	
206,207,230,231,234,235,236,237,240,241,	الوزی، سید السادات	
242,243,244,245,246,249,250,251,252,254,		
255,256,257,258,268,269,270,272,287,288,		
294,295,307,311,312,316,317,318,321,331,		
334,344,345,346,347,349,350,393,395,396,		
397,398,399,407,408,411,415,420,423,426,		
429,444,446,448,451,454,455		
3,4,11,21,28,29,33,34,45,46,68,76,95,96,	مہر علی شاہ	333
102,103,107,158,160,185,233,235,236,236,	(پیر سید حضرت گلادی جیل احمد)	

260,275,276,282,283,298,299,304,305,306, 307,314,344,348,351,352,365,367,368,369, 370,372,373,374,375,376,377,379,381,382, 383,384,385,388,387,388,389,390,391,392, 393,400,401,403,404,405,411,413,414,416, 417,418,419,422,436,441,445,450 65,100,107,108,109,110,111,112,113,114,115 118,119,120,121,122,123,124,125,126,127, 128,129,130,132,133,134,137,138,139,140, 144,145,147,148,160,161,174,218,270,271, 280,294,295,302,343,344,347,383,410,412, 434,439 68,89,99,100,101,109,110,111,112,113,140, 141,142,143,157,165,175,180,181,182,273, 343,347,362,412 61,62,70,71,73,74,87,88,89,162,165,273, 347,362,429,451 102,103,104,106,108,115,118,120,124,129, 132,134,144,154,155,159,160,161,162,163, 184,165,166,168,169,171,175,176,177,179, 181,182,183,186,188,189,191,204,210,211, 224,227 71,74,80,93,96,108,185,208,224,225,227, 268,269,270,271,362,434,439 9,141,259,260,312 9,167,230,260,415	محمد بن حسن شیبانی (امام ابوہد اللہ) محمد بن ادریس شافعی (امام) مالک بن انس (امام) مشتاق احمد (علامہ شیخ الحدیث) محمد بن احمد رخصی (امام عس آلہ صابہ مبسوط) محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری (امام) محمد بن اسماعیل بخاری (امام)	334 335 336 337 338 339 340
---	---	---

326,327,328	محمد بن جعفر بن ابی طالب	363
323,324	محمد بن یعقوب کلینی	364
340	محمد مصعب زبیری	365
338,339	محمد بن عبداللہ	366
326,327,328	مرتضیٰ علم الہدی (مجتہد سید)	367
323,324	مجاویہ بن عمار	368
331,333,337	مصعب بن زبیر	369
436	مصطفیٰ رضا (مولانا)	370
	نضر اللہ خان (مولوی)	371
440	محمد فی (مولوی)	372
440	منور علی (مولوی)	373
441	محمد وزیر (حافظ مولوی)	374
440	محمد یوسف (مولوی)	375
440	محمد علی (مولوی)	376
440	مفتز علی (مولوی)	377
441	محمد شفیع (مولوی)	378
441	محمود علی (مولوی)	379
441	محمد طیب حسین (مولوی قاری)	380
441	محمد یعقوب حسین	381
441	مسعود احمد (مولوی)	382
441	محمد گل (مولوی)	383
340,341	محمد بن مروان	384
340,341	مروان بن ابان بن عثمان	385
340,341,342	ملکہ بنت حسن بن حسن (سیدہ)	386
341	مجاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب	387

341	محمد بن مسعود بن محمد اللہ بن جعفر بن ابی طالب	388
342	موسیٰ بن داؤد	389
376	محمد بن اسماعیل بن عیسیٰ (سید)	390
380	محمد بن فضال قرطبی	391
370	محمد بن علی بن محمد بن داؤد	392
366	موسیٰ بن کاظم (امام)	393
314	ملک بن عبد اللہ بن خازن (امام کلثوم)	394
318	محمد بن علی بن بابویہ قمی	395
440	محمد بن فضل (مولوی)	396
440	محمد بن شافعی (مولوی)	397
441	محمد بن ریس (مولوی)	398
441	محمد بن اسحاق (حکیم مولوی)	399
464	محمد بن اسحاق (شاہ محمد بن مولوی)	400

ن

8,61,64,65,66,70,71,72,89,93,94,96,97,99, 100,101,110,111,112,127,128,129,130,131, 147,174,193,210,211,218,222,223,224,225, 226,227,240,262,263,273,274,275,280,281, 347,362,383,402,410,412,413,414,416,418, 430,439,442	نعمان بن ثابت (امام اعظمؒ ابو حنیفہ)	401
449	نعمان بن حنیفہ (سید)	402
81,82,140	نعمان بن کثامہ	403
306	نور الدین بن علی قطونی	404
59,70	نور احمدی	405
234,239,241	نور (نبی)	406

234,239,241	نور اللہ شوسری (قاضی مجتہد)	407
333,345	نصیر الدین نصیر (معجب کتاب)	408
105,148,199,210,236,354,394,397,412,454,		
456	نافع	409
169,170,171	نظام شیخ	410
177,	نظر الدین (مولوی)	411
440	نور احمد (مولوی)	412
440	نور بن ابی الجیم بن محمد بن طلحہ بن عبید اللہ	413
		414
364,370,372,392	کلام الدین اورنگ آبادی	415
370	نور محمد ماروی (حضرت)	416
۴۱۷		
46,49,58	وعدۃ الرحمٰل (الذکر، تفسیر، مکار)	417
39	دلی الدین محمد بن عہد اللہ	418
	(شیخ، علامہ صاحب مکتبہ)	
167,260,52,53	بہار حبیب ولید بن حبیب	419
37,142,143	ہاشم (حضور کے پردادا)	420
319	ہشام بن سالم	421
142,143	ہاشم (امام شافعی کے پردادا)	422
39	حرری	423
ی		
154,241	یحییٰ بن شرف نووی (امام)	424
42,43	یحییٰ (بی)	425
65,127,128,129,130,132,133,134,137,184,	یحیوب ابو یوسف (امام تفسیر، امام اعظم)	426
273,274,275,280,247,383,410,412,442		
141	یونس بن عبدالاعلیٰ	427

169	یحییٰ بن محمد بن عمرو	428
313	یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالہر	429
341	یزید بن معاویہ	430

امان	
صفحہ نمبر	مقام
۱/۲	
139,184,218,	آرام باغ
375	انگہ
418	اہواز
418	اصہمان
418	استرآباد
17,18	اجیر
233,357,382	اسلام آباد
368,370,371,436	انڈیا
245,328,331,335,336,337	ایران
ب	
75	بوہڑکٹ
105	ہما دلپور
418	بلخ
436	بریلی شریف
380	بھونکی
418	بصرہ
418	بحرین
418	بخارا
418,442	بغداد
9,11,13,139,141,143,157,172.	بیروت

181,227,250,257,265,269,270,
273,291,329,338,339,359,
363,420

پہاڑ

375

پاکپتن

441

پنڈہ

366,370

پنجاب

209,214,215

پشاور

8,14,58,59,79,86,87,131,177,

پاکستان (پاک)

180,183,186,192,200,202,208,

223,225,261,262,279,411,433,

335

تھران

441

تھانہ بھولن

418

ترند

ج.ج.م.خ

368

جلیسر

418

جرجان

418

جزیرہ

222

حصن کبک

418

خلوان

173,316,339

حیدر آباد

418

خوارزم

418	دابغان
333,418	دیشن
173,316,339	دکن
381,433,435,439	دیوبند
39,291,292,436	دہلی
418	رے
418	رملہ
418	رافہ
436,440	رام پور
365,378	راولپنڈی
328,329,418	روم

س،ش،ص

171	سورت
418	سرخس
188	سرکی (روڈ)
307	سکھر
418	سمرقند
418	سجستان
373	سیال شریف
375	سرگودھا
139,333	شام

اماکن	
433,435,439	میں آباد
418	صنعتی
ط، ع، ر، غ	
186	طوبی (روڈ)
357	طوبی
418	طبرستان
71,357	عراق
441	غورمشی
368,379,382	علی گڑھ
ف، ق	
171	فیصل آباد
418	تومس
418	قہستان
ک، گ	
142	کلکشن
338	کرپلا
379	کان پور
139	کوفہ
418	کرمان
418	کیش
433,435,439,441	کیسبل پور
8,58,59,62,64,77,78,84,85,88, 99,116,	کونہ

131,140,160,177,180,183,186,
192,200,202,208,218,220,223,
225,293,22,60,65,129,139,142,
144,147,174,184,218,240,241,
256,291,293,302

کراچی

311,313,337,343,374,376,

371

گلبرگہ شریف

102,104,105,106,120,133,137,
154,163,175,177,185,224,227,
233,260,267,282,297,348,351,
352,357,361,362,365,367,368,
369,370,371,372,373,377,379,
380,381,382,383,387,393,402,
405,410,411,412,414,436,441

گولڑہ شریف

کراہگ

142

کافشن

338

کربلا

379

کانپور

139

کوفہ

418

کرمان

418

کیش

433,435,439,441

کیسبل پور

8,58,59,62,64,77,78,84,85,88,

کوئٹہ

(517)

اماکن

99,116,

لہم

232

لندن

139,141,143

لہناں

319,323,324

لکھنؤ

46,58,114,153,198,265,275,

لاہور

294,366,368,371,373,378,

415,421,433

418

موصول

418

سا

418

مرو

142,338

مراکش

260,418

مکہ مکرمہ

9,142,393,394,418

مدینہ منورہ (مدینہ شریف)

مدینہ عالیہ

75,79,86,103,106,112,113,

ملتان

141,211,

224,235,275,357,433

مصر

ناروہی

418

نصیبین

418	نہاوند
418	نیشاپور
139,418	واسط
418	ہمدان
418	ہرات
9,14,20,171,381,382,393,435	ہندوستان (ہند)
418	مکن
418	میمامہ
54	یافوخ

اشعار

نمبر شمار	شاعر کا نام	مصرع اول	مصرع مفرد	صنف سخن	صفحہ نمبر
1	نصیر الدین نسیم	میرے دریا بند ہو جانے کا نکل تو بچ گیا		فرد	04
2	مولانا جائی	اولاد تہا کہ نیست بر راو نہی		فرد	15
3	احمد رضا خان بریلوی	اللہ اللہ عز و شان و احترام بگرام		منقبت	16
4	مرزا عبدالقادر بیدل	چہ ممکن است رود و داغ بندگی ز چہیں		فرد	20
5	نامعلوم	خدا رحمت کند ایسا عاشقان پاک طینت را	ع		20
6	حضرت گلزار حق	بے رنگ و سہ اس نورت قہیں	ع		21
7	سلطان ابوسعید ابوالخیر	خوای کہ سسے شوی ز ہستی کم کن		رباعی	23
8	نصیر الدین نسیم	ہر ذرہ پہ فعل کبریا ہوتے ہے		رباعی	23
9	نصیر الدین نسیم	اے قاطر کے لال! یہ حیرا ہی کام ہے	ع		41
10	سعدی	علم کہ را حق د نماید جمالت است	ع		68
11	نامعلوم	از ما نمنے بشنو و ہا ما نمنے گو		فرد	93
12	عابد محمد انبال	اے طائر لاٹھو! اُس رزق سے موت اچھی	ع		95
13	نصیر الدین نسیم	تم نے جو کچھ بھی کہا ہم نے سنا مانے گئے		فرد	96
14	نصیر الدین نسیم	دلعلیا ہو گیا یہ کیا تم کو		فرد	103
15	مرزا عبدالقادر بیدل	ہا ہر کمال اندکے آشتی غول است		فرد	104
16	نصیر الدین نسیم	ماضی کے درپے سے ذرا جھانک کے دیکھو		فرد	105
17	نصیر الدین نسیم	عند آفتاب کہ شب اجتاب ہے ساقی		غزل	105
18	احمد قرآز	جی میں جو آتی ہے کر گزرد کہیں ایسا نہ ہو		فرد	105

اشعار

نمبر شمار	شاعر کا نام	مصرع اول	مصرع مفرد	صفحہ نمبر	صفحہ نمبر
19	نامعلوم	جن پہ نگہ تھا وہی چنے ہوا دینے لگے	ع	118	
20	عبدالغنی	مشی ما تلتی من تہوی دغ الذنہا وامہلہا	ع	118	
21	اکبر الہ آبادی	دُنیا بدل گئی ہے وہ ہیں نہیں کہ اب تک	ع	119	فرد
22	نامعلوم	نہیں تفاوت رہ از گیا ست تا گجا	ع	121	
23	آئی شیرازی	تا جو امر دہست چوں جانوسیار و ما پیار	ع	123	فرد
24	نصیر الدین نسیم	ہمارا کام ہے اچھی بُری ہر بات سمجھنا	ع	127	فرد
25	نصیر الدین نسیم	مے کشی کے ساتھ لطف رخصت نہ الگ	ع	134	
26	نصیر الدین نسیم	جل گیا میرا نعیم تو کوئی بات نہیں	ع	138	فرد
27	نامعلوم	دہر و شوکتِ سلطان نہ کھٹ جڑے کم	ع	141	فرد
28	نصیر الدین نسیم	پکا کر نقد کی کچھڑی بتاؤ کیا مزا آیا	ع	145	فرد
29	نصیر الدین نسیم	جنوں کا نام غرور رکھ دیا ' غرور کا جنوں	ع	146	فرد
30	نصیر الدین نسیم	آن محمّد فقہ را زہا امام	ع	148	منقبت
31	نصیر الدین نسیم	بدشتِ شکادت چہ کشیدہ عُم	ع	149	فرد
32	نصیر الدین نسیم	حیرتوں کے سلسلے سوئے نہاں تک آگئے	ع	155	غزل
33	اکبر الہ آبادی	آزاد و بے فواہیں کیا مکان و مسن	ع	163	فرد
34	نامعلوم	عمر گزری ہے اسی دشت کی بیابانی میں	ع	166	فرد
35	نصیر الدین نسیم	مبارک ہو یہ عارفانہ تجاہل	ع	168	
36	نصیر الدین نسیم	کبھی ہنس مگر میں آہٹے، کبھی اُس مگر میں جاٹلے	ع	179	
37	نصیر الدین نسیم	خزاں تک یہ ٹکس ہے یہ اسیری ہے یہ پابندی	ع	182	فرد
38	نصیر الدین نسیم	برپا ہے یہ اضطراب کچے پن سے	ع	182	رباعی
39	نصیر الدین نسیم	چشمِ شبازِ نیتا رہے بھنگِ ضعیف	ع	189	

اشعار

نمبر شمار	شاعر کا نام	مصرع اول	مصرع مفرد	صنف سخن	صفحہ نمبر
40	نامعلوم	آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا	ع		191
41	نور الدین	و سابق الاقوال فی العانیة		فرد	208
42	نامعلوم	سفینہ چاہیے اس بحر بے کراں کے لئے	ع		227
43	نور الدین	کہ دریں راہ قلاں این قلاں چڑے نیست	ع		234
44	نور الدین	خدا کی کھج کر آ پیچے گی مہمان قیامت میں		فرد	267
45	نامعلوم	اتنی ہی بات تھی جسے افسانہ کر دیا	ع		299
46	نامعلوم	محمی الدین 'محسن الدین' قطب الدین 'فرید الدین		فرد	306
47	حضرت گلزار دہلی	حق کے ولی 'فکلی' نبی 'شاہ علی' مرہ علی	ع		306
48	نامعلوم	من آں چہ شرط بلاغ است باتوں کو ہم		فرد	308
49	مرزا غالب	صبح کرنا شام کا 'لانا ہے جوئے شیر کا	ع		309
50	نور الدین	ایک ہیں اُن کو اپنے بیگانے		فرد	322
51	الغاف حسین حالی	یاروں کو تجھ سے حالی اب سرگراںیاں ہیں		فرد	331
52	نامعلوم	لے الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست		فرد	348
53	نور الدین	جو مجھ کو دیتے رہے دھمکیاں جلانے کی		فرد	353
54	نور الدین	نہ تو چھ مجھ سے بڑے وقت کے کشید و مراز		غزل	353
55	نور الدین	وہ بھی وہ تو ' میں بھی میں		فرد	354
56	نور الدین	حقیقت دیکھ لیں خود جو ذکر تصویر کے نکلے		فرد	361
57	نور الدین	آدی کو کچھ نہ کچھ تو شرم آنی چاہیے	ع		361

اشعار					
نمبر شمار	شاعر کا نام	مصرع اول	مصرع مفرد	صنف سخن	صفحہ نمبر
58	نصیر الدین نصیر	ابن زہرا سے ترے دل میں ہیں یہ زہر بھرے		فرد	362
59	نامعلوم	بغموننا بنمو اہمنا لنا و ہناقنا		فرد	365
60	نامعلوم	نظر والے نہیں کرتے ہیں تکلیف جہاں گردی		فرد	377
61	نصیر الدین نصیر	قرب شاعی کی ہوس میں ایسے فتوے داغ کر		فرد	386
62	نصیر الدین نصیر	کوئی دیکھے تو یہ سمجھے کہ چہ بیٹھے ہیں	ع		388
63	نصیر الدین نصیر	اطہار یہ پندار کی دارائی کا		فرد	391
64	نصیر الدین نصیر	مفتی شہر بھی انساں ہیں بک سکتے ہیں		فرد	403
65	میکر سراد آبادی	اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں		فرد	407
66	نامعلوم	گر فرق مراتب نہ کئی زندگی	ع		413
67	نصیر الدین نصیر	یہ صنعت ماء و طین دو گز ہی رہی		رباعی	420
68	نصیر الدین نصیر	حضرت زاد بھی ساقی سے ملا لیتے جو آگھ		فرد	428
69	نامعلوم	فریاد از درازی خواب گراں ما		فرد	429
70	نصیر الدین نصیر	جس جاہ کے بت ، یہ مذہبی جاہ نما		رباعی	431
71	اکبر الہ آبادی	ٹکا ہیں کالوں پر پڑی جاتی ہیں زمانے کی		فرد	450
72	نامعلوم	وما یمنع الاصل من ہاشم		فرد	451
73	مرزا غالب	تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے	ع		452
74	نصیر الدین نصیر	اللہ اہل بیت بخیر کے ساتھ ہے		منقبت	454
75	میر انیس	سمجھا ہے کیا امام عراق و حجاز کو	ع		455
76	نصیر الدین نصیر	ذاتی ہے نصیر! صرف رب کی عزت		رباعی	456